پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتِ حال 2019

پاکستان میں
انسانی حقوق
کی صورتحال
2019

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

2020 پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔اس اشاعت کا کوئی بھی حصہ ماخذ کا اقرار کرتے ہوئے دوبارہ شائع کیا جا سکتا ہے۔

اس اشاعت کے اجزاء کی درستی کو یقینی بنانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کسی بھی نادانستا فروگزاشت کی ذمہ داری نہیں لیتا۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے اس اشاعت میں شامل کی گئیں تصاویر جائز استعمال کی پالیسی کے تحت، کاپی رائٹ کی خلاف ورزی کے ارادے کے بغیر دوبارہ شائع کی ہیں اور اس نے تمام ماخذوں کے کردار کو تسلیم کیا ہے۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
ایوان جمہور
107 ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن
لاہور - 54600
فون : 3586 9969 ,3586 4994 ,3583 8341 (042) 92+
فیکس : 3588 3582 (042) 92+
ای میل : hrcp@hrcp-web.org
ویب سائٹ: www.hrcp-web.org

ایڈیٹر: مریم حسن
ترکیب وترتیب: رِدا افضل

ISBN 978-969-8324-91-9

ذرائع

ذرائع، جہاں متن میں ان کا حوالہ نہیں دیا گیا، ایچ آر سی پی کے جائزے پر مبنی رپورٹس، نامہ نگاروں اور عام شہریوں کے ساتھ خط وکتابت، سرکاری گزٹ، اقتصادی اور قانونی دستاویزات اور دیگر سرکاری اطلاعات اور بیانات، قومی اور علاقائی ذرائع ابلاغ میں شائع ہونے والی رپورٹوں اور یو این ڈی پی، آئی ایل او، ڈبلیو ایچ او، یونیسف اور ورلڈ بینک جیسے عالمی اداروں کی مطبوعات پر مبنی ہیں۔ سرکاری رپورٹوں، پریس کے جائزوں اور این جی اوز کی نمونے کی سروے رپورٹوں کو ان کے محدود وسائل کے پیش نظر صورت حال کی مکمل یا حتمی تصویر نہیں سمجھنا چاہیے۔ یہ صرف سال کے دوران سامنے آنے والے رجحانات کی عکاسی کرتی ہیں۔

فہرست

ذرائع

اختصارات

تعارف ...1

جائزہ: عوام کے لیے مشکلات کا سال ...3

اہم نکات ...7

پنجاب ...17

سندھ ...81

خیبر پختونخوا ...131

بلوچستان ...187

اسلام آباد دارالحکومت کا علاقہ ...235

آزاد جموں وکشمیر ...277

گلگت ۔بلتستان ...289

ضمیمہ 1 پاکستان کی آئینی وقانونی ذمہ داریاں ...305

ضمیمہ 2 2019 کے دوران قانون سازی ...325

ضمیمہ 3 آئین کی پاسداری کی صداقت ...335

ضمیمہ 4 انسانی حقوق سے متعلق اعداد وشمار ...339

ضمیمہ 5 ایچ آر سی پی کی سرگرمیاں ...357

ضمیمہ 6 ایچ آر سی پی کے بیانات ...368

تصاویر کے ذرائع ...383

اختصارات

اے اے جے	ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل
اے سی ای	اینٹی کرپشن اسٹیبلشمنٹ
اے ایف	عورت فاؤنڈیشن
اے جی پی	اٹارنی جنرل فار پاکستان
اے جے کے	آزاد جموں وکشمیر
اے این پی	عوامی نیشنل پارٹی
اے پی این ایس	آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
اے پی ایس اے اے	آل پارٹیز سوشل ایکٹیوسٹ الائنس
اے ایس آئی	اسسٹنٹ سب انسپکٹر [پولیس]
اے ایس پی	اسسٹنٹ سپریٹنڈنٹ آف پولیس
اے ٹی اے	اینٹی ٹیررازم ایکٹ
اے ٹی سی	اینٹی ٹیررازم کورٹ
بی اے پی	بلوچستان عوامی پارٹی
بی ڈی اے	بلوچستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی
بی ای سی ایس	بیسک ایجوکیشن کمیونٹی سکول
بی ایچ سی	بلوچستان ہائی کورٹ
بی ایچ آر او	بلوچستان ہیومن رائٹس آرگنائزیشن
بی آئی این یو کیو	بلوچستان یونٹ آف نیوفرالوجی اینڈ یورولوجی کوئٹہ
بی آئی ایس پی	بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام
بی آئی ڈبلیو آر ایم ڈی	بلوچستان انٹیگریٹڈ واٹر ریسورس مینجمنٹ اینڈ ڈویلپمنٹ پراجیکٹ
بی ایل اے	بلوچستان لبریشن آرمی
بی ایم سی	بولان میڈیکل کمپلیکس
بی این پی ایم سی	بلوچستان نیوٹریشن پروگرام فار مدر اینڈ چلڈرن
بی این پی	بلوچستان نیشنل پارٹی
بی آر اے ایس	بلوچستان راجی آجوئی۔آر۔سنگر
بی آر ٹی	بس ریپڈ ٹرانسپورٹ
سی ڈی اے	کیپیٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی اسلام آباد

سی اے آئی	کمیشن آن ایکسس ٹو انفارمیشن
سی سی ایچ ایف	کریمین۔کانگو ہیمور یجک فیور
سی ڈی اے	کیپیٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی
سی ای سی	چیف الیکشن کمشنر
سی ای ڈی اے ڈبلیو	سیڈا (عورتوں کے خلاف ہر قسم کے امتیازی سلوک کے خاتمے کا کنونشن)
سی آئی آئی	کونسل آف اسلامک آئیڈیالوجی [اسلامی نظریاتی کونسل]
سی جے	چیف جسٹس
سی ایم	چیف منسٹر
سی ایم ای سی	چائنہ مشینری انجینیئر نگ کارپوریشن
سی این آئی سی	کمپیوٹرائزڈ نیشنل آئیڈنٹٹی کارڈ
سی او اے ایس	چیف آف آرمی سٹاف
سی او آئی ای ڈی	کمیشن آف انکوائری آن اینفورسڈ ڈِس اپیئرنسز
سی پی ای سی (سی پیک)	چائنہ پاکستان اکنامک کوریڈور
سی پی آئی او	چیف پبلک انفارمیشن آفیسر
سی پی این ای	کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز
سی آر سی	چائلڈ رجسٹریشن سرٹیفکیٹ
سی آر پی سی	کوڈ آف کریمینل پروسیجر
سی آر ایس ایس	کنونشن آن دی رائٹس آف پرسنز ود ڈس ایبلیٹیز (معذوری کے شکار افراد کے حقوق کا معاہدہ)
سی ٹی ڈی	کاؤنٹر ٹیررازم ڈیپارٹمنٹ
ڈی اے سی	ڈسٹرکٹ اسسمنٹ کمیٹیز
ڈی سی	ڈپٹی کمشنر
ڈی سی ایس	ڈائریکٹ کریڈٹ سسٹم
ڈی ڈی ڈبلیو پی	ڈیپارٹمنٹل ڈویلپمنٹ ورکنگ پارٹی
ڈی ای او	ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر
ڈی ای پی ڈی	ڈیپارٹمنٹ آف ایمپاورمنٹ آف پرسنز وِد ڈِس ایبلیٹیز
ڈی ایف آئی	ڈویلپمنٹ فنانس انسٹی ٹیوٹ

ڈی ایف آئی ڈی	ڈیپارٹمنٹ فار انٹرنیشنل ڈویلپمنٹ
ڈی جی	ڈائریکٹر جنرل
ڈی جی ایچ ایس	ڈائریکٹوریٹ جنرل ہیلتھ سروسز
ڈی جی آر ای	ڈائریکٹوریٹ جنرل آف ریلیجس ایجوکیشن
ڈی ایچ اے	ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی
ڈی ایچ ایس	ڈیموگرافک اینڈ ہیلتھ سروے
ڈی آئی جی	ڈپٹی انسپکٹر جنرل
ڈی او سی	ڈسٹرکٹ اوورسائٹ کمیٹی
ڈی پی پی	پلانٹ پروٹیکشن ڈیپارٹمنٹ
ڈی آر سی	ڈسپیوٹ ریزولوشن کونسل
ڈی آر ایف	ڈیجیٹل رائٹس فاؤنڈیشن
ای اے ڈی	اکنامک افیئرز ڈویژن
ای سی ایل	ایگزٹ کنٹرول لسٹ
ای سی این ای سی (ایکنیک)	ایگزیکٹیو کمیٹی آف نیشنل اکنامک کونسل
ای سی پی	الیکشن کمیشن آف پاکستان
ای ایم ٹی	ایمرجنسی میڈیکل ٹیکنیشن
ای او بی آئی	ایمپلائز اولڈ ایج بینیفٹ انسٹی ٹیوشن
ای او سی	ایمرجنسی آپریشن سنٹر
ای پی ڈی	انوائرنمنٹ پروٹیکشن ڈیپارٹمنٹ [ادارہ تحفظ ماحولیات]
ای پی آئی	ایکس پینڈڈ پروگرام آف امیونائزیشن
ای ایس ای ایف	ایلیمنٹری اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن فاؤنڈیشن
ایف اے ایف ای این (فافن)	فری اینڈ فری الیکشن نیٹ ورک
ایف اے او	فوڈ اینڈ ایگری کلچر آرگنائزیشن
ایف اے ٹی اے (فاٹا)	فیڈرلی ایڈمنسٹرڈ ٹرائبل ایریاز [اب کے پی کا حصہ ہیں]
ایف اے ٹی ایف (فیٹف)	فنانشل ایکشن ٹاسک فورس
ایف سی	فرنٹیئر کور
ایف ڈی ای	فیڈرل ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن
ایف ای ایف	فرنٹیئر ایمپلائش ہاؤسنگ فاؤنڈیشن
ایف ای ایچ ایف	فیڈریشن ایمپلائز ہاؤسنگ فاؤنڈیشن
ایف آئی اے	فیڈرل انویسٹی گیشن ایجنسی
ایف آئی ڈی ایچ	انٹرنیشنل فیڈریشن فار ہیومن رائٹس

ایف آئی ایف	فلاح انسانیت فاؤنڈیشن
ایف آئی آر	فرسٹ انفارمیشن رپورٹ
ایف او ایس	فیڈرل اومبڈزمین سیکریٹریٹ
ایف ڈبلیو او	فرنٹیئر ورکس آرگنائزیشن
جی بی	گلگت ۔ بلتستان
جی بی ایل اے	گلگت ۔بلتستان لیجسلیٹو اسمبلی
جی ڈی اے	گرینڈ ڈیموکریٹک الائنس
جی ایچ اے	گرینڈ ہیلتھ الائنس
جی ایچ کیو	جنرل ہیڈ کوارٹرز
جی ایل او ایف	گلیشیئر لیک آؤٹ برسٹ فلڈ
جی ٹی اے	گورنمنٹ ٹیچرز ایسوسی ایشن
ایچ بی ڈبلیو	ہوم بیسڈ ورکرز
ایچ بی ڈبلیو ڈبلیو ایف	ہوم بیسڈ ویمن ورکرز فیڈریشن
ایچ سی سی	ہیلتھ کیئر کمیشن
ایچ ڈی پی	ہزارہ ڈیموکریٹک پارٹی
ایچ ای سی	ہائیر ایجوکیشن کمیشن
ایچ آر سی پی	ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان
ایچ آر ڈی	ہیومن رائٹس ڈیفنڈر
آئی بی	انٹیلی جنس بیورو
آئی سی سی پی آر	انٹرنیشنل کنونشن فار سول اینڈ پولیٹیکل رائٹس
آئی ای ایس سی او (آئیسکو)	اسلام آباد الیکٹرک سپلائی کمپنی
آئی جی	انسپکٹر جنرل [آف پولیس]
آئی ایچ کے	انڈیا۔ہیلڈ کشمیر
آئی ایل او	انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن
آئی ایم ایف	انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ
آئی ایم آر ایف	امپلیمنٹیشن آف مائنارٹی رائٹس فورم
آئی این جی او	انٹرنیشنل نان گورنمنٹ آرگنائزیشن
آئی پی آئی	انٹرنیشنل پریس انسٹی ٹیوٹ
آئی ایس اے	انفارمیشن سروس اکیڈمی
آئی ایس آئی	انٹر سروسز انٹیلی جنس
آئی ایس پی آر	انٹر سروسز پبلک ریلیشنز
جے ای ایم	جیشِ محمد
جے آئی	جماعت اسلامی
جے آئی ٹی	جوائنٹ انویسٹی گیشن ٹیم

جے کے این ایس ایف	جموں کشمیر نیشنل سٹوڈنٹس فیڈریشن	این اے ڈی آر اے (نادرا)	نیشنل ڈیٹا بیس اینڈ رجسٹریشن اتھارٹی
جے پی پی	جسٹس پراجیکٹ پاکستان	این اے او	نیشنل اکاؤنٹ ایبلیٹی آرڈیننس
جے ٹی آئی		این اے پی	نیشنل ایکشن پلان
جے یو ڈی	جماعت الدعوۃ	این سی ڈی اے	نیشنل کوسٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی
جے یو آئی (ایف)	جمعیت علمائے اسلام (ف)	این سی ایچ آر	نیشنل کمیشن فار ہیومن رائٹس
کے آئی یو	قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی	این سی ایس ڈبلیو	نیشنل کمیشن آن دی سٹیٹس آف ویمن
کے ایم سی	کراچی میٹروپولیٹن کارپوریشن	این ایف آر او	نیول فیملیز ری ہیبلی ٹیشن آرگنائزیشن
کے ایم سی	کراچی میونسپل کارپوریشن	این جی او	نان گورنمنٹ آرگنائزیشن [غیر سرکاری تنظیم]
کے پی	خیبر پختونخوا	این ایچ ایس	نیشنل ہیلتھ سروسز
کے پی سی ایس ڈبلیو	کے پی کمیشن آن دی سٹیٹس آف ویمن	این جے پی ایم سی	نیشنل جوڈیشل (پالیسی میکنگ) کمیٹی
کے پی ایس آر اے	کے پی پرائیویٹ سکول ریگولیٹری اتھارٹی	این این ایس	نیشنل نیوٹریشن سروے
کے یو جے	کراچی یونین آف جرنلسٹس	این او سی	نان آبجیکشن سرٹیفکیٹ
ایل ڈی اے	لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی	این پی	نیشنل پارٹی
ایل ای اے	لا انفورسمنٹ ایجنسی	او ایم سی ٹی	ورلڈ آرگنائزیشن اگینسٹ ٹارچر
ایل ای ایس سی او (لیسکو)	لاہور الیکٹرک سپلائی کمپنی	پی اے سی	پبلک اکاؤنٹس کمیٹی
ایل ایچ سی	لاہور ہائی کورٹ	پاک-ای پی اے	پاکستان اینوائرمنٹ پروٹیکشن ایجنسی
ایل ایچ ڈبلیو	لیڈی ہیلتھ ورکر	پی اے ایم	پرائمری ایمو بک مینگو اینسی فیلائٹس
ایل جے سی پی	لا اینڈ جسٹس کمیشن آف پاکستان	پی اے ایم ایچ	پاکستان ایسوسی ایشن فار میڈیکل ہیلتھ
ایل او سی	لائن آف کنٹرول	پی بی سی	پاکستان بار کونسل
ایم سی اے سی	ماڈل سول اپیلٹ کورٹ	پی بی ایم	پاکستان بیت المال
ایم سی آئی	میٹروپولیٹن کارپوریشن اسلام آباد	پی بی ایس	پاکستان بیورو آف سٹیٹسٹکس
ایم سی ٹی سی	ماڈل کریمینل ٹرائل کورٹ	پی سی ایل ایس	پنجاب چائلڈ لیبر سروے
ایم ای آر سی	میڈیکل ایمرجنسی ریسپانس سنٹر	پی سی ایم ایل ایف	پاکستان سنٹرل مائنز لیبر فیڈریشن
ایم آئی	ملٹری انٹیلی جنس	پی سی ایم آر	پیپلز کمیشن فار مائنارٹیز رائٹس
ایم آئی سی ایس	ملٹیپل انڈیکیٹرز کلسٹر سروے	پی سی پی	پریس کونسل آف پاکستان
ایم او یو	میمورینڈم آف انڈرسٹینڈنگ	پی سی ٹی بی	پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ
ایم پی او	مینٹیننس آف پبلک آرڈر	پی ڈی ایم اے	پراونشل ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی
ایم کیو ایم	متحدہ (سابق مہاجر) قومی موومنٹ	پی ای سی اے (پیکا)	پریونشن آف الیکٹرانک کرائمز ایکٹ
ایم ٹی ایم سی	ماڈل ٹرائل مجسٹریٹ کورٹ	پی ای ایم آر اے (پیمرا)	پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی
ایم ڈبلیو ایم	مجلسِ وحدت مسلمین		
ایم وائے ای پی	مائنارٹی یوتھ ایکسپوژر پروگرام	پی ایف یو جے	پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس
این اے	نیشنل اسمبلی	پی ایچ سی	پشاور ہائی کورٹ
این اے بی	نیشنل اکاؤنٹ ایبلٹی بیورو	پی آئی سی	پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی
این اے سی ٹی اے	نیشنل کاؤنٹر ٹیرازم اتھارٹی	پی آئی ایم ایچ	پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف مینٹل ہیلتھ

پی آئی ایم ایس (پمز)	پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز
پی آئی این ایس	پروگرام فار امپرووڈ نیوٹریشن ان سندھ
پی آئی پی ایس (پپس)	پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف پیس سٹڈیز
پی آئی ٹی	پراونشل انسپکشن ٹیم
پی کے ایم اے پی	پختونخوا ملی عوامی پارٹی
پی ایل آر اے	پنجاب لینڈ ریکارڈ اتھارٹی
پی ایم ڈی سی	پاکستان میڈیکل اینڈ ڈینٹل کونسل
پی ایم ڈی سی	پاکستان منرل ڈویلپمنٹ کارپوریشن
پی ایم ایل [این]	پاکستان مسلم لیگ [نواز شریف]
پی این اے	پیپلز نیشنل الائنس
پی او سی	پراونشل اوورسائٹ کمیٹی
پی او آر	پروف آف رجسٹریشن
پی پی سی	پاکستان پینل کوڈ
پی پی ایچ آئی	پیپلز پرائمری ہیلتھ کیئر انی شیٹو
پی پی پی	پاکستان پیپلز پارٹی
پی ایس پی	پولیس سروس آف پاکستان
پی ایس پی اے	پنجاب سوشل پروٹیکشن اتھارٹی
پی ٹی اے	پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی
پی ٹی سی ایل	پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن کمپنی
پی ٹی ای ایف	پاک۔ترک ایجوکیشن فاؤنڈیشن
پی ٹی ای ٹی	پاکستان ٹیلی کمیونی کیشن ایمپلائز ٹرسٹ
پی ٹی آئی	پاکستان تحریک انصاف
پی ٹی ایم	پشتون تحفظ موومنٹ
پی یو	پنجاب یونیورسٹی
پی ڈبلیو ڈیز	پرسنز ود ڈس ایبلیٹیز
کیو ڈبلیو پی	قومی وطن پارٹی
آر ٹی ایس ایم ایس	ریئل ٹائم سکول مانیٹرنگ سسٹم
ایس اے پی ۔ پی کے	ساؤتھ ایشیا پارٹنرشپ پاکستان
ایس بی پی	سٹیٹ بنک آف پاکستان
ایس سی	سپریم کورٹ
ایس سی ایس ڈبلیو	سندھ کمیشن آن دی سٹیٹس آف ویمن
ایس ڈی ایم اے	سٹیٹ ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی
ایس ای ڈی	پنجاب سکول ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ
ایس ایچ سی	سندھ ہائی کورٹ
ایس ایچ سی سی	سندھ ہیلتھ کیئر کمیٹی
ایس ایچ او	اسٹیشن ہاؤس آفیسر
ایس آئی اے	سپلیمنٹل امیونائزیشن ایکٹیویٹی
ایس آئی ایم ایس	سروسز انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز
ایس جے سی	سپریم جوڈیشل کونسل
ایس کے اے اے	سندھ کچی آبادی اتھارٹی
ایس این اے	سندھ نرسز الائنس
ایس او پی	سٹینڈرڈ آپریٹنگ پروسیجر
ایس پی ایچ	سینڈیمن پراونشل ہاسپٹل
ایس ایس ڈی او	سسٹین ایبل سوشل ڈویلپمنٹ آرگنائزیشن
ایس ایس جی سی	سوئی سدرن گیس کمپنی
ایس ایس پی	صحت سہولت پروگرام
ایس ایس پی	سینیئر سپرینٹنڈنٹ آف پولیس
ٹی سی ایف	دی سٹیزنز فاؤنڈیشن
ٹی سی وی	ٹائیفائیڈ کونجوگیٹ ویکسین
ٹی ٹی پی	تحریک طالبان پاکستان
یو ڈی ایچ آر	یونیورسل ڈیکلریشن آف ہیومن رائٹس
یو این ڈی پی	یونائیٹڈ نیشنز ڈویلپمنٹ پروگرام
یو این ای ایس سی او (یونیسکو)	یونائیٹڈ نیشنز ایجوکیشنل، سائنٹفک اینڈ کلچرل آرگنائزیشن
یو این ایچ سی آر	یونائیٹڈ نیشنز ہائی کمیشن فار ریفیوجیز
یو او بی	یونیورسٹی آف بلوچستان
یو ایس ایف	یونیورسل سروس فنڈ
یو ٹی پی	انڈر ٹرائل پرزنر
وی اے ڈبلیو	وائلنس اگینسٹ ویمن
وی بی ایم پی	وائس فار بلوچ مسنگ پرسنز
ڈبلیو اے پی ڈی اے	(واپڈا) واٹر اینڈ پاور ڈویلپمنٹ اتھارٹی
ڈبلیو ای پی	ویمن ایمپاورمنٹ پیکیج
ڈبلیو ایف پی	ورلڈ فوڈ پروگرام
ڈبلیو ایچ او	ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن
ڈبلیو پی سی	ویمن پارلیمنٹری کاکس

تعارف

اس برس، پہلی مرتبہ، پاکستان میں انسانی حقوق کی صورت حال پر ایچ آر سی پی کی سالانہ رپورٹ آئینِ پاکستان میں درج صوبائی خودمختاری اور وفاقیت کے حقائق کی عکاسی کر رہی ہے۔ رپورٹ میں ہر وفاقی اکائی اور وفاقی دارالحکومت کے باقاعدہ الگ حصے شامل ہیں، جن کے بعد گلگت۔بلتستان اور آزاد جموں وکشمیر کے انتظامی علاقوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ابواب کی ترتیب صوبوں کی آبادی کے لحاظ سے کی گئی ہے جب کہ انتظامی علاقوں کا اِن کے قانونی درجے کے اعتبار سے ذکر کیا گیا ہے۔ رپورٹ کا سرورق ملک بھر میں بچوں کے حقوق کے بارے میں ایچ آر سی پی کی دیرینہ تشویش کا عکاس ہے۔

انسانی حقوق کے ضمن میں، بعض قوانین اور پالیسیوں پر مرکزی رہنمائی کے حوالے سے وفاقی حکومت سے کہنے کو بہت کچھ ہے کیوں کہ بہر حال عالمی وعدوں ور انسانی حقوق کے معاہدوں پر عمل درآمد کے لیے اجتماعی اقدامات تو اسی کی ذمہ داری ہیں۔ البتہ، آئین کی اٹھارہویں ترمیم کی بدولت صوبوں کو ان معاملات سے نمٹنے کا اختیار ملا ہے، جن سے صرف وہ ہی پوری طرح باخبر ہیں اور جن کے لیے انہیں جوابدہ ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ یہ ایک مثبت پیش رفت ہے۔

قومی کمیشن برائے انسانی حقوق (این سی ایچ آر) کی حیثیت قومی سطح پر تشویش کا ایک بڑا موجب ہے۔ یہ ادارہ جون 2019 سے غیر فعال ہے۔ آئین کی دفعات اور متعدد عالمی معاہدات کی تعمیل میں تشکیل پانے والے این سی ایچ آر نے انسانی حقوق کی تحقیقات میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس کا حالیہ ترین اقدام قومی احتساب بیورو (نیب) کی جانب سے اختیارات کے مبینہ غلط استعمال کی تحقیقات تھا۔ مگر اس کے باوجود یہ کمیشن قانون کی منظوری اور اس کے اطلاق میں پائے جانے والے وسیع خلا، جس کی بارہا نشان دہی کی گئی ہے، کی نذر ہو گیا ہے۔

ایک چیز البتہ حیرت انگیز طور پر کھل کر سامنے آئی ہے۔ گو کہ صوبے شہریوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ کے لیے قانون سازی پر بظاہر آمادہ تھے، بلکہ بعض تو دوسروں کی نسبت زیادہ سرگرم عمل نظر آئے، کسی ایک میں بھی ان قوانین کے عملی نفاذ کے لیے درکار فہم دکھائی نہیں دیا۔

درحقیقت، ملک بھر میں انسانی حقوق کی صورت حال تشویش ناک ہے۔ ضروری ہے کہ صوبے حقوق کی پامالیوں، جن میں سے بعض کا ارتکاب ریاستی ادارے خود کرتے ہیں، کے وجود کو تسلیم کرتے ہوئے ان کے خاتمے کے لیے بامعنیٰ اور ٹھوس اقدامات کریں۔ ناکامی کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ قانون کے اصولوں اور بذاتِ خود انسانیت سے محض لفظوں کی حد تک ہی مخلص ہیں۔

اندرونی طور پر، 2019 میں ایچ آر سی پی بعض تبدیلیوں سے گزرا۔ حارث خلیق سیکرٹری جنرل تعینات ہوئے۔

یہ نشست کچھ عرصہ سے خالی تھی۔ فرح ضیا سال کے اواخر میں ڈائریکٹر کے طور پر منسلک ہوئیں۔ طے شدہ سرگرمیوں کی تکمیل کے ساتھ ساتھ، ہم نے اپنی ادارہ جاتی پالیسیوں اور طریق ہائے کار کی کامیابی سے تجدید اور اپنے انتظامی، عملیاتی اور مالیاتی نظاموں کی تنظیمِ نو کی ہے۔ ہم مشکل ماحول میں اپنے کام کو زیادہ مؤثر اور بامعنی بنانے کے لیے اصلاحات کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

آخر میں، مجھے اس رپورٹ کی تدوین اور ادارت کے لیے مریم حسن کے ساتھ ساتھ ڈیزائنر ردا فضل کی کاوشوں، اور ڈاکٹر مہ وش احمد، عزیز علی داد، ظفر اللہ خان، ڈاکٹر ناظر محمود، ارشاد محمود، شبیر میر، شجاع الدین قریشی، عدنان رحمت اور دیگر لکھاریوں کی خدمات کا اعتراف کرنا ہوگا۔ ماہین پراچہ نے اس دستاویز کو اکٹھا کرنے، اور عدیل احمد، ماہین رشید اور مناہل خان کی مدد سے اعداد و شمار جمع کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اپنی تحریری اور ادارتی خدمات کے علاوہ، فرح ضیا نے شروع سے لے کر آخر تک اس سارے عمل کی نگرانی کی جس میں ایچ آر سی پی کی پالیسی اینڈ پلاننگ کمیٹی کے اراکین، خاص طور پر آئی اے رحمان، زہرہ یوسف اور حارث خلیق کی مدد شاملِ حال رہی۔

پاکستان کے تمام شہریوں اور باشندوں کو، اِن کی صنف، نسل، مذہب، فرقے یا عقیدے، لسانی شناخت، آبائی علاقے، معذوری، جنسی میلان، یا سماجی و معاشی حیثیت کے فرق یا امتیاز سے بالاتر ہو کر انسانی حقوق کے حصول کے لیے ایچ آر سی پی کی جدوجہد جاری رہے گی۔

ڈاکٹر مہدی حسن

چیئرپرسن

عوام کے لیے مشکلات کا سال

2019 کے آغاز پر، مرکز میں پی ٹی آئی کی زیر قیادت اتحادی حکومت، جو چند ماہ پہلے گزشتہ سال بنی تھی، اقتدار پر مضبوطی سے براجمان تھی۔ سب سے بڑے صوبے پنجاب سمیت چار میں سے تین صوبوں میں بھی یہی جماعت اور اس کی حلیف جماعتیں حکمران تھیں۔ اس کے علاوہ، اقتدار کے اعلیٰ ترین ایوانوں میں وقتاً فوقتاً یہ دعویٰ کیا جاتا رہا کہ پالیسی کی تشکیل اور نفاذ پر تاریخی طور پر پایا جانے والا سول۔ ملٹری اختلاف اب موجود نہیں۔ ہمیں بتایا گیا کہ وہ سب کہ جن کے ہاتھوں میں ملک کی تقدیر ہے ایک صفحے پر ہیں۔

حکمران جماعت کے 2018 کے انتخابات سے پہلے رائے دہندگان کو پیش کیے گئے نئے پاکستان کے تصور کی عمارت ان بنیادوں پر تعمیر کی گئی تھی: معیشت اور سیاست میں بدعنوانی کا خاتمہ کرنا، اور سیاسی وسماجی حیثیت سے بالاتر ہو کر سب کے لیے انصاف۔ انتخابات کو مختلف سیاسی پس منظر سے تعلق رکھنے والے قابل انتخاب امیدواروں کی حوصلہ افزائی کر کے یا ان پر دباؤ ڈال کر انہیں پی ٹی آئی میں شامل ہونے پر مجبور کرتے ہوئے پولنگ سے قبل جوڑ توڑ جیسے الزامات سے زک پہنچی۔ پولنگ کے عمل کی نگرانی کرنے والے حکام نے بھی مبینہ طور پر انتخابات کے دن پولنگ میں بے قاعدگی کا مشاہدہ کیا۔

اس کے باوجود، ایسے ذی شعور نقاد بھی تھے جو سمجھتے تھے کہ ایک نوزائیدہ جمہوریت کو پنپنے کے لیے ابھی کئی مراحل طے کرنا ہیں۔ اسی لیے، لوگوں کے پاس نئی حکومت کی جائزیت کو تسلیم کرنے اور اسے اپنے بیانیے کو حقیقت میں بدلنے کا مساوی موقع دینے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ حتیٰ کہ حزب اختلاف کی مرکزی جماعتوں کا بھی یہ خیال تھا کہ انتخابی نتائج کو یکسر مسترد کرنا بچے کو نہانے کے پانی سمیت باہر پھینک دینے کے مترادف ہوگا۔ انہیں خدشہ تھا کہ عدم تعاون سے جمہوری عمل مکمل طور پر ختم ہو سکتا ہے۔

موجودہ حکومت کی ابتدا 2008 میں جمہوریت کی بحالی کے بعد کی دو حکومتوں پر فوقیت سے ہوئی۔ حالات ذوالفقار علی بھٹو کی 1972 کی پیپلز پارٹی حکومت اور 1990 کی نواز شریف کی پاکستان مسلم لیگ حکومت جیسے بلکہ اس سے بھی بہتر تھے۔ تب ان دونوں جماعتوں نے فوج کی بھرپور حمایت سے حکومتیں بنائی تھیں۔

لیکن 2019 کے آخر تک، نہ صرف حکمران جماعت کا معیشت اور نظم ونسق بہتر بنانے کا وعدہ پورا نہ ہو سکا، بلکہ ایک ایسی معیشت کی تشکیل کے حوالے سے بھی کوئی واضح سمت دکھائی نہ دی جس کا فائدہ عوام کو ہوتا۔ بدعنوانی کی روک تھام اور مالی قرضوں کے خاتمے کے بلند بانگ دعوے توقع سے بھی پہلے اوندھے منہ جا گرے۔ منظورِ نظر سیاست دانوں اور بڑے کاروباری اداروں کے ساتھ کیے گئے سمجھوتے بہت بڑے اور واضح تھے۔

حکومت کی پہلی معاشی ٹیم میں سمجھ بوجھ کی کمی اور اسی بنا پر اس کی کمزور کارکردگی چند ہی ماہ میں اس کے یکایک نکالے جانے کا باعث بنی۔ ان کی جگہ نئے لوگ لائے گئے جن میں سابق حکومتوں سے تعلق رکھنے والے کچھ پرانے چہرے اور ایسے پیشہ ور ماہرین شامل تھے جن کی منظوری بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (آئی ایم ایف) نے دی تھی۔

آئی ایم ایف کے ساتھ قرض کے معاہدے — جو قرضوں کے بوجھ کے مزید بڑھنے کے خوف سے حکومت کے قرض لینے کی مخالفت کے ابتدائی بیانیے کے پیشِ نظر تاخیر سے طے پایا — نے نہ صرف پاکستان کو مشکل صورت حال سے دوچار کر دیا بلکہ اس سے یہ بھی عیاں ہوا کہ آئی ایم ایف کو ملک کی مالیاتی فیصلہ سازی پر فیصلہ کن غلبہ حاصل ہے۔

قرض فراہم کرنے والے بین الاقوامی مالیاتی اداروں کی شرائط پر مکمل عمل درآمد کے لیے حکومت نے سخت اقدامات کی پالیسی اپنائی جس میں سرکاری ترقیاتی اخراجات میں بڑی کٹوتی اور ایک بڑی حد تک غیر دستاویزی معیشت میں کسی تیاری کے بغیر ٹیکس کی شرح میں اضافہ اور نئے ٹیکسوں کا نفاذ شامل تھا۔ اس کے نتیجے میں معاشی نمو رک گئی، روپے کی قدر نمایاں طور پر کم ہوگئی، سٹاک ایکسچینج میں گراوٹ آ گئی، اور کاروبار کی رفتار سست ہوگئی۔ ان پالیسیوں کے نتیجے میں نہ تو پیداواری صلاحیت اور برآمدات میں کوئی اضافہ دیکھا گیا اور نہ ہی کوئی جامع زرعی، صنعتی اور انفراسٹرکچر کے منصوبے نظر نواز ہوئے۔

شدید مہنگائی اور توانائی اور بجلی کے نرخوں میں بے مثال اضافہ، اور اس پر مستزاد درمیانے، متوسط، نچلے متوسط اور محنت کش طبقے کی آمدن میں تیزی سے کمی، عام لوگوں کے لیے غیر معمولی مشکلات کا باعث بنے۔ غربت کے اشاریے بڑھ گئے اور بے روزگاری نئی سطح پر پہنچ گئی۔ صحت اور تعلیم کے بجٹ میں بڑی کٹوتیوں نے غیر مراعات یافتہ شہریوں، جو پاکستان کی آبادی کا ایک بڑا حصہ ہیں، کو بلاواسطہ طور پر متاثر کیا۔

پاکستان کی معیشت اور سیاسی نظام کی ساخت کو ابتدا سے لاحق مسائل جو خاص طور پر غریب اور محروم طبقات کی وسیع پیمانے پر سماجی و معاشی محرومی کا باعث بنے ہیں، 2019 میں مزید بڑھ گئے۔

ریاست کی حقیقی ترجیحات کو لیں تو معاشرے کے کمزور ترین طبقات ان دیکھے، ان سنے، نظر انداز، اور کم تر رہے۔ چاہے یہ وہ بچے ہوں جو غذائیت کی کمی کا شکار ہیں، جنہیں پُر خطر مشقت کرنا پڑتی ہے، جنہیں جنسی زیادتی، جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا جاتا اور قتل کر دیا جاتا ہے یا وہ خواتین جنہیں گھر، کام کی جگہ اور عوامی مقامات پر تشدد اور امتیازی سلوک کا

مسلسل سامنا ہے یا ملک کی گنجائش سے زائد قیدیوں والی جیلوں میں قید وہ افراد جو ایک طویل عرصے سے غیر انسانی حالات میں رہ رہے ہیں۔

شہریوں سے متعلق آئینی ضمانتوں اور ان بین الاقوامی ذمہ داریوں جن کا پاکستان فریق ہے، کی تعمیل کے لحاظ سے ملک کا انسانی حقوق کا ریکارڈ مایوس کن رہا۔ سال کے دوران میں انصاف کے انتظام و انصرام، امن عامہ کی بحالی، جبری گمشدگیوں کو جرم قرار دینے، خواتین، خواجہ سرا افراد اور جنسی اقلیتوں کی حیثیت میں بہتری، بچوں سے زیادتی کے خاتمے، اقلیتی عقائد سے تعلق رکھنے والے شہروں کے ساتھ ذلت آمیز سلوک کی روک تھام، یا محنت کشوں، کان کنوں، کسانوں، صفائی کا کام کرنے والے افراد، ذرائع ابلاغ کے کارکنوں، نرسوں، اساتذہ، اور ماہی گیروں کو درپیش سنگین سماجی و معاشی مسائل کے حل کے حوالے سے کوئی نمایاں پیش رفت نہیں ہوئی۔

سال 2019 سیاسی اختلاف رائے کو مختلف طریقوں سے دبانے، ذرائع ابلاغ کی آزادی پر پابندیوں، ڈیجیٹل نگرانی، اور سوشل میڈیا کو بے جا طور پر کنٹرول کرنے کے حوالے سے یاد رکھا جائے گا۔ نشریات کے دوران میں حزب اختلاف کے قائدین کے انٹرویو بند کر دیے گئے۔ حکومت نے آزادانہ اور تنقیدی آوازوں کو دبانے کا فیصلہ کیا، خاص طور پر ڈان جیسے اہم اخبارات کو نشانہ بنایا گیا اور جیو نیوز اور آج ٹی وی جیسے ٹی وی چینلوں کی زبان بندی کی گئی۔ ہزاروں صحافی، فوٹوگرافر اور میڈیا کے دیگر افراد اپنی ملازمتوں سے محروم ہو گئے، اور کئی اخبارات اور میگزینوں نے اشاعت روک دی کیونکہ سرکاری اشتہارات روک دیے گئے تھے اور میڈیا ہاؤسز کے واجبات ادا نہیں کیے گئے تھے۔

یہ جائزہ لکھتے وقت، پاکستان 2020 میں داخل ہو چکا ہے اور اسے کوویڈ 19 کی عالمی وبا کا سامنا ہے۔ صحت کی موجودہ ہنگامی صورتحال ہمارے 2019 کے تجربے سے اخذ کیے گئے نتائج کی تصدیق کرتی ہے۔

حکومت کو شہریوں کے سماجی اور معاشی حقوق کو یقینی بنانے کے لیے صورت حال کا باریک بینی سے جائزہ لینا ہوگا—چاہے یہ نگہداشت صحت کے سرکاری نظام میں سرمایہ کاری ہو یا پھر مناسب روزگار کے مواقع پیدا کرنا۔ پاکستان کو نہ صرف مؤثر اور سماجی تحفظ کے عالمی نظام ہائے کار کے ذریعے غربت کا خاتمہ کرنا ہوگا بلکہ اس کے لیے ایک ایسی معیشت کو فروغ دینا ہوگا جس کا محور عوام ہوں، اور جس میں مارکیٹ کی قوتیں شہریوں کی فلاح میں مددگار رہوں۔

حکومت کو معیشت کا رخ پیداواری صلاحیت میں اضافے اور سب کے لیے نفع بخش ملازمت کی جانب موڑنا ہوگا۔ اسے سرکاری بجٹ میں صحت، تعلیم اور بنیادی بلدیاتی خدمات کو ترجیح دینا ہوگی۔ منتخب مقامی حکومتیں اس حوالے سے ایک اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔ انہیں فوری طور پر بحال کیا جائے اور بااختیار بنایا جائے۔

آخر میں، حکومت کو شہری اور سیاسی حقوق کی اہمیت کو تسلیم کرنا ہوگا اور تمام لوگوں جیسے کہ عام شہریوں، سیاسی کارکنوں،

پیشہ وروں، مزدوروں، کسانوں اور طالب علموں کی اظہار رائے، انجمن سازی اور اجتماع کی آزادیوں کا احترام کرنا ہوگا۔ ایک صحت مند معاشرے اور پائیدار نظام حکومت کی تشکیل کے لیے ان حقوق کا تحفظ لازمی ہے۔ اگر ہم پاکستان کی سیاسی تاریخ — جو جیسی بھی بوقلموں ہے — کا جائزہ لیں تو پتا چلتا ہے کہ آوازوں کو دبانے کا نتیجہ حزب حکومت میں ناسازگاری کی صورت میں نکلتا ہے جس سے حکومت کی بنیادیں کھوکھلی ہو جاتی ہیں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ ریاست اور موجودہ حکومت آئین کے وفاقی اور جمہوری کردار سے وابستگی ظاہر کرتے ہوئے درست سمت اختیار کرے گی اور پارلیمنٹ کے ذریعے سول بالادستی کو یقینی بنائے گی۔ ہم تمام لوگوں کے لیے کسی تعصب کے بغیر مساوی حقوق شہریت کی یقین دہانی کا بھی مطالبہ کرتے ہیں۔

حارث خلیق

سیکریٹری جنرل

اہم نکات

قوانین اور قانون سازی

- پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں نے کل 107 قوانین منظور کیے: چھ وفاقی قوانین اور 101 صوبائی قوانین۔ خیبر پختونخوا (کے پی) اسمبلی 45 قوانین کی منظوری کے ساتھ باقی تمام صوبائی اسمبلیوں سے آگے رہی۔
- گیارہ صدارتی حکم ناموں کو پارلیمان سے بڑی جلد بازی سے منظور کروایا گیا جسے انسانی حقوق کے حلقوں نے وسیع پیمانے پر تنقید کا نشانہ بنایا۔ تاہم اچھا یہ ہوا کہ حکومت نے نومبر میں یہ حکم نامے واپس لے لیے۔
- سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے انسانی حقوق نے جنوری میں بچوں کی شادی کی روک تھام (ترمیمی) ایکٹ میں ترمیم اور شادی کی قانونی عمر 18 برس طے کرنے کے لیے متفقہ طور پر ایک مسودہ قانون منظور کیا۔
- جنوری میں، عدالتِ عظمیٰ پاکستان نے جرگہ اور پنچایت کے نظام کو ملک کی عالمی ذمہ داریوں کے منافی قرار دیا، اور کہا کہ ایسے اداروں کا جاری کردہ کوئی بھی حکم یا فیصلہ غیر قانونی اور غیر آئینی ہے۔
- اپریل میں، قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے انسانی حقوق کو زینب الرٹ، ریکوری اینڈ ریسپانس بل 2019 بھیجا گیا اور ایوان میں پیش گیا؛ دسمبر تک یہ بل ابھی ایوان میں زیرِ غور تھا۔

انصاف کی فراہمی

- سال کے اختتام تک، عدالتوں میں لگ بھگ 18 لاکھ مقدمات زیرِ التوا تھے۔ 2018 میں یہ تعداد 19 لاکھ تھی۔
- فوجداری مقدمات کے برقت تصفیے کے لیے 2017 میں ماڈل عدالتیں بنانے کا فیصلہ ہوا تھا۔ جون میں پاکستان کے چیف جسٹس نے تحصیل کی سطح پر مزید 57 ماڈل عدالتوں کے قیام کی منظوری دی۔ البتہ، مشاہدہ کاروں نے ان عدالتوں کی کارکردگی پر سوال اٹھائے، خاص طور پر فوجداری نظامِ انصاف میں اصلاحات کے تناظر میں جن کا طویل عرصے سے انتظار کیا جا رہا ہے۔
- قومی احتساب بیورو (نیب) کو 2019 میں 51,000 شکایات موصول ہوئیں، جبکہ عدالتوں میں بدعنوانی کے 1,275 ریفرنسز کی سماعت ہوئی۔ نیب کی سرگرمیاں بہت زیادہ تنقید کا ہدف بنیں۔ کہا گیا کہ نیب حزبِ اختلاف کے اراکین کے خلاف مقدمات کی پیروی میں جانبداری اور قانون سے روگرانی

کا مرتکب ہو رہا ہے۔قومی کمیشن برائے انسانی حقوق نے بھی کہا کہ نیب نے کمیشن کو اپنے حراستی مراکز کے دورے کی اجازت نہ دے کر قانونی کی خلاف ورزی کی ہے۔

- رانی بی بی جسے قتل کے جرم میں 14 برس کی عمر میں بے جا طور پر سزا ہوئی اور جس نے 19 برس جیل میں گزارے، نے لاہور ہائی کورٹ سے رہائی تو پالی مگر ناانصافی کی تلافی کے لیے کسی قسم کے معاوضے سے محروم رہی۔
- اکتوبر میں انسدادِ دہشت گردی کی عدالت نے محکمہ انسدادِ دہشت گردی کے چھ اہلکاروں کو رہا کیا جن پر ساہیوال، پنجاب میں ایک خاندان کو نام نہاد پولیس مقابلے میں مارنے کا الزام تھا۔

سزائے موت

- 2019 میں کم از کم 584 مقدمات میں سزائے موت سنائی گئی، جب کہ 15 افراد کو پھانسی ہوئی جن میں سے 12 پنجاب سے تھے۔توہینِ رسالت کے جرم میں سزائے موت پانے والے کم از کم 17 افراد، دسمبر 2019 تک، پھانسی کے منتظر تھے۔
- دسمبر میں، ملتان ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن عدالت نے توہینِ رسالت کے مقدمے میں ماہرِ تعلیم جنید حفیظ کو سزائے موت سنائی۔انسانی حقوق کے کارکنوں کو اس فیصلے سے شدید مایوسی ہوئی، خاص طور پر اس لیے بھی کہ جنید پہلے ہی چھ برس قیدِ تنہائی کاٹ چکے ہیں۔
- کمیشن برائے قانون وانصاف کو جمع کروائی گئی ایک رپورٹ کے مطابق، عدالتِ عظمیٰ نے 2010 سے 2018 کے دوران میں، 310 عدالتی فیصلوں میں سے 78 فیصد میں سزائے موت کو کالعدم قرار دیا، اور ان مقدمات میں ملزمان کو بری کیا، سزائے موت کو قید کی سزا سے بدلا یا فیصلے پر نظرِ ثانی کا حکم صادر کیا۔

پاکستان اور انسانی حقوق کے عالمی نظام

- پاکستان میں عالمی میثاق برائے شہری و سیاسی حقوق پر عمل درآمد کی صورت حال پر یو این کمیٹی برائے انسانی حقوق کے حتمی مشاہدات سامنے آنے کے بعد مئی میں پاکستان نے مذکورہ میثاق کی ایک تعمیلی رپورٹ جمع کروائی جو بہت پہلے جمع کروا دینا چاہیے تھی۔کمیٹی نے رپورٹ، خاص طور پر ماورائے عدالت ہلاکتوں، جبری گمشدگیوں اور سزائے موت کے اطلاق کے حوالے سے، کے زیادہ تر حصے کو غیر تسلی بخش قرار دیا۔
- ماورائے عدالت ہلاکتوں؛ انسانی حقوق کے دفاع کاروں کی حالت؛ دہشت گردی کے مقابلے کے دوران انسانی حقوق کے تحفظ و فروغ؛ مذہب یا عقیدے کی آزادی؛ اور ایذارسانی اور دیگر ظالمانہ، غیر انسانی یا ذلت آمیز سلوک یا سزا جیسے معاملات پر یو این کے خصوصی مندوبین نے ملکی دورے کی

درخواستیں دے رکھی تھیں جن پر ابھی تک کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔

- پاکستان نے آئی ایل او کے آٹھ اہم معاہدات کی توثیق کی ہے مگر ابھی تک انہیں موثر طریقے سے نافذ نہیں کیا: اجتماعی سودا بازی کے اطلاق کی حالت بہت بری ہے اور ملک میں بچوں کی مشقت کی بدترین شکلوں اور روزگار میں امتیاز کا ابھی تک خاتمہ نہیں ہوا۔

آئین کی پاسداری

- 17 دسمبر کو پاکستان نے اپنی تاریخ میں پہلی مرتبہ آئین کی دفعہ 6 کے تحت سنگین غداری کے مقدمے میں سابق فوجی حکمران جنرل پرویز مشرف کو مجرم قرار پاتے دیکھا۔
- کونسل برائے مشترکہ مفادات نے دفعہ 154 (3) کے تحت درکار چار سہ ماہی اجلاسوں کے بجائے صرف ایک اجلاس منعقد کیا۔
- دفعہ 160 کے تحت، قومی مالیاتی ایوارڈ (این ایف سی) کے اجرا کے لیے کوئی ٹھوس پیش رفت نہیں ہوسکی۔ ایوارڈ کے اجرا میں پہلے ہی بہت زیادہ تاخیر ہوچکی ہے۔
- دفعہ 140۔الف کا موثر نفاذ ابھی تک نہیں ہوا: حالانکہ بلوچستان، کے پی اور کینٹونمنٹ بورڈز میں مقامی حکومتوں نے اپنی میعاد پوری کر لی ہے اور پنجاب میں ان کی مدت کم کردی گئی تھی اور مقامی حکومتوں کے انتخابات میں بہت زیادہ تاخیر کردی گئی ہے۔

انسانی حقوق کے قومی ادارے

- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق اپنے نئے سربراہ اور سات میں سے چھ اراکین کا تقرر نہ ہونے کی بدولت مئی سے غیر فعال ہے۔
- قومی کمیشن برائے حقوقِ نسواں کے چیئرپرسن کی نشست فروری 2018 سے خالی ہے۔

امن عامہ

- گذشتہ برسوں کی طرح، تنازعاتی اموات میں خاصی کمی آئی ہے، مگر دہشت گرد حملوں اور انسداد دہشت گردی کی کاروائیوں میں مرنے والوں کی تعداد اب بھی اچھی خاصی تھی۔ 2018 میں 2,333 افراد کی نسبت اِس برس 1,444 افراد لقمہ اجل بنے۔
- پولیس کی طرف سے بھتا لینے، ابتدائی اطلاعاتی رپورٹس (ایف آئی آر) کے اندراج سے انکار اور حراستی تشدد کی اطلاعات تمام صوبوں سے سامنے آتی رہیں۔ وسیع پیمانے پر خبروں کی زینت بننے والے ایک واقعے میں، پنجاب میں پولیس کی حراست میں صلاح الدین ایوبی کی موت واقع ہوئی۔ فورینزک

رپورٹس سے معلوم ہوا کہ اسے بری طرح تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا۔

- 'غیرت' کے جرائم کا سلسلہ بلا روک ٹوک جاری رہا اور پنجاب ایسے جرائم میں سرِفہرست تھا۔ افضل کوہستانی جس نے 2012 میں کوہستان میں پانچ نوجوان خواتین کے 'غیرت' میں ہونے والے قتل کی اطلاع دی تھی اور اس کے خلاف قانونی لڑائی لڑ رہا تھا، کو مارچ میں گولیاں مار کر قتل کر دیا گیا۔
- تحقیقات کاروں نے انکشاف کیا کہ 2018 سے اوائل 2019 کے دوران میں 629 خواتین کو دلہنوں کے طور پر چین سمگل کیا گیا۔
- گھروں میں مشقت اور بچوں کی شادی جیسے معاملات میں بچوں کے تحفظ کو ابھی تک یقینی نہیں بنایا جا سکا۔
- قانون سازی کے باوجود، خواجہ سرا برادری کے خلاف تشدد جاری رہا۔ مقامی خواجہ سرا برادری کا کہنا ہے کہ 2015 سے لے کر اب تک کے پی میں کم از کم 65 خواجہ سرا مارے جا چکے ہیں۔
- سائبر کرائم اور آن لائن ہراسانی میں بہت زیادہ اضافہ ہوا۔ عورتوں کو نجی، اور بعض واقعات جعلی ویڈیوز یا تصویریوں کے ذریعے بلیک میل کرنے کی اطلاعات سارا سال سامنے آتی رہیں۔

قید خانے اور قیدی

- پاکستان کے قید خانے بہت زیادہ پرہجوم تھے جہاں قیدیوں کی شرح 133.8 فی صد تھی۔
- ٹرائل سے پہلے قید/ ریمانڈ والے قیدیوں کی شرح جیلوں کی مکمل آبادی کا 62.1 فی صد ہے۔
- جیلوں میں قیدیوں کے ہجوم، غیر صحت مند حالات اور ناقص طبی سہولیات بدستور پریشانی کا سبب ہیں جن کی بدولت قیدی تپ دق، ایڈز اور ہیپاٹائٹس سمیت دیگر بیماریوں کے خطرے سے دوچار ہیں۔
- صرف پنجاب میں، سزائے موت کے لگ بھگ 188 قیدی ذہنی بیماریوں کا شکار ہیں۔
- وزارتِ داخلہ کے مطابق، 2019 میں اندازاً 11,000 پاکستانی غیر ملکی جیلوں میں قید تھے۔
- متنازعہ کے پی ایکشنز (سول انتظامیہ کی معاونت میں) آرڈیننس 2019 کی مدت کے خاتمے کے بعد بھی حراستی مراکز فعال رہے۔ عدالتِ عظمٰی ان مراکز کے خاتمے کی درخواستوں، نیز ان مراکز کو غیر آئینی قرار دینے کے پشاور ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف حکومتی اپیلوں کی سماعت کرتی رہی۔

جبری گمشدگیاں

- پاکستان نے جبری گمشدگیوں کو ابھی تک جرم قرار نہیں دیا حالانکہ موجودہ حکومت نے ایسا کرنے کا عزم بھی ظاہر کیا تھا۔

- انکوائری کمیشن برائے جبری گمشدگیاں کے قیام سے لے کر اب تک، کے پی لاپتا افراد کی فہرست میں سب سے اوپر ہے۔ دسمبر 2019 کے اختتام تک، کے پی میں کل 2,472 واقعات درج ہوئے۔
- اپنی سیاسی یا مذہبی وابستگیوں یا انسانی حقوق کا دفاع کرنے کی بنا پر سال کے دوران میں لوگ مسلسل لاپتا ہوتے رہے۔ جنوبی پنجاب میں ایک سیاسی کارکن احمد مصطفیٰ کانجو کو جنوری میں مبینہ طور پر ریاستی کارندوں نے اغوا کیا۔ کے پی میں انسانی حقوق کے کارکن ادریس خٹک نومبر سے لاپتا ہیں۔
- انکوائری کمیشن برائے جبری گمشدگیاں شہریوں کی دادرسی کرنے، ذمہ داری کا تعین کرنے اور مجرموں کو انصاف کے کٹہرے میں لانے میں موثر ثابت نہیں ہو سکا۔

جمہوری ترقی

- 20 جولائی کو خیبر پختونخوا اسمبلی کے لیے ضم شدہ قبائلی اضلاع کے اب تک کے پہلے انتخابات ہوئے۔ ان کا تقاضا پچیسویں آئینی ترمیم کی دفعہ 106 (الف-اے) میں کیا گیا تھا۔

نقل و حرکت کی آزادی

- سیاسی اختلاف رائے کرنے والوں اور مخالف سیاسی جماعتوں کے کارکنوں کو بیرونِ ملک سفر سے روکنے کے لیے ایگزٹ کنٹرول لسٹ کا حد سے زیادہ اور بلا جواز استعمال خبروں کی زینت بنتا رہا۔
- سیاسی اور احتجاجی ریلیوں کے شرکا کی نقل و حرکت پر سرکاری پابندیاں عائد کی گئیں۔
- پاکستانی پنجاب میں گوردوارہ دربار صاحب کو ہندوستانی پنجاب میں ڈیرہ بابا نانک کے ساتھ جوڑنے والی ویزا سے آزاد کرتارپور راہداری کو نومبر میں کھولا گیا۔

اجتماع اور انجمن سازی کی آزادی

- سماجی تحریکوں کے کارکنوں اور حامیوں، جن میں سے بعض سیاسی وابستگیوں کے حامل بھی تھے، کو ڈرایا دھمکایا گیا یا بغاوت یا دہشت گردی کے الزامات پر حراست میں رکھا گیا۔
- ٹریڈ یونینیوں کی تشکیل میں رکاوٹوں، مزدوروں کو یونینوں میں شریک ہونے پر پابندی، ہڑتالوں پر حدود و قیود اور بعض قسم کی ہڑتالوں پر پابندی اور ملازمت سے برطرفی کے خدشے نے تمام سطحوں پر محنت کشوں کی یونین سازی کی حوصلہ شکنی کی ہے۔ اس کے نتیجے میں، مناسب معاوضے اور کام کے محفوظ حالات کے لیے اجتماعی سودے کاری کی گنجائش کم ہوگئی ہے۔
- بلوچستان ہائی کورٹ کے ایک فیصلے کے بعد، بلوچستان میں ٹریڈ یونینوں کے رجسٹرار نے 62 لیبر یونینوں

پر پابندی عائد کر دی۔

- 2018 میں 18 عالمی این جی اوز پر پابندی کے بعد، حکومت نے این جی او کے اندراج میں رکاوٹیں ڈال کر این او سی کے حصول کو زیادہ مشکل بنانا جاری رکھا۔ بڑھتی ہوئی ہراسانی اور تحقیقات نے ملکی و عالمی این جی اوز کے لیے موثر اور مستعد طریقے سے کام کرنا مشکل بنا دیا ہے۔
- اگرچہ بعض صوبائی اسمبلیوں نے اعلان کیا کہ وہ طلبا یونینیں بحال کر دیں گی مگر یہ دیرینہ مسئلہ حل طلب ہی رہا۔

اظہار کی آزادی

- رائے اور اظہار کی آزادی پر پابندیوں میں اضافہ ہوا۔ بلوچستان اور کے پی کے صحافیوں نے خاص طور پر کہا کہ اب ان کے لیے کھلے عام بولنا یا لکھنا زیادہ مشکل ہو گیا ہے، خاص کر 'حساس' موضوعات جیسے کہ جبری گمشدگیوں پر، یا ان سے متعلق ریاستی پالیسی یا سیکیورٹی ایجنسیوں پر تنقید۔
- اکتوبر میں صحافیوں کے تحفظ کے لیے کام کرنے والے عالمی ادارے کمیٹی ٹو پروٹیکٹ جرنلسٹس کے عہدیدار سٹیو بٹلر کو عاصمہ جہانگیر کانفرنس میں شرکت کے لیے پاکستان داخلے کی اجازت نہ دی گئی۔
- ذرائع ابلاغ کے اداروں نے تمام ذرائع ابلاغ کے لیے ایک انضباطی اتھارٹی کے قیام کی مخالفت کے بعد حکومت نے اعلان کیا کہ ذرائع ابلاغ کے خلاف شکایات سننے کے لیے خصوصی ٹربیونل بنائے جائیں گے۔
- 2019 کے دوران میں پاکستان میں انٹرنیٹ کی آزادی مزید کم ہوئی جس کی بنیادی وجوہ پریشان کُن سائبر کرائم قانون، انٹرنیٹ سروس کی بندش، اور قومی سلامتی کے نام پر سیاسی اختلاف کرنے والوں پہ ہونے والے حملے ہیں۔
- مبینہ طور پر ریاستی ایجنسیوں کے سخت گیر ہتھکنڈوں نے کئی صحافیوں کو سیلف سنسر شپ اختیار کرنے یا یہاں تک کہ اپنا کام چھوڑنے پہ مجبور کر دیا۔
- حکومت نے ذرائع ابلاغ سے اشتہارات واپس لے لیے اور پچھلی ادائیگیاں بھی نہ کیں جس کی وجہ سے ذرائع ابلاغ پر مالیاتی دباؤ بڑھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ذرائع ابلاغ سے وابستہ ہزاروں افراد کا روزگار ختم ہوا اور متعدد اخبارات اور رسالے بند ہو گئے۔
- ڈان کے خلاف منصوبہ بند مہم نے اس وقت ایک بار پھر سر اٹھایا جب ایک ہجوم نے انٹیلیجنس ایجنسیوں کی حمایت میں نعرے لگاتے ہوئے کراچی اور اسلام آباد میں اخبار کے دفتر کا محاصرہ کر لیا۔

- معلومات کے حق کے قوانین کا استعمال غیر موثر رہا جس کی وجہ سے لوگوں، جن کے فائدے کے لیے یہ بنائے گئے تھے، کی ایک بڑی تعداد ان قوانین سے استفادہ نہ کر سکی۔

مذہبی اقلیتیں

- مذہبی اقلیتیں مذہب یا عقیدے کی آزادی، جس کا ضامن آئین ہے، سے فائدہ اٹھانے سے محروم ہیں۔ پنجاب میں احمدی برادری کی تو کئی عبادت گاہیں بھی مسمار کی گئیں۔
- سندھ اور پنجاب میں ہندو اور مسیحی برادریوں نے مذہب کی جبری تبدیلی کے واقعات جاری رہنے کی شکایت کی۔ پنجاب میں 14 برس کی لڑکیوں کا مذہب زبردستی تبدیل کر کے جبری شادی پر مجبور کیا گیا۔ سندھ میں، دو ہندو لڑکیوں جن کے والدین کا دعویٰ تھا کہ انہیں شادی کے لیے اغوا کر کے ان کا مذہب جبری طور پر تبدیل کیا گیا، کے واقعے کو اس وقت بہت زیادہ توجہ ملی جب اسلام آباد ہائی کورٹ نے کہا کہ لڑکیاں شادی کے وقت کم عمر نہیں تھیں اور انہیں اپنے شوہروں کے پاس جانے کی اجازت دے دی۔
- جنوری میں، عدالتِ عظمیٰ نے اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ اور مذہبی و سماجی برداشت کی ثقافت کے فروغ کے لیے 2014 کے عدالتی فیصلے پر عمل درآمد کی غرض سے یک رکنی کمیشن تشکیل دیا۔
- اقلیتوں کو مذہب کی جبری تبدیلی سے تحفظ دینے اور اس کے خلاف قانون سازی کے لیے 22 رکنی پارلیمانی کمیٹی کا نوٹیفکیشن آخر کار نومبر میں جاری کیا گیا۔
- اقلیتوں کے لیے ملازمت کوٹے پر عمل درآمد ابھی باقی ہے۔
- آسیہ بی بی جسے توہینِ رسالت کے وسیع پیمانے پر توجہ پانے والے ایک مقدمے میں پہلے 2010 میں سزا ہوئی اور پھر 2018 میں رہائی ملی، کا مشکل وقت جنوری میں اپنے اختتام کو پہنچا جب عدالتِ عظمیٰ نے اس کی بریت کے خلاف درخواست خارج کی۔ وہ مئی میں ملک سے باہر مقیم اپنے خاندان کے پاس روانہ ہو گئیں۔

خواتین

- دسمبر میں، عالمی معاشی فورم کی عالمی صنفی تفاوت کی فہرست میں پاکستان 153 میں سے 151 ویں درجے پر تھا۔
- حالیہ برسوں میں، عورتوں کے حقوق کے تحفظ و فروغ کے لیے ہونے والی قانون سازی کے باوجود عورتوں کے خلاف تشدد میں اضافہ ہوا ہے۔
- عورتیں روزگار، مالی شمولیت، سیاسی نمائندگی اور رابطہ تک رسائی اور تعلیم میں امتیاز کا سامنا کرتی رہیں۔

- اپنے دوسرے برس، عورت مارچ نے پاکستان بھر کی عورتوں کو اپنے مسائل پر مل بیٹھنے کے لیے ایک عوامی پلیٹ فارم مہیا کیا، مگر بدلے میں اُسے ناجائز تنقید اور ہراسانی کا سامنا کرنا پڑا۔
- تعلیمی اداروں اور کام کے مقامات پر جنسی ہراسانی کی کئی اطلاعات کے دوران ہی میں جامعہ بلوچستان کی طالبات نے الزام لگایا کہ انتظامیہ نے طالب علموں کی، ممکنہ طور پر رازداری والی حالتوں میں، وڈیوز بنانے کے لیے سی سی ٹی وی کیمرے نصب کر رکھے ہیں۔
- جون 2019 تک، پنجاب کے تمام چھتیس اضلاع میں سرکاری دارالامان قائم ہو چکے تھے۔ ملتان میں عورتوں کے خلاف تشدد کی روک تھام کے لیے ایک مرکز بھی کام کر رہا تھا۔ البتہ، سندھ اور کے پی میں صرف پانچ پانچ اور بلوچستان میں دو دارالامان تھے۔

بچے

- ایک اندازے کے مطابق، بچوں سے جنسی زیادتی کے دو ہزار آٹھ سو چھیالیس واقعات قلم بند کیے گئے، مگر اصل تعداد زیادہ ہو سکتی ہے۔ بچوں کے ساتھ زیادتی کا سلسلہ بلوچستان کی کانوں میں مزدور بچوں کے ساتھ جنسی تشدد سے لے کر سندھ میں 13 برس کے بچوں کو نشہ دے کر اجتماعی زیادتی کا نشانہ بنانے جیسے واقعات تک پھیلا ہوا تھا۔
- عوامی غم و غصے کا سبب بننے والے ایک وقوعے میں دس سالہ فرشتہ کو اسلام آباد میں اغوا کر کے قتل کیا گیا؛ جب اس کے خاندان نے پولیس کو بچی کی گمشدگی کی اطلاع دی تو پولیس نے شروع میں مقدمہ درج کرنے سے انکار کیا تھا۔
- اگرچہ تحفظ حقوق اطفال کمیشن ایکٹ 2017 میں منظور ہو گیا تھا مگر کمیشن ابھی تک نہیں بن سکا۔
- نوعمر بچوں کی ملازمت کے خلاف قانون سازی کے باوجود صنعتوں اور گھروں میں بچوں کی مشقت جاری رہی؛ گھروں میں کام کرنے والے بچوں سے بدسلوکی کے واقعات پیش آتے رہے۔
- یواین کی ایک رپورٹ کے مطابق، پاکستان میں صرف چار فی صد بچوں کو 'کم از کم قابلِ قبول غذا' ملتی ہے۔
- قومی غذائی سروے کے مطابق، بچوں کی ایک بڑی تعداد سٹنٹنگ یا سوکھے پن اور ضیاع کا شکار ہے۔

محنت کش

- 2019 کے دوران میں کانوں کے کام سے متعلق واقعات میں کم از کم 160 زندگیاں ضائع ہوئیں جب کہ کانیں وہی لوگ چلا رہے ہیں جن کے پاس مزدوروں کی حفاظت اور ہنگامی حالات سے نبٹنے کے لیے

مالی وسائل اور تکنیکی استعداد کا فقدان ہے۔اس شعبے میں حفاظت اور صحت کے معیارات کے اطلاق کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے۔

- لیبر قوانین کا نفاذ ابھی تک غیر موثر ہے۔صنعتوں، خاص طور پر غیر رسمی مزدوری کے شعبہ میں، کے معائنے یا صحت وحفاظت کے اصولوں کا نفاذ نہ ہونے کے برابر ہے۔
- مزدوروں کی انتہائی قلیل تعداد، ایک اندازے کے مطابق 2 سے تین فی صد تک، یونینیوں کا حصہ ہے اور یوں لیبر قوانین کے اطلاق، مناسب معاوضے اور کام کے سازگار حالات کے لیے کسی قسم کا دباؤ نہیں ہے۔
- اگرچہ سندھ اسمبلی نے 2018 میں سندھ ہوم بیسڈ ورکرز ایکٹ منظور کیا تھا مگر ایسے کئی دیگر قوانین کی طرح، اِس کے نفاذ پر پیش رفت بہت سست تھی۔

تعلیم

- یو این کے اندازوں کے مطابق، پاکستان اُن ممالک کی فہرست میں دوسرے نمبر پر ہے جہاں سب سے زیادہ بچے سکول نہیں جاتے۔ ملک میں 5 سے 16 برس کی عمر کے لگ بھگ دو کروڑ اٹھائیس لاکھ بچے سکول نہیں جاتے جو کہ اس عمر کے بچوں کی کل آبادی کا 44 فیصد بنتا ہے۔
- صنف، سماجی ومعاشی حیثیت، اور علاقے کی بنیاد پر عدم مساوات نمایاں تھی؛ سندھ میں 52 فیصد غریب ترین بچے (59 فی صد لڑکیاں) سکول سے باہر ہیں اور بلوچستان میں 78 فی صد لڑکیاں سکول نہیں جاتیں۔
- تعلیم کے بجٹ میں سال کے دوران میں وفاقی وصوبائی دونوں سطحوں پر بہت زیادہ کمی ہوئی۔
- جسمانی سزا کے واقعات کی اطلاعات ملک بھر سے ملتی رہیں۔

صحت

- ملک کا صحت کا بجٹ اب بھی اس کی مجموعی قومی پیداوار کے ایک فی صد سے کم ہے، جب کہ عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) نے تقریباً چھ فی صد بجٹ مختص کرنے کی سفارش کر رکھی ہے۔
- سرکاری شعبہ صحت کے غیر تسلی بخش معیار اور تحفظ کا مطلب یہ ہے کہ لوگ زیادہ تر اچھے خاصے مہنگے نجی شعبہ پر منحصر ہیں جس کی وجہ سے ہزاروں خاندان صحت کی سہولت سے محروم ہیں۔یوں کئی لوگ غیر تعلیم یافتہ عطائیوں سے رجوع کرتے ہیں جس کے اکثر بہت بُرے نتائج نکلتے ہیں۔
- پاکستان ایسوسی ایشن برائے ذہنی صحت کے مطابق ذہنی دباو کے واقعات بڑھ گئے ہیں۔ یہ یقین کر لینے کی کوئی وجہ نظر نہیں آرہی کہ پاکستان نے ان اہداف کے حصول کے لیے کوئی منظم قومی حکمت عملی تیار کی ہے

جو ڈبلیو ایچ او کے ذہنی صحت کے جامع منصوبے (20–2013) میں طے کیے گئے ہیں۔

- متعدی بیماریوں پر قابو پانا بدستور تشویش کا سبب بنا رہا۔ اس کے علاوہ، غیر متعدی بیماریوں جیسے کہ دل کی بیماری، فالج، ذیابیطس، ہائی بلڈ پریشر اور سرطان ایسے مختلف عارضوں میں اضافہ ہوا ہے۔
- اپریل سے جون 2019 کے دوران میں، لاڑکانہ، سندھ میں کل 30,192 افراد کا ایچ آئی وی کے لیے طبی معائنہ کیا گیا جن میں سے 876 کا نتیجہ مثبت آیا؛ 82 فی صد کی عمر 15 برس سے کم تھی۔
- پولیو کے 135 یقینی کیسز کے ساتھ، مرض بڑھتا جا رہا ہے اور بنیادی وجہ یہ بتائی جا رہی ہے کہ والدین اپنے بچوں کو حفاظتی قطرے پلوانے سے انکاری ہیں۔

ماحول

- ستمبر میں، ملک بھر کے 20 سے زائد شہروں میں لوگوں نے ماحولیاتی تحفظ کے لیے مارچ میں حصہ لیا جس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ جتنا جلد ممکن ہو سکے ماحولیاتی تبدیلی کے حوالے سے کوئی لائحہ عمل تشکیل دیا جائے۔
- ورلڈ ائیر کوالٹی رپورٹ 2019 کے مطابق، فضا میں پی ایم 2.5 کی موجودگی کے حوالے سے پاکستان دنیا کے آلودہ ترین ممالک کی فہرست میں دوسرے نمبر پر ہے۔ دسمبر میں لاہور دنیا کے بدترین فضائی آلودگی والے شہروں میں سے ایک تھا۔
- پاکستان اُن دس ممالک میں شامل تھا جو ماحولیاتی تبدیلی سے سب سے زیادہ متاثر ہیں اور جہاں گذشتہ دو عشروں میں شدید موسمیاتی اتار چڑھاو کی بدولت لوگوں اور معیشت پر گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔
- ماحول کے تحفظ کے لیے درکار موثر منصوبہ بندی، پالیسیوں اور قوانین کے فقدان نے گلگت بلتستان کی آبادی کو خاص طور پر قدرتی آفات کے خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔ یہاں سال کے دوران میں درجنوں افراد کے مرنے کی اطلاعات ملتی رہیں۔
- سندھ میں پانی کی شدید قلت کا مشاہدہ کیا گیا جس کا بنیادی سبب بڑھتی ہوئی شہر کاری، پانی کا ناقص بندوبست اور ماحولیاتی تبدیلی ہے۔ جولائی میں، اندازاً 1,500 افراد نے کھاروچھان سے ٹھٹھہ تک ریلی نکالی۔ اُن کا مطالبہ تھا کہ حکومت پانی کے بحران پر قابو پائے۔

پنجاب

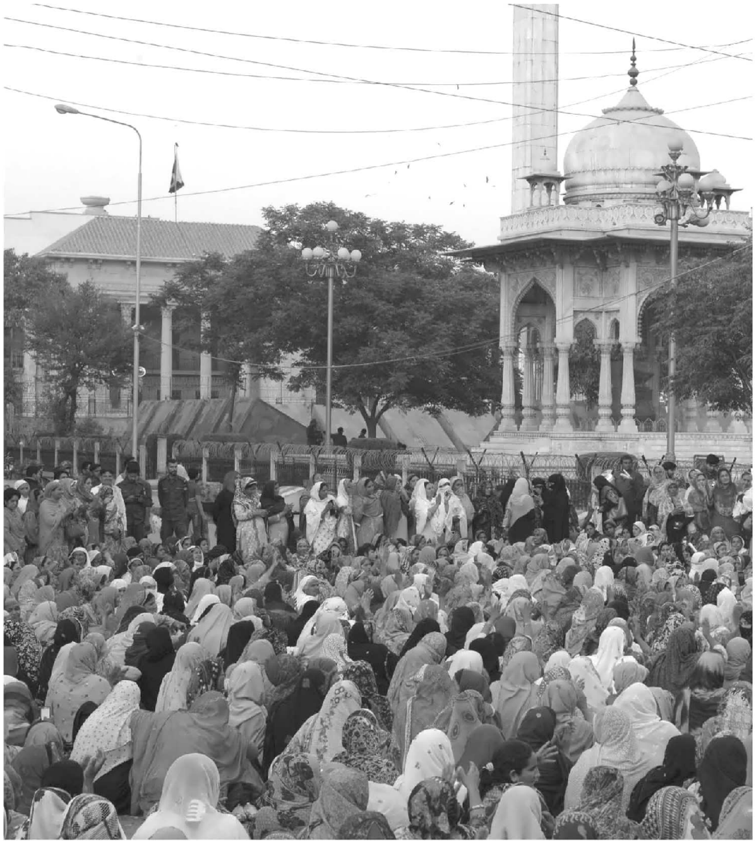

اے پی

اہم نکات

- دسمبر تک لاہور ہائی کورٹ میں 181,999 جب کہ ضلعی عدالتوں میں 1,113,948 مقدمات التوا کا شکار تھے۔
- قانون کے باوجود صوبے بھر میں جاری 'غیرت' کے نام پر قتل کے گھناؤنے واقعات نہ رُکے، نہ کم ہوئے۔
- دورانِ حراست میں ہونے والی بہت سی ہلاکتوں اور 'ٹارچر سیلز' کی رپورٹس سے عیاں ہوا کہ قانون کے غلط انداز نفاذ کو روکنے کے لیے کی جانے والی کوششیں کس قدر بے سود ہیں۔
- اکتوبر میں انسدادِ دہشت گردی کی ایک عدالت نے ایک خاندان کی ایک نام نہاد پولیس مقابلہ میں چونکا دینے والی ہلاکت میں ملوث سی ٹی ڈی کے چھ اہلکاروں کو رِہا کر دیا۔ وُرثا کے اس فیصلے کو تسلیم کرنے اور قبل ازیں انھیں دھمکیاں ملنے کی شکایت کے باوجود، حکومتِ پنجاب نے اس رہائی کو چیلنج کر دیا ہے۔
- وکلا کی بڑھتی ہوئی جارحیت کا ایک واقعہ پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی، لاہور میں سامنے آیا۔
- 32,477 قیدیوں کی گنجائش رکھنے والی پنجاب کی 31 جیلوں میں اس وقت 47,000 افراد قید ہیں۔
- سِول سوسائٹی اور میڈیا کے خلاف 'ریاست مخالف' ہونے کے الزامات اور ان کی بنیاد پر گرفتاریاں معمول بن گئی ہیں۔
- جائز اظہارِ رائے یا حقائق پر مبنی رپورٹنگ اور حقیقی نفرت اور اشتعال انگیزی کے درمیان تفریق نہیں کی جاتی۔
- صنف کی بنیاد پر تشدد کے مقدمات میں رہائی کی حیرت انگیز شرح غیر موثر قانونی کارروائی اور ناقص عمل درآمد کی عکاسی کرتی ہے۔
- بچوں سے جنسی زیادتی کے افسوس ناک واقعات ہر روز سامنے آ رہے ہیں اور بچوں سے متعلقہ فحش مواد میں اضافہ ہو رہا ہے۔
- اب تک گھریلو ملازمت اور کم عمری کی شادی کے حوالے سے بنے بچوں کے تحفظ کے قوانین کا نفاذ نہیں ہو سکا۔
- پنجاب، اور اس میں زیادہ تر جنوبی پنجاب کے گیارہ اضلاع، میں پانچ سال سے کم عمر ہر تیسرا بچہ غیر کامل نمو یا سوکھے پن کا شکار ہے۔ بچوں کی ذہنی اور جسمانی طور پر بڑھنے میں اس رکاوٹ کو وزیرِ اعظم نے ملک کو درپیش بڑے چیلنجز میں سے ایک قرار دیا ہے۔
- لیبر قوانین کا نفاذ اب بھی ناقص ہے۔ سائٹ کا معائنہ یا صحتِ عامہ اور حفاظت کے بنیادی اقدامات، بالخصوص غیر منظّم مزدوروں کی بابت، نہ ہونے کے برابر ہیں
- بزرگ شہریوں اور معذور افراد کے حوالے سے کچھ پالیسیوں کا اعلان کیا گیا ہے لیکن مطلوبہ درست اور جامع اعداد و شمار کا نہ ہونا کسی قسم کے دُور رس اقدامات کے نفاذ میں رکاوٹ ہے۔
- طبی عملے کے احتجاج اور ہڑتالوں کے باعث مریض اور صحتِ عامہ کے معاملات بری طرح متاثر ہوئے ہیں۔
- صوبے میں پولیو شدت کے ساتھ پھوٹ پڑا ہے اور ایچ آئی وی۔ایڈز کیسوں میں بھی اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔
- جس سال غربت کے خاتمے کے منصوبے 'احساس' کا آغاز ہوا اسی سال مہنگائی اور غذائی اجناس کی قیمتوں میں تیزی سے ہوئے اضافہ سے غریب عوام کی حالت میں بدتری آئی۔
- انضباطی ڈھانچے کی عدم موجودگی کے باعث غیر قانونی رہائشی منصوبوں کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔ تعمیراتی صنعت میں عمارت کے معائنے کا بھی فقدان ہے۔ یوں غیر محفوظ اور برے طور سے تعمیر شدہ مکانات کے گرنے کے باعث لاتعداد افراد موت کا شکار اور زخمی ہوتے ہیں۔
- شہری علاقوں، بالخصوص لاہور میں، فضائی آلودگی میں خطرناک حد تک اضافہ ہوا ہے جس کے باعث شہریوں کو صحت عامہ کے متعدد مسائل کا سامنا ہے۔

قوانین اور قانون سازی

مارچ میں پنجاب اسمبلی کے تمام ارکان، بشمول وزیرِ اعلیٰ، وزرا، سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کے، کی تنخواہوں اور مراعات میں اضافے کے بل پر مکمل اتفاقِ رائے سے ثابت ہوا کہ مشترکہ مفاد کے تحت قانون سازی کا عمل کیسے تیز کیا جا سکتا ہے۔ یہ بل وزیرِ اعظم کے اظہارِ برہمی پر تیزی سے واپس لے لیا گیا۔

قانون سازی کا عمل اکثر بہت بوجھل اور طویل ہوتا ہے۔ یہ عمل اس قدر متنازعہ نہ ہو اگر اس کے نتیجہ میں ملک کے آئین اور بین الاقوامی معیارات کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے خوب سوچ بچار کر کے نقائص سے پاک قانون سازی کی جائے۔

اُمید ہے کہ جولائی 2019 میں متعارف کروائی گئی پنجاب میں قانون سازی کی رہنما دستاویز لیجسلیٹو ڈرافٹنگ مینوَل زبان و بیان میں بہتری لانے کے علاوہ بھی مفید ثابت ہو گی۔

بلوں کی منظوری ہی واحد مسئلہ نہیں ہے۔ ان سے ملحق قواعد طویل عرصے تک بن ہی نہیں پاتے جس سے قوانین پر عمل درآمد میں تاخیر ہوتی ہے اور تاثر یہ ملتا ہے کہ ان میں سے کچھ بل، کاغذی کارروائی کی حد تک، اس لیے منظور کیے گئے ہیں تاکہ بین الاقوامی وعدے پورے کیے جا سکیں۔

پنجاب میں منظور کیے گئے قوانین (ضمیمہ نمبر 2 دیکھیے)

پنجاب اسمبلی کو ارکان کی تنخواہیں اور مراعات بڑھانے کا بل واپس لینا پڑا

عدل وانصاف کی فراہمی

عدلیہ۔زیرِ التوا مقدمات وغیرہ

صوبے میں طویل عرصہ سے التوا کے شکار مقدمات کونمٹانے میں ناکامی کا مسئلہ بدستور قائم ہے۔21 مارچ 2019 تک لاہور ہائی کورٹ میں 165,202 مقدمات التوا کا شکار تھے جب کہ 23,408 کا فیصلہ سنایا جاچکا تھا۔لا اینڈ جسٹس کمیشن کے اعداد وشمار کے مطابق اگست کے اختتام تک زیرِ التوا مقدمات کی تعداد 169,887 تھی۔دسمبر تک یہ تعداد بڑھ کر 181,999 ہوگئی۔ضلعی عدالتوں کے زیرِ التوا مقدمات کی تعداد 1,113,948 ہے۔

پنجاب میں زیرِ التوا مقدمات سے نمٹنے کے لیے بہتر انتظامی اور تکنیکی سہولیات سے لیس ماڈل کریمنل ٹرائل عدالتیں قائم کی گئیں۔مقدمہ کے مختلف مراحل کے لیے وقت کا تعین اور مانیٹرنگ ان عدالتوں کی ساخت ہی میں شامل ہیں۔ قانون کی بروقت فراہمی میں التوا کا سبب بننے والے عوامل کے تدارک سے زیرِ التوا مقدمات میں کمی اور قانونی نظام میں نمایاں بہتری کی توقع ہے۔

جون تک پنجاب کی 36 ماڈل عدالتوں نے قتل کے 660 اور منشیات کے 1,475 مقدمات کا فیصلہ سنایا۔تاہم ماڈل عدالتوں کے کام کو قریب سے دیکھنے والے بعض افراد نے اعداد وشمار پر شکوک کا اظہار کیا ہے۔ان کا دعویٰ ہے کہ ماڈل عدالتوں کو وہی مقدمے سونپے گئے جن کا فیصلہ قریب تھا، یوں کارروائی تیز تر ہوئی اور اعداد وشمار میں بہتری آئی۔

عوامی شکایات کی فوری سُنوائی اور موثر کارروائی کی غرض سے صوبائی حکومت نے ضلعی سطح پر ہفتہ وار کھلی کچہریاں لگائیں۔اس اقدام کو ملی جُلی کامیابی حاصل ہوئی۔

مختلف عدالتوں کے فیصلوں میں عدم مطابقت بھی اس نظام کی ایک خصوصیت رہی۔مارچ 2019 میں ہونے والی ایک اپیل کی سماعت کے دوران میں چیف جسٹس آف پاکستان نے اظہارِ افسوس کیا کہ ٹرائل کورٹ اور ہائی کورٹ نے اس حقیقت کو نظر انداز کیا کہ قابلِ ضمانت مقدمات میں ضمانت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔انھوں نے کہا کہ انسپکٹر جنرل آف پولیس، پنجاب نے حال ہی میں ایس ایچ اوز کو بھی قابل ضمانت مقدمات میں ملزموں کو ضمانت دینے کا اختیار دیا ہے۔

عدالتوں میں، خصوصاً قتل کے مقدمات میں، رہائی کی ایک بڑی وجہ پولیس تفتیش میں پائی جانے والی خامیاں ہیں۔

انسپکٹر جنرل آف پولیس کے فراہم کردہ اعداد وشمار کے تجزیے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ یکم جنوری سے جولائی 2019 کے دوران میں فیصلہ کیے گئے 2,586 مقدمات میں سزا کی شرح 31 فیصد جب کہ رہائی کی شرح 69 فیصد تھی۔

نظامِ عدل میں اصلاحات

گواہوں کے تحفظ کے قانون پنجاب وِٹنس پروٹیکشن ایکٹ 2018 کے نفاذ کے بعد اپریل 2019 میں آخر کار وِٹنس

پروٹیکشن بورڈ کا قیام عمل میں آیا۔

دھمکیاں، رِشوت یا بعض اوقات گواہوں کا قتل منصفانہ مقدموں کی راہ میں بڑی رُکاوٹ رہے ہیں اور ایسے جرائم کے مرتکب افراد کو اکثر ضمانت، معافی یا نا کافی سزائیں دی گئیں۔

مارچ میں قومی عدالتی پالیسی بنانے والی نیشنل جوڈیشل پالیسی میکنگ کمیٹی نے طے کیا کہ سیشن ججوں اور ایڈیشنل سیشن ججوں کی عدالتوں پر مقدمات کے اندراج کے لیے پولیس حکام کو ہدایات جاری کرنے کی ذمہ داری کے باعث کام کا دباو ہے اور جسٹس آف پیس کو ایگزیکٹو، انتظامی یا وزارتی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

کوڈ آف کریمنل پروسیجر کی دفعات بائیس اے اور بائیس بی کے تحت دائر کی گئی درخواستوں پر عدالتوں سے براہِ راست رجوع نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ مدعی پہلے پولیس شکایات سیل سے رُجوع نہ کر لے۔ کمیٹی نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ قتل کے مقدمات کا فیصلہ چار دن کے اندر اندر کیا جائے گا۔

وُکلاء نے ان اقدامات کے خلاف مُلک گیر ہڑتال کی۔ اگرچہ فوری فیصلہ سنانے کا حکم نظام کو التوا سے پاک کرنے اور جلد نتائج برآمد کرنے کی ایک کوشش تھی تاہم اس حوالے سے منصفانہ سماعت کے عمل کا خطرے میں پڑ جانا بھی باعث تشویش تھا۔

دسمبر میں منظور کیا گیا پنجاب سینٹینسنگ ایکٹ 2019 پنجاب میں فوجداری انصاف کے نظام کے لیے خصوصی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس کے تحت عدالتوں پر سزائے قید کی مُدّت میں کمی یا توسیع کرنے پر غور کرنا اور اس کی وجوہات بیان کرنا لازم قرار پاتا ہے۔

نیب احتساب

احتساب کے قومی ادارے نیشنل اکاونٹبلٹی بیورو (نیب) کے من مانے اور لامحدود طریقوں کے حوالے سے بہت عدم اِطمینان کا اظہار کیا گیا اور بتایا گیا کہ مقدمات میں ملوث کیے جانے کے خوف سے حکام زیادہ ہی محتاط ہو گئے ہیں۔ پنجاب بیوروکریسی نے اپنے افسران پر الزام عائد ہونے اور تحقیقات کے ابتدائی مرحلے ہی میں انھیں طلب کیے جانے پر تحفظات کا اظہار کیا۔

اپریل میں نیب کے چیئرمین نے اعلان کیا کہ مضبوط شواہد کے بغیر بیوروکریٹس کو طلب نہیں کیا جائے گا اور تفتیش کے دوران میں انھیں سوالنامہ بھیجا جائے گا۔

اُنھوں نے ڈائریکٹرز جنرل کے گریڈ 17 اور 18 کے بیوروکریٹس کی گرفتاری کے اختیارات واپس لیتے ہوئے کہا کہ گریڈ 17 تا 22 کے افسران کے کسی بدعنوانی میں مُبیّنہ طور پر ملوث ہونے پر وارنٹ گرفتاری وہ خود جاری کریں گے۔

نیب حکام کے خلاف بدعنوانی کے جوابی الزامات سامنے آئے۔ بہاول پور میں محکمہ خوراک کے ایک عہدیدار کے خلاف معاملہ نمٹانے کے لیے نیب عہدیداران کے رشوت لینے کے الزام پر مئی میں ملتان کے ایڈیشنل ڈائریکٹر سمیت تین

افسران معطل کر دیے گئے۔

خود نیب چیئر مین بھی زیرِ تفتیش آئے اور آڈیو وڈیو ٹیپ منظرِ عام پر آنے پر انھیں اپنے طرزِ عمل پر سوالات کا سامنا کرنا پڑا۔

اس کا ایک پہلو جائے ملازمت پر ہراساں کرنا بھی تھا مگر اسے فوری طور پر دبا دیا گیا۔

اس کے بعد نیب کے قیدیوں کے ساتھ بدسلوکی کی شکایات سامنے آئیں۔ جولائی میں ہونے والی ایک میٹنگ میں بتایا گیا کہ نیب مقدمات میں کم و بیش 150 مشتبہ افراد اور پنجاب کی جیلوں میں 46,000 قیدی بند ہیں۔

مذہبی شعائر کی توہین

مذہبی شعائر کی توہین کے الزامات ایک پوری آبادی کو مشتعل کر سکتے ہیں۔ ایسا اکثر حساب برابر کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ ملزمان کو بغیر مقدمہ کے گردن زدنی قرار دے دیا جاتا ہے، اور اگر وہ خوش قسمتی سے عوامی تشدد سے بچ نکلیں تو پولیس کو انھیں حفاظت کے لیے زیرِ تحویل لینا پڑتا ہے۔

سیالکوٹ کے علاقے پسرور میں ایک مقامی عالمِ دین کی شکایت پر ایک ایف آئی اے درج کی گئی۔ پولیس کی آمد سے قبل ہی مُشتبہ شخص انتہائی تشدد کا نشانہ بن چکا تھا۔

قصور میں قرآنِ مجید کے صفحات جلانے کے الزام میں سات افراد کو مقامی لوگوں نے مارا پیٹا۔ پولیس نے اپنی تحویل میں لے کر ان کی جان بچائی۔

بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی کے ایک لیکچرار جنید حفیظ کو گستاخی کے الزام میں دسمبر میں سزائے موت سنائی گئی

ضلع اٹک میں متعدد مشتعل افراد بشمول مقامی تاجر، سیاسی رہنما، مختلف مکاتبِ فکر کے مذہبی رہنما اور سیاستدانوں کے پولیس سٹیشن کے باہر احتجاج کے بعد پولیس نے ایک مشتبہ شخص کو مبینہ طور پر توہین آمیز الفاظ ادا کرنے پر حراست میں لے لیا۔

پیر سیٹی شاہ کے مزار کے مجاور خلیفہ پیر نذیر احمد کو قصبہ کمالیہ، ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کی مقامی عدالت نے سزائے موت سنائی۔ الزام لگانے والے کا کہنا تھا کہ اس نے ملزم کو اپنے عقیدت مندوں سے خطاب کے دوران میں گستاخانہ الفاظ بولتے سنا۔

سلیم نامی شخص کو لاہور سیشن کورٹ نے گستاخی کے تین سال پرانے مقدمے میں سزائے موت سنائی۔ اس پر الزام تھا کہ اس نے 2016 میں لوہاری دروازے کے قریبی علاقے میں لوگوں کے سامنے گستاخانہ بیان دیے۔

بہاوالدین زکریا یونیورسٹی کے شعبہ ادب کا ایک استاد جنید حفیظ چھ سال سے گستاخی کے الزام میں چھوٹے سے سیل میں قیدِ تنہائی میں ہے۔

یہ معاملہ اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ ایسے نازک مسائل کے فیصلہ میں قانون کس قدر لاچار ہوتا ہے۔

نوججوں کے تبادلوں، التوا کے حربوں اور قانونی سرپرستی حاصل کرنے کی راہ میں دیگر دشواریوں کا سامنا کرنے کے بعد ملزم کے والدین نے اس کی ذہنی اور جسمانی صحت متاثر ہونے کے خوف سے نومبر میں چیف جسٹس آف پاکستان سے اپیل کی۔

اسے ملتان کی ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن کورٹ نے دسمبر 2019 میں توہینِ مذہب کے الزام میں سزائے موت سنادی۔

سزائے موت

اپریل میں جسٹس پروجیکٹ آف پاکستان نے کہا کہ سزائے موت کے منتظر 4,688 قیدیوں میں سے 188 ذہنی مریض صرف پنجاب ہی سے تھے۔ دسمبر تک یہ تعداد 4,225 ہوگئی۔

لاہور میں 21 مارچ 2019 کو خضر حیات کا انتقال ہوا۔ اس نے سزائے موت سنائے جانے کے بعد 16 سال میں سے آخری 6 سال جیل کے ہسپتال میں گزارے۔ 2001 میں اپنے ایک ساتھی پولیس والے کا قاتل قرار دیے جانے کے بعد 2008 میں اسے دماغی عارضہ شزوفرینیا تشخیص کیا گیا۔ دو ماہ قبل اس کی پھانسی کے وارنٹ چوتھی مرتبہ معطل کیے گئے تھے۔

ایک پڑوسی کو چھرا گھونپنے پر غلام عباس کو دو ہزار چھ میں سزائے موت دی گئی۔ وہ سزا سنائے جانے کے بعد 13 سال سے زائد قید میں گزار چکا ہے۔ چیف جسٹس نے رحم کی نئی اپیل کی سماعت کو ملتوی کرتے ہوئے اس کی 18 جون کو طے پھانسی روک دی۔

امداد علی سزائے موت سنائے جانے کے بعد 17 سال سے قید میں ہے۔اس مدت میں سے آخری 4 سال ایک ہسپتال کے سیل میں قیدِ تنہائی کے ہیں۔اس میں بارہا پیرانوئیڈ شیزوفرینیا (شدید ذہنی بگاڑ) کی تشخیص کی گئی ہے۔

کنیزاں بی بی کو 1989 میں کم عمری میں قید کیا گیا اور 2001 میں اسے سزائے موت سنائی گئی۔جیل میں 30 سال گزارنے کے بعد وہ شدید شیزوفرینیا کا شکار ہے۔2006 میں اسے اس کی ذہنی حالت کے باعث سینٹرل جیل (کوٹ لکھپت) لاہور سے پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف مینٹل ہیلتھ منتقل کیا گیا۔

سپریم کورٹ نے 2018 میں کنیزاں بی بی اور امداد علی کے معاملے کا ازخود نوٹس لیا تھا اور حکم دیا تھا کہ میڈیکل بورڈ کی رپورٹ پیش ہونے پر پانچ رُکنی بینچ اس کیس کی سماعت کرے۔

اُمید ہے کہ یہ سماعت ایسی مثال پیدا کرے گی کہ جو پاکستان میں ذہنی مریضوں کو سزائے موت سے بچا سکے۔

اہم مقدمات

سوشل میڈیا کی مشہور شخصیت قندیل بلوچ کے قتل کے مقدمے کی ایف آئی آر میں پاکستان پینل کورٹ کی دفعات 311 اور 305 کو شامل کیا گیا تا کہ حکومتِ پاکستان کو مدعی بنا کر اہلِ خانہ کو قاتلوں کو معاف کرنے سے روکا جا سکے۔

اگست میں قندیل بلوچ کے والدین نے اس کو قتل کرنے والے اپنے بیٹوں کو معاف کر دیا۔

ان کی دلیل یہ تھی کہ قاتلوں کی معافی کے خلاف قانون (فوجداری قوانین کا ترمیمی) ایکٹ 2015 قتل کے کئی ماہ بعد پاس ہوا تھا۔قبل ازیں مقتولہ کے والد نے اپنے تین بیٹوں سمیت سات افراد کو نامزد کیا تھا۔ان میں سے ایک، محمد وسیم، نے بغیر پچھتاوے کے اس قتل کا اعتراف کیا تھا اور دوسرے لوگوں کو بھی اس میں ملوث کیا تھا۔ستمبر میں ملتان کی ایک ماڈل عدالت نے وسیم کو عمر قید کی سزا سنائی اور اس کے دوسرے بھائی سمیت پانچ افراد کو ناکافی شہادتوں کی بنا پر بری کر دیا۔

قانون کا نفاذ

امن عامہ

جرائم

پنجاب میں جرائم کے اعداد وشمار (دیکھیے ضمیمہ:4) اپنی وضاحت آپ ہیں۔ جنوری اور اکتوبر کے درمیان درج شدہ جرائم کی تعداد 490,341 تھی ،یعنی مجموعی طور پہ 2018 کے اعداد وشمار کی نسبت کمی واقع نہ ہوئی۔ ان میں سے کتنے جرائم کا ارتکاب خود قانون نافذ کرنے والوں نے کیا، یہ واضح نہیں۔

دو ہزار سترہ کے اختتام پر پنجاب پولیس کی ویب سائٹ پر دیے گئے ریکارڈ کے مطابق پولیس کے 92,521 اہل کاروں کو مختلف سزائیں دی گئیں جن میں 2,434 برطرفیاں بھی شامل ہیں۔

دو ہزار اٹھارہ کے اختتام پر یہ تعداد حیران کن حد تک کم ہو کر 59,395 بشمول 1,477 برطرفیاں رہ گئی۔ 2019 میں ہونے والے واقعات کے بعد یہ تعداد ممکنہ طور پر بڑھ جائے گی۔

جنوری میں عوام پر اعتماد بحال کرنے اور احتساب اور نظم وضبط کو برقرار رکھنے کے لیے پنجاب پولیس نے صوبے بھر میں عمل درآمد کے لیے ایک جامع تادیبی میٹرکس مرتب کرنے کا اعلان کیا۔ اس اقدام کا بنیادی مقصد 'سرکشی' کی واضح تعریف ہے تا کہ ذاتی انتقام یا بیرونی دباو کے تحت افسران کے خلاف ہونے والی کارروائی کا سد باب جا سکے۔

غیرت کے نام پر ہونے والے قتل

نام نہاد غیرت کے نام پر ہونے والے قتل کے حوالے سے کی گئی قانون سازی ظالموں کو اس مکروہ عمل سے روکنے میں ناکام دکھائی دیتی ہے باوجود اس کے کہ اب قاتلوں کو اس جُرم پر گھر کے افراد سے معافی نہیں مل سکتی۔

چونکہ قندیل بلوچ مقدمے کا فیصلہ اس کے قتل کے 38 ماہ بعد سنایا گیا، اس کے اثرات سامنے نہیں آئے۔ غیرت کے نام پر ہونے والے قتل ہر ماہ، ہر سال بڑھتے جا رہے ہیں جن میں سے زیادہ تر عوام کے علم ہی میں نہیں آتے۔

ڈیرہ غازی خاں میں ایک بائیس سالہ خاتون کو اس کے خاوند، ایک سالہ بچے اور ماں کے ساتھ اس وقت مار دیا گیا جب اس کے بھائی تقریباً تمیں افراد کے ساتھ ان کے گھر میں داخل ہوئے اور ان پر اندھادھند فائرنگ کر دی۔

جب گجرات میں ایک نوجوان اور ایک لڑکی کو غیرت کے نام پر قتل کر دیا گیا تو خبر کے مطابق ضلع منڈی بہاوالدین میں اس سے پچھلے دو ہفتوں میں ایک درجن افراد بشمول خواتین کے قتل کیے گئے۔ مانا جاتا ہے کہ ان میں سے زیادہ تر

خواتین غیرت کے نام پر قتل ہوئیں۔

لاہور کی عروج شہزاد کو اپنے گھر والوں کے خوف سے پولیس کو تحفظ کی درخواست دینے اور اپنے گھر سے فرار ہو کر ایک دوست کے گھر پناہ لینے کے ایک روز بعد مبینہ طور پر اس کے بیٹے، بھائی اور بہنوئی نے مار ڈالا۔

ملتان میں اجمل نے اپنے والد ظفر اور بھائی اشمل کے ساتھ مل کر اپنی بیوی کرن کو بدکردار ہونے کے شبہ میں، تین بچوں، اس کی ماں، تین بہنوں اور ایک بھانجے سمیت قتل کر دیا۔ بتایا گیا ہے کہ بعد میں اجمل کی ماں اور بھابھی نے گھر میں داخل ہو کر پٹرول کی بوتلیں دونوں بھائیوں کو دیں جنھوں نے گھر کو آگ لگا دی۔

پولیس اصلاحات

جنوری میں خیبر پختونخوا پولیس ایکٹ 2017 اور پنجاب پولیس کے قواعد میں تبدیلی کی تجاویز دینے والی کمیٹی کے اصول وضوابط میں 'عملی اور سیاسی طور پر خودمختار پولیس' کے الفاظ کو 'پولیس برائے حکومت' کی ضرورت سے بدل دیا گیا۔ پولیس آرڈر 2002 کے تحت پولیس عوام کو جوابدہ تھی لیکن پبلک سیفٹی کمیشن کی عدم موجودگی یا اس کے غیر موثر ہونے کی وجہ سے یہ عمل میں نہ آ سکا۔

ستمبر تک وزیرِاعظم محکمہ داخلہ کو پنجاب پولیس کا کنٹرول دیتے نظر آئے۔ پبلک سیفٹی کمیشن اور پولیس کمپلینٹ اتھارٹی کو ختم کر کے اندرونی اور بیرونی احتساب کا نظام متعارف کیا جانا تھا جس میں مرکزی کردار حکومتی افسران اور محکمہ داخلہ کا ہونا تھا۔ پنجاب پولیس کے سینئر افسران نے اس تجویز پر سخت اعتراض کیا۔

اس سال ہوئے واقعات نے موجودہ نظام کی خرابیوں اور پولیس کے احتساب کی سخت ضرورت کو پوری طرح عیاں کر دیا ہے۔ یکے بعد دیگرے تبادلوں سے صرف بہتری ہی میں رُکاوٹ آئی ہے۔

نومبر کے اختتام پر پنجاب پولیس کے نئے آئی جی نے اپنا عہدہ سنبھالا اور آدھی پولیس کمان کو بدل دیا۔

پولیس میں ڈیوٹی سے غفلت اور جرائم

پولیس پر عدم اعتماد بے بنیاد نہیں ہے۔ ایک وکیل نے جنوری میں لاہور ہائی کورٹ میں لاہور میں موٹر سائیکل پر گشت کرنے والی 'ڈولفن فورس' کو دیے گئے اختیارات کو چیلنج کیا۔ یہ فورس ہنگامی ردِعمل اور پولیس کے تاثر کو بہتر بنانے کے لیے تشکیل دی گئی تھی۔ شاید انھوں نے اپنا پہلا مقصد تو حاصل کر لیا ہو مگر ان کی 'مجرموں' کا پیچھا کرتے ہوئے گولی چلانے کے لیے ہر دم آمادگی اور عوام کے ساتھ ضرورت سے زیادہ میل ملاپ کے باعث لوگوں میں پولیس کا اعتماد یکسر بحال نہیں ہو سکا۔

دو ہزار انیس میں نسرین وارث مسیح ہسپتال سے گھر واپسی پر ڈولفن سکواڈ کے افسر کی آوارہ گولی لگنے سے ہلاک ہو گئی۔ اسی سکواڈ کے اہل کار سی سی ٹی وی کیمرہ پر بھتہ نہ دینے پر ایک ذکاندار پر تشدد کرتے، ایک نوجوان کو سڑک کے

ایک طرف موٹر سائیکل لگانے پر تھپڑ مارتے اوراس سے بدتمیزی کرتے، اور بغیر کسی اشتعال کے ایک نوجوان کو گولی مار کر زخمی کرتے پائے گئے۔ جن حالات میں پولیس سزاؤں کی مستحق بن رہی ہے وہ شدید پریشان کن اس لیے ہیں کہ یہ عوام کی حفاظت کے لیے بنائے جانے والے ادارے میں موجود مجرمانہ ذہنیت کی عکاسی کرتے ہیں۔

پولیس کے خلاف قانون کی خلاف ورزیوں، قبضہ مافیا کی مدد، غیر قانونی قید، غیر قانونی حراست میں آٹھ سالہ لڑکے پر تشدد، اغوا، غیر مجاز چھاپوں، رشوت لینے، لوگوں کو بلیک میل اور ہراساں کرنے والی عورتوں کا گروہ چلانے، چوری، چالان فائل کی چوری، اختیارات کے غلط استعمال اور عصمت دری جیسی رپورٹس کی بہتات ہے۔

مئی میں قومی کمیشن برائے انسانی حقوق نے راولپنڈی پولیس کو ایک نوجوان لڑکی کے اغوا اور اجتماعی عصمت دری میں ملوث تین اہلکاروں پر رپورٹ پیش کرنے کا کہا۔ انھیں بعد میں حراست میں لے لیا گیا۔

چار پولیس والوں کو نارووال میں جولائی میں ایک نوجوان کو ننگا کر کے بے دردی سے مارنے پیٹنے کی ویڈیو سوشل میڈیا پر سامنے آنے پر معطل کر دیا گیا۔

ایک ڈپٹی سپرینٹنڈنٹ آف پولیس سمیت پانچ پولیس اہل کاروں کو ستمبر میں وہاڑی میں پچاس سالہ ظہور بی بی، جس پر ایک صاحبِ جائیداد کی طرف سے چوری کا الزام تھا، پر تشدد کرنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔ تیرہ پولیس افسران کو ملوث ہونے پر معطل کر دیا گیا۔

زیرِ حراست تشدد اور اموات

زیرِ حراست تشدد اور اموات کی پریشان کن رپورٹس کے بعد ایچ آر سی پی نے اس امر پر تشویش کا اظہار کیا کہ زیرِ حراست تشدد اور ناروا سلوک ایسے طور طریقوں نے یوں جڑیں پالی ہیں کہ اب وہ 'قابلِ قبول' اور بعض اوقات 'ضروری' سمجھے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں، پوسٹ مارٹم رپورٹ میں ہمیشہ تاخیر کی جاتی ہے حالانکہ پوسٹ مارٹم زیرِ حراست ہلاکت کے الزامات کے فوراً بعد ہونا چاہیے۔

ایچ آر سی پی نے اپنے اس موقف پر زور دیا کہ پولیس کے معاندانہ کی بجائے محافظانہ کردار کے لیے لازم ہے کہ مطلوبہ وسائل فراہم کرتے ہوئے زیرِ حراست افراد کے ناقابلِ تنسیخ انسانی حقوق کے احترام کو پولیس کی تربیت اور انتظامی ڈھانچے کا حصہ بنایا جائے۔

قصور میں پولیس پر الزام عائد کیا گیا کہ اس نے ایک ملزم صادق ڈوگر کو تھانا کنگن پور لے جاتے ہوئے تشدد کر کے ہلاک کیا ہے۔ پولیس کے مطابق اس کی موت دِل کا دورہ پڑنے سے ہوئی۔ اس کے فوراً بعد ٹارچر سیلز جو عرصے سے قائم تھے، ختم کر دیے گئے۔

اگست میں عامر مسیح کو سٹریٹ کرائم کے مجرم کے طور پر پکڑا گیا اور پرائیویٹ لاک اپ میں تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ وہ ستمبر میں جاں بحق ہو گیا۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق وہ انتہائی تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا۔

گوجرانوالہ کا صلاح الدین ایوبی 31 اگست کو پولیس کی تحویل میں ہلاک ہو گیا

ستمبر ہی میں ضلع لیہ کی بستی شادو خان میں ایک زمیندار کے کہنے پر اینٹوں کے بھٹے پر کام کرنے والے صغیر کو اُٹھایا گیا اور ایک ٹارچر سیل میں لے جا کر بری طرح مارا پیٹا گیا۔ جب اس کی حالت تشویش ناک ہو گئی تو اسے ہسپتال منتقل کیا گیا۔ چار پولیس اہل کار، بشمول ایک سب انسپکٹر کے، معطل کر دیے گئے۔

اگست کے اختتام پر گوجرانوالا کا صلاح الدین ایوبی اے ٹی ایم مشین توڑتے ہوئے سی سی ٹی وی پر دیکھا گیا۔ بوتھ میں مضحکہ خیز حرکات کے باعث اس کی وڈیو ہر طرف پھیل گئی۔ اسے رحیم یار خان میں ایک اور مشین توڑتے ہوئے گرفتار کر کے مقدمہ درج کر لیا گیا۔ وہ پولیس کی حراست میں 31 اگست کو جاں بحق ہو گیا۔ ہسپتال سے ملنے والی وڈیو سے اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ جب اسے ہسپتال لایا گیا تب وہ مر چکا تھا۔

حکومتِ پنجاب نے عدالتی تحقیقات کا مطالبہ کیا، نتیجتاً سینٹ فنکشنل کمیٹی برائے انسانی حقوق نے زیرِ حراست ہلاکتوں کے بڑھتے واقعات پر انسپکٹر جنرل، پنجاب کو طلب کر لیا۔ صلاح الدین کے والد نے پہلے پہل مکمل پوسٹ مارٹم کے لیے قبر کشائی کی درخواست کی لیکن اکتوبر میں اس کے پولیس افسران کو معاف کر دینے کی اطلاع آئی۔

ان واقعات کے بعد ایس ایچ او کے درجہ سے کم افسران یا ڈیوٹی انچارج کے موبائل فون کے استعمال کرنے یا اپنی ڈیوٹی کے دوران میں پولیس افسران کی وڈیو بنانے یا اپلوڈ کرنے پر سخت پابندی عائد کر دی گئی۔

اگر ان تاریک حالات میں امید کا کوئی پہلو پایا جاتا ہے تو وہ یہ ہے کہ پولیس حکام تشدد اور غیر قانونی حراستوں کے معاملات میں مبینہ طور پر زیادہ ہوشیار ہو گئے ہیں اور الگ الگ واقعات میں قصور، فیصل آباد اور سیالکوٹ میں پولیس اہل کاروں کے خلاف کارروائی ہوئی ہے۔

خاص طور پر اس سے پنجاب حکومت کو پولیس اصلاحات کی ضرورت کا ادراک ہوا۔ ماہرینِ قانون کا اصرار ہے کہ موجودہ قوانین ماورائے عدالت قتل اور پولیس کی زیادتیوں سے نمٹنے کے طریقہ کار کی نشان دہی کرتے ہیں اور عبرت اور مناسب سزاؤں کے لیے ان میں معمولی ترامیم، عمل درآمد اور سخت نفاذ کی ضرورت ہے۔

جبری گمشدگیاں، لاپتا افراد

پاکستان پینل کوڈ کے تحت جبری گمشدگیوں کو جُرم قرار دینے والے قانون کا اطلاق طویل عرصہ سے التوا کا شکار ہے۔ سرکاری ذرائع کے مطابق جبری گمشدگیوں میں کمی واقع ہو رہی ہے مگر بہت سی رپورٹس پھر بھی آ ہی جاتی ہیں اور انتقام کے خوف سے لوگ اپنی شکایات کی پیروی نہیں کرتے۔

بہاول پور کی رابعہ بی بی نے درخواست دی کہ اس کے خاوند احمد مصطفیٰ کانجو، جو سرائیکی نیشنل پارٹی کا سرگرم رُکن ہے، کو 7 جنوری کی صبح گھر سے اغوا کر کے گرفتار کر لیا گیا۔ درجنوں سیکیورٹی اہلکاروں، جن میں کئی پولیس اور ایلیٹ فورس کی وردی میں اور کچھ سادہ کپڑوں میں ملبوس تھے، نے ان کے گھر کو گھیرے میں لے کر توڑ پھوڑ کی۔ اس کا شوہر تب ہی سے غائب ہے۔ اغوا کے بعد کسی نامعلوم شخص نے سوشل میڈیا پر اس کے خلاف گستاخیِ رسول جیسے الزامات لگانے کی مہم بھی چلائی۔ لاہور ہائی کورٹ کے طلب کرنے پر محکمہ داخلہ اور کاؤنٹر ٹیررازم ڈیپارٹمنٹ اور ایف آئی اے نے اس کے اپنی حراست میں ہونے سے انکار کر دیا۔ بینچ نے محکمہ داخلہ سے 7 فروری تک تفصیلی رپورٹ طلب کی۔ ایچ آر سی پی نے اس گمشدگی پر تشویش کا اظہار کیا۔

پنجاب یونیورسٹی میں پختون کونسل کے اراکین نے کونسل کے سابق چیئرمین عالمگیر خان وزیر کے مبینہ طور پر 30 نومبر کو یونیورسٹی سے نامعلوم افراد کے ہاتھوں اغوا پر احتجاج کیا۔ بعد میں انکشاف ہوا کہ وہ 29 مارچ کو طلبہ یکجہتی مارچ میں شرکت کی پاداش میں بغاوت کے الزام میں پولیس کی حراست میں ہیں۔

پولیس مقابلے

پنجاب میں پولیس مقابلوں میں ہوئی ہلاکتوں کی رپورٹس شاذ و نادر ہی سامنے آتی ہیں اور اگر تفتیش ہوئی بھی ہو تو اس کے نتائج عوام تک نہیں پہنچتے، ماسوائے ایک موقع کے۔

سال کا آغاز ایک افسوس ناک واقعے سے ہوا جب پنجاب پولیس کاؤنٹر ٹیررازم ڈیپارٹمنٹ کے اہل کاروں نے ایک خاندان کو فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا۔

شدید متنازع ہونے والے اس وقوعہ میں لاہور کے رہائشی خلیل، اس کی بیوی نبیلہ، تیرہ سالہ بیٹی اریبہ اور ہمسائے ذیشان کو بورے والا شادی پر جاتے ہوئے تین بچوں کے سامنے مار دیا گیا۔ پولیس نے اس واقعہ کو 'دہشت گردوں سے مقابلہ' قرار دیا مگر اس کی تحقیقاتی رپورٹس تضادات سے بھری پڑی ہیں۔

ایچ آر سی پی، دستک چیریٹیبل ٹرسٹ، اور ساؤتھ ایشیا پارٹنرشپ پاکستان کے نمائندوں اور قانون دان سروپ اعجاز پر مشتمل سِول سوسائٹی سے تعلق رکھنے والی تحقیقاتی ٹیم کو گاڑی میں سوار افراد کی طرف سے مزاحمت یا جوابی کارروائی کے کوئی شواہد نہیں ملے۔

اس ٹیم نے نتیجہ اخذ کیا کہ 'ماورائے عدالت قتل کا یہ واقعہ پولیس کی جانب سے کسی معقول جواز کے بغیر عام پاکستانی شہریوں کے بہیمانہ قتل کی افسوس ناک مثال ہے'۔

قومی کمیشن برائے انسانی حقوق نے حقائق جاننے کے لیے ایک ٹیم بھیجی۔ سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے داخلہ کے عدالتی کمیشن بنانے کے مطالبہ پر حکومتِ پنجاب نے مشترکہ تحقیقاتی ٹیم (جے آئی ٹی) تشکیل دی۔

جے آئی ٹی نے خلیل اور اس کے اہلِ خانہ کو بے گناہ قرار دیا لیکن کہا کہ ذیشان ایک دہشت گرد سیل کا رُکن تھا۔ تاہم اس کارروائی کو بلا اشتعال سمجھا گیا اور سی ٹی ڈی اہلکاروں کے خلاف جائے واردات کو خراب کرنے اور انتظامی ناکامیوں کے ارتکاب پر تادیبی کارروائی کی سفارش کی گئی۔

مقدمے کے لاہور منتقل ہونے پر سی ٹی ڈی کے چھ اہل کاروں کو زیرِ حراست لیا گیا۔ اکتوبر میں انسدادِ دہشت گردی عدالت نے فیصلہ سنایا کہ استغاثہ اپنا مقدمہ ثابت نہ کر سکا اور ان تمام چھ کو رہا کر دیا گیا۔

حکومتِ پنجاب نے اس بریّت کو چیلنج کیا حالانکہ لواحقین کے پہلے پہل دھمکیاں ملنے کی شکایت کے باوجود عدالتی فیصلے کو تسلیم کر لینے کی اطلاعات تھیں۔

پولیس فورس میں خواتین

خواتین پولیس افسران خود بھی پدرشاہی رویوں سے مستثنیٰ نہیں۔

ستمبر میں لاہور کی فیروز والا عدالت میں پولیس کانسٹیبل فائزہ نواز نے ایڈووکیٹ احمد مختار کو 'نو پارکنگ' والے حصے میں گاڑی پارک کرنے سے روکا تو مشتعل وکیل نے اس کی پنڈلی پر لات ماری اور اسے تھپڑ مارا۔ اس پر وکیل کو گرفتار کر لیا گیا اور خاتون سے کہا گیا کہ وہ اسے سماعت کے لیے عدالت لے جائے۔ وکیل کی خود پسند مسکراہٹ اس بات کا واضح اشارہ تھی کہ اسے اپنی حرکت پر کوئی ندامت نہیں اور ممکنہ طور پر اسے علم ہے کہ اس کے ساتھ کیا ہوگا۔ ایف آئی آر میں نام کے غلط اندراج پر اسے رِہا کر دیا گیا۔

ڈسٹرکٹ بار فیروز والا کے صدر احمد سلطان چیمہ نے مدّعیہ کی سربراہی میں پولیس کی بھاری نفری کے ساتھ ملزم (وکیل) کو ہتھکڑیاں لگا کر عدالت میں پیش کرنے پر پولیس کی مذمت کی اور سینیئر افسران اور خاتون کی معطّلی تک وُکلا کی ملک گیر ہڑتال کی درخواست کی۔

فائزہ نواز اپنے موقف پر ڈٹی رہیں۔ انھوں نے ایک ویڈیو پیغام میں موجودہ نظام سے مایوسی کا اظہار کیا اور کہا کہ وہ فورس سے مستعفی ہو جائیں گی۔ انھوں نے وکلا کی طرف سے سنگین نتائج کی دھمکیاں ملنے پر اپنے اور اہلِ خانہ کو تحفظ

(جاری)

مہیا کیے جانے کی درخواست کی۔

میڈیا کی توجہ نے حکومتِ پنجاب اور پولیس کو متحرک ہونے پر مجبور کر دیا اور انھوں نے دعویٰ کیا کہ فائزہ نواز کا حوصلہ بلند ہے اور وہ مستعفی نہیں ہو رہیں۔

وُکلا کا احتجاج

عام طور پر قانون کی بالا دستی کے محافظ سمجھے جانے والے وکلا میں سے بعض کے امن وامان خراب کرنے اور جارحانہ روّیہ اپنانے کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے جو ان کے پیشہ کو زیب نہیں دیتے۔ انھوں نے ایسے مظاہرے کیے جو بدنظمی پر منتج ہوئے، عدالتوں میں لوگوں کو مارا پیٹا، ٹریفک وارڈنز اور پولیس اہل کاروں پر تشدد کیا، حتیٰ کہ ایک جج پر کرسی پھینکی۔ کرسی پھینکنے کے ذمہ دار کو قید کی سزا سنائے جانے پر فیصل آباد بار ایسوسی ایشن نے اس فیصلہ کو دھوکے پر مبنی، بلا جواز، ظالمانہ اور جانبدارانہ قرار دیا اور اس کے خلاف مشتعل مظاہرے کیے۔

صوبائی بار کونسلز نے پیشہ ورانہ بد دیانتی کے مرتکب کسی رکن کے خلاف تادیبی کارروائی کرنے کی ذمہ داری کو نظر انداز کر دیا ہے اور ایسے واقعات اب معمول بن گئے ہیں۔ ایک موقع پر وِفاقی وزیرِ قانون نے میڈیا کو ایسے واقعات کی منفی رپورٹنگ سے باز رہنے کا کہا۔

دسمبر میں پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی کے باہر وکلا کا مظاہرہ پُرتشدد ہو گیا تو عام شہری کے ساتھ ساتھ قانون سے تعلق رکھنے والے کئی افراد کو بھی بڑے پیمانے پر اس پر صدمہ پہنچا۔ ہسپتال میں توڑ پھوڑ اور تباہی اور ہسپتال کے عملہ کے حملے سے بچنے کے لیے چھپنے کے دوران میں مریضوں کی موت کے مناظر سے توقع پیدا ہوئی کہ ذِمہ دار وُکلا کو جواب دہ ٹھہرایا جائے گا۔ کئی وکلا گرفتار ہوئے لیکن سرکاری سطح پر اس کی مذمت نہ ہوئی۔ حکومت نے اس کی ذمہ داری حزبِ

پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی کے باہر وکلاء کے پُرتشدد احتجاج سے مریضوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ گئیں

اختلاف پر ڈالتے ہوئے اسے ایک خاص ہدف حاصل کرنے کے لیے سوچا سمجھا منصوبہ قرار دیا۔ وکلا کی رہائی تک عدالتوں کے بائیکاٹ اور ہڑتالوں کی کال دیے جانا تھی سودی جاتی رہی۔

قید خانے اور قیدی

جیلز

مارچ میں وفاقی محتسب نے ڈسٹرکٹ اوور سائٹ کمیٹی کے اراکین کو جیلوں کا دورہ کرنے کی اجازت نہ دیے جانے اور پنجاب میں جیل اصلاحات کے اطلاق میں التوا پر برہمی کا اظہار کیا۔

اس موقع پر پنجاب کے محکمہ داخلہ نے رپورٹ دی کہ ڈی او سی اراکین کے جیل کے دوروں کے لیے شرائط وضوابط اور معیاری طریقہ کار کو حتمی شکل دی جارہی ہے اور جیل قواعد میں ترمیم کی جارہی ہے۔

پنجاب کی جیلوں کی ایمبولینسیں جدید سہولیات سے آراستہ نہیں ہیں۔ صوبے کی دس جیلوں میں ایمبولینس سرے سے ہے ہی نہیں۔ پنجاب کی جیلوں میں قید 225 مرد اور 2 خواتین ایچ آئی وی ایڈز میں مبتلا تھے۔ اسی طرح 290 مرد اور 8 خواتین قیدی ذہنی مریض تھے۔

جیل کی گنجائش سے تجاوز

دستیاب تازہ ترین اعداد و شمار سے پتا چلتا ہے کہ پنجاب کی 41 جیلوں میں اپنی مجاز گنجائش 32,477 سے 29 فیصد زیادہ یعنی 47,077 قیدی بند ہیں۔ ان میں سے 57 فیصد قیدیوں (26,725) کے مقدمات چل رہے ہیں۔

فروری میں فیصل آباد جیل کی صورت حال یہ تھی کہ ایک ہزار سے بارہ سو کی گنجائش ہوتے ہوئے وہاں 3,500 قیدی رکھے گئے تھے۔ 90 تا 100 کی گنجائش والی ہائی سیکیورٹی بیرکوں میں چار سو سے ساڑھے چار سو قیدی رکھے گئے تھے۔

پنجاب میں نئی جیلوں کی تعمیر کے لیے مفادِ عامہ کی ایک درخواست کی سماعت کے دوران میں، لاہور ہائی کورٹ نے پیش رفت کی ایک رپورٹ کو مسترد کر دیا اور قرار دیا کہ جیلوں میں بالغ اور عادی مجرموں کے ساتھ کم عمر قیدیوں کو رکھنا نا مناسب ہے۔

عدالت نے محکمہ داخلہ اور دوسرے محکموں کو فیصل آباد میں کم عمر قیدیوں کے لیے علیحدہ جیل کی تعمیر کے حوالے سے عدالتی احکامات کی خلاف ورزی پر شوکاز نوٹس جاری کیے۔ عدالت کا کہنا تھا کہ ساہیوال میں ایک انتہائی سیکیورٹی والی جیل چلانے اور عادی مجرموں کو پہلی بار یا چھوٹے جرائم کے لیے قید ہونے والے افراد سے علیحدہ رکھنے میں ناکامی سے تمام قیدیوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ رہی ہیں۔

جیلوں کے حالات

بدانتظامی اور قیدیوں سے بدسلوکی کی نشان دہی کرتے کئی واقعات رونما ہوئے ہیں۔حکومتِ پنجاب نے گجرات جیل کے کئی حکام کے خلاف غبن، ناقص کمان اور کنٹرول اور غفلت کے الزامات کے تحت تحقیقات کا حکم دیا۔

اڈیالہ جیل، راولپنڈی میں دو قیدی اپریل میں اپنے سیل میں بے ہوش پائے جانے کے بعد انتقال کر گئے۔جیل حکام نے اسے دِل کا دورہ قرار دیا۔فیصل آباد سینٹرل جیل کے افسران پر ایک قیدی پر تشدد کا الزام عائد کیا گیا۔

وکرم مسیح پر کوٹ لکھپت جیل میں تشدد کیا گیا۔توڑ پھوڑ اور عوامی املاک کو نقصان پہنچانے کے ایک مقدمے میں چار سال پہلے اس کی ضمانت منظور ہوگئی تھی لیکن وہ مطلوبہ ضمانتی مچلکے مہیا نہ کر سکا۔اس سے پہلے انبوہ گردی کے ایک مقدمے کا سامنا کرتے دو مسیحی قیدی بھی مناسب علاج معالجہ نہ ہونے کے باعث جیل میں دم توڑ چکے تھے۔

جون میں ساہیوال میں انتہائی سیکیورٹی والی جیل کے قیدیوں نے مبینہ طور پر جیل عملہ کے' تشدد آمیز اور جابرانہ رویوں' اور غیر معیاری دوا اور خوراک دیے جانے کے خلاف بھوک ہڑتال کی۔

اڈیالہ سینٹرل جیل، راولپنڈی سے گیارہ وارڈنوں کو ڈیوٹی سے غفلت برتنے پر معطل کر دیا گیا اور ایک قیدی کے دوسرے قیدی پر زیادتی کے الزامات کو صحیح طور سے نہ نمٹنے پر سپرینٹنڈنٹ اور ڈپٹی سپرینٹنڈنٹ سے وضاحت طلب کی گئی۔

حکومتِ پنجاب نے پرزنز ایکٹ 1894 کو پنجاب پریزن اینڈ کریکشن سروس ایکٹ 2019 سے تبدیل کرنے کی تجویز پیش کی ہے۔اس قانون کے تحت،صوبے میں قیدیوں کے تحفظ،صحت اور ان کے ساتھ برتاو کی نگرانی کے لیے ایک ادارہ قائم کیا جائے گا جسے معائنے کے لیے کسی بھی حدود میں داخل ہونے،اعداد وشمار اور ریکارڈ حاصل کرنے کے اختیارات حاصل ہوں گے۔

سال کے آغاز پر فیصل آباد سینٹرل جیل کے 300 قیدی ہیپاٹائٹس بی اور سی کے مریض تھے۔مزید 32 ایچ آئی وی ،ایڈز کا شکار تھے۔ڈاکٹروں کے مطابق حالیہ مہینوں میں قیدیوں میں جگر کے متعدی امراض بڑھ گئے تھے۔سکریننگ سے 5 قیدیوں میں آتشک کا بھی انکشاف ہوا۔اس وقت جیل میں اپنی 1,200 کی گنجائش کے مقابلے میں تین گنا قیدی بند تھے۔

خواتین اور کم عمر قیدی

یکم دسمبر 2019 کے اعداد وشمار کے مطابق خواتین قیدیوں کی کل تعداد 753 ہے۔یہ تعداد 452 مقدمہ کا سامنا کرتی، 278 سزا یافتہ اور 23 پھانسی کی منتظر قیدیوں پر مشتمل ہے۔وفاقی محتسب کے مطابق یہ تعداد 769 ہے۔ (دیکھیے ضمیمہ 4)۔نوعمر قیدیوں کی کل تعداد 618 تھی (تمام مرد)،ان میں سے 509 مقدمات کا سامنا کر رہے تھے اور 109 سزا یافتہ تھے۔

این جی او 'دستک' کے چائلڈ رائٹس یونٹس نے پنجاب کی جیلوں میں موجود بچوں پر ایک تفصیلی رپورٹ مرتب کی جس سے قانون کی کچھ چونکا دینے والی خلاف ورزیوں کا انکشاف ہوا۔ بچوں پر اب بھی ایسے مقدمات چل رہے ہیں جن میں اُنھیں سزائے موت یا عمر قید ہوسکتی ہے۔

بچوں کو مزدوری سے روکنے والے قانون کے باوجود عدالتیں انھیں قید با مشقت کی سزا سنائے جا رہی ہیں۔ رپورٹ کے لیے کیے گئے انٹرویو میں تقریباً تمام بچوں کا کہنا تھا کہ انھیں مختلف دورانیوں کے لیے پولیس تحویل میں دیا گیا تھا جس میں انھیں تشدد، زیادتی اور بدسلوکی کا سامنا کرنا پڑا۔

قانون 16 سال سے کم عمر والوں کو پولیس کی تحویل میں رکھنے کی اجازت نہیں دیتا۔ بچوں کو بالغ قیدیوں سے علیحدہ کیے بنا اور دورے کے قواعد کی واضح پالیسی کے بغیر ضلعی اور سینٹرل جیلوں میں بھیجا جا رہا ہے کہ جہاں وہ مجرمانہ عناصر بھی پہنچ سکتے ہوں جن کے ساتھ وہ کبھی ملوث رہے۔

ایچ آر سی پی نے اگست میں آئی جی، پولیس سے ملاقات کی اور زیرِ حراست کم عمر افراد کے تحفظ، بالخصوص قیدیوں کے بچوں کے حوالے سے گفتگو کی۔ آئی جی، پولیس نے اپنے ماتحت افسران کو ایچ آر سی پی کی سفارشات پر عمل کو یقینی بنانے اور پولیس سے متعلق معاملات میں کمیشن سے تعاون کی ہدایت کی۔

سوچ، ضمیر اور مذہب کی آزادی

پچھلے کئی سالوں سے اقلیتی برادری پر مذہبی محرکات کے تحت خوف ناک حملے ہو رہے ہیں اور تشدد، تعصّبات اور عدم مساوات کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنے کی تمام کاوشیں ناکافی رہی ہیں۔

2019 کے دوران میں اقلیتوں نے 2014 میں دیے گئے ایک سابق چیف جسٹس کے فیصلے کے اطلاق کا مطالبہ کیا جو ان کے مطابق ان کے مطالبات کا جامع بیان ہے۔ ان ہدایات میں مذہبی رواداری کی حکمتِ عملی تیار کرنے والی ٹاسک فورس کی تشکیل، نصابی اصلاحات، میڈیا پر نفرت انگیز تقریر پر کارروائی، عبادت گاہوں کی حفاظت کے لیے ایک خاص پولیس فورس مامور کیا جانا اور بے حرمتی کے مقدمات کا فوری اندراج شامل تھیں۔

ان ہدایات میں سے ایک پر عمل درآمد کے لیے اکتوبر میں دیا گیا سپریم کورٹ کا فیصلہ نکتہ آغاز ہے جو طویل عرصے سے التوا کا شکار ہے۔ اقلیتوں کے بنیادی حقوق اور مذہبی آزادی کے تحفظ سے متعلق ہوئے فیصلے کی تعمیل کو یقینی بنانے کے لیے خصوصی بینچ تشکیل دیا جائے گا۔ تاہم یہ دیکھنا ابھی باقی ہے کہ وفاقی سطح پر یہ عمل کتنا موثر اور تیز تر ہوگا۔

دریں اثنا حکومتِ پنجاب نے مذہبی شمولیت اور ہم آہنگی کے فروغ کے لیے کیے گئے وعدوں کی تکمیل پر عمل پیرا ہونے کا خوش آئند اشارہ دیا ہے۔

دسمبر 2018 کے اختتام پر حکومتِ پنجاب کے اس محکمے کے وزیر نے ایمپاورمنٹ پیکیج 2018 اور صوبے میں انسانی حقوق کی پالیسیوں کے اطلاق کی نگرانی کے لیے ٹاسک فورس تشکیل دینے کا اعلان کیا۔

اس ایمپاورمنٹ پیکیج میں ملازمت اور تعلیم کے کوٹے پر عمل درآمد، قیدیوں کی سزاؤں میں کمی 'ہنر مندی کی تربیت' نیا پاکستان ہاؤسنگ سکیم میں کوٹا اور مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے بچوں کے لیے سرکاری سکولوں میں مذہبی تعلیم شامل ہیں۔ غیر مسلم طلبا کے لیے 25 ملین کے وظائف بھی مختص کیے گئے۔

نومبر میں اقلیتوں کے حقوق کے ایک عوامی کمیشن سے ملاقات کے بعد وزیرِ اعلیٰ پنجاب نے مذہبی دِنوں پر چھٹیوں جیسے امور سمیت غیر مسلم ملازمین کے حقوق کی تفصیلات جمع کرانے کی ہدایات جاری کیں۔

اضافی طور پر غیر مسلم ریسرچ اینڈ پوسٹ گریجویٹ طلبا کے لیے 25 ملین کے وظائف بھی مختص کیے گئے۔

مذہبی امتیاز

ایچ آر سی پی نے ایک رپورٹ خانیوال، بہاول پور اور رحیم یار خان میں کی گئی فیکٹ فائنڈنگ میں جنوبی پنجاب میں اقلیتی برادری کے خلاف امتیازی سلوک کی اقسام اور نوعیت کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ یہ اضلاع ان میں ہندو اور مسیحی اقلیتوں کی تھوڑی مگر اہم تعداد میں موجودگی کی بنا پر منتخب کیے گئے۔

ان نتائج کی بنیاد پر ایچ آر سی پی نے اقلیتوں کی تعلیم اور مواقع میں بہتری، سکولوں کے نصاب کے جائزہ، ملازمت کوٹے پر عمل درآمد، جبری تبدیلیِ مذہب پر پابندی، ہندو میرج ایکٹ 2017 اور کرسچن میرج اینڈ ڈائیورس ایکٹ 2019 کے جائزہ، عبادت گاہوں کے تحفظ، مذہبی رسومات اور تیوہاروں کے احترام سمیت کئی سفارشات پیش کیں۔ اس رپورٹ میں پنجاب کی مختلف صنعتوں میں مذہبی بنیادوں پر اقلیتوں کے استحصال سے بھی خبردار کیا گیا اور حکومت پر زور دیا گیا کہ وہ جنوبی پنجاب کی اقلیتی برادری کو صاف پانی کی فراہمی کے معاملے پر فوری توجہ دے۔

فروری میں مختلف سیاسی وابستگیاں رکھنے والے ارکانِ صوبائی اسمبلی کے ایک گروہ نے پنجاب کری کلم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ میں اقلیتوں کی نمائندگی کے لیے کم از کم ایک خاتون اور ایک ماہر شامل کرنے کی سفارشات کو حتمی شکل دی۔ ان سفارشات کو پنجاب کریکلم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ ایکٹ 2015 کے سیکشن 8 میں ترمیم کے لیے بل کی شکل میں پیش کیا جائے گا۔

احمدی

احمدی برادری کو سرکاری عہدے پر فائز ہونے کی اہلیت، انتخابات لڑنے، مذہبی مواد کی اشاعت اور اس کی تقسیم، کاروبار اور عبادت گاہوں کی مسماری اور بے حرمتی جیسے معاملات میں مسلسل جبر اور امتیازی سلوک کا سامنا رہا ہے۔

اکتوبر میں، بہاول پور میں انسدادِ تجاوزات کی ایک مہم کے دوران میں بہاول پور میں ایک 70 سال پرانی احمدی عبادت گاہ پر ایک واقعہ رونما ہوا۔ جب ٹیم ایک غیر قانونی ڈھانچے کو مسمار کرنے کے حکم پر عمل کرنے پہنچی تو دوسرے عناصر بھی ملوث ہو گئے جس کے نتیجے میں ہونے والے تصادم سے عمارت کے کچھ حصوں کو نقصان پہنچا۔ دو احمدیوں پر اس کارروائی میں رُکاوٹ ڈالنے جب کہ مسلم برادری کے ایک رُکن پر احمدیوں کے خلاف بینر لگانے کا الزام عائد کیا گیا۔ جماعتِ احمدیہ پاکستان کے ترجمان نے دعویٰ کیا کہ مذکورہ عمارت کو کسی پیشگی اطلاع کے بغیر نقصان پہنچایا گیا اور وقوعے کی ویڈیو بنانے والے دو احمدیوں پر مقدمہ درج کیا گیا۔

جون میں واہ کینٹ میں چار نوجوانوں نے کرکٹ کھیل کر گھر واپس جاتے ہوئے جماعتِ احمدیہ کی عبادت گاہ کے چوکیدار کے کیبن کو آگ لگا دی۔ انھیں سی سی ٹی وی کیمرے سے شناخت کر لیا گیا اور وہ گرفتار ہو گئے۔

مسیحی

اپریل میں لاہور ہائی کورٹ نے ایک 14 سالہ مسیحی لڑکی کی فیصل آباد میں ایک مسلمان شخص محمد ظفر کی غیر قانونی تحویل سے بازیابی اور اسے اس کے گھر والوں کے پاس بھیجنے کا حکم دیا۔ اس نے تصدیق کی کہ اسے اغوا کر کے ظفر کو بیچا گیا تھا جس نے اسے شادی سے پہلے مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا۔ ایک مقامی مدرسے کے سٹرٹیفکیٹ کے مطابق لڑکی نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کیا اور اس کا نام عائشہ رکھا گیا تھا۔

ستمبر میں حافظ آباد کی ایک پندرہ سالہ لڑکی شیخوپورہ کے دارالامان لائی گئی۔ اس مسیحی لڑکی کو ایک مدرسے سے بازیاب کیا گیا تھا جہاں اسے اس کا سکول پرنسپل لے کر گیا تھا۔ بچی کے مطابق اس کے استاد نے اسے کہا تھا کہ چونکہ وہ عربی پڑھ رہی ہے اس لیے خود بخود مسلمان ہو گئی ہے۔

اس کے والدین نے انسانی حقوق اور اقلیتی امور کے وزیر کو براہِ راست شکایت کی جنھوں نے پولیس کو اسے بچانے کا حکم دیا۔ پرنسپل کے بارے میں یہ بھی بتایا گیا کہ اس نے اسلام قبول کرنے کی صورت میں لڑکی کے والدین کو معاوضے کی پیشکش کی تھی۔

ہندو

اغوا اور جبری تبدیلیِ مذہب کے واقعات اور یہ تنازع کہ لڑکی نے اپنی مرضی سے مذہب تبدیل کر کے شادی کی ساتھ ساتھ ہی جنم لیتے ہیں۔

اپریل میں ہندو برادری کے ایک گروہ نے رحیم یار خان کی سڑکوں پر لڑکیوں کے جبری تبدیلیِ مذہب کے خلاف احتجاج کیا۔ مارچ میں ایک کم عمر لڑکی کو مبینہ طور پر ایک بارسوخ آدمی نے اغوا کیا اور اسے کراچی لے گیا۔ اس کے والد نے دعویٰ کیا کہ اس سے ایک مدرسے میں زبردستی مذہب تبدیل کروایا گیا، اس کا نام نور فاطمہ رکھا گیا اور اس تقریب کی ویڈیو سوشل میڈیا پر ڈال دی گئی۔

تین افراد پر الزام عائد کیا گیا کہ انھوں نے بہاول پور میں ایک 12 سالہ ہندو لڑکی کشما لا دیوی کو اس وقت اغوا کیا جب وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ فصل کی کٹائی کے لیے دو مشتبہ افراد کے کھیتوں میں گئی۔

اکتوبر میں ہندو برادری نے سیالکوٹ میں ایک ہزار سال پرانے شوالا تیجا سنگھ مندر میں دیوالی منائی جس کی تزئین و آرائش 72 سال بعد کی گئی۔

سِکھ

سِکھ یاتریوں کے لیے نومبر میں کرتار پور راہداری کی تکمیل اور افتتاح صحیح سمت میں ایک اور قدم تھا۔

سیّاحوں کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے ’پنجاب ٹورسٹ پولیس‘ تشکیل دی گئی اور کرتار پور ضلع نارووال آنے والے

لاہور میں واہگہ ریلوے سٹیشن پر خوش وخرم سکھ یاتری

یاتریوں کے تحفظ کے لیے 100 سے زائد ملازمین کو تعینات کیا گیا۔

جنوری میں گورنر ہاؤس کی تاریخ میں پہلی مرتبہ، ایک سکھ آفیسر پون سنگھ اروڑا پبلک ریلیشنز آفیسر ٹو دی پنجاب گورنر کے عہدے پر تعینات ہوئے۔

سیالکوٹ میں کئی دہائیوں کے بعد تاریخی بابے دی بیری گردوارا تزئین و آرائش کے بعد فروری میں دوبارہ کھولا گیا تاکہ سکھ برادری اپنی مذہبی رسومات ادا کر سکے۔

آزادیِ اظہارِ رائے

پریس کی آزادی

دسمبر میں انٹرنیشنل فیڈریشن فار ہیومن رائٹس بشمول ایچ آر سی پی نے ایک مشترکہ بیان میں وزیرِ اعظم، صدر اور وفاقی وزیر برائے انسانی حقوق سے مطالبہ کیا کہ وہ صحافیوں کی زندگی اور آزادی کے تحفظ کو یقینی بنا کر اپنی آئینی ذمہ داری پوری کریں تاکہ وہ اپنے پیشہ ورانہ فرائض انجام دینے کے قابل ہوں۔

حکام پر زور دیا گیا کہ وہ ذرائع ابلاغ کی خودمختاری اور رائے اور اظہار کی آزادی کے حق کا تحفظ کریں اور صحافیوں پر تشدد کرنے والوں کو جوابدہ ٹھہرائیں۔

اکتوبر میں کمیٹی ٹو پروٹیکٹ جرنلسٹس ایشیا پروگرام کے کوآرڈینیٹر سٹیو بٹلر کو پاکستان داخلے سے انکار پر پہلی عاصمہ جہانگیر کانفرنس، پاکستان میں الیکٹرانک اینڈ پرنٹ میڈیا (اظہارِ رائے کی آزادی) 'سیشن سے پہلے ایک منٹ کی خاموشی

اختیار کی گئی۔ سٹیو بٹلر کو لاہور سے جہاں انھیں اس کانفرنس میں خطاب کرنا تھا، دوحہ کی فلائٹ پر واپس بھیج دیا گیا جہاں سے وہ واشنگٹن ڈی سی روانہ ہو گئے۔ ان کے پاس باضابطہ صحافیوں والا ویزا تھا لیکن انھیں بتایا گیا کہ ان کا نام وزارتِ داخلہ کی 'داخلہ ممنوع' فہرست میں شامل ہے۔

معلومات کا حق

پنجاب حکومت نے فروری میں ٹرانسپیرینسی اینڈ رائٹ ٹو انفارمیشن ایکٹ کے مکمل نفاذ کا فیصلہ کیا، جس میں تمام محکموں کو فوری طور پر چیف پبلک انفارمیشن آفیسر کے تقرر کی ہدایت کی گئی تھی اور باور کروایا گیا تھا کہ شہریوں کی درخواست پر معلومات فراہم کرنا ان کا قانونی فرض ہے۔

جون میں صوبائی اسمبلی کے ایک رکن نے آر ٹی آئی قانون کے ناقص نفاذ پر بحث کے لیے پنجاب اسمبلی میں تحریکِ التوا داخل کی لیکن دعویٰ کیا کہ اسے سپیکر نے مسترد کر دیا۔ قانون سازی کے باوجود بتایا جاتا ہے کہ عوامی ادارے معلومات دینے سے کتراتے ہیں۔

ڈان اخبار کے دفاتر پر حملے کے فوراً بعد ایچ آر سی پی کو اطلاع ملی کہ پاک فوج کے تحت چلنے والے ریئل اسٹیٹ کے ادارے، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی، نے اخبار کی تقسیم کو روک دیا ہے۔

اخبار کی تقسیم کی اِسی نوعیت کی پابندیاں کئی شہروں میں مئی 2019 میں بھی لگی تھیں۔

ایف آئی ڈی ایچ کے بیان میں بھی ڈان جیسے اخبار کی تقسیم پر پابندی ختم کر کے لوگوں کے معلومات کے حق کے احترام پر زور دیا گیا تھا۔

نفرت انگیزی

خبروں میں سامنے آنے والے 'نفرت انگیز تقریر' کے کیس وہی ہوتے ہیں یا سمجھے جاتے ہیں جن کے مخاطب ریاست یا ادارے ہوتے ہیں جن میں عموماً سول سوسائٹی اور میڈیا پر ریاست مخالف ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے۔

نفرت انگیز اور تشدد پر اکسانے والی تقریر کے خلاف قانون موجود ہونے کے باوجود حکام نے صحافیوں کو ڈرانے دھمکانے کے خلاف کوئی کارروائی کی ہے اور نہ میڈیا پر ہونے والے حملوں کی مذمت۔

سینئر صوبائی وزیر عبدالعلیم خان نے جنوری میں لاہور میں آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی کی ایگزیکٹو باڈی کے وفد کو بتایا کہ میڈیا ریاست کا ایک اہم ستون ہے اور اخبارات اور ٹیلی ویژن چینلز حکومت پر تنقید کرنے کے لیے آزاد ہیں۔ انھوں نے صحافیوں کو دعوت دی کہ وہ گورننس کی کوتاہیوں کی نشان دہی کریں اور کہا کہ ان کو دور کیا جائے گا۔ انھوں نے مزید یقین دہانی کرائی کہ حکومت اخباری صنعت کو درپیش مسائل کو حل کرنے میں مکمل تعاون کرے گی اور اس مقصد کے لیے وزیرِ اعلیٰ کے ساتھ ایک ملاقات کا اہتمام کیا جائے گا۔

یہ ملاقات کبھی نہ ہوسکی۔ علیم خان کو اگلے ہی ماہ نیب نے گرفتار کیا اور وہ اُسی دن مستعفی ہو گئے۔ وزیرِ اعلیٰ نے محکمہ خزانہ کو اخبارات اور میڈیا ہاؤسز کو ترجیحی بنیادوں پر اشتہار کے واجبات ادا کرنے کی ہدایت کی۔

آزادیِ اظہارِ رائے کا وعدہ زیادہ کامیاب نہیں رہا۔ نہ ہی جائز اظہارِ رائے یا حقائق کے بیان اور مذہبی یا نسلی اقلیتوں کے خلاف نفرت اور تشدد پر اکسانے میں ظاہری طور پر کوئی فرق روا رکھا جاتا ہے۔

حکومت کے خلاف قابلِ اعتراض تقریر کرنے یا ریاستی اداروں کے خلاف ہتک آمیز مواد اپ لوڈ کرنے کے الزامات پر متعدد گرفتاریاں عمل میں لائی گئیں۔

میڈیا کنٹرول

سیاستدانوں کے انٹرویوز یا تقاریر کو ٹی وی چینلز پر نشر کرنے پر یہ کہہ کر پابندی عائد کر دی گئی تھی کہ ان کے مقدمات زیرِ سماعت ہیں یا وہ سزا یافتہ قیدی ہیں۔ ایسا کس قانون کے تحت کیا گیا تھا واضح نہیں۔

بعدازاں، نامعلوم حکام کی طرف سے اسی نوعیت کی پابندی جے یو آئی۔ایف کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن کی تقاریر پر بھی عائد کر دی گئی۔ پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی نے انکار کیا کہ اس نے ایسی ہدایات جاری کی تھیں لیکن تمام ٹی وی چینلز اس پابندی پر عمل پیرا ہوئے۔

آزادیِ نقل وحرکت

سرکاری پابندیاں

اکتوبر میں، آئی جی، پولیس، پنجاب نے صوبائی اور ضلعی چیک پوسٹوں کے سوا، صوبے بھر میں ناکے ہٹانے کی ہدایت کی۔ نئے معیاری طریقہ کار جاری کیے گئے اور ان پر سختی سے عمل درآمد کا حکم دیا گیا۔ سی سی ٹی وی کیمرے گاڑیوں اور چیک پوسٹوں پر موجود آپریشنل سرگرمیوں میں مصروف اہل کاروں کی نگرانی کریں گے۔

احتجاج اور رکاوٹیں

احتجاج اور دھرنے، صوبہ بھر کے شہروں، خاص طور پر لاہور میں، نقل وحرکت میں رکاوٹ کا باعث بنے۔ کچھ موٹر سواروں نے شکایت کی کہ ٹریفک پولیس حالات کو قابو کرنے میں ناکام رہی اور اس نے کسی بھی طرح متبادل راستوں کی منصوبہ بندی نہیں کی۔

قتل، حکام کی جانب سے کارروائی نہ ہونے، یا تحقیقات کے حوالے سے پولیس کی مبینہ بے حسی کے خلاف سڑکوں پر نکل کر احتجاج کرنے کا رواج بدستور قائم رہا۔ جنوری میں ایک حادثے میں مدرسہ کے دو طلبا کی ہلاکت کے خلاف احتجاج میں آٹھ مظاہرین کو گرفتار اور لودھراں روڈ بلاک کرنے پر 175 دیگر افراد کے خلاف مقدمہ درج کیا گیا۔

اکتوبر میں نام نہاد ملک گیر آزادی مارچ خلل اور انتشار کا باعث بنا۔ مارچ میں رکاوٹ ڈالنے کے لیے بعض جگہوں پر سامان سے لدے کنٹینرز کو سڑکوں کے درمیان رکھا گیا۔

عسکریت پسندی اور انسدادِ شورش کے اقدامات

مئی میں لاہور میں داتا دربار کے دروازے پر ایک خودکش بمبار نے پولیس وین کو نشانہ بنایا۔ دھماکے میں پانچ پولیس اہل کاروں سمیت ایک درجن سے زائد افراد ہلاک اور دیگر 25 زخمی ہوئے۔ واقعہ کی ذِمہ داری جماعت الاحرار کی ایک شاخ حزب احرار نے قبول کی، جس نے قانون نافذ کرنے والے اداروں پر متعدد بار حملہ کیا ہے۔

نومبر میں انسدادِ دہشت گردی عدالت کی طرف سے داتا دربار حملے کے سہولت کار کو موت کی سزا سنائے جانے کے ایک دن بعد، ایک کھڑے ہوئے رکشا میں بم پھٹنے سے 14 افراد زخمی ہوئے۔

پنجاب پولیس کے انسداد دہشت گردی وِنگ اور انٹیلی جنس بیورو نے مئی میں صوبے سے دہشت گردوں اور دہشت گردی کے خاتمے کے لیے مفاہمت کی یادداشت پر دستخط کیے۔ معاہدے کے تحت دہشت گرد تنظیموں اور ان کی سرگرمیوں کے بارے میں معلومات اکٹھا کرنے کے لیے مشترکہ آپریشن ٹیمیں تشکیل دی جائیں گی۔

کرتارپور راہداری

ویزا فری، کرتارپور راہداری کا 9 نومبر کو باضابطہ طور پر افتتاح کیا گیا جس کے نتیجے میں ہندوستانی سکھوں کو گرونانک دیو کے مزار تک سفر کرنے کی آزادی حاصل ہوگئی۔ تاہم، مقامی طور پر، راہداری کی تعمیر تنازعہ کے بغیر نہیں تھی۔ ایچ آر سی پی کو کرتارپور کے چھوٹے کاشت کاروں کی طرف سے متعدد شکایات موصول ہوئی ہیں جن کی اراضی راہداری کے منصوبہ کی نذر ہوگئی۔ ایک فیکٹ فائنڈنگ مشن کے مطابق زمین کے مالکان کو حکومت کے منصوبوں کے بارے میں پیشگی اطلاع نہیں تھی اور نہ ہی متاثرہ لوگوں کی اکثریت کو بتایا گیا تھا کہ انھیں کیسے اور کب معاوضہ دیا جائے گا۔

انجمن سازی کی آزادی

مطالبات کا اظہار

صنعتی حادثات کی بہتات، طویل اوقاتِ کار اور کم اُجرت، صحت و تحفظ کے نہایت خراب انتظامات، معائنے کی کمی، لیبر ریلیشنز اور سماجی تحفظ کی عدم موجودگی جیسے تمام حقائق یونین سازی کے نہ ہونے کی عکاس ہیں۔ ان کے مفادات کا تحفظ کرنے والے تنظیمی ڈھانچے کے بغیر مزدور استحصال، سخت حالات اور صحت کے خطرات سے دوچار رہ جاتے ہیں۔

مزدوروں کے گروہوں کو کام کی مناسب شرائط، محفوظ ماحول، مناسب تنخواہ اور ملازمتی تحفظ جیسے قانونی حقوق کے لیے بھی عوامی احتجاج کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ بار بار وہی گروہ ایک جیسے مطالبات کے ساتھ سڑکوں پر مظاہرے کرتے نظر

لیڈی ہیلتھ ورکرز کئی سالوں سے تنخواہوں کی ادائیگی، ملازمتی ڈھانچے اور سیکیورٹی جیسے مسائل پر احتجاج کر رہی ہیں

آتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ ان کے مسائل حل کرنے کے وعدے سالہا سال سے پورے نہیں ہوئے۔

لیڈی ہیلتھ ورکرز کئی سالوں سے تنخواہوں کی ادائیگی، ملازمتی ڈھانچے اور تحفظ جیسے مسائل پر احتجاج کر رہی ہیں۔ دو ہزار انیس میں پنجاب اسمبلی کے سامنے ہوئے چار روزہ مظاہرے میں ورکرز اور سپر وائزرز کی تنخواہوں میں اضافے، سوشل سیکیورٹی رجسٹریشن، پینشن، مفت علاج، ہفتے میں کام کرنے کے 60 گھنٹے، ٹرانسپورٹ اور ڈیوٹی کے اوقات میں کھانا اور پانی الاؤنس جیسے واضح مطالبات کیے گئے۔ ان مطالبات پر غور کرنے کے لیے کمیٹی بنانے کے حکومتِ پنجاب کے وعدے کے بعد یہ احتجاج ختم ہوا۔

نابینا افراد کا سڑکوں پر نظر آنا اب معمول بن چکا ہے۔ یہ لوگوں کا ایک اور ایسا ہی گروہ ہے جسے جھوٹے وعدوں کے فریب میں رکھا جاتا ہے۔ انھوں نے، جن میں سے کثیر تعداد روزانہ کی اُجرت پر کام کرنے والوں کی تھی، اپنی ملازمت کو مستقل کرنے کے مطالبے کے ساتھ پنجاب اسمبلی کے سامنے دوبارہ احتجاج کیا۔

کام کی جگہ پر نمائندگی

ملازمت کی جگہ پر خواتین اب بھی عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ ہیومن رائٹس واچ نے جنوری میں لاہور، حافظ آباد اور کراچی میں لیے گئے انٹرویوز کی بنیاد پر، گارمنٹس انڈسٹری میں بدسلوکی اور غیر منصفانہ روّیوں کا احاطہ کرتی رپورٹ 'نو رُوم ٹو بارگین' شائع کی۔

رپورٹ کے مطابق مینوفیکچرنگ لیبر فورس سے تعلق رکھنے والے 38 فیصد لوگ اس صنعت سے وابستہ ہیں۔ لیکن کارکن

ملازمت کا تحفظ نہ ہونے، ’حکومت کے ناقص معائنوں اور نفاذ اور خود مختار یونینوں کے خلاف جارحانہ حربوں‘ کے شیطانی دائرے میں پھنسے ہیں۔ گو کہ حالات مردوں اور خواتین دونوں کے لیے یکساں ہیں تاہم خواتین کو جسمانی اور زبانی زیادتیوں کا سامنا کرنا اور حاملہ ہو جانے کی صورت میں ملازمت سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔

فیکٹریوں میں ملازم عموماً قلیل مُدّتی معاہدوں پر رکھے جاتے ہیں تاکہ ان کے یونین کی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی حوصلہ شکنی ہو۔ یونین کے نمائندوں کو برطرف یا ہراساں کیا جاتا ہے اور صرف انتظامیہ کی حامی یونینوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

طلبا یونین

نومبر کے آغاز میں ملک بھر میں ترقی پسند طلبا تنظیموں نے سٹوڈنٹ ایکشن کمیٹی تشکیل دی تاکہ طلبا یونینوں کی بحالی اور تعلیمی بجٹ میں کٹوتیوں، یونیورسٹیوں میں ہراساں کرنے کے واقعات، تعلیمی اداروں میں سیکیورٹی فورسز کی مداخلت، طلبا پر تشدد کے واقعات، تعلیمی ڈھانچے کے فقدان اور اظہارِ رائے پر پابندی کے خلاف اقدام کو مربوط شکل دی جا سکے۔

ہزاروں طلبا، سیاسی اور سول سوسائٹی کے ارکان، مزدور نمائندوں اور اساتذہ نے 29 نومبر کو لاہور میں مارچ میں شرکت کی۔

تقریباً دو سال پہلے سینیٹ نے ایک قرارداد منظور کی تھی جس میں تسلیم کیا گیا تھا کہ آئین انجمن سازی کا حق دیتا ہے، تاہم اس پر کوئی پیش رفت نہ ہوئی۔ طلبا نے اس عزم کا اظہار کیا کہ اگر تین مہینوں میں یونینوں کو بحال نہ کیا گیا تو وہ عدالت کا رُخ کریں گے اور مطالبات تسلیم نہ کیے جانے کی صورت میں وہ اسلام آباد تک مارچ کرنے سے بھی گریز

سٹوڈنٹ یکجہتی مارچ۔ مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے شرکاء

نہیں کریں گے۔

پنجاب یونیورسٹی میں اسلامی جمعیت طلبا کے کارکنوں، جن کا اثر ورسوخ بڑھتا محسوس ہو رہا ہے، کے بھڑکانے پر جھڑپوں کے واقعات معمول بن گئے ہیں۔

مارچ میں ان کے ایک گروہ نے ایک طالب علم کو اپنی خاتون ہم جماعت کے ساتھ کیفے ٹیریا جانے پر مارا پیٹا اور گالیاں دیں۔ پھر نومبر میں اپنے ہاسٹل کے باہر نئے طلبا کے لیے منعقدہ پنجابی کونسل کی ریلی کو روک دیا۔ اس تصادم کے نتیجے میں ہونے والی ہوائی فائرنگ میں دونوں طرف کے سات طلبا زخمی ہو گئے جن میں سے ایک کی حالت تشویش ناک تھی۔

پنجاب یونیورسٹی کی انتظامیہ نے دو طلبا کو ناپسندیدہ قرار دیا، چار کو نکال دیا، پانچ کو دس دس ہزار روپے جرمانہ کیا اور چار کو اس پُرتشدد سرگرمی میں ملوث ہونے کے الزام میں وارننگ جاری کی جسے طلبا نے مسترد کر دیا۔

این جی اوز کے خلاف کارروائی

مارچ میں، مبینہ طور پر وزارتِ داخلہ اور مقامی انتظامیہ نے پولیس اور انٹیلی جینس کے افسران کے تعاون سے، دہشت گردی کے خلاف نیشنل ایکشن پلان کے تحت راولپنڈی اور ٹیکسلا کی چار این جی اوز کے دفاتر سیل کر دیے۔

جولائی میں بہاول پور میں 254 این جی اوز اور دوسرے غیر نفع بخش نجی اداروں کی رجسٹریشن منسوخ کر دی گئی۔ ضلعی انتظامیہ کو اطلاع ملی تھی کہ ان میں سے زیادہ تر کو طویل عرصے سے غیر فعال ہونے کے باوجود امداد مل رہی ہے۔

جولائی ہی میں لاہور کے ڈپٹی کمشنر نے 7,267 غیر فعال این جی اوز، غیر نفع بخش اداروں اور سوسائٹیوں کی رجسٹریشن منسوخ کر دی۔ یہ کارروائی دہشت گردی کی مالی اعانت اور منی لانڈرنگ پر قابو پانے کے لیے فنانشل ایکشن ٹاسک فورس کی ہدایات کے تحت کی گئی۔

اجتماع کی آزادی

عوامی مظاہروں کی تخفیف

مظاہروں، مارچوں اور دھرنوں کے باعث ٹریفک کی سست روی اور اسے دیگر راستوں پر ڈالنے پر عام شہریوں کی ناراضی بے جا نہیں ہوتی۔ یہ بھولنا آسان ہے کہ اکثر، حکام کی جانب سے کارروائی نہ کرنے، یا تنخواہوں کی عدم ادائیگی، یا عام ناانصافیوں کے خلاف مایوسی لوگوں کو کیسے سڑکوں پر کھینچ لاتی ہے۔ تاہم، مظاہرین کی جانب سے تشدد نہ ہونے کے باوجود پولیس کے دھاوے کبھی کبھار ظالمانہ اور ناجائز لگتے ہیں۔

گجرات میں پاکستان پیپلز پارٹی (پی پی پی) کے 60 کارکنوں کے خلاف جون میں نیب کے ہاتھوں ان کی پارٹی کے

شریک چیئرمین آصف علی زرداری کی گرفتاری کے خلاف احتجاجی مظاہرے کرنے اور سڑک روکنے کے الزام میں مقدمہ درج کیا گیا۔ جولائی میں فیصل آباد میں مسلم لیگ (ن) کے 3,000 کارکنوں کے خلاف حکومت مخالف تقریریں کرنے، اجازت کے بغیر ریلی نکالنے، لاوڈ سپیکر استعمال کرنے اور امن عامہ میں خلل ڈالنے کی دھمکیاں دینے کے الزامات کے تحت مقدمات درج کیے گئے۔ پولیس نے بتایا کہ ملزمان نے سڑکیں بند کرکے موٹر سوار لوگوں کو پریشانی میں ڈالا اور مقدمات حکومت کے حکم پر درج کیے گئے۔

لودھراں کے مقامی افراد نے دو نوجوانوں کی ہلاکت پر پرامن احتجاج کیا لیکن سڑک کئی گھنٹوں تک بند کیے رکھی۔ انھوں نے اس واقعہ پر کارروائی اور سابق ڈپٹی کمشنر کے حکم پر بند ایکسپریس ہائی وے یوٹرن کو دوبارہ کھولنے کا مطالبہ کیا۔ انھوں نے پولیس سے مذاکرات کے بعد اپنا احتجاج ختم کردیا لیکن 175 افراد کے خلاف مظاہرہ کرنے پر مقدمہ درج کرلیا گیا اور ان میں سے 8 افراد کو پکڑ لیا گیا۔ اطلاعات کے مطابق، دیگر افراد کی گرفتاری کے لیے چھاپے مارے گئے۔

آزادی سے استفادہ اور اس کا غلط استعمال

اکتوبر میں جمعیت علمائے اسلام (جے یو آئی۔ف) کے زیر اہتمام آزادی مارچ اسلام آباد جاتے ہوئے اہم شہروں سے، بغیر کسی ناخوشگوار واقعہ کے یا ٹریفک میں بہت خلل ڈالے، پرامن طور پر گزرا۔ بتایا گیا کہ پولیس نے مارچ میں شریک افراد کی ایک فہرست تیار کی، جس میں ان کی گاڑیوں، سول سوسائٹی اور شامل سیاسی جماعتوں اور پارٹی جھنڈوں، اور ان اشخاص کی تفصیلات شامل تھیں جنھوں نے شرکا کے لیے استقبالیہ کا اہتمام کیا۔ تمام سٹیشن ہاؤس دفاتر کے لیے اپنے علاقوں سے گزرنے والے قافلوں کے بارے میں ہر دو گھنٹے کی رپورٹس پیش کرنا لازم تھا۔

پھر، وہ لوگ ہیں جو پرامن طریقے سے جمع ہونے کے اپنے حق کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ نتیجے میں تصادم اور تشدد ہوتا ہے۔

پنجاب کارڈیالوجی انسٹی ٹیوٹ پر وکلا کا حملہ اس کی ایک مثال ہے۔ تحریک لبیک پاکستان کے صدر مولانا خادم حسین رضوی، سرپرست اعلیٰ پیر افضل قادری اور دیگر پر توہین مذہب کے ایک مقدمے میں آسیہ بی بی کی بریت کے بعد پرتشدد مظاہرے کرنے کی فرد جرم عائد کی گئی۔ ان پر الزام لگایا گیا کہ وہ ریاست کے خلاف لوگوں کو اکساتے، سرکاری اور نجی املاک کو نقصان پہنچاتے اور شہریوں میں خوف و ہراس پھیلاتے ہیں۔ لاہور ہائی کورٹ نے نومبر میں فیصلہ دیا کہ میڈیا کوریج مظاہرین کو دی مال پر جمع ہونے کی ترغیب دے رہی تھی۔

پنجاب لینڈ ریکارڈ اتھارٹی (پی ایل آر اے) کے ملازمین اور دیگر مظاہرین کے طویل احتجاج / دھرنے کے خلاف درخواست کی سماعت کرتے ہوئے عدالت نے قرار دیا کہ جب کہ پرامن احتجاج اور جلوس ایک جمہوری ملک میں تمام شہریوں کا بنیادی حق ہے... [مظاہرین] اکثر یہ بھول جاتے ہیں کہ احتجاج کا ان کا حق وہاں ختم ہو جاتا ہے جہاں دوسرے شخص کی آزادانہ نقل و حرکت اور تجارت / کاروبار کا حق شروع ہوتا ہے۔ عدالت نے مال پر ہر طرح کے احتجاج کی میڈیا کوریج پر پابندی عائد کردی اور پیمرا کو حکم دیا کہ وہ تعمیل کو یقینی بنائے۔

جمہوری ترقی

شہریوں پر اثر انداز سیاسی پیش رفت

پنجاب لوکل گورنمنٹ ایکٹ 2019 کا نفاذ کیا گیا تاکہ بعض عوامی خدمات کی موثر فراہمی کے لئے پنجاب میں مقامی حکومتوں کی تشکیل نو کی جا سکے۔ اس میں ہر تحصیل کی کونسلوں کے پاس پنجاب کے تمام علاقوں کو شہری اور دیہی مقامی علاقوں میں تقسیم کرنے، حدود کی نشان دہی، اور ان علاقوں کی درجہ بندی اور انھیں نام دیے جانے کے اختیارات ہیں۔

اس ایکٹ میں خاص طور پر شہری علاقوں کے لیے میٹروپولٹن کارپوریشنوں، میونسپل کارپوریشنوں، میونسپل کمیٹیوں اور ٹاون کمیٹیوں کا تصور پیش کیا گیا۔ پنجاب کے اضلاع کے بارے میں یہ سمجھا گیا کہ وہ اتنے بڑے ہیں کہ انھیں ضلعی سطح پر موثر انداز میں چلانا مشکل ہے۔ اس ایکٹ کے تحت اب بھی صوبائی حکومت کو کافی حد تک باقاعدہ کنٹرول برقرار رکھنے کا بندوبست کیا گیا ہے، تاہم، مقامی حکومتوں کو تعلیم، فضلہ انتظام، صحت، عمارتی ضوابط، پبلک ٹرانسپورٹ، جرائم اور عوامی نظم برقرار رکھنے میں ضرورت کے مطابق صوبائی حکام کی ہدایت کے تحت کام کرنا ہوگا۔ ایکٹ کے تحت، ہر انتخابی یونٹ میں مذہبی اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے ووٹرز کے لئے ایک علیحدہ رول کے ساتھ، تمام اہل ووٹرز کا ایک رول تیار کیا جائے گا۔ انتخابی فہرست میں درج مذہبی اقلیتوں کو، عام نشستوں کے لیے ووٹ ڈالنے کے حق کے علاوہ، مذہبی اقلیتوں کے لیے مخصوص کونسلر یا کونسلرز کے انتخاب کے لیے دوسرا ووٹ ڈالنے کا حق ہوگا۔ جو بھی شخص مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور مقامی حکومت میں کسی نشست کے لیے انتخاب لڑتا ہے، اس کو انتخاب کے لیے اپنے کاغذات نامزدگی کے ساتھ ساتھ چھٹے شیڈول میں دیا گیا حلف نامہ بھی جمع کروانا ہوگا۔

پنجاب ویلج پنچایت اور نیبر ہڈ کونسل ایکٹ 2019 بھی منظور کیا گیا، جس میں صفائی، پانی کی فراہمی، آبادی کی بہبود، صحت عامہ، سیوریج اور کچرے کے انتظام جیسے کام انجام دینے کے لیے دیہی پنچایتیں اور شہری محلّہ کونسلیں تشکیل دی گئیں۔ اس قانون کے تحت الیکشن لڑنے والے اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والے کو انتخاب کے لیے اپنے کاغذات نامزدگی کے ساتھ ساتھ آٹھویں شیڈول میں دیے گئے ختم نبوت پر ایمان کا حلف نامہ بھی پیش کرنا ہوگا۔

غیر منقولہ جائیداد کے قبضے، نابالغ بچوں کی سرپرستی اور وراثت ایسے خاندانی تنازعات میں سستے اور تیز انصاف کو یقینی بنانے کے لئے پنجاب الٹرنیٹو ڈسپیوٹ ریزولیشن ایکٹ 2019 کے تحت تنازعات کے حل کا ایک متبادل نظام متعارف کرایا گیا۔

نومبر میں پنجاب لوکل گورنمنٹ ایکٹ میں ترامیم کی صوبائی کابینہ نے منظوری دی، جن کے تحت میں بلدیاتی اداروں کے انتخابات سیاسی جماعتوں یا انتخابی پینل کے ذریعے کرانے اور مذہبی اقلیتوں کو مخصوص اور عام نشستوں پر بھی ووٹ پنجاب

ڈالنے کی اجازت دی گئی۔ ریٹرننگ افسران اب نتائج کا اعلان کرسکیں گے اور انتخابی ٹریبونل انتخابی ایکٹ کے تحت کسی بھی قسم کی شکایات نمٹا سکے گا۔

انتخابات میں شرکت

الیکشن کمیشن آف پاکستان کے اپریل میں جاری کیے گئے رائے دہندگان کے تازہ ترین ضلع وار اعداد وشمار کے تجزیے سے یہ ظاہر ہوا کہ مرد اور خواتین ووٹرز کے مابین فرق 12.54 ملین تک بڑھ گیا ہے۔ 2013 کے انتخابات کے لیے رجسٹرڈ ووٹرز کے مابین صنفی فرق 10.97 ملین تھا۔

صنفی فرق کے حامل آٹھ بڑے اضلاع میں سے سات پنجاب میں تھے۔ ان میں 10 لاکھ سے زیادہ فرق والے شہر لاہور اور فیصل آباد تھے، ان کے بعد گوجرانوالا، رحیم یار خان، شیخوپورہ، سیالکوٹ اور قصور آتے ہیں۔

پنجاب ہی میں 20 اضلاع میں سے 17 میں زیادہ صنفی فرق موجود تھا۔

الیکشن کمیشن نے اکتوبر میں ساڑھے چار لاکھ نئی خواتین ووٹرز کے اندراج کا دعویٰ کیا، زیادہ تر ان علاقوں سے جہاں سماجی رکاوٹیں موجود ہیں، جیسے بلوچستان اور خیبر پختونخوا۔

الیکشن کمیشن نے کہا کہ نیشنل ڈیٹا بیس اینڈ رجسٹریشن اتھارٹی (نادرا) کی جانب سے موبائل وین کے ذریعے مفت قومی شناختی کارڈ کی خدمت کی پیش کش اور جمعہ کے دن کو خواتین کے شناختی کارڈ کیلیے مخصوص کرنے سے اس عمل میں مدد ملی۔ ای سی پی نے تمام سٹیک ہولڈرز سے مشاورت کی سفارشات پر مبنی لائحہ عمل تیار کیا۔ یہ رپورٹ مارچ میں وفاقی اور صوبائی حکومت کو پیش کی گئی لیکن اسے قانون کے تحت 60 دن کی مدت کے باوجود ابھی پانچوں ایوانوں میں پیش کرنا باقی تھا۔

خواتین

قانون سازی

پنجاب حکومت نے آخر کار پنجاب ڈومیسٹک ورکرز ایکٹ 2019 منظور کر لیا۔ اس قانون کے تحت گھریلو ملازمین کے بچوں، بوڑھوں، بیماروں اور پیدائش/ پیدائش کے بعد کی دیکھ بھال ایسی گھریلو خدمات فراہم کرنے والے افراد کے طور پر ان کے حقوق کو تسلیم کیا گیا۔

ایکٹ کے تحت، ان کی ملازمت کی شرائط اور کام کے حالات کو باقاعدہ بنایا جائے گا اور انہیں سماجی تحفظ فراہم کیا جائے گا۔

اس کے فوراً ہی بعد لاہور ہائی کورٹ نے حکومت کو اس کے نفاذ کو یقینی بنانے کی ہدایت کی۔

اس قانون کو کس طرح نافذ کرنا ہے، یہ ایک کھلا سوال ہے، کیوں کہ گھریلو ملازمت اپنی نوعیت کی وجہ سے بند دروازوں کے پیچھے ہوتی ہے۔ لاہور ہائی کورٹ نے بجا طور پر نشان دہی کی کہ عام لوگوں میں شعور اجاگر کرنے کی ضرورت ہے، لیکن اس حکمت عملی کا انحصار گھر کے مالکان پر ہے کہ وہ قانون پر کس طرح عمل پیرا ہوتے ہیں۔

اکثر گھریلو ملازمین اپنی ملازمت کھو جانے یا اس سے بھی بدتر کچھ ہونے کے خوف سے جرائم کی اطلاع دینے میں ہچکچاتے ہیں۔ ظلم کے بیشتر واقعات اس وقت سامنے آتے ہیں جب پڑوسی ان کی اطلاع حکام کو دیتے ہیں۔ ملک بھر میں گھروں میں گھریلو ملازم رکھے جاتے ہیں، جن میں زیادہ تر خواتین، تعداد اندازاً 80 لاکھ سے 110 لاکھ کے درمیان، اور بچے ہوتے ہیں۔

گو کہ مالکان کا قانون کے تحت اپنے ملازمین کا اندراج کرانا اور اجرت اور کام کے حالات سے متعلق مصدقہ معلومات فراہم کرنا اور ایک دن میں آٹھ گھنٹے تک کام کو محدود رکھنا لازم ہے، مزدوری کی اس خاص نوعیت کی نگرانی ایک ناممکن کام ہے۔

حقوق کی تنظیمیں پہلے ہی قانون میں موجود خامیوں کی نشان دہی کر چکی ہیں۔ یہ 15 سال سے کم عمر بچوں ہی تک محدود ہے۔ خواتین 12 ہفتوں کے بجائے صرف چھ ہفتوں کی زچگی کی چھٹی کی حق دار ہیں، اور جرمانے بچے کی عمر کے لحاظ سے مختلف ہیں [دیکھیے 'بچے']۔

جولائی 2019 میں، اسلام آباد ہائی کورٹ نے تین افراد کے خلاف کام کی جگہ پر جنسی ہراسانی کے قانون 'سیکشول

ہراسمینٹ ایٹ ورک پلیس ایکٹ' کے تحت جنسی طور پر ہراساں کرنے کی شکایات کو اس بنیاد پر نمٹا دیا کہ محتسب کو ایسے مقدمات نہیں سننا چاہئیں کیوں کہ 'مبینہ فعل، طرزِ عمل یا رویے جنسی نوعیت کے نہیں تھے'۔ عدالت نے کہا کہ ایکٹ میں ہراسانی کو واضح طور پر ایسے 'اعمال، پیش قدمی، درخواستوں، رویوں، طرزِ عمل وغیرہ' تک محدود کر دیا گیا تھا 'جو جنسی نوعیت کے ہوں'۔

خواتین کے خلاف تشدد

لاہور سے تعلق رکھنے والی عاصمہ عزیز کو برہنہ کر دیا گیا، مارا پیٹا گیا، اس کا سر مونڈا گیا، اور پھر اسے پائپ سے باندھ کر چھت والے پنکھے سے لٹکا دیا گیا۔ اس کا جرم؟ اس نے اپنے شوہر، جس کی زوجیت میں وہ چار سال سے تھی، اور اس کے ملازمین کے لیے ناچنے سے انکار کیا۔ اس نے بتایا کہ اس کا شوہر اکثر مار پیٹ کرتا تھا۔ یہ خاص واقعہ تو برداشت سے باہر تھا۔ وہ تشدد کی شکایت درج کروانے تھانے گئی۔ طبی معائنہ کروانے یا ایف آئی آر درج کرنے سے پہلے اہل کاروں نے اس سے رقم طلب کی۔ آخر کار اس کے شوہر اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔

اس کو اذیت دیا جانا ملک میں رائج اس بے حس اور ملکیتی ذہنیت کی علامت ہے جو پدرسری ثقافت سے جنم لیتی ہے۔ یہ ذہنیت گھر میں، سکول میں، کام پر، عوامی مقامات پر اور آن لائن، جسمانی، جنسی اور نفسیاتی طور پر اکثر و بیشتر انتہائی شکلوں میں ظاہر ہوتی ہے۔

تشدد کے خلاف قانون، پنجاب پروٹیکشن آف ویمن اگینسٹ وائلینس ایکٹ 2016، کے تحت کسی بھی جرم میں

عاصمہ عزیز کو اس کے شوہر نے اس وقت تشدد کا نشانہ بنایا جب اس نے اپنے شوہر اور اس کے ملازمین کے سامنے ناچنے سے انکار کیا

اعانت، گھریلو تشدد، جنسی تشدد، نفسیاتی استحصال، معاشی استحصال، نیز سٹاکنگ یا سائبر کرائم تمام تشدد کے زمرے میں آتے ہیں۔ گھریلو تشدد سے نمٹنے کے لیے وسیع اہتمام ہے: خواتین کو پناہ گاہوں میں رکھا جا سکتا ہے اور مدعا علیہ کو اس پر ہونے والا خرچ ادا کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ لیکن وہ خواتین جو سماجی معیارات سے بندھی ہیں یا اس سے محتاط ہیں کہ پولیس شکایت کا کیا کرے گی، ناممکن ہے کہ کوئی قانونی حل چاہیں۔

پاکستان ڈیموگرافک اینڈ ہیلتھ سروے کے مطابق 34 فی صد شادی شدہ خواتین نے اپنے شوہر کی طرف سے جسمانی، جنسی، یا جذباتی تشدد کا سامنا کیا ہے۔ 56 فی صد ایسی ہیں جنہوں نے گھریلو تشدد کا سامنا کیا اور کسی سے مدد نہیں لی یا تشدد سے مزاحمت یا اسے روکنے کے بارے میں کسی سے بات نہیں کی۔

پنجاب جینڈر پیریٹی رپورٹ 2018، دستیاب حالیہ اعداد و شمار، کے مطابق پنجاب میں 2017 میں خواتین کے خلاف تشدد کے 7,678 واقعات رپورٹ ہوئے۔ یعنی پچھلے سال درج مقدموں کے مقابلہ میں پانچ فیصد اضافہ ہوا۔ ایسے واقعات کی سب سے زیادہ تعداد (ایک ہزار) لاہور میں تھی، اس کے بعد مظفر گڑھ (756) کا نام آتا ہے۔ عدالتوں نے 7,219 مقدمات کا فیصلہ کیا۔ نہ ہونے کے برابر، صرف 315 کو سزا ہوئی اور 6,904 افراد بری ہوئے۔ پنجاب پولیس نے جنوری سے دسمبر 2019 کے دوران میں صوبے میں 3,881 عصمت دری کے اور 190 اجتماعی زیادتی کے مقدمات درج کیے۔

جولائی میں، آئی جی، پولیس، پنجاب نے صنف پر مبنی جرائم پر قابو پانے اور عصمت دری، تیزاب حملوں اور غیرت کے نام پر قتل کے متاثرین کو بروقت مدد فراہم کرنے کے لئے صوبے بھر میں خصوصی یونٹس کے قیام کا عمل شروع کیا۔

مظفر گڑھ میں ایک خصوصی صنفی جرائم یونٹ کے کامیاب پائلٹ پراجیکٹ کے بعد، ایک خاتون سب انسپکٹر، پانچ خواتین پولیس اہل کاروں اور ایک صنفی فوکل پرسن کے ساتھ، مزید یونٹوں کے لاہور، گوجرانوالہ، راولپنڈی، فیصل آباد، ملتان، رحیم یار خان، ساہیوال، شیخوپورہ اور گجرات میں قیام پر توجہ مرکوز کی جانا تھی۔ یہ یونٹ پنجاب میں کہیں بھی خواتین کو نفسیاتی، قانونی اور طبی امداد فراہم کریں گے۔

انسپکٹر جنرل، پولیس نے افسران کو ہدایت کی کہ وہ اپنے اضلاع کے تھانوں سے جرائم کی رپورٹس مرتب کرنے کے لئے ہر ضلع کے لئے 'صنفی فوکل پرسن' مقرر کرنے کے عمل کو مکمل کریں تاکہ ترجیحی طور پر روزانہ کی بنیاد پر مرکزی پولیس آفس کے ساتھ معلومات کا تبادلہ کیا جا سکے۔

فرنٹ ڈیسک، 8787 آئی جی پی شکایت مرکز، خدمت مرکز، 15 ہیلپ لائن اور صنفی جرائم سیل کے ذریعہ خواتین کو اپنی شکایت درج کرانے کو آسان بنانے کی سفارش کی گئی۔ یونٹوں سے رابطے قائم کرنے کے لئے لاہور، بہاول پور، راول پنڈی اور فیصل آباد میں دارالامان پناہ گاہوں کو بہتر بنانے کی تجویز بھی دی گئی۔

مالی اعانت کی کمی نے ملتان میں قائم پہلے مرکز کے کام کو بری طرح متاثر کیا۔ اس کے باوجود اس کو ایک کامیاب اقدام

سمجھا گیا اور اکتوبر میں لودھراں میں دوسرا مرکز کھولا گیا۔ اکتوبر میں ویمن پروٹیکشن اتھارٹی کی نئی چیئر پرسن نے اعلان کیا کہ لاہور، فیصل آباد، بہاول پور اور راول پنڈی میں مزید چار مراکز قائم کیے جائیں گے۔

خواتین اور کام

انسانی حقوق اور مذہبی امور کے وزیر نے کہا کہ خواتین کو با اختیار بنانے والے پیکیج 2019 میں حکومت کی جانب سے اٹھائے گئے مختلف اقدامات کے بارے میں ایک جامع پالیسی شامل ہے۔

پیکیج کے تحت کیے گئے اقدامات میں نجی شعبے میں روزگار کی پالیسیوں کی حوصلہ افزائی، ایگزیکٹو باڈیز اور ٹریڈ یونینوں میں عورتوں کو عہدیداروں کی حیثیت سے شامل کرنا، کارکنوں کی بیویوں کی فنی تربیت، اور اقلیت سے تعلق رکھنے والی خواتین کے لیے بلا معاوضہ پیشہ ورانہ تربیت شامل ہیں۔ خواتین کی ترقی کے محکمے کو 2019-20 کے بجٹ میں 8 ارب ملے جس میں خواتین کو با اختیار بنانےکے پیکیج کے تیسرے مرحلے کے بارے میں آگاہی مہم کے لیے رقم بھی مختص کی گئی تھی۔

پاکستان میں لیبر مارکیٹ میں خواتین کی بڑھتی ہوئی شرکت اکثر معاشی عوامل سے متاثر ہوتی ہے جو انھیں معاش کمانے پر مجبور کرتے ہیں، لیکن خواتین کے روایتی کردار کے بارے میں سماجی خیالات ابھی ہم قدم نہیں۔ ملازمت کے ساتھ ساتھ وہ گھریلو ذمہ داریوں کے بوجھ سے لدی پڑی ہوتی ہیں اور پھر بہت سی خواتین کو ملازمت کی جگہ پر امتیازی سلوک اور ہراساں کی یجانے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

خواتین کو با اختیار بنانے کے پیکیج اور کام کے مقام پر ہراساں کیے جانے کے بارے میں قانون سازی کے اثرات ابھی محسوس کیے جانا ہیں، لیکن کچھ مثبت تبدیلیاں ضرور سامنے آئیں۔

اپریل میں، لاہور ہائی کورٹ نے پنجاب میں اوتھ کمشنر کی اسامیوں کے لئے خواتین وکلا کے لیے 25 فیصد کوٹے کی منظوری دی تاکہ نئے آنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جا سکے، اور ورکرز ویلفیئر سکولوں میں کام پہ جانے والی خواتین کے بچوں کے لیے نرسری کی سہولیات سمیت 87 ڈے کیئر سنٹروں کو فعال قرار دے دیا گیا اور ساتھ ہی ایسے مراکز کے لئے گرانٹ میں اضافہ بھی کر دیا گیا۔

خواتین کے خلاف سائبر کرائم

ڈیجیٹل رائٹس فاؤنڈیشن (ڈی آر ایف) کی طرف سے جاری کردہ ایک رپورٹ میں روشنی ڈالی گئی ہے کہ آن لائن ہراساں کرنے کی شکایات میں فیس بک اور واٹس ایپ خصوصی طور پر سب سے زیادہ نمایاں رہے ہیں۔ دو سال کی مدت (دسمبر 2016 سے نومبر 2018) کے دوران میں، ڈی آر ایف سائبر ہراسانی کی ہیلپ لائن کو کل 2781 شکایات موصول ہوئیں۔ کال کرنے والوں میں سے 59 فی صد خواتین تھیں، 41 فیصد مرد تھے۔ تاہم، کئی مرد خواتین کی طرف سے کال کر رہے تھے۔ ستاون فی صد کالز پنجاب سے تھیں۔

اس نوعیت کی بلیک میلنگ کچھ عرصے سے جاری ہے۔ 2019 میں لاہور کی انسداد دہشت گردی کی ایک عدالت نے عبدالوہاب کو 24 سال قید کی سزا سنائی۔ اسے 2015 میں 200 لیڈی ڈاکٹروں کو سوشل میڈیا اکاونٹس کے ذریعے بلیک میل کرنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا۔ فیس بک پر 600 ممبروں کے ایک کلوزڈ گروپ کی خواتین کے خلاف متعصّبانہ مواد شائع کرنیکا انکشاف لاہور یونیورسٹی آف مینجمنٹ سائنسز (لمز) میں اپریل میں ہوا جس سے یہ ثابت ہوا کہ تعلیم یافتہ حلقوں میں بھی عورتوں کے لیے نفرت موجود ہے۔

جب خواتین کی عصمت دری اور بلیک میل کی خبریں سامنے آنا شروع ہوتی ہیں تو اصل حالات ظاہری صورت حال سے کہیں زیادہ سنگین ہوتے ہیں۔ راول پنڈی میں ایک شخص اور اس کی بیوی کو 45 لڑکیوں کو اغوا کرنے، ان کے ساتھ زیادتی کرنے اور انھیں بلیک میل کرنے کے لئے ویڈیو بنانے کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔ وہ اس وقت پکڑے گئے جب ان کی حالیہ شکار، ایم ایس سی کی ایک طالبہ نے جرات کے ساتھ شکایت درج کروائی۔

پولیس اس امکان کی تفتیش کر رہی تھی کہ آئی ٹی میں ماہر یہ شخص کہیں فحش فلمیں تو فروخت نہیں کر رہا تھا کیوں کہ اس نے بہت زیادہ سفر کئے تھے۔

اکتوبر میں، لاہور پولیس نے ایک جوڑے کے خلاف مقدمہ درج کیا جس پر ایک خاتون نے الزام عائد کیا کہ مرد نے اس کے ساتھ زیادتی کی جب کہ اس کی اہلیہ نے ویڈیو ریکارڈ کیں اور تصویریں لیں تا کہ اس کو بلیک میل کیا جائے اور رقم اینٹھی جائے۔ بتایا جاتا ہے کہ ملزمان نے اس جرم کا اعتراف کیا ہے۔ اس وقت، پولیس نے بتایا تھا کہ اس بارے میں تفتیش جاری ہے کہ آیا دیگر خواتین کو بھی نشانہ بنایا گیا تھا۔

نومبر میں حرا کو لاہور میں اس کے گھر کے باہر گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ دو مشتبہ افراد میں سے ایک اس کا بہنوئی تھا جس کے بارے میں پتا چلا کہ اس نے دو ماہ کے اندر 12,000 بار اس سے رابطہ کیا ہے۔ پولیس نے بتایا کہ اسے ایک ویڈیو پر بلیک میل کیا جا رہا تھا اور جب اس نے رقم ادا کرنے سے انکار کیا تو اسے ہلاک کر دیا گیا۔

ٹرانس جینڈر یا مخنث افراد

ٹرانس جینڈر یا مخنث افراد، حقوق کے تحفظ کے لئے متعدد قوانین اور پالیسیز منظور ہونے کے باوجود، تعصب اور تشدد کا شکار ہیں اور انہیں انصاف کی کوئی امید بھی نہیں۔

ستمبر میں ہڑپہ کے علاقے میں ایک ٹرانس جینڈر شخص کو اغوا کیا گیا، تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور اجتماعی عصمت دری کی گئی۔ چار دوست جھنگ کا سفر کر رہے تھے جہاں انھیں ایک میلے کے لیے بک کیا گیا تھا۔ کار روکی گئی اور 'ایس' کو کار سے باہر گھسیٹا گیا، قریب کے فارم ہاوس میں لے جایا گیا، پیٹا اور زیادتی کا نشانہ بنایا گیا۔

اطلاعات کے مطابق، ہڑپہ پولیس اس معاملے کو لینے سے گریزاں ہے کیوں کہ انہیں اور ان دو افراد کو جنہوں نے واقعے کی اطلاع دی، کو معاملہ آگے بڑھانے پر سنگین نتائج کی دھمکیاں دی گئیں۔ مقدمہ ڈسٹرکٹ آفیسر کے پاس لے

جاری

جایا گیا اور آخر کار ایک ماہ بعد درج ہوا۔ پولیس نے پانچ مشتبہ افراد کو گرفتار کیا اور ان میں سے دو کو نامزد کیا ہے۔

ٹرانسجنڈرز کے لئے کچھ مثبت اقدامات کی بھی خبر ہے۔ٹرانس جینڈر افراد کی فلاح و بہبود کے لیے سپریم کورٹ کی ہدایت پر ایک خصوصی پروجیکٹ شروع کیا جانا تھا جس میں مفت تعلیم اور صحت کی دیکھ بھال، سکریننگ، قانونی اور نفسیاتی مدد اور ٹرانس جینڈر بچوں کے لیے پناہ جیسی سہولیات ہیں۔

محکمہ خواندگی پنجاب نے فروری میں انگریزی، اردو، ریاضی اور دینی اسباق کی بنیادی تعلیم کے لیے لودھراں میں ایک خواندگی مرکز کھولا۔ پنجاب سوشل پروٹیکشن اتھارٹی نے پیمرا کو ٹی وی پروگراموں میں ٹرانسجینڈر افراد کی تضحیک پر پابندی عائد کرنے کے لئے درخواست بھی پیش کی۔

بچے

اگر کسی بچے کی زندگی کے ساتھ غربت، بھوک، غلامی اور جسمانی اور جنسی تشدد کا ذکر آئے تو یہ ہمارے معاشرے کی آج کی صورتِ حال کے خلاف سنگین فردِ جرم ہے۔ بچے، پہلے سے کہیں زیادہ، انتہائی خوف ناک جرائم اور نظر اندازی کا معصوم شکار اور ہراس خطرے سے دوچار ہیں جس کا تصور کیا جا سکے۔

قانون سازی اور بچوں کے تحفظ کا نظام

لیبر قوانین کو پاکستان کے بین الاقوامی وعدوں کے مطابق تشکیل نہیں دیا گیا ہے۔ پنجاب ڈومیسٹک ورکرز ایکٹ 2019 میں کہا گیا ہے کہ پندرہ سال سے کم عمر کسی شخص کو بھی کام کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ بچوں کے روزگار پر پابندی کا ایکٹ 2016 بچے کی تعریف ایسے فرد کے طور پر کرتا ہے جس کی عمر پندرہ سال نہ ہوئی ہو، اور پندرہ سے اٹھارہ سال کے درمیان فرد کو نوعمر قرار دیتا ہے۔

آئی ایل او منیمم ایج کنونشن (سی 138) کے آرٹیکل 3 میں کہا گیا ہے کہ 'کسی بھی قسم کی ملازمت یا ایسے کام جس کی نوعیت یا حالات اس کی صحت، حفاظت یا اخلاقیات کو خطرے میں ڈال سکتے ہوں، کے لیے نوجوان کی عمر 18 سال سے کم نہیں ہوگی۔ بچوں کے حقوق کا کنونشن، جس پر پاکستان نے دستخط کیے ہیں اور جس کی اس نے توثیق کی ہے، تمام بچوں کی بچپن کی انتہائے عمر 18 سال قرار دیتا ہے۔

پنجاب ڈومیسٹک ورکرز ایکٹ 2019 کے تحت نوعمروں کو ایسے ماحول میں کام کرنے کی اجازت دی جا رہی ہے جہاں کوئی نگرانی نہیں۔ عمر کی تصدیق بھی ایک مسئلہ ہے۔ گھروں میں ملازمت کرنے والی زیادہ تر نوجوان لڑکیوں اور خواتین کے پاس پیدائشی سرٹیفکیٹ تو درکنار قومی شناختی کارڈ تک نہیں ہیں۔ والدین اپنے بچوں کو ملازمت دلوانے کے لیے ان کی عمر اکثر غلط بتاتے ہیں، اور آجر اندازاً عمر کو آسانی سے قبول کر لیتے ہیں۔

اس ایکٹ میں بچوں کو استحصالی ملازمت سے ہٹائے جانے کے بعد شکایت یا بحالی کے طریقہ کار کی وضاحت نہیں کی گئی

ہے۔ 12 سے 15 سال تک کے بچوں کوملازمت دینے کی سزا (جرمانہ) کا 12 سال سے کم عمر بچوں کوملازمت دینے پر سزا (جرمانے یا کسی مدت کے لئے قید) سے کم ہونا سمجھ سے باہر ہے۔ اگر 15 سال تک کے بچوں کا روزگار غیر قانونی ہے تو سزا بھی ایک ہی ہونی چاہیے۔

بچوں کے خلاف تشدد

ایک دن بھی ایسا نہیں گزرتا کہ جب کم ازکم ایک بچہ استحصال، زیادتی یا قتل کا نشانہ نہ بنا ہو۔ یہ امر اس برائی کی ایک تشویش ناک یاددہانی ہے جو ہمارے اندر موجود ہے۔

کم عمر لڑکیوں اور لڑکوں کو افراد، مجرمانہ گروہوں اور بچوں کی فحش نگاری کرنے والے حلقوں کی طرف سے نشانہ بنایا جاتا رہا ہے، اور صرف چند ہی معاملات میں کوئی گرفتاری عمل میں آئی ہے۔

ستمبر میں قصور ایک بار پھر اس خاص جرم میں سب سے آگے تھا جب تحصیل چونیاں کے ریت کے ٹیلوں میں چار لڑکوں کی لاشیں ملیں۔ انہیں عصمت دری کے بعد قتل کیا گیا تھا۔ عوامی اشتعال اور مظاہروں کے دوران میں پولیس نے بالآخر اعلان کیا کہ انہوں نے 27 سالہ مجرم سہیل شہزاد کو ڈی این اے شواہد کی بنا پر گرفتار کرلیا ہے۔ اس سے قبل بھی اس کو گرفتار کیا گیا تھا۔ وہ پانچ سالہ لڑکے کے ساتھ زیادتی کے الزام میں 2011 میں گرفتار ہوا تھا اور اس نے اس جرم پر قید کاٹی تھی۔

سال کے آخر میں سہیل ایاز کو ایک خاتون کی شکایت پر راولپنڈی میں گرفتار کیا گیا جس نے بتایا کہ اس کے بیٹے کو چار دن تک نشہ دے کر زیادتی کی گئی۔ ایاز نے 30 سے زائد کم عمر بچوں سے زیادتی کا اعتراف کیا۔

برطانیہ سے جلاوطن اور اطالوی پولیس کو مطلوب، ایاز خیبر پختونخوا میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا کیوں کہ ایسا کوئی طریقہ کار موجود نہیں جس کے ذریعے برطانوی حکام پاکستان کو متنبہ کرسکیں۔ انسانی حقوق کی وزیر شیریں مزاری نے بعد میں قومی اسمبلی کو بتایا کہ حکومت نے جنسی مجرموں کا رجسٹر تیار کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

نہ تو قانون سازی سے اور نہ ہی بچوں کے استحصال اور بدسلوکی کو ختم کرنے کے بلند بانگ دعووں سے اس کی متوقع روک تھام ہوسکی ہے۔ 2018 میں زینب کے قاتل کو تیزی سے پکڑنا اور اسی تیزی سے اسے جرم کی سزا دینا ایک پیغام تھا۔ مگر ایسا لگتا ہے کہ یہ بھی غیر موثر رہا۔

بچوں کے خلاف تشدد جاری ہے اور لگتا ہے اس میں تیزی آئی ہے۔ 2015 میں قصور میں بچوں سے زیادتی کے سکینڈل کی سرکاری تحقیقات کے نتیجے میں حکام کی طرف سے پریشان کن ردعمل سامنے آیا تھا اگرچہ یہ واضح طور پر ایک بڑا سکینڈل تھا۔ سال 2019 نے یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ صرف آنے والے واقعات کا پیش خیمہ تھا۔

بچوں کے تحفظ کے لیے کام کرنے والی تنظیم ساحل کی ستمبر میں جاری کردہ اخباری خبروں پر مبنی ایک رپورٹ میں انکشاف ہوا ہے کہ جنوری اور جون 2019 کے درمیان ملک بھر میں 1,304 واقعات رپورٹ ہوئے۔

قصور میں تین کم عمر لڑکوں کے جنسی زیادتی کے بعد قتل کے خلاف مظاہرے شروع ہو گئے

یعنی صرف چھ ماہ کے دوران میں روزانہ سات بچوں کے ساتھ زیادتی ہوئی۔ سال 2018 میں ایسے واقعات دس روزانہ کی شرح سے ہوئے۔ پنجاب میں جنسی زیادتی کے سب سے زیادہ واقعات (652) پیش آئے۔ ان جرائم میں عصمت دری، اغلام، اجتماعی عصمت دری، اجتماعی اغلام، اور جنسی استحصال کے بعد قتل شامل تھے۔ ہمیشہ کی طرح، یہ صرف وہی کیس تھے جو منظر عام پر آئے۔ جرائم کی ایک بڑی تعداد کو رپورٹ ہی نہیں کیا جاتا۔ پنجاب کا کوئی بھی ضلع ایسے جرائم سے پاک نہیں۔

دس سالہ محمد شیر خان کی کٹی ہوئی لاش ساہیوال کی ایک نہر میں تیرتی ہوئی ملی۔ اس کے ساتھ زیادتی کی گئی تھی اور بے دردی سے تشدد کیا گیا تھا۔ ایک ماہ میں بچوں کے اغوا اور قتل کا یہ تیسرا واقعہ تھا۔

اگلے ماہ، چار سال کی ایک بچی کی گلی سڑی لاش اس کے گھر سے لاپتا ہونے کے تین ہفتوں بعد کھیت سے ملی۔ اس کے کزن نے اسے قتل کرنے کا اعتراف کیا۔ ساہیوال میں تین سالہ سفیان کو اغوا کیا گیا، زیادتی کی گئی اور اس کا گلا دبا دیا گیا۔ اس کی لاش ایک خالی مکان کے باہر سے ملی۔

ایک دس سالہ لڑکے سے زیادتی کی گئی، اس کی شناخت چھپانے کے لئے اس کا سر اینٹوں سے کچلا گیا، اور پھر لاہور کے باہر ایک قصبے میں گلا گھونٹ کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اس کی لاش مکئی کے کھیت سے ملی۔ ایک بار پھر، ایک ماہ کے دوران میں یہ تیسرا ایسا واقعہ بتایا گیا۔ لاہور میں ایک اور دس سالہ لڑکے کے ساتھ زیادتی کی گئی اور اسے بے دردی سے مارا پیٹا گیا۔ بعد میں ہسپتال میں اس کا انتقال ہو گیا۔

ضلع سیالکوٹ میں ایک چھوٹی بچی کو اغوا کیا گیا، زیادتی کے بعد اسے قتل کر دیا گیا اور اس کی لاش کھیت میں پھینک دی گئی۔ اسی دن، ایک شخص نے گھر میں گھس کر ساڑھے تین سالہ مسیحی لڑکی کے ساتھ زیادتی کی اور پتا چل جانے پر اس

کے گھر والوں کو دھمکیاں دیتے ہوئے بھاگ گیا۔

بہاول نگر میں ایک نو سالہ بچی کی لاش کھیتوں سے ملی۔ وہ مقامی مدرسہ جا رہی تھی جب اسے جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا گیا اور تشدد کر کے مار دیا گیا۔ اسی ماہ، ایک سات سالہ بچی کو گھر کے باہر سے لے جا کر کھیتوں میں زیادتی کا نشانہ بنایا گیا جہاں وہ بے ہوش حالت میں ملی۔

سات سالہ لڑکے کی عصمت دری اور قتل کے الزام میں دو افراد کو سزائے موت سنائی گئی۔ انہوں نے اس کی لاش کو کھیت میں دفن کر دیا۔

جھنگ میں، ایک 12 سالہ بچی کے ساتھ زیادتی کی گئی اور پھر اسے 80 فٹ گہرے کنویں میں پھینک دیا گیا۔ اسے شدید زخمی حالت میں بازیاب کیا گیا۔

جنسی استحصال کے یہ صرف کچھ کیس ہیں۔ بچے اکثر غیظ وغضب، ازدواجی تنازعات، دشمنی اور مایوسی کا شکار ہوتے ہیں۔

لاہور کے شیخ ندیم اور اس کی دوسری بیوی عائشہ معمولی باتوں پر 10 سالہ مناہل کو باقاعدگی سے تشدد کا نشانہ بناتے رہے۔ بہاول نگر میں گھریلو جھگڑے کے بعد ایک شخص نے اپنی بیوی، ساس اور دو بچوں پر تیزاب پھینک دیا۔ لودھراں میں ایک شخص نے اپنی دو بیٹیوں کو ان پر ایک فلیش ڈرائیو کھونے کا الزام لگا کر سزا کے طور پر ایک درخت سے لٹکایا۔

لاہور میں ناہید نے خودکشی کی کوشش سے قبل اپنی پانچ سالہ بیٹی مہروبہ اور چار سالہ بیٹے احتشام کو پانی کے ٹینک میں ڈبو دیا۔ لاہور ہی میں ایک باپ نے اپنے نو سالہ بیٹے داود کو قتل اور چھ سالہ یشواز کو شدید زخمی کر دیا جب مبینہ طور پر انہوں نے اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ رہنے سے انکار کر دیا۔

پولیس اقدامات

چونیاں واقعے کے تناظر میں، آئی جی، پولیس نے ستمبر میں بچوں کے ساتھ زیادتی کے واقعات کی تحقیقات کے لیے ایک مستقل حکم جاری کیا۔ ان ہدایات میں یہ بھی شامل تھا کہ ملزمان اور مدعی کے مابین کسی معاہدے کی صورت میں پاکستان پینل کوڈ (پی پی سی) کی دفعہ 311 سے مدد لی جائے تا کہ یہ یقینی بنایا جائے کہ ملزمان سزا سے نہ بچ سکیں۔

ایس ایچ اوز یا ایک سینئر آفیسر جائے وقوعہ سے شواہد اکٹھا کریں گے اور اگر ضروری ہوا تو متاثرہ بچے کو اسپتال لے جائیں گے۔ مقدمہ فوری طور پر درج کیا جائیگا۔ بچے کا بیان اس کے گھر پر لیا جائے گا اور ڈی این اے کے نمونے لیے جائیں گے۔

اٹھارہ سال سے کم عمر بچوں کے طبی معائنے کے لیے والدین سے تحریری اجازت طلب کی جائے گی اور متاثرہ بچے کے لڑکی ہونے کی صورت میں تفتیش کسی خاتون پولیس افسر سے کروائی جائے گی۔ مقدمے کی سماعت کے دوران میں متاثرہ بچے اور گواہوں کی حفاظت کے لیے ہر ممکن اقدامات اٹھائے جائیں گے۔

حکم نامے میں مزید کہا گیا کہ بچوں کی جانب جنسی میلان رکھنے والے تمام مجرموں کا ریکارڈ متعلقہ تھانے اور ضلعی پولیس میں برقرار رکھا جائے گا۔

بچوں کی فحش نگاری

بچوں کے اغوا اور عصمت دری کے دوران فلمائے جانے کے واقعات بڑھ رہے ہیں جو اشارہ ہے کہ بچوں کی فحش نگاری اور بلیک میل کی صنعت فروغ پا رہی ہے۔ رحیم یار خان میں پولیس نے سکول کے لڑکوں کو اغوا کرنے، نشہ دینے کے بعد ان سے زیادتی کرنے اور بلیک میل کرنے کے لیے ان کی وڈیو بنانے میں ملوث گروہ کے تین افراد کو گرفتار کیا۔ چونیاں واقعے کے بعد، قصور میں ایک 'حساس ایجنسی' کے لئے لیے کام کرنے والے دو افراد بچوں کے لیے جنسی میلان رکھنے والے ایک پانچ رکنی گروہ کا حصہ پائے گئے جو کئی سالوں سے ایک لڑکے سے زیادتی اور تصاویر اور وڈیو کے ذریعے اسے بلیک میل کر رہے تھے۔ آخر کار لڑکے نے اپنے والد کو بتا دیا۔ پولیس نے دیگر وڈیوز اور تصاویر بھی برآمد کیں جن سے یہ انکشاف ہوا کہ یہ گروہ دس سے بیس سال کی عمر کے لڑکوں سے بدفعلی اور انھیں بلیک میل کر رہا تھا۔ ایجنسی کا ایک اہل کار فرار ہو گیا جب کہ ایجنسی نے دوسرے کو محکمانہ تادیبی کارروائی کے لیے تحویل میں لے لیا۔ پولیس نے کہا کہ وہ مشتبہ افراد کی حراست کا مطالبہ کریں گے۔

گوجرانوالا میں ایک شخص کو 12 سے 17 سال کی عمر کے پندرہ بچوں کے ساتھ زیادتی کرنے اور ان کی وڈیو بنانے پر گرفتار کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ بچوں کو اپنے گھر میں وڈیو گیمز کھیلنے کے بہانے بلاتا تھا۔

گھریلو ملازم بچے

ابھی یہ دیکھنا باقی ہے کہ آیا پنجاب ڈومیسٹک ورکرز ایکٹ 2019 گھروں میں بچوں کی ملازمت کے خلاف ایک موثر انضباطی طریق کار فراہم کریگا۔ قانون کا نفاذ ہمیشہ ہی مشکل ہوتا ہے اور اس معاملے میں قانون کی تعمیل کی نگرانی تو درکنار، ہر گھر کے اندراج اور جانچ پڑتال کا کام ہی بہت بڑا ہے۔

دسمبر میں صوبہ بھر میں پنجاب چائلڈ لیبر سروے (پی سی ایل ایس) یونیسیف پاکستان کے تعاون سے شروع کیا گیا جس کے اپریل دو ہزار بیس تک مکمل ہونے کی توقع تھی۔ بتایا گیا کہ گھروں کی فہرست مکمل ہو چکی ہے اور اعداد و شمار فیلڈ آپریشن سے پہلے تمام اضلاع کے ساتھ شیئر کیے جا چکے ہیں۔

شماریات کے بیورو نے بتایا کہ مقصد یہ جائزہ لینا تھا کہ پانچ سے سترہ سال عمر کے کتنے بچے سکول سے باہر ہیں یا ان میں سے کسی کو اپنے کام کے مقامات پر کسی طرح کے تشدد کا سامنا تو نہیں کرنا پڑا۔ سروے کے لیبر اول پنڈی ڈویژن میں دس، اٹک میں چار، چکوال میں تین اور جہلم میں دو ٹیمیں کام کر رہی ہیں۔

فروری میں ایک خاتون سمیت میں چار افراد کے خلاف اپنی آٹھ سالہ نوکرانی اریج فاطمہ کو تشدد کا نشانہ بنانے کے الزام میں مقدمہ درج کیا گیا۔ ایک وڈیو وائرل ہوئی جس میں اریج اپنے چہرے، ٹانگوں، آنکھوں اور گردن پر نشانات اور

ٹوٹے ہوئے دانت دکھا رہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسے اپنی دو سالہ ملازمت کے دوران میں لاٹھیوں اور آہنی ڈنڈوں سے باقاعدگی سے پیٹا گیا۔

لاہور میں ایک 16 سالہ گھریلو ملازمہ عظمیٰ کو گھر کی مالکن نے اس کی پلیٹ سے ایک نوالہ کھا لینے پر شدید پیٹا۔ اندرونی طور پر بہتے خون کے ساتھ اسے کئی دن کمرے میں بند رکھا گیا جہاں وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے چل بسی۔ ماہ رخ، اس کی بیٹی آئمہ اور اس کی نند ریحانہ نے اس کی لاش کو نالے میں پھینکنے کی سازش کی جہاں مقامی لوگوں نے دیکھ لیا۔ تصاویر سے عظمیٰ لاغر اور واضح طور پر فاقہ زدہ لگ رہی ہیں۔

گیارہ سالہ 'اپچ' کی لاش اس کے آجر کی رہائش گاہ پر ایک تالاب میں تیرتی ملی۔ 10 سالہ گھریلو ملازم زین کو اس وقت جلنے کے شدید زخم آئے جب اس کے اوپر کھولتا ہوا پانی پھینک دیا گیا۔ نیلم کو اس کے آجر کے گھر کی چھت سے پھینک دیا گیا۔

15 سالہ مبینہ کو اس کے آجر کے گھر پر لٹکا ہوا پایا گیا۔ 16 سالہ زینب کو تنخواہ مانگنے پر لوہے کی سلاخوں سے مارا گیا۔ پھر اسے بے ہوشی کی حالت میں ہسپتال کے باہر پھینک دیا گیا جہاں بعد میں اس کی موت واقع ہوگئی۔

بچوں کی صحت

پنجاب پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ بورڈ نے مارچ میں ملٹیپل انڈیکیٹرز کلسٹر سروے (ایم آئی سی ایس) 2018 کا آغاز کیا جس میں یہ انکشاف ہوا کہ پنجاب میں پانچ سال سے کم عمر کا تقریباً ہر تیسرا بچہ سوکھے پن کا شکار ہے۔ ان میں سے بیشتر کا تعلق جنوبی پنجاب کے گیارہ اضلاع سے ہے۔ شہری آبادی کے 26 فی صد کے مقابلے میں دیہی آبادی (34.3 فی صد) میں سوکھا پن زیادہ تھا۔ اسی عمر کے تقریباً 21.2 فی صد بچے کم وزن قرار پائے اور ضیاع کا تخمینہ 7.5 فی صد تھا۔ اس عمر کے صرف 2.3 فی صد افراد ہی کسی بیمہ صحت کے تحت آئے۔

اس سے قبل، وزیر اعظم نے غذائی قلت اور سوکھے پن کی ملک کو درپیش سب سے بڑے مسائل کے طور پر نشان دہی کی تھی۔ یہ دونوں انتہائی غربت اور ایسے علاقوں میں رہنے سے جنم لیتی ہیں جہاں زمینی اور سطحی پانی قابل استعمال نہ بنائے جانے والے انسانی فضلے سے آلودہ ہے۔

سوکھے پن کی بڑی وجوہات زندگی کے ابتدائی دو سالوں میں خوراک میں ناکافی غذائیت اور گھروں میں ناقص حفظان صحت اور صفائی ستھرائی ہیں۔ یہی وہ عوامل ہیں جو نمونیہ سے مقابلہ کو مشکل بنا دیتے ہیں جو عالمی ادارہ صحت کے مطابق پاکستان میں شیر خوار بچوں کی اموات اور پانچ سال سے کم عمر بچوں کی 16 فیصد اموات کی سب سے بڑی وجہ ہے۔

بچوں سے مزدوری

نومبر میں پاکستان میں یورپی یونین کی سفیر آندرولا کمینارا نے نومبر میں جی ایس پی+ پر ایک قومی مشاورت میں بتایا کہ 20 لاکھ سے زیادہ بچے بچہ مزدور کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ اسی مشاورت میں، انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن (آئی ایل

او) کے کنٹری ڈائریکٹر انگرڈ کرسٹینسن نے کہا کہ آخری چائلڈ لیبر سروے 1996 میں کیا گیا تھا اور آئی ایل او اس معاملے پر حکومت کے ساتھ مل کر کام کر رہی ہے۔

بچوں کے تحفظ کے قوانین کی دفعات میں بچے کی تعریف ایسے تضادات کے علاوہ، بچوں کے تحفظ کے لئے اس طرح کے قوانین کا نفاذ اکثر مقامی انتظامیہ کے فیصلوں سے متصادم رہتا ہے۔

جون میں، لاہور ہائی کورٹ نے صوبے میں ایک منصوبے، جس کا مقصد بچوں کی اور جبری مزدوری کو ختم کرنا تھا، کی بندش کے خلاف ایک درخواست کی سماعت کی۔ درخواست اس منصوبے سے وابستہ ملازمین نے دائر کی تھی۔ ابتدائی طور پر 'دی انٹیگریٹڈ پروجیکٹ آن چائلڈ اینڈ بانڈڈ لیبر' کو سال 2021 تک سات سال تک چلانے کا منصوبہ بنایا گیا تھا۔ بعد میں اس میں ترمیم اور 2023 تک توسیع کی گئی۔ مئی میں ہونے والے ایک اجلاس میں، منصوبہ بندی اور ترقیاتی بورڈ نے اس منصوبہ کو محدود بجٹ کا حوالہ دیتے ہوئے بند کرنے کا فیصلہ کیا اور درخواست گزاروں کو نوکری سے برخاست کر دیا۔

کم عمری کی شادی

پاکستان کے بین الاقوامی حقوق کے معاہدوں اور کنونشنز پر دستخط ہونے کے باوجود، جن میں 18 سال سے کم عمر کسی بھی فرد کو بچہ تسلیم کیا جاتا ہے، پنجاب میں لڑکیوں کی شادی کی عمر کو 16 سال سے بڑھا کر 18 سال کرنے پر بحث جاری ہے۔

ڈبلیو ایچ او کی ایک رپورٹ 'ڈیموگرافکس آف چائلڈ میرجز ان پاکستان' کے مطابق، 21 فیصد لڑکیوں کی رضامندی کی عمر سے پہلے ہی ان کی شادی ہو جاتی ہے اور یہ رواج دیہی علاقوں میں سب سے زیادہ پایا جاتا ہے۔

چائلڈ رجسٹریشن سرٹیفکیٹ (سی آر سی) ایک دستاویز ہے جو 18 سال سے کم عمر بچوں کا اندراج کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ نادرا قوانین کے تحت، قومی شناختی کارڈ صرف 18 سال کی عمر کے بعد جاری کیے جاتے ہیں اور اس سے کم عمر ہر فرد کا بطور بچہ کیا اندراج کیا جاتا ہے۔ اسی سے بچے کی تعریف میں پاکستان کے قوانین میں تفاوت اور تضاد کا اظہار ہوتا ہے۔

لودھراں میں، 12 سالہ غلام زہرا کی تین بچوں کے باپ 37 سالہ جعفر خان کے ساتھ شادی اس وقت روک دی گئی جب اس کے چچا نے پولیس کو اس کی اطلاع دے دی۔ بچی کو بازیاب کرا لیا گیا اور گرفتار افراد میں اس کا والد بھی شامل تھا۔

ڈیرہ غازی خان میں ایک اور 12 سالہ بچی کی ونی کے تحت 45 سالہ شخص سے شادی ہو رہی تھی جب پولیس کو خبردار کر دیا گیا۔ والد اور دولھا سمیت پندرہ افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ ایف آئی آر میں کہا گیا کہ ایک مقامی پنچایت نے شادی کا حکم اس لیے دیا تھا کہ اس لڑکی کا بھائی دولھا کی بہن کو بھگا لے گیا تھا۔

اوائل عمری کی شادیاں غربت اور صحت کی پیچیدگیوں سے منسلک ہیں اور ان کے نتیجے میں بچوں کی شرح اموات میں اضافہ ہوتا ہے اور بچے جسمانی اور ذہنی طور پر پس ماندہ رہ جاتے ہیں۔

لیبر

مطالبات

سال کے اوائل میں، پاکستان ورکرز کنفیڈریشن اور آل پاکستان واپڈا الیکٹرک پاور ورکرز یونین نے ایک پریس بیان جاری کیا جس میں وزیراعظم اور وزیر اعلیٰ سے آئین اور آئی ایل او کے کنونشن، جن میں سے کچھ کی پاکستان نے توثیق کی ہے، کے تحت بنیادی حقوق کے مطابق لیبر قوانین میں ترمیم کرنے کے لیے فوری کارروائی کرنے پر زور دیا۔ ان کے مطالبات میں روزمرہ کی ضروری اشیا کی قیمتوں پر قابو پانا، کم سے کم ماہانہ اجرت 25,000 تک بڑھانا، افرادی قوت کے لیے روزگار کے مواقع میں اضافہ کرنا اور انھیں اچھی نوکری اور ان کے بچوں کو اچھی تعلیم مہیا کرنا شامل تھے۔

انہوں نے بینکوں، نادرا اور دیگر مقامات پر ٹریڈ یونین حقوق پر پابندیاں واپس لینے کا مطالبہ بھی کیا۔ بجلی کے ہزاروں کارکنوں نے اپنے مطالبات کے اعادہ کے لیے اپریل میں ایک 'ڈیمانڈ ڈے' بھی منعقد کیا۔

پالیسیاں اور قانون

اگست میں ایک نئی لیبر پالیسی کا اعلان کیا گیا جس میں کارکنوں کے بچوں کے لیے وظائف اور شادی میں مالی اعانت کے بشمول، سہولیات اور مالی فوائد کیحامل چھ نئے قوانین متعارف کروائے گئے۔ لیبر کالونیوں کی الاٹمنٹ کو بحال کیا گیا اور لاہور میں دو اور ملتان میں ایک کالونی کی تعمیر کی منظوری دی گئی۔

کارکنوں کا ایک مرکزی ڈیٹا بیس قائم کیا جانا تھا۔ ایک یونیک کوڈ تمام اداروں کو مختص کیا جائے گا اور اسے فیڈرل بورڈ آف ریونیو، پنجاب ریونیو اتھارٹی، تمام ڈائریکٹوریٹس، ہسپتالوں، ڈسپنسریوں، سماجی بہبود کے مراکز اور دیگر متعلقہ محکموں سے منسلک کیا جائے گا تا کہ کارکنان کی دستاویزات، شراکت اور واجبات کی آسانی سے تصدیق ہو سکے۔

نومبر میں اپوزیشن کے ان کے مطابق 'غیر قانونی قانون سازی' کے خلاف واک آوٹ سے حکومت کے کارکنوں کو متاثر کرنے والے کئی بلوں، بشمول ملازمین کی سوشل سیکیورٹی اداروں کے ترمیمی بل، پنجاب ورکرز ویلفیئر فنڈ بل، پنجاب کے کم از کم اجرت کے بل، اور سروس کو باقاعدہ بنانے کے بل کے، کو پاس کروانے کے لیے راستہ صاف کر دیا۔ کارکنوں کے منافع پر حصہ داری کیا یک اور بل کو منظوری کے لئے قائمہ کمیٹی کو بھیج دیا گیا۔

وزیراعظم نے اپریل میں وزیر اعلیٰ کے ساتھ ایک بریفنگ میٹنگ کے دوران میں اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ لیبر قوانین کا نفاذ ایک چیلنج تھا جس پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

صحت و تحفظ

پنجاب: پنجاب لیبر پالیسی کے اعلان کے بعد 2018 میں، پنجاب پیشہ ورانہ حفاظت اور صحت ایکٹ 2019 نافذ کیا گیا۔

جنوری 2019 میں اس ایکٹ کے بیان کردہ مقاصد پیشہ ورانہ صحت وتحفظ اور خطرات کے خلاف حفاظت کو یقینی بنانا اور اندراج اور منظوری اور اہم طور پر، ایک چیف انسپکٹر اور اہل اور تجربہ کار انسپکٹرز کے تقرر کے ذریعے کام کے محفوظ اور صحت مند ماحول کو فروغ دینا تھے۔ اسی دوران میں صوبہ بھر میں مقامی حکومت کے اداروں میں بلڈنگ اور انفورسمنٹ انسپکٹرز کی کمی کا پتا چلا۔ پلاننگ برانچیں غیر پیشہ ور کلرک چلا رہے تھے کیوں کہ، مبینہ طور پر، نئے عملہ کی بھرتی پر پابندی تھی۔ اینٹی کرپشن اسٹیبلشمنٹ میں صوبے بھر کی پلاننگ برانچوں کے افسران کے خلاف متعدد مقدمات درج تھے انسپکٹرز کے بیشتر عہدے خالی ہوگئے تھے۔ کلیریکل عملہ اس صورت میں فرائض کی انجام دہی جاری رکھنے کے لیے تیار نہیں تھا کہ ان پر بدعنوانی کا الزام لگایا جائے۔

گجرات میں منظوری کے لیے پیش کیے گئے سائٹ منصوبوں کا ڈھیر لگ گیا۔ بظاہر قوانین یہ بتاتے ہیں کہ سائٹ کے منصوبے پر اگر اس کے جمع کروانے کے چھ ماہ تک کارروائی نہ ہو تو اسے منظور شدہ سمجھا جائے گا۔

کان کن

اگست میں میانوالی میں شدید بارش کے بعد نمک کی کان کے ایک حصے کے بیٹھ جانے سے دو کان کنوں کی موت واقع ہوگئی۔ ایک کی لاش واقعہ کے دو دن بعد اور دوسرے کی لاش 13 دن بعد برآمد ہوئی۔ کمشنر سرگودھا ڈویژن نے کان کا دورہ کیا اور کام کے حالات پر تشویش کا اظہار کیا۔ انھوں نے کہا کہ پنجاب معدنی ترقیاتی کارپوریشن (پی ایم ڈی سی) کان کنوں کے لئے حفاظتی اقدامات کے نفاذ کو یقینی بنانے کی ذمہ دار ہے اور واقعے کی تحقیقات کا حکم دیا۔ مقامی لوگوں نے اس افسوس ناک واقعے کا ذمہ دار ٹھیکیدار اور پی ایم ڈی سی عہدیداروں کو قرار دیا اور کان کنوں کے کام کے حالات اور کم اجرت کے بارے میں شکایت کی۔

جدید غلامی

ایسے وقت میں جب اقوام متحدہ کے دفتر برائے منشیات اور جرائم نے پوری دنیا میں انسانی سمگلنگ میں اضافے کی خبر دی اور اس میں جنسی استحصال کا حصہ 59 فیصد بتایا گیا، پاکستانی لڑکیوں کی چین سمگلنگ پر ایف آئی اے کے کریک ڈاؤن کی خبریں منظر عام پر آنے لگیں۔

چینی اور مسیحی وزراسمیت پاکستانی بیچ وانوں کی مدد سے، سمگلر غریب افراد، زیادہ تر مسیحی خاندانوں کو 2018 سے نشانہ بنا رہے تھے۔

وہ انہیں 30 لاکھ تک کی ادائیگی کرتے تا کہ وہ اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو، جن میں سے کچھ کی عمر تیرہ سے انیس سال کے درمیان تھی، کو چینی مردوں سے شادی کی اجازت دے دیں۔ کم از کم ایک مسلمان مولوی کو ملوث کیا گیا جو اپنے مدرسے سے شادی کا دفتر چلا رہا تھا۔ تفتیش کاروں نے ایک فہرست مرتب کی جس کے مطابق دو ہزار انیس کے اوائل تک کی مدت میں 629 پاکستانی لڑکیاں اور خواتین دلھن کے طور پر چین کو بیچی گئیں۔

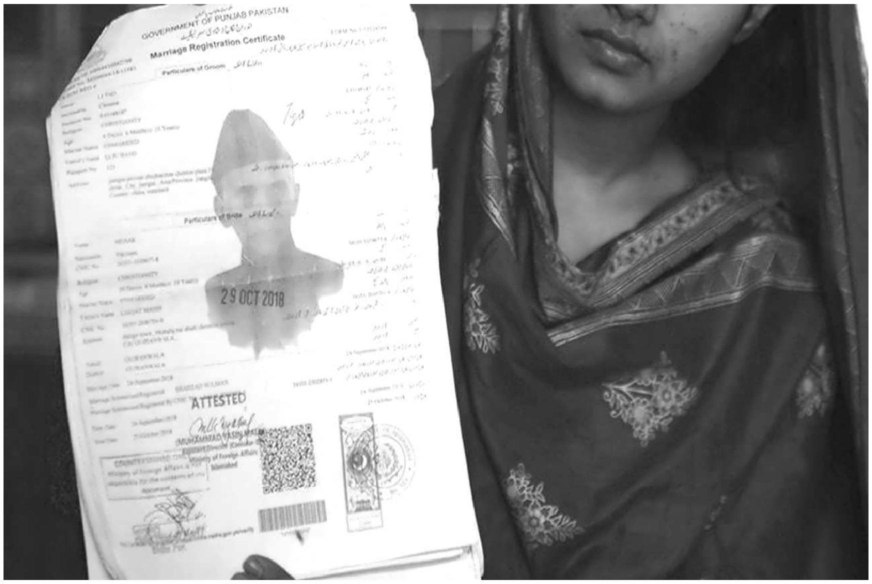

ایک رپورٹ کے مطابق، پاکستان بھر سے 629 لڑکیوں اور خواتین کو چینی مردوں کو فروخت کیا گیا

چین میں، خواتین کو اکثر نظر انداز کیا گیا اور فاقہ کشی، زیادتی، جسم فروشی یا اعضا کی غیر قانونی تجارت میں دھکیل دیا گیا۔ متعدد نے بازیاب کرانے کی التجا کرتے ہوئے اپنے اہل خانہ سے رابطہ کیا۔

ایف آئی اے نے کئی چینی شہریوں اور دلالوں کو اٹھالیا۔ پھر سمگلروں کے خلاف سب سے بڑا آپریشن ٹھپ ہونے لگا۔ چینی حکومت نے سمگلنگ کے دعووں کی تردید کی۔ پاکستانی دفتر خارجہ نے صورت حال کو 'سنسنی خیز بنانے' کے خلاف خبردار کیا۔ بالآخر اطلاعات سے یہ بات سامنے آئی کہ ایف آئی اے پر تحقیقات کو روکنے کے لئے دباو تھا۔ چینی شہریوں کو یا تو بری کر دیا گیا یا انھیں ضمانت دے کر ملک چھوڑنے کی اجازت دیدی گئی۔ میڈیا پر سمگلنگ کی رپورٹیں روکنے کے لیے دباو ڈالا گیا اور پھر ایسی خبریں آنا بند ہونے لگیں۔

دسمبر میں، بین الاقوامی ذرائع ابلاغ سے ایک دل دہلا دینے والے قصہ کا پتا چلا۔ سمیعہ ڈیوڈ چین میں صرف دو ماہ ہی رہی تھی کہ اس کے بھائی سے رابطہ کیا گیا کہ وہ ہوائی اڈے سے اسے لے۔ انتہائی کمزوری کے باعث چلنے اور ٹھیک طرح سے بول نہ سکنے سے معذور سمیعہ کو ویل چیئر پر باہر لایا گیا۔ غذائیت کی کمی کا شکار وہ اتنی لاغر ہو چکی تھی کہ گوجرانوالا میں لی گئی اس کی شادی کی تصویر سے تو پہچانی ہی نہیں جاتی تھی۔ چند ہفتوں بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

بے ضابطہ افرادی قوت

اکتوبر میں، آئی ایل او نے پاکستان میں 'بہتر کام پروگرام' شروع کیا جس کا مقصد ٹیکسٹائل کی صنعت میں کام کرنے کے حالات کو بہتر بنانا اور بین الاقوامی لیبر قوانین کی تعمیل کو یقینی بنانا تھا۔ یہ پروگرام اس امر کو بھی یقینی بنائیگا کہ مقامی

ٹیکسٹائل کمپنیاں اپنے کارکنوں کے لیے محفوظ اور صحت مند ماحول فراہم کریں اور صنعت کے اندر مزدور یونینز اور کارکنوں کی تنظیمیں مستحکم کرنے کی اجازت دیں۔

ہیومن رائٹس واچ کے مطابق، پاکستان کی ٹیکسٹائل صنعت میں زیادہ تر کارکن بغیر ضابطے، بغیر کسی تحریری معاہدے کے رکھے جاتے ہیں اور سوشل سیکیورٹی، اجرت اور دیگر فوائد دینے سے انکار کر دیا جاتا ہے۔ کارکنوں کی حفاظت کے لیے متعارف کرائے گئے قوانین میں پائے جانے والے سقم اور عمل درآمد میں خامیاں کام کے حالات خراب کرنے کا باعث بنے ہیں۔

نومبر میں ایچ آر سی پی نے مزدوروں پر تشدد اور انھیں ہراساں کیے جانے کے واقعات کو روکنے کے لیے اقدامات کی ضرورت پر زور دیا اور یہ انکشاف کیا کہ اینٹوں کے بھٹوں پر کام کرنے والی لگ بھگ 35 فی صد خواتین اس طرح کی بدسلوکی کا شکار ہوئیں۔ ایک دن میں ایک ہزار اینٹیں تیار کرنے کا تقاضا کیا جاتا تھا مگر انھیں صرف 960 روپے ادا کیے جاتے تھے۔

اینٹوں کے بھٹوں کی صنعت میں 45 لاکھ مزدوروں کی خستہ حالی کا خاتمہ نہ کرنے میں مقامی حکومت کی غفلت کو اجاگر کیا گیا۔

بھٹوں پر کام کرنے والی خواتین اور بچوں سمیت بیسیوں کارکنوں نے بھٹا مالکان کی طرف داری کرنے پر مزدوروں کی فلاح و بہبود کے محکمہ کے افسران کے خلاف ٹوبہ ٹیک سنگھ میں نعرے بازی کرتے ہوئے ایک ریلی نکالی۔ ان کا مطالبہ تھا کہ انھیں سرکاری طور پر مقرر کردہ شرح سے مزدوری ادا کی جائے اور بھٹا مالکان کی قید سے کارکنوں کو بازیاب کروایا جائے۔

ٹوبہ ٹیک سنگھ میں اینٹوں کے بھٹے کے ایک کارکن نے پانچ سالہ جنگ جیت لی جب ایک عدالت نے اس کے آجروں کو حکم دیا کہ وہ اسے 410,592 روپے ادا کریں۔ رحمت علی 2013 اور 2014 کے دوران میں اپنی دھکیلنے والی ریڑھی میں ایک دن میں 7,000 اینٹیں ڈھوتا رہا۔ اس کا آجر اسے ایک ہزار اینٹوں پر 241 روپے کی سرکاری طور پر مقررہ مزدوری کی شرح کی بجائے 100 روپے دیتا رہا۔

گھروں پر کام کرنے والے

2015 میں منظور ہو جانے کے باوجود، پنجاب ہوم بیسڈ ورکرز بل تین سالوں سے محکمہ لیبر کے پاس پڑا ہے۔ قانون کے نفاذ سے 42 فیصد شہری اور 72 فیصد دیہی گھریلو کارکنان کے حالات کو بہتر بنانے میں مدد ملے گی۔ گھر پر کام کرنے والے افراد کی اکثریت عورتوں پر مشتمل ہے۔

وزیراعلیٰ نے اپریل میں وزیراعظم کو بتایا کہ پنجاب ہوم بیسڈ ورکرز ایکٹ 2018 کے مسودہ میں گھروں پر یا گھر سے کام کرنے والوں کو کارکنوں کی ایک خاص قسم کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے جن کی قانونی حیثیت برابر ہے اور جنھیں روایتی مارکیٹ پر مبنی اجرت کا حق حاصل ہے۔

بزرگ شہری

پالیسیاں اور قانون

وزیراعلیٰ نے مارچ میں سماجی تحفظ کی نئی پالیسی کا اعلان کیا جس کا مقصد دوسروں کے ساتھ ساتھ، بڑی عمر کے افراد کے معیار زندگی کو بہتر بنانا ہے۔ای۔خدمت مراکز میں ون ونڈو کاونٹر محروم شہریوں کو پنجاب سوشل پروٹیکشن اتھارٹی کی مختلف خدمات سے استفادہ میں سہولت فراہم کریں گے۔

اکتیس جولائی کو بزرگ شہریوں کے عالمی دن کے موقع پر'باہمت بزرگ' کے نام سے ایک خصوصی پروگرام کا اعلان کیا گیا جس کے تحت 65 سال سے زاید عمر کے لوگ غیر متعینہ ماہانہ الاونس وصول کریں گے۔ پروگرام کے لیے 3 ارب مختص کیے گئے۔

ریٹائرمنٹ کی عمر

مئی میں پنجاب ٹیچرز یونین نے پنجاب سکول ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے 55 سال یا اس سے زیادہ عمر کے اساتذہ کو زبردستی ریٹائر کرنے کے منصوبے کو یہ کہتے ہوئے مسترد کر دیا کہ اس سے تقریباً ڈیڑھ لاکھ اساتذہ بے روزگار ہو جائیں گے۔اس طرح کے فیصلہ سے ممکنہ طور پر شعبہ تعلیم سے، جو پہلے ہی اساتذہ کی عمومی قلت کا سامنا کر رہا ہے، تجربہ کار اساتذہ کی ایک بڑی تعداد نکل جائے گی۔بعض افراد نے اسے حکومت کے ایک کروڑ ملازمتوں کے مواقع پیدا کرنے کے اپنے منصوبے کو عملی شکل دینے میں مددگار ایک مذموم قدم قرار دیا۔

پنجاب حکومت کو بھی وفاقی حکومت کی طرف سے سرکاری شعبے کی ریٹائرمنٹ کی عمر میں اضافے کی اس تجویز پر تشویش تھی کہ جس کا مقصد ملازمین کی پنشن کی ذمہ داریوں کو موخر کرنا اور معاشی صورت حال بہتر ہونے تک کے لیے وقت حاصل کرنا تھا۔ پنجاب حکومت نے مبینہ طور پر کہا کہ ریٹائرمنٹ کی عمر 60 سے 63 سال کرنے سے صرف سرکاری ملازمین کو پنشن اور واجبات کی ادائیگی میں تاخیر ہوگی اور رقم کی سرمایہ کاری نہ کیے جانے کی صورت میں اس سے مستقبل میں ایک بہت بڑا بوجھ پیدا ہوگا۔

بزرگوں کے لئے خدمات

نیشنل ڈیٹا بیس اینڈ رجسٹریشن اتھارٹی (نادرا) نے جسمانی معذوروں، شدید بیماروں اور عمر رسیدہ افراد کا اندراج ملک بھر میں ان کی دہلیز پر کرنے کا آغاز کیا ہے۔نادرا کے ملازمین بائیومیٹرک تصدیق کریں گے اور کمپیوٹرائزڈ قومی شناختی کارڈ ان کے گھروں تک پہنچائیں گے۔اسی اثنا میں، تصدیق لازمی ہونے کے بعد عمر بڑھنے کے ساتھ کم ہونے والے فنگر پرنٹس کو پہچاننے میں بینک کے بائیومیٹرک سسٹم کی ناکامی بوڑھے لوگوں کے لیے متعدد مسائل کا سبب بنی۔ایسے ہنگامی حالات میں کچھ استثنا ہوتا ہے لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ زیادہ تر بینکوں کو اس کا علم نہیں تھا۔

معذوری کے ساتھ جیتے افراد

پالیسیاں اور قانون

2017 کی مردم شماری میں آبادی کا صرف 0.48 فی صد ایسے افراد ہیں جو کسی نہ کسی معذوری کے ساتھ جی رہے ہیں۔ یہ تناسب 1998 کی مردم شماری کے اعداد وشمار اور عالمی ادارہ صحت کے ذریعے شناخت شدہ 15 فی صد سے کافی کم ہے۔ مردم شماری کے اعداد وشمار ممکنہ طور پر اس سروے میں موجود بہت محدود سوالات کی وجہ سے معذوری کی مختلف اشکال کا احاطہ کرنے میں مشکل کی عکاسی کرتے ہیں۔ مزید موثر اعداد وشمار اکٹھا کرنا ضروری ہے تا کہ ایسی پالیسیاں مرتب کی جاسکیں جو ان کو وہ مدد فراہم کریں جس کی ان کو ضرورت ہے اور انھیں اپنی صلاحیتوں کو فروغ دینے کا موقع ملے۔

معذوری کے ساتھ جیتے افراد کو تعلیم، روزگار اور معاشرتی تحفظ وغیرہ تک رسائی کے لیے خصوصی شناختی کارڈ دیے جاتے ہیں لیکن یہ بجائے خود ایک بہت مشکل اور مہنگا عمل ہے۔

پنجاب میں معذوری کے ساتھ جیتے افراد کے لیے قانون سازی ہونا ابھی باقی ہے اور یہ مراعات جزوی لگتی ہیں جو اکثر ضلعی سطح پر دی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر بہاول پور میں خصوصی ضرورت والے افراد کو کرایوں میں 50 فیصد اور قومی اور مذہبی ایام پر مفت سفر کی رعایت دی۔

وزیراعظم کی وہیل چیئر سکیم کے تحت یونیورسٹی کے طلبا میں الیکٹرک وہیل چیر تقسیم کرنے کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے ہوئے پنجاب کے وزیر برائے اعلی تعلیم نے نجی شعبے پر زور دیا کہ وہ ملازمت کے مواقع پیدا کریں کیوں کہ حکومت تنہا ایسا نہیں کرسکتی۔

صحت اور سہولیات

کہا جاتا ہے کہ سوشل پروٹیکشن پالیسی کے تحت 'ہم قدم' نام کا ایک پروجیکٹ 200,000 معذوری کے ساتھ جیتے افراد کو ماہانہ وظیفہ دے رہا تھا۔ دسمبر میں، وزیراعلیٰ نے تقریبا 70,000 خصوصی افراد اور ان کے اہل خانہ کو صحت انصاف سہولت کارڈ کی تقسیم کا آغاز کیا تا کہ وہ نامزد نجی ہسپتالوں میں سالانہ 730,000 روپے تک کا علاج کرواسکیں۔

عوامی مفاد کی ایک درخواست کی سماعت کے دوران میں لاہور ہائی کورٹ نے خوش آئند مداخلت کی جب اس نے حکومت کو تمام کثیر المنزلہ عمارتوں میں معذور افراد کے لئے ریمپ، خصوصی بیت الخلا اور دیگر سہولیات کو یقینی بنانے کے لیے معائنہ کرنے کے لیے کہا۔ عدالت کی سابقہ ہدایات کے باوجود، عمارت کے منصوبے اور ڈھانچے کے ڈیزائن، قواعد و ضوابط کی پروا کیے بغیر، منظور کیے جاتے رہے اور لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کی جانب سے باقاعدہ معائنے نہ کیے گئے۔

احتجاج

بینائی سے محروم افراد کو اپنے مطالبات منوانے کے لئے اکثر سڑکوں پر آنا پڑا۔ بصری ضروریات کے حامل متعدد افراد نے ملازمت فراہم نہ کرنے پر حکومت کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے گوجرانوالا سیالکوٹ روڈ بلاک کردی اور وزیر اعلی سے مداخلت کا مطالبہ کیا۔ لیکن کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ اگست کے شروع میں جب انہوں نے احتجاج کیا تھا تو ڈپٹی کمشنر نے ان کے تقرر نامے جاری کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

ایچ آر سی پی نے لاہور میں بینائی سے محروم افراد کے ان کی نوکری کو باقاعدہ بنائے جانے کے لیے جاری احتجاج کی حمایت کا اظہار کیا۔ صورت حال کو ناقابل قبول قرار دیتے ہوئے، ایچ آر سی پی نے حکومت پنجاب پر زور دیا کہ معذوری کے ساتھ جیتے افراد کے لیے کم از کم ایک اجرت کمانے کے حق کے حصول میں ان کی مدد کرے، خاص طور پر جب کہ ان کے دوسروں کے مقابلے میں بڑھتے ہوئے افراطِ زر سے متاثر ہونے کا امکان زیادہ ہے۔

مظاہرین نے اپریل میں دعویٰ کیا کہ حکومت نے ان کی ملازمت کو مستقل کرنے کا وعدہ کیا تھا مگر اس کا پاس نہیں رکھا۔ یہ احتجاج نومبر تک جاری رہا۔

سماجی اور معاشی حقوق

تعلیم

وزیراعلیٰ نے فروری میں آرزومندانہ پانچ سالہ تعلیمی پالیسی 'نیوڈیل 23-2018' کا آغاز کیا تاکہ بہتری، تعلیم، رسائی، داخلے کی برقراری، برابری اور حاکمہ یا گورننس کے مسائل کو حل کیا جا سکے۔

خواندگی

جون میں جاری کردہ پاکستان کے اقتصادی سروے کی رپورٹ کے مطابق پنجاب میں خواندگی کی شرح 61.9 سے بڑھ کر 64.7 فیصد ہوگئی ہے۔ نومبر میں، حکومت نے پنجاب خواندگی پروگرام کے تحت راولپنڈی کے مختلف علاقوں میں 19 بالغ خواندگی مراکز کے قیام کا اعلان کیا۔ اڈیالہ جیل میں قیدیوں کے لئے 11، ٹرانس جینڈر برادری کے لیے دو، ہندو برادری کے لیے لال کرتی میں مندر میں ایک اور مسیحی برادری کے لیے پانچ خواندگی مراکز قائم کیے گئے۔

ورلڈ بینک نے غیر رسمی تعلیم کے ایک پائلٹ پروجیکٹ کے لیے 2.73 ملین امریکی ڈالر فراہم کرنے پر اتفاق کیا ہے جس میں پنجاب کے منتخب اضلاع میں ناخواندہ بچوں اور نوجوانوں کے لئے خواندگی، مزدوری اور مارکیٹ کی مہارتوں کو شامل کیا گیا ہے۔ دو بنیادی خدمات یہ ہوں گی: پرائمری اور سیکنڈری سکول کی عمر کے سکولوں سے باہر بچوں کے لیے جلد سیکھنے اور ناخواندہ نوعمر اور کم عمر بالغوں کے لئے مربوط خواندگی اور مہارت کے پروگرام۔

داخلہ اور اس کی برقراری

ایک اندازے کے مطابق پنجاب میں 48 لاکھ بچے سکول سے باہر ہیں۔ 2019 کے بجٹ میں تعلیم کے لئے مختص کئے گئے 383 ارب روپے میں سے پنجاب ایجوکیشن انیشیٹو مینجمنٹ اتھارٹی کے لئے 5 ارب روپے رکھے گئے تاکہ جون 2020 کے آخر تک 697,054 نئے طلبا کے داخلے کا ہدف حاصل کیا جائے۔

انصاف سکول پروگرام کے تحت 1.5 ارب روپے رکھے گئے۔ 50,000 سکول سے باہر بچوں کی شام کی کلاسوں کے انعقاد کے لیے تیز رفتار اقدامات کی ضرورت واضح ہے۔ اقوام متحدہ کی تعلیمی، سائنسی اور ثقافتی تنظیم (یونیسکو) کا اندازہ ہے کہ 2030 کی پائدار ترقی کے اہداف کے حصول کی ڈیڈلائن تک موجودہ شرح سے چار میں سے ایک پاکستانی بچہ پرائمری اسکول مکمل نہیں کر رہا ہوگا اور 50 فی صد نوجوان اعلیٰ ثانوی تعلیم مکمل نہیں کر رہے ہوں گے۔

حکومت کے ایک شعبے میں پالیسیاں دوسرے شعبے پر اثر انداز ہو سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر منصوبہ بندی اور ترقیاتی بورڈ

نے 'چائلڈ لیبر کے خاتمے کے لئے انٹیگریٹڈ پروجیکٹ' بند کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس پراجیکٹ کا مقصد پانچ سے 15 سال تک کے 344,000 مزدور بچوں کو پرائمری تعلیم دلانا تھا۔ پنجاب ایجوکیشن فاونڈیشن کے شراکت دار، سکول ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ، اور محکمہ خواندگی کے غیر رسمی اسکولوں کے ساتھ ساتھ کچھ نجی سکولوں میں سے 1,200 سکولوں کا انتخاب کیا گیا اور 2016-17 میں 80,000 بچوں کا اندراج کیا گیا۔ پارٹنر سکولوں کو بتایا گیا تھا کہ انھیں جنوری سے ٹیوشن فیس (ہر ماہ فی بچہ 550 روپے) نہیں دی جائے گی۔ یہ واضح نہیں ہے کہ آیا ان بچوں کو سرکاری سکولوں کے مرکزی دھارے میں شامل کیا گیا ہے۔

بنیادی ڈھانچا

سکولوں سے باہر بچوں کے لئے حکومت کے منصوبوں میں ایسے علاقوں میں کرایہ کی عمارتوں میں 100 نئے پرائمری سکولوں کا قیام شامل ہے جہاں آس پاس دیگر سکول نہیں ہیں۔ بتایا گیا تھا کہ دسمبر میں ان مقامات کی نشان دہی کی جانا تھی۔ ابتدائی طور پر آبادی والے اور کاروباری علاقوں میں کام کرنے والے بچوں کے لئے دس بسوں میں موبائل اسکول قائم کیے جائیں گے، حالانکہ 'کام کرنے والے' بچوں کو مرکوز کرنے کا خیال بچوں کی ملازمت کے خلاف قوانین سے متصادم دکھائی دیتا ہے۔ حکومت پنجاب نے جنوری میں پہلے ہی دعویٰ کیا تھا کہ پہلے 100 دنوں میں 17,000 سے زیادہ بچوں کو 350 نئے سکولوں میں داخل کیا جا چکا ہے۔

سال کے آخر میں پنجاب سکول ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ نے 11 اضلاع میں 110 قائم اسکولوں کی نشان دہی کی جنھیں مکمل آراستہ کلاس رومز، آڈیٹوریمز اور گراونڈز کے ساتھ ماڈل سکولوں کی شکل دی جائے گی۔ ڈی ایف آئی ڈی نے 10 ماہ کی مختصر مدت کے پروگرام کے لیے 35 ملین پاونڈ سٹرلنگ فراہم کیے تھے۔ جون 2019 میں شروع ہونے والے اس منصوبہ کی مارچ 2020 میں تکمیل میں صرف تین ماہ باقی تھے کہ فنڈ ختم ہو گئے۔ نیو ڈیل پالیسی کے چیلینجز میں سے 20,000 کے کل ہدف میں سے 5,000 کلاس روم تعمیر کرنا ہے۔

معیاری تدریس اور تعلیم

نئے سکول قائم کرنے کے لیے مزید اساتذہ اور اہل منتظمین کی ضرورت ہے۔ قابل اور تربیت یافتہ اساتذہ کا موجودہ پول محدود ہے۔ کہا گیا کہ محکمہ تعلیم ایک 'عقلی پالیسی' اپنا رہا ہے اور نئے اساتذہ کو، اور ترجیحی طور پر مقامی تعلیم یافتہ نوجوانوں کو، کنٹریکٹ پر بھرتی کرتے ہوئے موجودہ اساتذہ کا تبادلہ نئے سکولوں میں کر رہا ہے۔

شاید 'موجودہ' اساتذہ کا تبادلہ ان علاقوں میں کرنے کی ضرورت ہو جہاں اساتذہ کا ملنا مشکل ہے، جیسے نارووال شہر سے سات کلومیٹر دور دودھے والی کے گورنمنٹ پرائمری اسکول میں جو چھ سالوں سے اساتذہ کے نہ ہونے کی وجہ سے بند ہے اور اس کی سکول کے طور پر تعمیر ہونے والی عمارت مویشیوں کا باڑا بن گئی ہے۔

نارووال بھیجے گئے طلبا اس سے بہتر کیا کریں گے۔ حکومت کی جانب سے مفت فراہم کی جانے والی ہزاروں درسی کتابیں

وہاں کے ایک سرکاری اسکول میں بڑے ڈھیر کی صورت میں پڑی پائی گئیں۔طلبا کو یہ کتابیں کبھی جاری ہی نہیں کی گئیں۔والدین نے کہا کہ ایسا پہلی بار نہیں ہوا۔

سال کے اواخر میں پنجاب سکول ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ نے سابق حکومت کا ناقص صفائی، طلبا کی کم حاضری، ان کے کم داخلے اور دیگر انتظامی مسائل پر اساتذہ کو سزا دینے کا وہ نظام ختم کر دیا جس کی اساتذہ کی یونینیں کافی عرصہ سے مخالفت کر رہی تھیں۔

سکول میں بہتری کے نئے فریم ورک کے تحت، سینئر انتظامیہ محکمہ کے سامنے جواب دہ ہوگی اور انھیں 'منصفانہ اور حقیقت پسندانہ' اشاریہ کے مطابق سزا دی جائے گی۔ پنجاب کے سکول ایجوکیشن کے وزیر نے کہا کہ محکمہ 'ضرورت سے زیادہ مانیٹرنگ' کی بجائے' سکولوں کی بہتری' پر توجہ دے گا اور جرمانے کی بجائے مراعات پر زور دیا جائے گا۔

نصاب

مارچ 2020 تک ، مذہبی تعلیمات کو شامل کر کے یکساں نصاب کا وعدہ کیا گیا ہے جس پر عمل درآمد کی ابتدا پرائمری سکولوں سے ہوگی۔ کہنے کو تو یہ مساوات کے حصول اور عدم مساوات کے خاتمے کے ایک ذریعہ ہے، لیکن چوں کہ سکولوں میں بچے مختلف معاشرتی، معاشی اور تعلیمی پس منظر سے آتے ہیں اور ان کی صلاحیتیں مختلف ہوتی ہیں، اس کا اثر الٹا بھی ہوسکتا ہے۔

نصاب کے مشمولات پر معلومات کے فقدان سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یکسانیت کا حصول کس طور ہوگا ، اور کیا ایسا علاقائی ثقافتوں اور روایات کی قیمت پر ہوگا۔ پھر یہ سوال بھی دامن گیر ہے کہ حکومت اتنے کم وقت میں اور اتنی بڑی قیمت پر اتنی مختلف اصلاحات کیسے موثر طریقے سے کر پائے گی ، جب کہ سب سے بڑی ضرورت بچوں کو سکول میں داخل اور انہیں معیاری تعلیم اور معیاری تعلم فراہم کرنا ہے۔ایسا لگتا ہے کہ حکومت ترجیح کا تعین کیے بغیر تمام کام ایک ہی وقت میں کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

ذریعہ تعلیم

ایک اور اصلاح جو مارچ 2020 تک تیزی سے کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے وہ سرکاری پرائمری سکولوں میں اردو کو ذریعہ تعلیم بنانا ہے۔اس پالیسی سے اتفاق نہ کرنا مشکل ہے۔

زیادہ تر اساتذہ، یہاں تک کہ نجی اسکولوں میں بھی، انگریزی میں اتنے طاق نہیں کہ وہ اس زبان میں کوئی بھی مضمون پڑھا سکیں، اور بچوں کا بھی اس زبان میں خواندہ ہونے کا امکان زیادہ ہوتا ہے جس میں وہ اور اساتذ آسانی محسوس کریں۔ ولسن سنٹر کی گلوبل فیلو نادیہ نوی والا نے اپنی ایک تحقیق' پاکستان ایجوکیشن کرائسز : دی ریئل اسٹوری' میں برٹش کونسل کے ایک مطالعے کے حوالے سے بتایا ہے کہ پنجاب میں 60 فیصد سے زیادہ اساتذہ میں انگریزی کی بنیادی معلومات کا فقدان ہے جبکہ باقی (30 فیصد) میں سے اکثر ابتدائی سطح پر ہیں۔لیکن کچھ والدین کو پھر بھی قائل کرنا پڑ سکتا ہے کیوں

پنجاب کے پرائمری سکول اردو کو ذریعہ تعلیم کے طور پر اپنانے جا رہے ہیں

کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے بچے انگریزی میڈیم سکولوں میں بہتر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یہ واضح نہیں کہ نصاب اور نصابی کتب کی بروقت ترمیم اور تیاری کو یقینی بنانے پر بھی کافی وقت صرف کیا گیا ہے یا نہیں۔

تعلیم میں تعصب

ایچ آرسی پی اور انسٹی ٹیوٹ آف ڈویلپمنٹ ریسرچ اینڈ کارسپانڈنگ کیپبلٹیز کے اشتراک سے تیار ہونے والی ایک رپورٹ سے عکاسی ہوتی ہے کہ سکولوں میں عدم برداشت کی جڑیں گہری ہیں جہاں 'مسلمان طلبا اور اساتذہ' غیر مسلموں کو 'اسلام کے دشمن کے طور پر دیکھتے ہیں'۔

انٹرویو کیے جانے والے تقریباً 60 فیصد غیر مسلم طلبا کو امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑا یا انھوں نے محسوس کیا کہ ان کے ساتھ امتیازی سلوک برتا جا رہا ہے اور تذلیل کی جا رہی ہے۔ 70 فیصد غیر مسلم اساتذہ سے ان کے عقیدے کی بنیاد پر امتیازی سلوک کیا گیا تھا۔ والدین نے بھی اسی طرح سے عقیدے کی بنا پر تعصب کا سامنا کیا تھا۔ اعداد وشمار کہیں زیادہ ہوں گے کیوں کہ زیادہ تر لوگ شکایت کرنے سے گریزاں تھے۔

لاہور ہائی کورٹ نے پنجاب کریکلم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ (پی سی ٹی بی) کے چیئرمین کو جنوری میں ایک نوٹس جاری کرتے ہوئے 2015 کے حکم کے باوجود پرائمری اور سیکنڈری سکولوں کی درسی کتب میں بنیادی حقوق سے متعلق ایک باب شامل کرنے میں ناکامی پر سوال اٹھایا۔

جون میں، پی سی ٹی بی نے لاہور ہائی کورٹ کو بتایا کہ 1973 کے پاکستان کے آئین کا باب 1 جو بنیادی حقوق، انسانی

حقوق کے اسلامی تصور، اور انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ سے متعلق ہے، کو پاکستان کی نئی چھپی ہوئی نویں تا بارھویں جماعت کی مطالعہ پاکستان کی نصابی کتب میں شامل کیا گیا تھا۔ اس نے بتایا کہ اعلیٰ تعلیم کا نصاب پی سی ٹی بی کے دائرہ اختیار میں نہیں آتا۔ درسی کتب کا جائزہ لینے اور نفرت اور قدامت پرستی کے کسی تعصب یا پیغام کو ہٹانے کے لئے کوئی کام کیا گیا یا نہیں یہ واضح نہیں ہے۔

نجی سکولوں کا زوال

فیسوں کے معاملے پر حکومت اور نجی اسکولوں کے مابین کش مکش سال بھر جاری رہی اور عدالتی حکم کی تعمیل نہ ہونے پر کچھ سکولوں کی رجسٹریشن واپس لے لی گئی۔ نجی اسکولوں کے معاملات سے نمٹنے کو ایک ریگولیٹری اتھارٹی قائم کرنے کے لئے ایک قانون تیار کیا جا رہا تھا۔ اسی اثنا میں نجی سکولوں کی انتظامیہ مبینہ طور پر سہولیات واپس لے رہی ہے اور اساتذہ اور انتظامی اور سکیورٹی عملہ کی تعداد کم کر رہی ہے۔

اعلیٰ تعلیم

چاہے وہ سادگی کے اقدامات کا ایک حصہ تھیں یا فنڈز کے دیگر اقدامات کی جانب موڑ نیکا نتیجہ، اعلیٰ تعلیم کے بجٹ میں کٹوتیاں بڑے پیمانے پر تنقید اور احتجاج کا باعث بنیں۔ کہا جاتا ہے کہ کٹوتیوں کی وجہ سے پروگرام معطل ہو چکے ہیں، بہت سے اہم اقدامات منسوخ ہوگئے ہیں اور طلبا کی علم و تحقیق تک رسائی اور اساتذہ کی تنخواہیں متاثر ہو رہی ہیں۔

صحت

پالیسیاں اور اقدامات

فروری میں پنجاب کے وزیر صحت نے کہا کہ صوبے کے 36 اضلاع میں صحت کے بیمہ کارڈز کی تقسیم کا کام شروع کیا جا رہا ہے جو سال کے آخر تک مکمل ہوگا۔ کارڈز سے کارڈیالوجی اور نیورالوجی سمیت سرکاری اور نجی ہسپتالوں سے آٹھ بیماریوں کے علاج کے لیے 720,000 روپے تک اخراجات کیے جا سکیں گے۔

مزید اعلان یہ کیا گیا کہ 8 ارب کی لاگت سے پرائم منسٹرز ہیلتھ انیشیٹیو (وزیراعظم کی صحت میں پہل قدمی) کا آغاز کیا جا رہا ہے اور پہلے مرحلہ میں اٹک، میانوالی، جھنگ، ڈیرا غازی خان، چنیوٹ، لودھراں، قصور اور راجن پور کے طبی مراکز کو بہتر بنایا جائیگا۔ پھر 24 گھنٹے طبی خدمات فراہم کی جائیں گی اور ہسپتالوں میں ادویہ کی 100 فیصد فراہمی کو یقینی بنایا جائے گا۔

بجٹ اور رقم کی فراہمی

جون میں پنجاب حکومت نے سابقہ مالی سال کے مقابلے میں 2019 میں صحت کا بجٹ 5 ارب روپے کم کر دیا یوں

144.9 ارب روپے خصوصی حفظان صحت اور طبی تعلیمی شعبہ اور 133.9 ارب ابتدائی اور ثانوی صحت کے شعبہ کے لیے مختص کیے گئے۔ حکومت نے اگست میں تمام سرکاری ہسپتالوں کے انڈور شعبوں میں مریضوں کے لیے مفت تشخیص کو ختم کرتے ہوئے ان تقریباً 50 خدمات اور تشخیصی سہولیات پر بھاری فیس عاید کردی جو پہلے لاگت کے بغیر پیش کی جاتی تھیں۔ یوں غریب مریضوں پر بھاری مالی بوجھ ڈال دیا گیا۔ بہت سی خدمات اور ٹیسٹس کی قیمتیں بھی بڑھا دی گئیں۔ پتا چلا کہ پنجاب حکومت مریضوں سے لی گئی فیس کا 70 فی صد خود رکھے گی۔

احتجاج

صحت کا شعبہ مسائل، خاص طور پر عملہ کے متواتر اور طویل احتجاج اور ہڑتالوں، میں گھرا ہوا ہے۔ مئی میں، پنجاب میڈیکل ٹیچنگ انسٹی ٹیوشنز (ریفارمز) آرڈیننس 2019 کے خلاف تدریسی ہسپتالوں میں نوجوان ڈاکٹروں کے احتجاج کے دوران میں ہنگامی صورت حال قرار دے دی گئی۔ اس حکم نامہ کے نفاذ کے بعد اکتوبر میں ایک ماہ طویل ہڑتال کے دوران میں پنجاب میں 44 تیسرے درجہ کی دیکھ بھال کے ہسپتالوں میں 12 لاکھ مریضوں کو علاج سے محروم کردیا گیا۔ آخر کو یہ مریض ہی تو ہیں جنھیں تکلیف برداشت کرنا پڑتی ہے۔

غربت اور غذائی قلت

ملٹی ڈائمینشنل پاورٹی انڈیکس کی رپورٹ سے پتا چلا کہ پنجاب کی 26.1 فی صد آبادی کئی پہلوؤں سے غریب ہے۔ اس میں سے 33.9 فی صد آبادی دیہی اور 12.3 فی صد شہری ہے۔ حکومت کے اہم ترین پروگرام احساس، جو غربت کے خاتمے کے لیے متعارف کرایا گیا، کیا آغاز ہی کے سال میں اوسط شہری کو چکرا دینے والے افراط زر اور اشیائے خورونوش کی تیزی سے بڑھتی ہوئی قیمتوں کا سامنا کرنا پڑا اور شدید ترین متاثرہ لوگوں کو نہ ہونے کے برابر امید ہے کہ وہ خود کو غربت کی دلدل سے باہر گھسیٹ لا سکیں گے۔

غربت سے غذائی قلت اور سوکھا پن آتے ہیں [دیکھیے بچے] جنھیں وزیراعظم نے ملک کو درپیش سب سے بڑے مسائل قرار دیا ہے۔ غریبوں کے پاس موزوں غذا کو یقینی بنانے کے لیے وسائل ہی نہیں بلکہ انھیں علم ہی نہیں کہ اس سے کیا مراد ہے۔ فلاحی ریاست کا قیام کبھی آسان کام نہیں رہا لیکن اب تک کیے جانے والے اقدامات طویل مدتی فوائد کے حامل ہونے کی بجائے قلیل مدتی لگے۔

پولیو

صحت کے ارباب اختیار کی کارکردگی پر سوال اٹھا جب لاہور میں سات سال کے بعد پولیو کے ایک نئے کیس کی تصدیق ہوئی۔ بغیر منصوبہ بندی کے بڑھتی کچی آبادیاں، بغیر اندراج خاندان اور ان کی حفظان صحت کے لیے چھوٹے ہسپتالوں کا فقدان اس کی بنیادی وجوہات ہیں۔ فیصل آباد کے دو سال بعد پولیو وائرس سے متاثرہ اضلاع میں دوبارہ شامل

ہوگیا۔ کہا گیا کہ حفاظتی قطروں کی مہم اب کم علاقے کا احاطہ کرتی ہے۔ 2019 کے دوران میں پنجاب میں آٹھ کیسز کی اطلاع ملی۔ حفاظتی قطروں کے خلاف شرانگیز مہم کے باعث ان کے پلانے سے انکار، حتیٰ کہ پڑھے لکھے لوگوں میں بھی، سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ ضلع راول پنڈی کے ایک گاوں میں زائد المیعاد حفاظتی قطروں نے پروگرام کو نقصان پہنچایا۔ فوری چھان بین کی گئی اور پانچ اہل کار غفلت کے مرتکب پائے گئے۔

پولیو ویکسین پلانے والے محکمہ صحت کے کارکنوں کی جان کو سب سے زیادہ خطرہ ہوتا ہے اور انہیں اکثر محافظوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ بتایا گیا کہ عالمی ادارہ صحت پورے ملک میں پولیو کے کارکنوں کے معاوضوں میں اضافہ کر رہا ہے۔

کینسر

کینسر کے مریضوں کے لیے مقامی طور پر عدم دستیاب مفت ادویہ کی فراہمی مارچ میں رک گئی جب آزادانہ تصدیق نہ ہونے پر محکمہ صحت نے انھیں برآمد کرنے والی کمپنی کو ادائیگی روک دی۔ ان دعووں کے ساتھ کہ فنڈز کسی اور سکیم کی طرف منتقل کر دیے گئے ہیں، پروگرام کی لاگت کو بھی ایک مسئلہ قرار دیا گیا۔ دوا ابتدائی طور پر پانچ سالہ معاہدہ کے تحت لی گئی اور بعد میں اس معاہدہ کو 2023 تک بڑھا دیا گیا۔ معاہدہ کے تحت سوئس کمپنی نے مکمل لاگت کا 91 فیصد ادا کیا اور باقی کا 9 فی صد پنجاب حکومت کو دینا تھا۔

بوڑھوں اور عورتوں سمیت کینسر کے درجنوں مریضوں نے دو ہسپتالوں میں ادویہ کی مفت فراہمی کے پروگرام کو پیسوں کی کمی کی وجہ سے بند کرنے پر ستمبر میں پنجاب اسمبلی کے باہر احتجاج کیا۔ بعد میں پنجاب حکومت نے اگلے پانچ سالوں کے دوران میں کینسر کے مریضوں کے مفت علاج کے لیے سات ارب کی منظوری دے دی اور ایک ضمنی بجٹ کے تحت کینسر کی ادویہ کے بقایاجات بھی جاری کر دیے۔

ایچ آئی وی/ایڈز

صوبے میں ایچ آئی وی ایڈز کے کیسز کی متواتر اطلاعات کے بعد یہ واضح دکھائی دیا کہ صوبائی حکومت نے اس مسئلہ کے حل کے لیے کوئی ٹھوس اقدامات نہیں کیے۔ باوجود اس کے کہ لاہور، فیصل آباد، ڈیرا غازی خان، ملتان، راول پنڈی اور سرگودھا کو گزشتہ سال سب سے زیادہ ممکنہ متاثرہ علاقے مانا گیا تھا، 2019 میں فیصل آباد، ڈیرا غازی خان کے ساتھ ساتھ چنیوٹ، ساہیوال، جھنگ اور ننکانہ کے اضلاع میں بھی کیسز میں تیزی سے اضافے کی اطلاع ملی۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ سے بھی کئی کیسز کی اطلاع ملی۔ حکومت کا سرکاری ردعمل پنجاب کی تمام جیلوں میں قیدیوں کی سکریننگ کے احکامات جاری کرنا تھا جسے آئی جی جیل خانہ جات اور ایڈز کنٹرول پروگرام کے سربراہ کے درمیان ٹیسٹ کٹس کے زائد المعیاد ہونے کی تاریخ پر اتفاق نہ ہونے پر معطل کر دیا گیا۔

یہ واضح نہیں کہ ٹیسٹ کے لیے کتنے کیمپ قائم کیے گئے۔ اگست میں قانون نافذ کرنے والے ایک ادارے نے حکومت کو اطلاع دی کہ ضلع ننکانہ کی حدود میں شاہ کوٹ میں کیسز وبا کی سطح پر پہنچ رہے ہیں اور یہ نشان دہی کی کہ صحت کی مقامی

2019 میں فیصل آباد، ڈیرا غازی خان، چنیوٹ، ساہیوال، جھنگ اور ننکانہ کے اضلاع میں کیسز میں تیزی سے اضافے کی اطلاع ملی

انتظامیہ کے پاس ان متاثرین کی دیکھ بھال کے لئے سہولیات کا فقدان ہے۔اس اندیشہ کے تحت کہ کہیں وائرس تیزی سے پھیل جائے اور اس کی اطلاع نہ دی جائے، اس ادارے نے پورے صوبے میں سروے کی سفارش کی۔

جولائی میں انکشاف ہوا کہ محکمہ صحت کے ارباب اختیار نے مجرمانہ طور پر اس حقیقت کو چھپایا کہ مہنگی دواوں کے 30,000 ڈبے جو ایچ آئی وی یا ایڈز اور ہیپاٹائٹس سی کے 1,820 مریضوں کے لئے کافی تھے اپریل میں زائد المیعاد ہو گئے تھے۔ پورے صوبے میں 3,200 مریضوں کو علاج کے لیے دوا بھجوائے جانے کے ثبوت بھی نہیں ملے۔اس سے پہلے ہیپاٹائٹس سی کے مریضوں کے علاج کے لیے دوا کے زائد حصول کی اطلاعات بھی ملیں حالاں کہ وہ زائد المعیاد ہونے کی تاریخ سے پہلے استعمال نہیں ہو سکتی تھی۔

تپِ دق

تپ دق سے مقابلہ کی کوششیں بہت بری تھیں جن پر تنبیہ کی گئی کہ ٹی بی پروگرام کے لیے گلوبل فنڈ کی امداد معطل ہو سکتی ہے۔221,000 ٹی بی کے ان دیکھے مریضوں میں سے 125,000 پنجاب میں تھے۔ان میں سے اکثریت کے بارے میں خیال کیا گیا کہ یا تو وہ علاج سے محروم رہے یا انہوں نے عطائیوں سے مشورہ لیا۔پنجاب پروگرام کے لئے پیدا کی گئی 287 اسامیوں میں سے 140 جنوری 2018 سے خالی تھیں۔

دماغی صحت

کسی ذہنی بیماری کا ہونا دوہری مصیبت ہے۔لگتا ہے معاشرے میں عار سمجھا جانے کا تصور صحت کے شعبے میں بھی در آیا

ہے۔مناسب علاج اورسہولیات کافقدان ہےاوراس بات کوتسلیم نہیں کیا جاتا کہ یہ قابل علاج ہے۔

پنجاب کا ذہنی صحت کا قانون، ذہنی صحت کے پیشہ سے منسلک افراد یا دوسرے متعلقہ لوگوں سے مشورہ کیے بغیر، 2014 میں پاس ہوا۔ یہ دو ہزار ایک کے مینٹل ہیلتھ آرڈیننس میں ترمیم ہے جس میں بنیادی طور پر'وفاقی حکومت' کے الفاظ کو 'حکومت' سے بدل دیا گیا۔

اس قانون کے تحت مجوزہ پنجاب مینٹل ہیلتھ اتھارٹی آخر کار اکتوبر 2018 کو قائم کر دی گئی۔صوبائی وزیر صحت نے مئی 2019 میں اتھارٹی کی دوسری میٹنگ کی صدارت کرتے ہوئے قانون میں کمزوریاں دور کرنے کے لیے ترمیم کرنے کی ہدایات جاری کیں جس سے یقینی طور پر اطلاق میں مزید دیر ہوگی۔ وزیر نے یہ بھی کہا کہ مریضوں کو پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف مینٹل ہیلتھ میں بہترین سہولیات فراہم کی جارہی ہیں۔

سپیشلائزڈ ہیلتھ کیئر اینڈ میڈیکل ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ حکومت پنجاب کے سیکرٹری کی طرف سے قائم کردہ کمیشن کی جولائی 2018 میں جمع کرائی گئی رپورٹ میں کہا گیا کہ'اس ہسپتال کی افسوس ناک صورت حال'' کی نشان دہی 25 سال سے کی جاتی رہی تھی 'مگر نتیجہ نہ ہونے کے برابر'۔

اسے ذہنی صحت کی بہترین سہولت میں بدلنے میں سب سے بڑی رکاوٹ' عملے میں اوراس کی تمام سطحوں پر غالب بے حسی، قنوطیت، اوراخلاقیات کا انکار ہے۔ رپورٹ میں مزید بتایا گیا کہ مریضوں کی دیکھ بھال کا معیار جو بین الاقوامی معیارات کے مطابق جانچا گیا ہے بہت زیادہ خراب ہے۔افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اگرچہ عملہ کے کچھ ارکان یہ مانتے دکھائی دیتے ہیں مگر اکثر انکاری ہیں اورانھیں یقین ہے کہ پی آئی ایم ایچ میں فراہم کی جانے والی خدمات تسلی بخش ہی نہیں اس سے بہتر ہیں۔اکتوبر میں وزیر کے بارے میں بتایا گیا کہ انھوں نے سروسز انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز کو ذہنی صحت کے مریضوں کے خاندان کے افراد کو سہولت دینے کے لیے ایک ہفتہ کے اندر اندر ہیلپ لائن شروع کرنے کی ہدایات جاری کیں مگر ایسا ہوا ہے یا نہیں یہ واضح نہیں۔

رہائش، زمینوں پر قبضہ اورعوامی سہولیات

نیا پاکستان ہاؤسنگ سکیم

ستمبر 2018 میں وزیراعظم نے ہدایت کی تھی کہ ملک بھر میں سکیم کے جلد آغاز کے لئے جامع عملی منصوبے کی تشکیل کے لیے سفارشات کو حتمی شکل دی جائے۔

پنجاب کے ہاؤسنگ کے وزیر نے فروری 2019 میں اعلان کیا کہ نیا پاکستان ہاؤسنگ پروگرام کے تحت پانچ لاکھ مکانات کی تعمیر سال کے دوران میں شروع ہوگی اوراسے دیہی علاقوں تک بڑھایا جائے گا۔اس منصوبے کے لیے نجی شعبے اور کمرشل بینکوں کے قرضے کے ذریعہ مالی اعانت فراہم کی جانا تھی، جس میں سرکاری اراضی ضمانت ہوگی۔ پنجاب

میں پہلے مرحلے کا آغاز مئی میں کیا گیا۔

اکتوبر 2019 میں، وزیراعلیٰ نے ہاوسنگ سیکریٹری کے ساتھ ایک میٹنگ میں، کم آمدنی والے طبقے کو مکانات کی فراہمی کے ایک قابل عمل منصوبہ کے ساتھ اگلے دو ہفتوں میں کمیٹی تشکیل دینے کا حکم دیا۔ انھوں نے مخیّر اور انسان دوست حضرات سے بھی پروگرام میں شرکت کی اپیل کی۔

غیر قانونی ڈویلپمنٹ اور تجاوزات

غیر قانونی ہاوسنگ سوسائٹیوں کا پھیلاو انضباتی ڈھانچے کے نہ ہونے کی وجہ سے ہوا ہے۔ پنجاب میں غیر قانونی ہاوسنگ سوسائٹیوں اور تجاوزات سے متعلق متعدد عدالتی کارروائیوں کے بعد صوبائی حکومت ایک قانون وضع کررہی ہے۔

سپریم کورٹ کو دی گئی ایک رپورٹ میں ایف آئی اے نے کہا تھا کہ ملک میں کل 5,492 غیر اندراج شدہ/ غیر قانونی، کاغذی ہاوسنگ سوسائٹیوں میں سے 4098 پنجاب میں ہیں۔ مجوزہ قانون کے تحت اراضی کی ڈویلپمنٹ اور املاک کے اندراج میں موجود خامیوں کو دور کرنے پر توجہ دی جائے گی۔

تجاوزات کے خلاف مہم کو تیز کرنے اور ڈھانچوں کو گرانے ختم کرنے کے لئے لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی (ایل ڈی اے) کو مکمل اختیار دیا گیا۔ فیصل آباد ڈویلپمنٹ اتھارٹی نے کم از کم 295 غیر قانونی کالونیوں کی نشان دہی کی۔

اگرچہ بعض اوقات انسداد تجاوزات مہم کے دوران میں متاثرہ دکانداروں کے لئے متبادل انتظامات کیے جاتے ہیں، لیکن سب سے زیادہ نقصان غریب گھرانوں کو ہوتا ہے جو اپنے گھروں سے محروم ہو جاتے ہیں اور کارکن بے روزگار ہو جاتے ہیں۔

عمارتوں کا گرنا

کم آمدنی والی آبادی کے لئے صرف سستی نہیں بلکہ محفوظ رہائش کی ضرورت تکلیف دہ طور پر واضح ہے۔ غیر معیاری اور بے قاعدہ تعمیر شدہ دیواریں اور چھتیں تواتر سے گر جاتی ہیں، جن میں مقیم افراد، جن میں زیادہ تر بچے ہوتے ہیں، کے لیے مہلک نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

لاہور میں بارش کے باعث مکان کی خستہ حال چھت گرنے سے تین بچے زندہ دفن اور کنبہ کے پانچ افراد زخمی ہوگئے۔

بھاٹی گیٹ، لاہور میں چھ افراد کی موت اس وقت واقع ہوگئی جب ان کے تین منزلہ مکان کی چھت گرگئی۔ یہ خاندان 100 سال پرانے مکان کی چوتھی منزل بنانے کی کوشش میں تھا۔

شیخوپورہ میں، دو کمسن بہنیں جاں بحق ہوگئیں اور ایک تیسری بہن شدید زخمی ہوگئی جب ان کے چھوٹے سے مکان کی چھت زمین بوس ہوگئی۔ چھت گرنے سے تین دیگر بہن بھائی زندہ دفن ہوگئے۔ سال بھر میں اسی طرح کے واقعات صوبے بھر میں رپورٹ ہوئے۔ لیکن غیر منظّم تعمیر صرف گھروں ہی تک محدود نہیں ہے۔

قصور میں ایک تربیتی اجلاس میں شریک چالیس افراد ہال کی چھت گرنے سے زخمی ہو گئے۔

ضلع سیالکوٹ میں شدید بارش کے دوران میں زیرِ تعمیر عمارت کی چھت اچانک گرنے سے دو مزدور ہلاک اور آٹھ دیگر شدید زخمی ہو گئے۔

راول پنڈی میں ایک خستہ حال پولیس اسٹیشن کی چھت گرنے سے دو مزدور متعدد زخموں کے ساتھ ہسپتال لائے گئے۔

ماحولیات

ہوا کی آلودگی

سال کے آغاز میں، محکمہ تحفظ ماحولیات نے سموگ اور آلودگی پر قابو پانے کے لیے کیے گئے اقدامات کا خاکہ پیش کیا اور اعلان کیا کہ ہوا کا معیار تین سو کی محفوظ حد سے نیچے' اور زیادہ تر 100 سے 150 کے درمیان رہا ہے۔ بتایا گیا کہ ہوا کا معیار اینٹوں کے بھٹوں کے دوبارہ کھلنے سے گرا۔

روایتی اینٹوں کے بھٹوں کی تعمیر پر پابندی عائد کر دی گئی تھی اور بھٹا مالکان کو ماحول دوست زگ زیگ بھٹوں کے لئے قرض دیا جا نا تھا۔ فصلوں کی کٹائی کے بعد بچ جانے والی باقیات یا ڈھی، ٹھوس، ربڑ اور پلاسٹک کچرے کو جلانے پر دفعہ 144 نافذ کی گئی اور فیکٹریوں اور گاڑیوں سے آلودگی کی نگرانی اور اس پر قابو پایا جا رہا تھا۔ ای پی ڈی سکریٹری کے مطابق محکمہ صحت کی جانب سے سال 2018 میں صحت سے متعلق بہت کم سموگ کیسز رپورٹ ہوئے تھے۔

نومبر کے مہینے میں پنجاب کے مختلف شہروں میں سموگ خطرناک سطح پر آ گئی

ماحولیاتی کارکنوں نے فراہم کردہ معلومات کو چیلنج کیا اوراس کارروائی کے بارے میں جس کا دعویٰ کیا گیا،سوال اٹھایا، اور خاص طور پر لاہور کے شہری اس سے متفق بھی ہوئے۔ بہت سے لوگوں نے سر درد، آنکھوں اور گلے میں جلن، سانس میں دشواری اور الرجی کی شکایت کی۔ ہوا کے معیار کے ایک عالمی اشاریے سے پتا چلا کہ بعض دنوں میں فضائی آلودگی قانونی حد سے پانچ گنا بڑھ گئی تھی۔

نومبر تک، صوبائی حکومت لاہور، فیصل آباد اور گوجرانوالا کے تمام نجی اور سرکاری سکول بند کرنے پر مجبور ہوگئی کیوں کہ لاہور میں سموگ 'انتہائی خطرناک' سطح سے تجاوز کرگئی۔ ایک بار پھر آلودگی نے اسے کم کرنے کی کوششوں کو شکست دے دی تھی اور حکومت کے اس سے بچاو کے لیے کیے گئے اقدامات موثر ثابت نہ ہوئے۔

صحت کے جریدے دی لانسیٹ میں ایک مطالعے میں سالانہ 22 فی صد اموات کا ذمہ دار آلودگی اور زیادہ تر فضائی آلودگی کو قرار دیا گیا تھا۔ اس تحقیق کی اشاعت کے 3 سال بعد بھی کوئی نمایاں بہتری نہیں آئی۔

آلودگی کا بنیادی سبب فصلوں کی مُڈھیاں جلانا نہیں ہے۔ اس کے اثرات گرمیوں کے مہینوں میں محسوس نہیں کیے جاتے جب فصلوں کی باقیات جلتی رہتی ہیں۔ لیکن کاشت کاروں کو زیادہ جدید طریقوں سے آگاہ کرنے اور ہارویسٹر کی لاگت میں سبسڈی دینے سےیہ ایک وجہ تو باقی نہیں رہے گی اور یوں زہریلے اخراج جیسے دیگر اہم عوامل کی طرف توجہ دی جا سکے گی۔

پانی کی قلت اور آلودگی

ورلڈ بینک کی ایک حالیہ رپورٹ، پاکستان: گیٹنگ مور فرام واٹر، میں آبی وسائل کے انتظام اور خدمت کی فراہمی میں بہتری کی ضرورت پر روشنی ڈالی گئی۔ اس میں بتایا گیا کہ ناکافی مالی اعانت اور پالیسی پر نامناسب عمل درآمد ملک میں پانی کے مسائل پر قابو پانے کو مشکل تر بناتا ہے۔

جیسا کہ ورلڈ واٹر ڈے کے موقع پر گورنر ہاوس میں منعقدہ ایک پروگرام میں انکشاف کیا گیا، پاکستان کے پاس چوتھا سب سے بڑا زمینی آبی ذخیرہ موجود ہے، لیکن یہ زمینی پانی نکالنے میں بھی چوتھا سب سے بڑا ملک ہے۔ لگ بھگ 12 لاکھ ٹیوب ویل زراعت کے لیے پانی نکالتے ہیں اور ان میں سے آٹھ لاکھ پنجاب میں ہیں۔

پینے کے 80 فیصد پانی کو زمین سے پمپ کرنے سے آرسنک زہر خورانی کا خطرہ بڑھ گیا ہے۔ 90 فیصد گندے پانی کو قابل استعمال بنائے بغیر فضلہ کو زمینی پانی میں حل کرتے ہوئے، دریاوں اور نہروں میں پھینک دیا جاتا ہے۔

اسی مہینے میں واٹر اینڈ پاور ڈویلپمنٹ اتھارٹی (واپڈا) کے چیئرمین نے اعلان کیا کہ پاکستان میں فی کس پانی کی دستیابی 5,260 مکعب میٹر سے کم ہوکر 908 مکعب میٹر رہ گئی ہے جو پانی کی قلت کو ایک تیزی سے سامنے آتی حقیقت بنا رہی ہے۔ پنجاب آب پاک اتھارٹی ایکٹ 2019 منظور ہوا۔ اتھارٹی کو پانی کے منصوبوں کی تشکیل اور واٹر فلٹریشن پلانٹس لگا کر 'ہر فرد کو پینے کے صاف پانی کی متواتر فراہمی' کا کام سونپا گیا ہے۔

گورنر اتھارٹی کے سرپرست اعلیٰ ہیں۔ ان کے مطابق صوبے میں 80 فیصد لوگ پینے کا غیر محفوظ پانی استعمال کر رہے ہیں اور تقریباً 11 لاکھ اموات پانی سے پیدا ہونے والی بیماریوں کے سبب ہوئیں۔ ہسپتال جانے والے افراد میں سے آدھے پانی سے پیدا ہونے والی بیماریوں کی وجہ سے داخل ہوئے اور صرف لاہور میں تقریباً دو لاکھ بچوں کو چلڈرن اسپتال میں داخل کیا گیا۔

ستمبر میں، گورنر نے 'کوئی کمیشن، کوئی بدعنوانی، کوئی فائدہ، کوئی مراعات نہیں' کی داعی اتھارٹی کے قیام میں بیوروکریٹک تاخیر پر معذرت کی اور کہا کہ پینے کے صاف پانی کے وعدے کو اسی دن سے گننا چاہیے۔ پنجاب واٹر ایکٹ 2019 بھی پاس کیا گیا تا کہ پنجاب میں آبی وسائل کے تحفظ اور تادیر چلنے کو یقینی بنانے کے لیے ان کا انتظام وانصرام کیا جائے۔

پلاسٹک بیگ

پلاسٹک شاپنگ بیگ کی تیاری اور استعمال پر پابندی لگائے جانے پر ماحول دوست اقدامات متعارف کرانے میں حارج مسائل ایک بار پھر عیاں ہوئے۔ مال پر ہزاروں مینوفیکچررز، خوردہ فروشوں اور کارکنوں نے احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ صوبے میں 8,000 فیکٹریوں میں کام کرنے والے 10 لاکھ سے زیادہ افراد بے روزگار ہو جائیں گے۔

سندھ

اہم نکات

- عدالتوں کو اب بھی زیر التوا مقدمات نمٹانے میں مشکلات کا سامنا ہے۔ سال کے آخر تک ہائی کورٹ میں 83,920 جب کہ ضلعی عدالتوں میں 93,960 مقدمات زیر التوا تھے۔ یوں زیر التوا مقدمات کی کل تعداد 177,880 رہی۔
- جیلوں میں گنجائش سے زائد قیدی موجود رہے۔ ایسے حالات میں، قیدیوں کا وبائی امراض میں مبتلا ہونے کا زیادہ خطرہ ہے۔
- شہری علاقوں میں سٹریٹ کرائمز اور اغوا برائے تاوان کے واقعات بلا روک ٹوک جاری رہے، جبکہ سندھ کے دیہی علاقوں سے 'غیرت' کے نام پر قتل، خواتین کے خلاف تشدد اور توہین مذہب کے نام پر اقلیتی برادریوں کے گھروں پر ہجوم کے حملوں کی اطلاعات سامنے آتی رہیں۔
- سرکاری اعدادوشمار ظاہر کرتے ہیں کہ جنوری سے جون 2019 کے دوران میں سندھ کے مختلف علاقوں میں 78 افراد کو کاروکاری کے نام پر قتل کیا گیا۔ ان میں 50 خواتین اور 28 مرد ہیں۔ سال کے آخر تک، پولیس رپورٹس کے مطابق نام نہاد 'غیرت' کے نام پر قتل ہونے والی خواتین کی تعداد 108 رہی۔
- سال بھر لوگوں کو یا تو ان کی سیاسی یا مذہبی وابستگی یا پھر انسانی حقوق کا دفاع کرنے کی بنا پر 'لاپتا' کیے جانے کی اطلاعات موصول ہوتی رہیں۔
- جبری تبدیلی مذہب کے الزامات ایک متنازعہ مسئلہ بنا رہا۔
- رپورٹنگ پر پابندیوں کے باعث میڈیا کی مشکلات 2019 میں مزید بڑھ گئیں اور حکومت کی جانب سے اشتہارات اور بقایا جات روکے جانے کی وجہ سے ہزاروں صحافی، فوٹوگرافر اور میڈیا کے دیگر افراد ملازمتوں سے محروم ہوگئے۔
- صحافیوں کی گرفتاریوں، میڈیا کے افراد کے خلاف مقدمات کے اندراج اور ریاستی اداروں پر تنقید کرنے والوں کو قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے اٹھائے جانے کی کئی اطلاعات سوشل میڈیا، نیز قومی اخبارات اور ٹی وی چینلوں کے ذریعے سامنے آتی رہیں۔
- خواتین گھریلو تشدد اور دیگر جرائم کا نشانہ بنتی رہیں۔ ناقص تفتیش کے باعث جنسی تشدد کے مقدمات میں متعدد افراد بری ہوگئے۔
- صحت اور تحفظ کے پیشہ ورانہ معیار کی کمی یا مکمل فقدان کا اندازہ مزدوروں کے ہلاک یا زخمی ہونے کی مسلسل اطلاعات سے لگایا جا سکتا ہے۔
- سندھ اسمبلی نے 2018 میں ہوم بیسڈ ورکرز ایکٹ منظور کیا تھا، لیکن دیگر قوانین کی طرح اس کے نفاذ پر پیش رفت کافی سست رہی۔
- 2016 میں منظور کیا گیا سینئر سٹیزن ویلفیئر بل بھی ایسا ہی ایک قانون تھا جس کی تشہیر تو بہت کی گئی مگر اس پر بھی عمل درآمد نہ ہو سکا۔
- آوارہ کتوں کا مسئلہ اب تک حل نہیں ہو سکا۔ اطلاعات کے مطابق، سال کے آخر تک، 10 ماہ سے زائد عرصے کے دوران میں، تقریباً 579,186 افراد کتوں کے حملوں کا نشانہ بنے۔
- سندھ کو موسمی تبدیلی سے منسلک کئی آفتوں کا سامنا رہا جن میں شدید بارشیں، ٹڈی دل کے حملے، اور ہوائی آلودگی شامل ہیں۔
- اطلاعات کے مطابق، سندھ میں کم وزن بچوں کی شرح ملک بھر میں سب سے زیادہ (41.3 فی صد) ہے اور نشوونما میں رکاوٹ کا 45.5 فی صد کا تناسب بھی 40.2 فی صد کے اوسط قومی تناسب سے زیادہ ہے۔
- سندھ شدید بارشوں اور سیلاب، ٹڈی دل کے حملوں، اور ہوائی آلودگی سمیت موسمی تبدیلی سے منسلک کئی آفتوں سے متاثر رہا۔

قانون کی حکم رانی

قوانین اور قانون سازی

2019 میں سندھ حکومت کی جانب سے پیش کیے گئے 30 مسودات قانون میں سے 16 منظور ہوئے، سات کو مزید غور وخوض کے لیے قائمہ کمیٹیوں کو بھیجا گیا جبکہ دیگر سات کا اب بھی جائزہ لیا جا رہا تھا۔

حکومت نے دعویٰ کیا کہ اجلاسوں کے دنوں کی تعداد سے ظاہر ہوتا ہے کہ 'اسمبلی' ملک کے تمام منتخب فورمز میں سب سے زیادہ متحرک تھی'۔ اپوزیشن کو اس سے اختلاف تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ طویل اجلاسوں کا مقصد اچھی قانون سازی کی بجائے ایک سیاسی ایجنڈے کی تکمیل تھا اور کئی اہم بل منظور تو کیے گئے مگر ان کے ضوابط کار سالوں زیر التوا رہتے ہیں۔

سندھ میں منظور کیے گئے قوانین

ضمیمہ 2 ملاحظہ کریں

عدل وانصاف کی فراہمی

عدلیہ۔ زیر التوا مقدمات

اپریل 2019 میں سندھ اسمبلی کو بتایا گیا کہ سندھ ہائی کورٹ میں 92,189 اور ضلعی عدالتوں میں 101,059 مقدمات زیر التوا تھے۔ یوں صوبے بھر میں کل 193,248 مقدمات زیر التوا تھے۔ پاکستان کمیشن برائے قانون و انصاف کے مطابق، دسمبر تک ہائی کورٹ میں 83,920 جب کہ ضلعی عدالتوں میں 93,960 مقدمات زیر التوا تھے۔ اس طرح زیر التوا مقدمات کی کل تعداد 177,880 رہی۔ دسمبر میں، بالائی سندھ میں دیوانی اور فوجداری تنازعات کے تصفیے کے لیے کئی جرگے منعقد ہوئے۔

نظام انصاف کی اصلاح

سندھ حکومت نے بین الاقوامی ایجنسیوں کی مالی معاونت سے 'دی روڈ میپ فار رول آف لا' نامی ایک وژن دستاویز پر اتفاق کیا تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ فوجداری انصاف کے ادارے قانون کی حکم رانی پر عوام کے اعتماد کو بڑھانے کے لیے اپنی آئینی ذمہ داریوں کو منظم اور مربوط انداز سے پورا کریں۔

اس روڈ میپ میں صوبائی حکومت کے تمام محکمے اور ادارے، بشمول محکمہ داخلہ، محکمہ قانون، عدلیہ، محکمہ انسانی حقوق اور

محکمہ ترقی نسواں شامل ہیں۔سول سوسائٹی کی شمولیت اور شرکت بھی اس روڈ میپ کا حصہ ہے۔

اس دستاویز میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگلے پانچ برسوں کے دوران میں سندھ میں انصاف کی فراہمی سے متعلق مخصوص مسائل کو حل کرکیسے حل کیا جائے۔محکمہ داخلہ اور سندھ کے فوجداری انصاف کے اداروں سمیت تمام شراکت داروں نے ان ترجیحی شعبوں کی نشان دہی کی ہے جن میں اصلاحات کی ضرورت ہے۔

بہتر احتساب، شفافیت، نگران ڈھانچے، ادارہ جاتی اشتراک اور انصاف کی فراہمی میں اصلاحات توجہ کا مرکز ہوں گے تاکہ شہریوں، خاص کر معاشرے کے کمزور ترین طبقات کی انصاف تک رسائی کو آسان بنایا جا سکے۔محکمہ داخلہ کو ایک عمل درآمد سے متعلق ایک یونٹ قائم کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔

احتساب/نیب

سندھ میں، پاکستان پیپلز پارٹی (پی پی پی) کی مرکزی قیادت کے کئی اراکین، جن میں پارٹی چیئرمین سے لے کر وزیراعلیٰ اور پارٹی کے کئی قائدین شامل ہیں، قومی احتساب بیورو (نیب) کی جانب سے بدعنوانی کے الزامات اور منی لانڈرنگ کے مقدمات کا سامنا کر رہے ہیں۔

فروری میں نیب نے 53 رہائشی گھپلوں کے متاثرین کو پلاٹس کی واپسی کے لیے کوششیں تیز کیں۔ان میں سے زیادہ تر ہاؤسنگ سوسائٹیاں سندھ میں واقع تھیں۔یہ انکشاف بھی ہوا کہ کوآپریٹو سوسائٹیوں کے عہدے داروں نے سندھ کوآپریٹو ڈیپارٹمنٹ کی ملی بھگت سے ہزاروں افراد کو ان کی جائیداد کی ملکیت کے جائز حق سے محروم کر رکھا تھا۔

نیب نے پلاٹوں کی غیرقانونی الاٹمنٹ پر کراچی ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے سابق ڈائریکٹر جنرل اور سات دیگر افسران کے خلاف ریفرنس دائر کیا۔

دسمبر میں نیب نے اپنی سالانہ سرگرمیوں سے متعلق ایک پریس ریلیز جاری کی جس میں اس نے 141 افراد کی گرفتاری اور 75 ارب روپے کی وصولی کا دعویٰ کیا۔اطلاعات کے مطابق، نیب کو کل 9,887 شکایات موصول ہوئیں جن میں سے 334 کی تصدیق ہوئی، 141 پر کارروائی کا آغاز کیا گیا اور 65 کی تحقیقات ہوئی۔

توہین مذہب

2019 کے دوران میں سندھ کے مختلف حصوں میں توہین مذہب کے الزامات کے کم از کم تین واقعات پیش آئے جن میں ہجوم نے ہندوؤں کے گھروں اور کاروبار پر حملے کیے اور ان کی عبادت گاہوں کو نقصان پہنچایا۔

فروری 2019 میں، چار مسیحی خواتین پر اس وقت توہین مذہب کا جھوٹا الزام عائد کیا گیا جب ایک مسلمان جوڑے نے، جسے ان کے مسیحی مالک مکان نے کرائے کا گھر خالی کرنے کو کہا تھا، مالک مکان کی تین بیٹیوں سمیت ان خواتین پر قرآن کی بے حرمتی کا الزام لگایا۔ایک مشتعل ہجوم نے کراچی میں مسیحی اکثریتی آبادی پر حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں

سندھ

تقریباً 200 مسیحی خاندانوں کو بے گھر ہونا پڑا۔

ضلع میر پور خاص کے ایک چھوٹے سے قصبے میں جانوروں کے ایک ڈاکٹر پر توہین مذہب کا الزام عائد کیا گیا جس کے بعد ایک مشتعل ہجوم نے ہندو برادری کی دکانوں اور گھروں پر حملہ کر دیا۔ ایک مقامی شخص نے الزام لگایا کہ ڈاکٹر نے دوا ایک ایسے کاغذ میں لپیٹ کر دی تھی جس پر اس کے دعوے کے مطابق آیات درج تھیں۔

مقامی پولیس نے ڈاکٹر کے خلاف ایف آئی آر درج کی لیکن اس کے باوجود، ہجوم نے حملہ کر کے اس کی دکان اور ہندوؤں کی دیگر دکانوں کو نذرِ آتش کر دیا۔ بعد ازاں، ہجوم نے اس تھانے پر بھی حملہ کرنے کی کوشش کی جہاں ملزم کو رکھا گیا تھا۔ ہنگامہ آرائی اور ڈاکٹر کی املاک کو نقصان پہنچانے پر چھ مشتبہ افراد کو حراست میں لیا گیا۔

ستمبر میں، گھوٹکی میں ایک ہجوم نے سندھ پبلک اسکول پر اس وقت حملہ کر دیا جب ایک طالب علم نے الزام عائد کیا کہ سکول کے مالک نے توہین مذہب کا ارتکاب کیا ہے۔ کم از کم تین مندروں اور ہندو خاندانوں کے چند گھروں پر بھی حملے کیے گئے اور ہجوم نے ہندو اکثریتی آبادی کو گھیرے میں لے لیا جس سے علاقے میں خوف و ہراس پھیل گیا۔

سزائے موت

عدالتوں کی جانب سے موت کی سزائیں دی جاتی رہیں۔ کھپرو میں ایک طالبہ سے جنسی زیادتی کے مقدمے میں تین ملزمان کو سزائے موت دی گئی۔ ملزمان نے متاثرہ لڑکی کی قابل اعتراض ویڈیوز اور تصاویر بنا کر یوٹیوب سمیت مختلف ویب سائٹس پر اپ لوڈ کر دی تھیں۔

انسداد دہشت گردی کی ایک عدالت نے ایک اور طالبہ کے اغوا برائے تاوان اور قتل کے الزام میں سات ملزمان کو سزائے موت سنائی۔

مئی میں سندھ ہائی کورٹ نے شاہ زیب خان قتل کیس میں شاہ رخ جتوئی اور نواب سراج علی تالپر کی سزائے موت کو عمر قید میں تبدیل کر دیا۔

2012 میں شاہ زیب کے قتل کے بعد بڑے پیمانے پر مظاہرے ہوئے تھے اور اس وقت کے چیف جسٹس نے قاتلوں کو گرفتار کرنے میں پولیس کی ناکامی کا از خود نوٹس لیا تھا۔

اہم نوعیت کے مقدمات

2018 میں کراچی میں مبینہ پولیس مقابلے میں ہلاک ہونے والے پشتون نوجوان نقیب اللہ محسود کی موت سے متعلق تحقیقات میں اسے بے قصور قرار دیا گیا۔ واقعے میں ملوث پولیس سپرنٹنڈنٹ راؤ انوار ماورائے عدالت ہلاکتوں کے لیے اتنا مشہور تھا کہ اسے 'اینکاؤنٹر سپیشلسٹ' کہا جاتا تھا۔

سپریم کورٹ آف پاکستان کی ایما پر ایک مقدمہ درج کیا گیا اور راؤ انوار روپوش ہو گیا۔ اس نے بعد ازاں مارچ 2018

سندھ

مئی میں، میر پور خاص میں جانوروں کے ایک ڈاکٹر پر توہین مذہب کا الزام عائد کیا گیا جس کے بعد مشتعل ہجوم نے ہندو برادری کی دکانوں اور گھروں کو نذرِ آتش کر دیا

میں گرفتاری دے دی اور پھر اس کی ضمانت ہوگئی۔ واقعے میں ملوث آٹھ دیگر پولیس اہل کار جیل میں جب کہ باقی مفرور ہیں۔

یہ مقدمہ انسداد دہشت گردی کی عدالت میں تاحال زیرالتوا ہے۔ نقیب اللہ کے والد محمد خان انصاف کے حصول کے لیے دسمبر 2019 میں کینسر کے باعث انتقال تک سرگرم رہے۔

یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ پولیس سزا کے خوف کے بغیر ماورائے عدالت ہلاکتوں کا ارتکاب کرتی ہے اور اس کے اختیارات قانون سے بھی بالاتر ہیں۔

پولیس ریکارڈز کے مطابق، راؤ انور نے 2011 سے 2018 کے دوران میں 745 پولیس مقابلوں میں کم از کم 444 افراد کو ہلاک کیا، اس کے باوجود اسے اس سے پہلے کبھی کسی تحقیقات کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

دسمبر 2019 میں انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر، اقوام متحدہ نے پاکستان میں 'انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں' میں ملوث ہونے پر راؤ انور پر پابندیاں عائد کر دیں۔

مئی میں، ضلع میر پور خاص کے ایک چھوٹے سے قصبے میں جانوروں کے ایک ڈاکٹر پر توہین مذہب کا الزام عائد کیا گیا جس کے بعد مشتعل ہجوم نے ہندو برادری کی دکانوں اور گھروں پر حملہ کر دیا۔

سندھ

قانون کا نفاذ

امن عامہ

اگر چہ امن عامہ کی صورتحال میں بہتری کے لیے کئی اقدامات کیے گئے، جن میں ماضی میں کیے گئے پولیس اور فوجی آپریشن بھی شامل ہیں، 2019 میں شہری علاقوں میں سٹریٹ کرائمز اور اغوا برائے تاوان کے واقعات شدت سے جاری رہے، جب کہ غیرت کے نام پر قتل، خواتین کے خلاف تشدد، اور توہین مذہب کے الزام پر اقلیتوں کے گھروں پر حملوں کے واقعات کی اطلاعات سندھ بھر کے دیہی علاقوں سے موصول ہوتی رہیں۔

جرائم

سال کے آخر میں سندھ پولیس کی جاری کی گئی ایک رپورٹ ظاہر کرتی ہے کہ 2019 میں مختلف مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث ہونے پر 49,834 مشتبہ افراد کو گرفتار کیا گیا۔ پولیس اور مبینہ جرائم پیشہ افراد 1,114 پولیس مقابلوں میں ملوث رہے اور ان مقابلوں میں 1,534 مشتبہ افراد کو گرفتار کیا گیا جب کہ جرائم میں ملوث 504 گروہوں کا خاتمہ کیا گیا۔ پولیس مقابلوں میں 48 مبینہ جرائم پیشہ افراد ہلاک ہوئے۔

2018 میں ٹارگٹ کلنگ کے واقعات 2018 کے 18 کے مقابلے میں 2019 میں کم ہو کر 12 رہ گئے۔ 2019 میں ایک بھی بم حملہ نہیں ہوا جب کہ 2018 میں تین اور 2013 میں 51 بم حملے ہوئے تھے۔ تاہم، ذاتی دشمنی کی بنا پر قتل کے واقعات میں گزشتہ سال کی نسبت معمولی سا اضافہ ہوا۔ اوسطاً، 2019 میں قتل کے یومیہ واقعات 1.3 تھے۔ یہ تعداد 2013 کے یومیہ آٹھ واقعات سے کہیں کم ہے۔

پوش علاقوں میں اغوا برائے تاوان کے واقعات ایک پریشان کن رجحان ہے۔ مئی میں، ایک جواں سال لڑکی بسمہ کو مسلح افراد نے اغوا کر لیا۔ وہ ایک ہفتے کے بعد تاوان کی ادائیگی کے بعد گھر واپس آ گئی۔ نومبر میں ایک اور لڑکی دعا منگی کو مسلح افراد نے اغوا کر لیا۔ اس سے پہلے انھوں نے لڑکی کے دوست کو گولی ماری۔ وہ بھی ایک ہفتے کے بعد تاوان کی ادائیگی کے بعد گھر واپس لوٹ آئی۔ پولیس نے شبہ ظاہر کیا کہ دونوں واقعات میں ایک ہی گروہ ملوث تھا۔ سال کے آخر تک کوئی گرفتاری نہیں ہوئی تھی۔

اطلاعات کے مطابق، صوبے میں مشتبہ افراد کی ایک بڑی تعداد مفرور تھی اور صرف کراچی میں یہ تعداد 22,000 تھی۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی گرفتاری میں ناکامی کی وجہ یہ تھی کہ مجرمانہ سرگرمیاں خطرناک حد تک بڑھ گئی تھیں۔ نتیجتاً، سندھ پولیس نے وفاقی اداروں سے درخواست کی کہ وہ 50,000 سے زائد مفرور افراد کے نام ای سی ایل پر ڈال

دیں اوران کے کمپیوٹرائزڈ قومی شناختی کارڈ (سی این آئی سی) بلاک کردیں۔

بعض اوقات عوام قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں جس کے تباہ کن نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ اگست میں، کراچی کے علاقے بہادر آباد میں ایک ہجوم نے سولہ سالہ ریحان کو چوری کے الزام میں ہلاک کر دیا اور اس دوران میں لوگ واقعے کی وڈیو بناتے رہے۔ اکتوبر میں کراچی ہی میں مقامی لوگوں نے دو ملزمان کو مار ڈالا۔ وہ ایک شہری کو لوٹنے کی کوشش کررہے تھے۔ 30 سالہ اویس اختر ہلاک اور 20 سالہ محمد نعمان شدید زخمی ہوگیا۔ تیسرا ملزم فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔

اداروں کے خلاف تشدد

مئی میں، مسلح افراد نے سکھر میں ہیپٹ سٹروک سنٹر پر حملہ کیا۔ مسلح افراد نے ہوائی فائرنگ کر کے عملے کے افراد کو فرار ہونے پر مجبور کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ مسلح افراد ایک شدت پسند مذہبی گروہ کے کارکن تھے جس نے ان مراکز کے روزے کے دوران کام کرنے کی مخالفت کی تھی۔ اس واقعے کے بعد ایسے پانچ مراکز کو عارضی طور پر بند کرنا پڑا۔

غیرت کے نام پر قتل

غیرت کے نام پر قتل کی اطلاعات صوبے بھر سے موصول ہوتی رہیں۔ سرکاری اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ جنوری سے جون 2019 تک سندھ کے مختلف علاقوں میں 78 افراد کو کاروکاری کے نام پر قتل کیا گیا۔ ان میں 50 خواتین اور 28 مرد ہیں۔

تقریباً 65 واقعات کے مقدمات درج ہوئے لیکن 90 فیصد سے زائد مقدمات مختلف وجوہات کی بنا پر ٹرائل کے منتظر تھے اور زیادہ تر مقدمات میں پولیس نے اپنی تحقیقات مکمل نہیں کی تھی۔ زیادہ تر ملزمان متاثرین کے قریبی رشتے دار تھے اور تین افراد بری ہوئے تھے۔

سال کے آخر تک، پولیس رپورٹس کے مطابق 'غیرت' کے نام پر قتل ہونے والی خواتین کی تعداد 108 رہی۔

فروری میں، ضلع خیر پور میں 13 سالہ رمشا وسان کو اغوا کر لیا گیا کیونکہ اس نے اپنے کزن کے ساتھ شادی کی خواہش ظاہر کی تھی۔ اسے پانچ دن بعد مقامی سیاست دانوں کی مدد سے بازیاب کرالیا گیا جس کے بعد پانچ افراد اس کے گھر میں داخل ہوئے اور اسے اس کے والدین کے سامنے گولی مار کر قتل کر دیا۔ پی پی پی کے ایک رہنما کے رشتے دار ذوالفقار وسان کو مرکزی ملزم کے طور پر نامزد کیا گیا اور اسے ایک عوامی احتجاج کے بعد گرفتار کر لیا گیا۔

مئی میں، کورنگی انڈسٹریل ایریا میں 45 سالہ قزبانو کو مبینہ طور پر اس کے شوہر قادر داد نے گولی مار کر قتل کر دیا۔ پولیس کے مطابق یہ 'غیرت کا معاملہ' تھا۔ مئی میں کراچی میں پیش آنے والے ایک اور واقعے میں، نور محمد نامی شخص نے ناجائز تعلق کے شبہ میں پہلے 25 سالہ نثار حسن کو چھری کے وار کر کے قتل کیا اور بعد میں اپنی 20 سالہ بہن شہناز کو

فائرنگ کر کے مار ڈالا۔

کراچی کے علاقے گلبرگ میں جاوید نامی شخص نے غیرت کے نام پر اپنی 25 سالہ بیوی خالدہ بی بی پر آہنی آلے سے حملہ کر دیا۔ وہ ہسپتال میں چل بسی۔

دسمبر میں، 25 سالہ نایاب، جس نے کراچی منتقل ہونے سے پہلے چارسدہ میں پسند کی شادی کی تھی، کو مسلح ملزمان نے لسبیلہ میں اس کے گھر میں قتل کر دیا۔ قاتل مبینہ طور پر مقتولہ کے قریبی رشتے دار تھے۔

جبری گمشدگیاں/ لاپتا افراد

سندھ میں لاپتا افراد کا مسئلہ جاری ہے، اور رپورٹس ظاہر کرتی ہیں کہ لاپتا کیے گئے زیادہ تر افراد کا تعلق قوم پرست سیاسی جماعتوں، مرکزی سیاسی جماعتوں جیسے کہ ایم کیو ایم پاکستان اور مذہبی گروہوں (زیادہ تر شیعہ) سے تھا، نیز انسانی حقوق کے دفاع کار بھی لاپتا ہونے والوں میں شامل تھے۔

جبری گمشدگیوں سے متعلق تحقیقاتی کمیشن کے اعداد و شمار کے مطابق، دسمبر 2019 تک سندھ میں کیسز کی تعداد 1,586 رہی۔ ان میں سے 948 افراد کا سراغ لگایا جا چکا تھا، 630 لاپتا افراد اپنے گھروں کو لوٹ چکے تھے، 32 افراد حراستی مراکز میں قید تھے، اور 234 جیلوں میں تھے۔ 52 افراد کی نعشیں مل چکی تھیں، جبکہ 371 مقدمات کو بند کر دیا گیا جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان کا تعلق جبری گمشدگیوں سے نہیں تھا۔

انسانی حقوق کے کارکن پنہل سریو کا حوالہ دیتے ہوئے، ایچ آر سی پی کی ایک فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ ' کیا سندھ کو نظر

مئی میں، شیعہ برادری کے لاپتا افراد کے خاندانوں اور دوستوں نے بہادر آباد میں صدر کے رہائش گاہ کے باہر 13 دن تک احتجاج کیا

اندازکیا جارہا ہے؟' میں اس بات کی نشان دہی کی گئی ہے کہ بدین اورنواب شاہ میں گزشتہ چند سالوں کے دوران میں 52 افراد لاپتا ہوئے، اور 22 افراد کو 14 اگست 2019 کو قومی دھارے میں لانے کے بعد رہا کردیا گیا۔ تمام واقعات میں، لاپتاافراد یا تو قوم پرست جماعتوں سے تعلق رکھنے والے سیاسی کارکن یا پھر ایسے افراد تھے یا ہیں جنہوں نے سرعام یا سوشل میڈیا پر 'قوم پرستانہ' آرا کا اظہار کیا تھا۔

شیعہ برادری سے تعلق رکھنے والے لاپتاافراد کے خاندانوں اور دوستوں نے مئی میں بہادرآباد کے علاقے میں صدر مملکت کی رہائش گاہ کے باہراس وقت 13 روز سے جاری احتجاجی دھرنا ختم کردیا جب چندافراد کورہا کیا گیااور دیگر کے ٹھکانوں کے بارے میں بتایا گیا۔ دھرنے کوکئی سیاسی جماعتوں اورحقوق کے کارکنوں کی حمایت حاصل تھی۔ کچھ مظاہرین کو پولیس نے گرفتارکرلیا تاہم بعدازاں انہیں رہا کردیا گیا۔

پولیس نے سندھ ہائی کورٹ کو بتایا کہ لیاری کے جرائم پیشہ گروہ کے سرغنہ عزیر جان بلوچ نے چار لاپتاافراد کوقتل کیا تھا جن میں جیل پولیس کا ایک ہیڈ کانسٹیبل اوراس کے تین دوست شامل تھے۔ اسے دبئی میں گرفتارکرلیا گیااور وہ فوجی حکام کی تحویل میں تھا۔

پولیس

2011 میں، اس وقت کے وزیراعلیٰ نے پولیس آرڈر 2002 کومنسوخ کردیا تھااوراس کی جگہ ایک صدی پرانا پولیس ایکٹ 1861 نافذ کردیا تھا۔ اس اقدام کا بظاہرمقصد پولیس اہل کاروں کے تبادلے اورتعیناتی کو اپنے اختیار میں لانا تھا۔

2019 میں، ابتدائی مخالفت کے بعداور بعدازاں سول سوسائٹی کی مشاورت سے حکومت نے سابق پولیس ایکٹ کو منسوخ کرتے ہوئے ایک نیا قانون منظورکیااور پولیس آرڈر 2002 کو بحال کردیا۔ یہ دعویٰ کیا گیا کہ اس اقدام کا مقصد پولیس کوزیادہ مؤثر، متعامل، ذمہ داراور جوابدہ بنانا تھا۔ اس نئے قانون کے تحت ایک صوبائی کمیشن برائے عوامی سلامتی وپولیس شکایات قائم کیا گیا جس میں حزب اختلاف اورسول سوسائٹی کی بھی نمائندگی تھی۔

جنوری سے جون کے دوران میں 35 پولیس شکایات سیل کو 16,000 سے زائد شکایات موصول ہوئیں۔ یہ مراکز سپریم کورٹ کے احکامات پرسندھ بھرمیں قائم کیے گئے تھے تاکہ شہریوں کی شکایات کا ازالہ ہواورضلعی عدلیہ پر بوجھ کم کیا جاسکے۔

پولیس کے اعدادوشمار کے مطابق، جولائی میں 8,483 مقدمات نمٹائے گئے جبکہ 7,679 مقدمات زیرالتوا تھے۔ پولیس کی مبینہ بدعنوانی کی 622 شکایات موصول ہوئیں۔

سندھ پولیس نے ایک انسانی حقوق سیل قائم کیا جسے ایک نگران ادارے کے طور پرکام کرنا تھا۔ یہ سیل بنیادی طور پر کمزورطبقات، بشمول خواتین، بچوں، اقلیتوں اورمخنث افراد کے مقدمات کا ذمہ دارتھا۔

نومبر میں، وزیر اعلیٰ کے گھر پر امن عامہ سے متعلق ایک اعلیٰ سطح کے اجلاس میں بتایا گیا کہ 124 پولیس اہل کاروں کے خلاف مختلف جرائم میں ملوث ہونے پر ایف آئی آر درج کی گئی تھیں۔

فروری میں، پولیس کی حراست میں ایک نوجوان کی پراسرار ہلاکت کے بعد کراچی کے ایک ایس ایچ او اور اس کی ٹیم میں شامل دیگر پولیس اہلکاروں کو معطل کر دیا گیا۔

کہا جاتا ہے کہ سٹریٹ کرائمز میں ملوث 21 سالہ بلال کو پولیس نے اس وقت حراست میں لیا تھا جب وہ فائرنگ کے تبادلے میں زخمی ہوا تھا۔ بلال کے بھائی کا کہنا ہے کہ پولیس نے ان دونوں کو اٹھایا تھا لیکن اسے رہا کر دیا گیا اور اس کے بھائی کو حراست ہی میں رکھا گیا۔ وہ بعدازاں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جاں بحق ہو گیا۔ پولیس کا دعویٰ ہے کہ اس کی ہلاکت زخموں کی وجہ سے نہیں بلکہ دل کا دورہ پڑنے سے ہوئی تھی۔

فروری میں، نارتھ کراچی میں میڈیکل کی طالبہ نمرا بیگ پولیس اور چوروں کے درمیان فائرنگ کی زد میں آ کر ہلاک ہوگئی۔ اگرچہ پولیس کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک چور کی گولی لگنے سے ہلاک ہوئی تھی تاہم پوسٹ مارٹم میں اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ اس کی ہلاکت ایک 'ہائی سپیڈ ولاسیٹی ہتھیار' سے چلائی گئی گولی سے ہوئی تھی۔ پولیس کی تحقیقات کے بعد واقعے میں ملوث پولیس اہل کاروں کو معطل کرنے کی سفارش کی گئی۔

قید خانے

گنجائش سے زائد قیدی

سندھ کی 24 جیلوں میں 13,038 قیدیوں کی گنجائش ہے۔ سال کے آخر میں وفاقی محتسب کی ایک رپورٹ میں کہا گیا کہ جیلوں میں 17,239 قیدی موجود ہیں جن میں 16,852 مرد، 214 خواتین اور 173 نوعمر بچے ہیں۔ ان میں سے 4,808 قیدی سزایافتہ تھے اور 12,431 کے مقدمات چل رہے تھے۔

ٹھٹھہ، نواب شاہ، قمبر، شہدادکوٹ، مٹھی، کندھ کوٹ، جامشورو، ملیر اور کراچی کے ضلع وسطی میں آٹھ نئی جیلیں تعمیر کی جا رہی تھیں۔ نواب شاہ، ملیر، ٹھٹھہ اور دیگر شہروں میں موجودہ جیلوں کی استعداد بڑھانے کے لیے مزید بیرکیں بھی تعمیر کی جا رہی ہیں۔

جیلوں کے حالات

اپریل میں وزیر جیل خانہ جات سندھ نے کہا کہ دو خواتین سمیت 385 قیدی دائمی امراض میں مبتلا تھے اور 84 قیدیوں میں ایڈز کی تشخیص ہوئی۔

تازہ ترین اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ سندھ میں 115 مرد اور ایک خاتون ایچ آئی وی/ ایڈز کا شکار تھی۔ سندھ میں 50 قیدی ذہنی مریض تھے۔

سندھ

جون میں، جیلوں سے متعلق 1894 کے ایکٹ کی جگہ سندھ جیل خانہ جات و اصلاح ایکٹ وضع کیا گیا تاکہ تمام قیدی جیلوں میں محفوظ ہوں اور ان کے بنیادی حقوق اور قانون کا احترام کرنے والے شہریوں کے طور پر ان کی معاشرے میں بحالی کو یقینی بنایا جا سکے۔

سندھ حکومت نے ان مرد اور خواتین قیدیوں کی رہائی کا عمل شروع کیا جو بالترتیب 65 اور 60 سال کی عمر عبور کر چکے تھے اور جو اس دوران میں اپنی نصف سزا کاٹ چکے تھے۔ جیلوں سے متعلق نئے نافذ العمل قانون کے تحت حکومت ان سزا یافتہ قیدیوں کو رہا کرنے کی بھی منصوبہ بندی کر رہی تھی جو جان لیوا بیماریوں میں مبتلا تھے اور جنہیں فوری علاج کی ضرورت تھی۔

جیلوں میں تشدد

جون میں، ڈسٹرکٹ جیل ملیر میں ایک زیرِ سماعت قیدی، صغیر ہلاک ہو گیا اور اس کی موت متنازعہ ہو گئی۔ اس کے خاندان نے دعویٰ کیا کہ اس نے گھر فون کر کے اپنے والد کو بتایا تھا کہ جیل میں اس پر تشدد کیا جا رہا تھا۔ صغیر کو ایک سپر سٹور میں اس کے آجر کے ایما پر گرفتار کیا گیا تھا۔

جیل حکام کا کہنا ہے کہ جب اسے جیل لایا گیا تو وہ زخمی تھا اور وہ جیل کے ہسپتال میں دوران علاج وفات پا گیا تھا۔ اس کے خاندان اور دیگر قیدیوں کا کہنا ہے کہ اس پر تشدد کیا گیا تھا اور اس کے جسم پر واضح نشان موجود تھے۔

جولائی میں، سندھ ہائی کورٹ نے فشرمینز کوآپریٹو سوسائٹی کے سابق چیئرمین نثار مورائی کی اہلیہ کی جانب سے دائر کی گئی درخواست کی سماعت کی۔ درخواست میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ نثار مورائی پر ملیر ڈسٹرکٹ جیل میں تشدد کیا گیا تھا۔

نثار مورائی اور دیگر زیرِ سماعت قیدیوں نے وزیرِ اعلیٰ کے مشیر سے جیل کی بدانتظامی اور قیدیوں سے ہفتہ وار 'حفاظتی رقم' وصول کیے جانے کی شکایت کی تھی۔ پٹیشن میں کہا گیا کہ حکام نے بعد ازاں اسے کراچی سنٹرل جیل منتقل کر دیا اور تشدد کا نشانہ بنایا۔ عدالت نے آئی جی جیل خانہ جات اور سیکریٹری داخلہ سے جواب طلب کر لیا۔

جیلوں میں ٹیکنالوجی

ستمبر میں جیل حکام کی ملی بھگت سے نقد ادائیگی کے عوض اپنی جگہ دیگر افراد کو جیل میں رکھوانے والے سزا یافتہ قیدیوں سے متعلق ایک پٹیشن کی سماعت کے دوران میں جیل حکام نے سندھ ہائی کورٹ کو بتایا کہ کراچی اور حیدرآباد میں قیدیوں کی بائیومیٹرک تصدیق شروع ہو چکی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پٹیشن سات سال سے زیرِ التوا تھی، اور عدالت نے 2015 میں بائیومیٹرک سسٹم نصب کرنے کا حکم دیا تھا جس پر عمل درآمد نہیں ہوا تھا۔

غیر ملکی جیلوں میں قید پاکستانی

ہندوستان کی ایک جیل میں سندھ سے تعلق رکھنے والے معمر ماہی گیر نورالامین کو تشدد کر کے مار دیا گیا اور اس کی لاش

اپریل 2019 میں واہگہ بارڈر پر اس کے ورثا کے حوالے کی گئی۔ اسے دو سال قبل ماہی گیری کے دوران میں غلطی سے سرحد پار کرنے پر جیل بھیج دیا گیا تھا۔

اس سے کچھ دیر بعد، ہندوستان نے ان چھ پاکستانی ماہی گیروں کو رہا کر دیا جو گزشتہ دو سال سے جیل میں تھے۔ اطلاعات کے مطابق، 100 سے زائد ماہی گیر اب بھی جیلوں میں قید ہیں۔

مثبت اقدامات

دسمبر میں ایک اجلاس میں آئی جی جیل خانہ جات نے بتایا کہ مختلف جیلوں میں تقریباً 4,623 قیدیوں کو مختلف فنی اور مہارت میں اضافہ کرنے والے کورسز میں داخل کرایا گیا تھا۔

اس کے علاوہ، صوبے میں 6,886 قیدیوں کو پرائمری سے لے کر ماسٹرز ڈگری پروگرامز میں داخل کرایا گیا تھا۔

مختلف جیلوں میں عمارت کے انصرام سے متعلق سافٹ ویئر بھی نصب کیے گئے تھے اور 200 جیل حکام کو اسے استعمال کرنے کی تربیت دی جا رہی تھی۔

سندھ حکومت نے ان قیدیوں کو آزاد کرانے کے لیے 339.57 ملین روپے سے زائد رقم ادا کی جو صوبے کی مختلف جیلوں میں اپنی سزا تو پوری کر چکے تھے لیکن اب بھی جیلوں میں قید تھے کیونکہ وہ دیت، دامن یا ارش— تلافی کی مختلف اقسام-- کی رقم ادا کرنے سے قاصر تھے جن کی ادائیگی کا حکم عدالتوں نے انہیں سزا سناتے وقت دیا تھا۔

اگرچہ یہ اقدام حوصلہ افزا ہے، سول سوسائٹی، انسانی حقوق کے کارکن، ماہرین قانون اور قیدیوں کی بہبود سے وابستہ کارکن ایک مستقل فنڈ تجویز کرتے ہیں تاکہ ان سزا یافتہ قیدیوں کی مدد کی جا سکے جو معمولی جرائم یا ٹریفک حادثات کی وجہ سے جیلوں میں پہنچ جاتے ہیں کیونکہ وہ جرمانے کی رقم ادا نہیں کر پاتے۔

بنیادی آزادیاں

نقل وحرکت کی آزادی

سرکاری پابندیاں

صوبے میں نقل وحرکت پر کوئی خاص پابندی تو نہیں ہے لیکن ملک میں کاروبار اور صنعت کا گڑھ اور سندھ کا دارالحکومت ہونے کی بنا پر کراچی ملک بھر کے مزدوروں اور پیشہ ور ماہرین کو اپنی جانب متوجہ کرتا ہے۔ دہشت گردوں کی صوبے میں ممکنہ نقل وحرکت ہمیشہ تشویش کا باعث رہی ہے۔

سال کے شروع میں، وزیراعلیٰ نے ہدایت کی کہ سندھ-بلوچستان سرحد پر زیادہ سخت نگرانی ہونی چاہئے۔انہوں نے آئی جی پی سندھ کو بھی حکم دیا کہ وہ ہمسایہ صوبوں—پنجاب اور بلوچستان—کے ساتھ تعاون کریں تاکہ امن وامان کی صورت حال کو بہتر بنایا جاسکے۔

وزیراعلیٰ نے یہ ہدایت بھی کی کہ صبح کے وقت دفتر اور سکول کے اوقات میں سڑک کے بیچ گاڑیوں کی تلاشی سے گریز کیا جائے۔

احتجاج اور رکاوٹیں

پشتون تحفظ موومنٹ (پی ٹی ایم) کی زیادہ تر سرگرمیوں کا مرکز خیبر پختونخوا ہے لیکن ان کے رہنما اکثر کراچی، جہاں پشتونوں کی ایک بہت بڑی تعداد مقیم ہے، جاتے اور وہاں اجلاس منعقد کرتے رہتے ہیں۔

21 جنوری 2019 کو، ایس ایچ او سہراب گوٹھ نے ریاست کے ایما پر پی ٹی ایم کے 16 رہنماؤں اور 250 سے 300 کارکنوں کے خلاف دہشت گردی کا مقدمہ درج کرلیا۔ان پر الزام تھا کہ انہوں نے اس دن منعقد ہونے والی ایک ریلی کے دوران میں مبینہ طور پر ریاستی اداروں کے خلاف اشتعال انگیز زبان استعمال کی تھی۔ریلی کے ایک منتظم کو گرفتار کرلیا گیا۔

پولیس اور قانون نافذ کرنے والے دیگر ادارے سندھ میں بدنام زمانہ مینٹیننس آف پبلک آرڈر (ایم پی او) ایکٹ کو اکثر استعمال کرتے رہتے ہیں۔2019 کے دوران میں کئی سیاسی وسماجی کارکنوں کو گرفتار کیا گیا۔

28 اگست کو سماجی کارکن اور انسانی حقوق کے دفاع کار واجد لغاری کو میرپورخاص میں ایم پی او کے تحت گرفتار کرلیا گیا۔وہ ضلع میں انسانی اور اقلیتوں کے حقوق کی پامالی کے خلاف سرگرم تھے۔

سندھ

دو روز پہلے انہوں نے میر پور خاص پریس کلب کے باہر ایک احتجاجی کیمپ لگایا تھا جس میں دو کوہلی بھائیوں پچھمن اور وار جنگ کے لیے انصاف کا مطالبہ کیا گیا تھا۔انہیں مبینہ طور پر ایک پولیس وین نے ٹریفک حادثے میں مار ڈالا تھا۔ اس سے پہلے، وہ علاقے میں انسانی حقوق کی پامالیوں، بالخصوص پولیس کی زیادتیوں کے خلاف سرگرم رہے تھے۔

میر پور خاص انتظامیہ نے ایک ماہ کی قید ختم ہونے کے بعد ان کی حراست میں توسیع کردی جس پر سول سوسائٹی کے کارکنوں کے ایک گروہ نے سندھ ہائی کورٹ کے حیدر آباد بنچ میں ایک آئینی پٹیشن دائر کی۔انہیں بعد ازاں 12 اکتوبر کو سندھ ہائی کورٹ کے حکم پر رہا کر دیا گیا۔

اکتوبر میں، کارگو ٹرانسپورٹروں نے سندھ ہائی کورٹ کے ایک فیصلے پر عمل درآمد کے خلاف کٹھور کے قریب سپر ہائی وے (ایم 9 موٹروے) سے ملحقہ رابطہ سڑک کو بلاک کر دیا۔سندھ ہائی کورٹ نے اس فیصلے میں بھاری گاڑیوں پر لادے جانے والے سامان کے وزن کو محدود کر دیا تھا۔احتجاج فرنٹیئر ورکس آرگنائزیشن (ایف ڈبلیواو) کے اہل کاروں کے ساتھ تصادم پر منتج ہوا۔ایف ڈبلیو کے اہلکاروں نے مبینہ طور پر مظاہرین پر فائرنگ کی جس کے نتیجے میں تین مظاہرین ہلاک ہوگئے۔

غیر محفوظ نقل وحرکت اور سفر

ٹریفک پولیس کی ایک رپورٹ کے مطابق، گزشتہ تین سالوں کے دوران میں اگست 2019 تک جامشورو تا سیہون 132 کلومیٹر طویل انڈس ہائی وے پر ہونے والی حادثات میں 300 سے زائد افراد ہلاک اور 1,533 زخمی ہوئے۔

اگست کے اوائل تک، 52 گاڑیوں کو پیش آنے والے 33 حادثات میں 19 افراد ہلاک اور 90 زخمی ہوئے۔صرف نومبر میں، ایک تیز رفتار مسافر کوچ نے موٹر سائیکل رکشا کو ٹکر ماردی جس کے نتیجے میں 13 مسافر ہلاک ہوگئے؛ ایک تیز رفتار ٹرک اور موٹر سائیکل کے درمیان تصادم میں ایک ہی خاندان کے چار افراد جاں بحق ہوگئے اور ایک تیز رفتار کار الٹنے کے نتیجے میں تین افراد ہلاک ہوئے۔شہر کی سڑکوں پر 100,000 بھاری گاڑیاں سفر کرتی ہیں جو گاڑی چلانے والوں کے لیے سنگین خطرہ ہیں اور اس سے محدود گنجائش اور ناکافی ٹریفک پولیس اہلکاروں کی کمی کے تناظر میں ٹریفک کے انصرام کا مسئلہ مزید شدت اختیار کر گیا ہے۔

سوچ، فکر اور مذہب کی آزادی

فرقہ واریت

کراچی ایک ایسا شہر ہے جو سندھ میں فرقہ واریت سے سب سے زیادہ متاثر ہے۔سال کی پہلی سہ ماہی کے دوران میں شہر میں کئی فرقہ وارانہ واقعات پیش آئے۔ایسا پہلا واقعہ جنوری میں پیش آیا جب کورنگی کے علاقے میں نامعلوم حملہ آوروں نے فدا حسین نامی دکاندار کو قتل کر دیا جس کا بیٹا ایک شیعہ طلبا گروہ، امامیہ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن کا عہدے دار

سندھ

تھا۔

اسی ماہ، مسلح موٹرسائیکل سواروں نے شیعہ علماء کونسل کے نائب صدر محمد علی شاہ کو قتل کر دیا۔ فروری میں، نامعلوم حملہ آوروں نے اہل سنت والجماعت، لیاقت آباد کے رہنما محمد ندیم قادری کو قتل کر دیا۔

مارچ میں، اورنگی ٹاؤن کی ایک مارکیٹ میں وجاہت حسین کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا۔ مقتول نامور شیعہ شخصیات کا قریبی رشتے دار بتایا جاتا ہے۔

اگست میں، مبینہ ٹارگٹ کلنگ کے واقعے میں شیعہ برادری سے تعلق رکھنے والے ایک سینئر ڈاکٹر، ڈاکٹر حیدر عسکری کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا۔

ہندو

صوبہ سندھ میں ہندوؤں کی ایک بہت بڑی تعداد آباد ہے جنہیں عمومی طور پر اپنے عقیدے کے مطابق اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی ہے۔ ماضی میں سندھ مذہبی رواداری کا حامل صوبہ سمجھا جاتا رہا ہے، جہاں مختلف مذاہب، عقائد اور فرقوں کے لوگ ہم آہنگی کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔

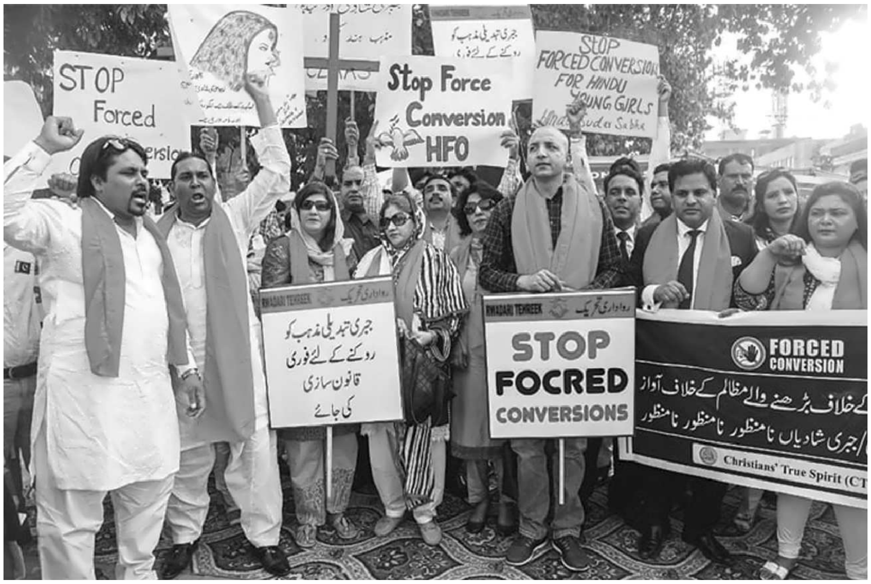

میڈیا نے سندھ میں ہندو لڑکیوں کے اغوا اور جبری تبدیلی مذہب کے کئی واقعات کی خبر دی

تاہم، حالیہ برسوں میں اقلیتی مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو تکالیف کا سامنا ہے، اور ہندو برادری خود کو غیر محفوظ محسوس کرتی ہے کیوں کہ انہیں توہین مذہب کے الزامات پر عناد اور ہجوم کے حملوں کا سامنا ہے۔ ہندو لڑکیوں کا اغوا اور جبری تبدیلی مذہب ہندو برادری کی بڑی شکایات ہیں اور میڈیا میں ایسے کئی واقعات رپورٹ ہوئے ہیں۔

اسلام آباد ہائی کورٹ نے گھوٹکی سے تعلق رکھنے والی دو ہندو بہنوں رینا اور روینا کے کیس کی تحقیقات کے لیے ایک پانچ رکنی کمیشن تشکیل دیا۔ لڑکیوں کے والد نے ایک پٹیشن دائر کی تھی جس میں موقف اختیار کیا گیا تھا کہ انہیں اغوا کیا گیا، جبری طور پر مسلمان کیا گیا اور ان کی دو مسلمان لڑکوں سے شادی کر دی گئی۔ سوشل میڈیا پر جاری ہونے والی ویڈیو میں لڑکیوں کو اسلام قبول کرتے دکھایا گیا تھا۔

نامور اسلامی اسکالر مفتی تقی عثمانی، وزیر انسانی حقوق ڈاکٹر شیریں مزاری، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے چیئر پرسن ڈاکٹر مہدی حسن، قومی کمیشن برائے حقوق نسواں کی چیئر پرسن خاور ممتاز اور نامور صحافی اور انسانی حقوق کے کارکن آئی اے رحمان کو کمیشن کا رکن مقرر کیا گیا۔

لڑکیوں کے خاندانوں نے پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنس کی تیار کی گئی رپورٹ مسترد کر دی۔ یہ رپورٹ دونوں لڑکیوں کے ہڈیوں کے ٹیسٹ پر مبنی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ وہ شادی کے وقت کم سن نہیں تھیں۔ دونوں لڑکیوں اور ان کے مبینہ شریک حیات، صفدر علی اور برکت علی نے اسلام آباد ہائی کورٹ میں پٹیشنیں دائر کیں جن میں عدالت سے درخواست کی گئی کہ وہ مدعا علیہ حکام کو انہیں 'ہراساں کرنے' اور 'دھمکانے' سے روکیں۔ انہوں نے یہ بھی درخواست کی کہ پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا) سے کہا جائے کہ درخواست گزاروں کے خلاف 'پراپیگنڈا کے فروغ' سے گریز کیا جائے۔

11 اپریل کو، اسلام آباد ہائی کورٹ نے قرار دیا کہ دونوں لڑکیوں کو زبردستی مسلمان نہیں کیا گیا تھا۔ عدالت نے انہیں شوہروں کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی۔

مارچ میں، ایک اور جواں سال ہندو لڑکی کے والد نے بتایا کہ اس کی 14 سالہ بیٹی کو چار مسلح افراد نے اس کے گھر سے اغوا کر لیا۔ بعد ازاں ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ لڑکی نے اسلام قبول کرنے کے بعد اس سے شادی کر لی تھی اور یہ کہ اس کی عمر 19 برس تھی۔ اس نے مقامی صحافیوں کو دستاویز بھیجیں جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس نے لڑکی سے قبول اسلام کے بعد شادی کی تھی۔ اس کا یہ بھی کہنا تھا کہ اس نے اور اس کی بیوی نے سانگھڑ کی ایک عدالت میں ایک درخواست جمع کرائی تھی جس میں انہیں تحفظ فراہم کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

ایسا ایک اور واقعہ گھوٹکی میں پیش آیا جب ایک 22 سالہ ہندو لڑکی، مہک کیسوانی، جس کے خاندان کا دعویٰ تھا کہ اسے اغوا کیا گیا تھا، نے سوشل میڈیا پر اپنی ویڈیو جاری کی جس میں اس نے کہا کہ اس نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کیا تھا اور اسے کسی نے بھی قید نہیں کیا تھا۔ ہندو برادری اور سول سوسائٹی نے کراچی پریس کلب کے باہر احتجاج کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ اسے پانچ دن کے لیے اس کی ماں کے حوالے کیا جائے اور اس کا بیان عدالت میں لیا جائے۔

رینو کماری کے خاندان نے بتایا کہ اسے ایک مقامی کالج جاتے ہوئے اغوا کیا گیا اور اس کی سکھر کے ایک شخص کے ساتھ شادی کرانے کے بعد زبردستی اسلام قبول کرایا گیا۔ ہندو برادری نے حکومت سے کارروائی کا مطالبہ کیا جس کے بعد حکام نے مداخلت کی اور لڑکی کو ایک مقامی عدالت میں پیش کیا گیا جہاں لڑکی نے اپنے خاندان کے پاس جانے

سندھ

کے لیے کہا۔ کہا جاتا ہے کہ ایسا پہلی مرتبہ ہوا تھا کہ ایک اغوا ہونے والی ہندو لڑکی بحفاظت اپنے خاندان کے پاس پہنچ گئی تھی۔

ستمبر میں، لاڑکانہ میں بی بی آصفہ ڈینٹل کالج میں بی ڈی ایس فائنل ایئر کی طالبہ نمرتا امرِ تا میر چندانی اپنے ہاسٹل میں مردہ حالت میں پائی گئی۔ ابتدائی طور پر اسے خودکشی کا واقعہ قرار دیا گیا لیکن تفتیش اور پوسٹ مارٹم کی شفافیت پر جلد ہی سوالات اٹھنے لگے۔ ہندو برادری، سول سوسائٹی اور دیگر کارکنوں نے ایک جے آئی ٹی بنانے کا مطالبہ کیا اور کہا کہ کالج انتظامیہ حقائق پر پردہ ڈال رہی ہے۔

مثبت پیش رفت

محترمہ سمن کماری پہلی ہندو خاتون ہیں جو سندھ میں عدالتی افسران کے تقرر کے لیے امتحان پاس کرنے کے بعد سول جج مقرر ہوئیں۔ ہندوؤں کا اہم سرکاری عہدوں پر تقرر ایک انتہائی غیر معمولی بات ہے کیونکہ مذہبی جماعتیں اکثر ایسے فیصلوں کی مخالفت کرتی ہیں۔

اظہار رائے کی آزادی

سال کے دوران میں ملک میں اظہار رائے کی آزادی کے بنیادی حق کو سب سے زیادہ مشکلات کا سامنا رہا۔ میڈیا کو درپیش مشکلات کا آغاز گزشتہ سال ہوا تھا، لیکن صورت حال 2019 میں مزید خراب ہوگئی اور ہزاروں صحافی، فوٹو گرافر اور میڈیا کے دیگر افراد ملازمتوں سے محروم ہوگئے اور کئی اخبارات اور میگزین بند ہوگئے۔ دو ماہانہ نیوز میگزین ہیرلڈ اور نیوز لائن بند ہوگئے اور تمام رپورٹر اور اداراتی عملہ بے روزگار ہوگیا۔

معلومات کا حق

کہا جاتا ہے کہ سندھ کمیشن برائے معلومات نے بالآخر مارچ میں ایک چوتھائی بجٹ جاری ہونے کے بعد سندھ شفافیت اور معلومات کے حق کے ایکٹ 2016 کے تحت کام شروع کردیا تھا۔ صوبائی حکومت نے ستمبر 2018 میں 5 کروڑ 50 لاکھ روپے مختص کیے تھے۔

اس ایکٹ کے تحت، درخواست گزار کسی بھی صوبائی حکومتی محکمے یا ادارے کا ریکارڈ حاصل کرسکتے ہیں جو سرکاری فنڈ استعمال کرتے ہوں۔ مذکور محکمے یا ادارے مقررہ مدت کے اندر معلومات فراہم کرنے کے پابند ہیں۔

ایکٹ کی ایک شق 'پیشگی تشہیر' سے متعلق ہے جو محکموں کو پابند کرتی ہے کہ وہ معلومات کی اپنی ویب سائٹس پر اور دیگر ذرائع سے تشہیر کریں۔ کمیشن کا کہنا تھا کہ وہ اس بات کو یقینی بنانے کی کوشش کریں گے کہ صوبے کے تمام سرکاری ادارے اپنی ویب سائٹس کے ذریعے معلومات کی تندہی سے تشہیر کریں۔

سندھ

میڈیا پر پابندیاں

انٹرنیشنل فیڈریشن آف جرنلسٹس (آئی ایف جے) کی جنوبی ایشیا میں پریس کی آزادی سے متعلق رپورٹ کے مطابق، پاکستان کے میڈیا ہاؤسز نے مئی 2018 سے اپریل 2019 تک 2,000 کے قریب صحافیوں اور غیر صحافی عملے کو ملازمتوں سے فارغ کیا۔ میڈیا شدید مالی مشکلات کا شکار تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ حکومت نے اشتہارات اور پچھلے واجبات روک دیے تھے، جس سے الیکٹرانک چینلوں میں تنخواہوں کی ادائیگی میں تاخیر ہوئی، الاؤنس میں کٹوتی ہوئی، اور ملازمین کی ایک بڑی تعداد ملازمتوں سے محروم ہوگئی۔

رپورٹنگ پر پابندیاں برقرار رہیں اور حکومت کے خلاف چند 'سنگین' رپورٹس کی اشاعت کے بعد فوج کے زیر انتظام رہائشی علاقوں میں ڈان اخبار کی تقسیم پر 'غیر سرکاری' پابندی عائد کردی گئی۔

ڈان کے اسسٹنٹ ایڈیٹر سرل المیڈا کو امن عامہ سے متعلق ایک اعلیٰ سطح کے اجلاس کی اندرونی کہانی پر مضمون لکھنے پر فوجی اسٹیبلشمنٹ کے ردعمل کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر دسمبر میں، لندن برج پر دو افراد کو چھری مار کر قتل کرنے والے شخص کی جائے پیدائش کے بارے میں خبر شائع کرنے پر 'نامعلوم' افراد نے اسلام آباد میں ڈان کے دفاتر کا محاصرہ کرلیا اور اخبار کے مالک کی کردار کشی کی گئی۔

4 دسمبر کو، کراچی میں 'تحریک تحفظ پاکستان' نامی گروہ نے قاتل کی شناخت ظاہر کرنے پر کراچی پریس کلب کے باہر مظاہرہ کرتے ہوئے ڈان کے ناشر اور ایڈیٹر کے خلاف کارروائی اور اخبار کے مالک کو پھانسی دینے کا مطالبہ کیا۔

بین الاقوامی فیڈریشن برائے انسانی حقوق (ایف آئی ڈی ایچ) نے وزیراعظم اور دیگر اعلیٰ حکام کو لکھے گئے خط میں ان واقعات کی کھل کر مذمت کی۔ اس نے صحافیوں کے خلاف تشدد پر اکسانے والے افراد یا گروہوں کو قانون کے کٹہرے میں لانے اور لوگوں کے معلومات کے حق کا احترام کرنے کا مطالبہ کیا۔

جولائی میں پیمرا نے لاہور میں پی ایم ایل-ن کی رہنما مریم نواز کی پریس کانفرنس ایڈٹ کیے بغیر براہ راست نشر کرنے پر 21 ٹی وی چینلوں کو نوٹس جاری کیے۔ اس پریس کانفرنس میں سابق وزیراعظم نواز شریف کی بیٹی نے دعویٰ کیا تھا کہ ایک احتساب عدالت کے جج نے اعتراف کیا ہے کہ ان کے والد کو العزیزیہ ریفرنس میں سزا سنانے کے لیے ان پر 'دباؤ ڈالا گیا اور بلیک میل کیا گیا'۔

میڈیا ملازمین کی نمائندہ تنظیموں جیسے کہ کراچی یونین آف جرنلسٹس اور آل پاکستان نیوز پیپر ایمپلائز کنفیڈریشن (اے پی این ای سی) نے ملازمتوں، تنخواہوں اور الاؤنس میں کٹوتی کے خلاف 'صحافی مزدور ایکشن کمیٹی' کے نام سے ایک مہم شروع کی۔ اس مہم کو ٹریڈ یونینوں اور مزدور تنظیموں کی حمایت بھی حاصل تھی۔ جنوری 2019 سے اخبارات اور الیکٹرانک میڈیا کے اداروں کے باہر احتجاجی کیمپ لگائے گئے۔

مئی میں، سندھ ہائی کورٹ نے صوبائی حکومت کو اخبارات کی رقوم اور واجبات کی ادائیگی کا حکم دیا۔

کونسل آف پاکستان نیوز پیپرایڈیٹرز (سی پی این ای) نے ایک پٹیشن دائر کی جس میں موقف اختیار کیا گیا تھا کہ واجبات کی عدم ادائیگی کے باعث اس صنعت کو شدید مالی مشکلات کا سامنا ہے اور یہ ان کے ملازمین کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔

سندھ ہائی کورٹ نے ایک مرتبہ پھر صوبائی حکومت کو حکم دیا کہ وہ 20 دن کے اندر اخبارات کو اشتہارات کے واجبات کی مد میں 46 لاکھ روپے جاری کرے۔

پریس کے خلاف دھمکیاں

سوشل میڈیا، قومی اخبارات اور ٹی وی چینلوں کے ذریعے صحافیوں کی گرفتاری، میڈیا کے افراد کے خلاف مقدمات کے اندراج، اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے ریاستی اداروں پر تنقید کرنے والوں کو اٹھائے جانے کی کئی اطلاعات موصول ہوئیں۔

نومبر 2018 میں، سادہ کپڑوں میں ملبوس افراد نے کراچی پریس کلب پر چھاپا مارا لیکن صحافیوں اور فوٹو گرافروں کے احتجاج پر واپس چلے گئے۔ اگلے روز، وہ اردو روزنامہ 'نئی بات' کے سینیئر صحافی نصراللہ چودھری کو ان کے گھر سے اٹھا کر لے گئے اور بعد ازاں ان پر الزام لگایا کہ ان سے اسلامی ریاست (آئی ایس) سے متعلق مواد برآمد ہوا تھا۔ ابتدائی طور پر یہ کہا گیا کہ ایسا اس لیے کیا گیا تاکہ چھاپے کو جائز ثابت کیا جاسکے اور صحافیوں کی جانب سے وسیع پیمانے پر ہونے والے احتجاج کو دبایا جاسکے۔

صحافی کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا لیکن 21 دسمبر 2019 کو انسداد دہشت گردی کی ایک عدالت نے انہیں پانچ سال قید کی سزا سنادی۔ ان کی ضمانت منسوخ کردی گئی اور انہیں جیل بھیج دیا گیا۔

پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس اور کراچی یونین آف جرنلسٹس نے ان کی سزا پر سخت تشویش کا اظہار کیا اور کہا کہ حکومت قانون نافذ کرنے والے اداروں اور ایذا رسانی، دھمکیوں اور ہراسگی جیسے حربوں کے ذریعے صحافیوں پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کر رہی ہے۔

مئی میں، عوامی آواز کے صحافی اور پڈعیدن پریس کلب، نوشہرو فیروز کے صدر علی شیر راجپر کو پریس کلب کے باہر نامعلوم مسلح افراد نے قتل کر دیا۔

مئی میں، روزنامہ جنگ کے رپورٹر سید مطلوب حسین سمیت پانچ افراد کو مبینہ طور پر فرقہ ورانہ قتل میں ملوث ہونے کے الزام میں گرفتار کرلیا گیا۔ سید مطلوب پر الزام لگایا گیا کہ وہ بیرون ملک سے تربیت حاصل کر رہے تھے اور انہوں نے ممکنہ ٹارگٹ کلنگ کے لیے شخصیات کی فہرست ایک 'غیر ملکی تنظیم' کو فراہم کی تھی۔

وہ اس سے پہلے بھی خبروں میں رہے تھے جب ان کے خاندان نے دعویٰ کیا تھا کہ انہیں ان کے گھر سے اٹھا لیا گیا تھا، اور متعدد میڈیا تنظیموں نے ان کی پراسرار گمشدگی پر تشویش ظاہر کی تھی۔

سندھ

انٹرنیشنل پریس انسٹی ٹیوٹ نے ڈان کے اسسٹنٹ ایڈیٹر سرل المیڈا کو 71 ویں ورلڈ پریس فریڈم ہیرو کے اعزاز سے نوازا

ڈان کے اسسٹنٹ ایڈیٹر سرل المیڈا کو انٹرنیشنل پریس انسٹی ٹیوٹ (آئی پی آئی) کا 71 واں ورلڈ پریس فریڈم ہیرو قرار دیا گیا۔ یہ ایوارڈ صحافیوں کو 'پریس کی آزادی کے فروغ کے لیے نمایاں کردار' ادا کرنے پر دیا جاتا ہے، 'بالخصوص زندگی کو لاحق شدید خطرات کے تناظر میں'۔

سرل المیڈا پاکستان میں سول-عسکری تعلقات کے حوالے سے اپنی 'تنقیدی' اور 'پختہ کوریج' کے لیے مشہور ہیں۔ ڈان کے ایڈیٹر ظفر عباس کو بھی کمیٹی ٹو پروٹیکٹ جرنلسٹس (سی پی جے) نے پریس کی آزادی کے لیے غیر معمولی اور مستقل مزاجی سے کارکردگی دکھانے پر گوین آئیفل ایوارڈ سے نوازا۔

دسمبر میں یہ اطلاع موصول ہوئی کہ صوبے کے متعدد اضلاع میں 50 صحافیوں کے خلاف اغوا اور بھتے کے جھوٹے مقدمات درج کیے گئے کیونکہ انہوں نے بااثر لوگوں کے جرائم کے بارے میں لکھا تھا۔

ڈیجیٹل میڈیا

وفاقی تحقیقاتی ایجنسی (ایف آئی اے) نے سائبر جرائم کی روک تھام کے ایکٹ 2015 کے تحت، 2018 کے آخر تک تین سائبر کرائم رپورٹنگ سنٹر قائم کیے تھے تاکہ سوشل میڈیا کے غلط استعمال کی نگرانی اور روک تھام کی جا سکے۔ مذکورہ قانون حکومت کو سائبر جرائم کی روک تھام کے لیے تمام ضروری اقدامات کرنے کا اختیار دیتا ہے۔

جنوری 2019 میں سندھ کے پولیس حکام نے اپنے انسداد دہشت گردی ونگ کے تحت ایک تکنیکی ٹیم تشکیل دی۔ اس ٹیم نے ان تمام ڈیجیٹل پلیٹ فارمز کی نگرانی شروع کر دی تھی جو 'نفرت کے نظریے، ریاست مخالف سرگرمیوں اور جنگ جوئی' کو فروغ دے رہے تھے۔ محکمہ انسداد دہشت گردی (سی ٹی ڈی) نے پیشہ ور ماہرین کی ایک الگ تکنیکی ٹیم

تشکیل دی جسے سوشل اور ڈیجیٹل میڈیا کی نگرانی کی ذمہ داری سونپی گئی۔

آرا اور اختلافِ رائے کے اظہار پر پابندی

اکتوبر میں، 'سادہ کپڑوں میں ملبوس افراد' نے آرٹسٹ اور پروفیسر عدیلہ سلیمان کی جانب سے فریئر ہال میں منعقد کی گئی نمائش روک دی جو کراچی بینالے کا حصہ تھی۔ سماجی کارکنوں کی ایک بڑی تعداد نے اس اقدام کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ نمائش کا عنوان 'کلنگ فیلڈز آف کراچی' تھا اور اس میں ملیر کے سابق ایس پی، راؤ انور کے ہاتھوں ہونے والی 444 ماورائے عدالت ہلاکتوں کی تصویر کشی کی گئی تھی۔

اپریل میں ایک مقامی وکیل مولوی اقبال حیدر نے دنیا نیوز ٹی وی چینل کے صحافی شاہ زیب جیلانی کے خلاف درخواست دی جس میں الزام لگایا گیا کہ انہوں نے ٹی وی چینل کے پروگراموں میں ریاستی اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے خلاف ہتک آمیز بیانات دیے تھے۔

ایف آئی اے نے 'مجرمانہ نیت اور پس پردہ ارادوں' کا حوالہ دیتے ہوئے شاہ زیب جیلانی کے خلاف ایف آئی آر درج کر لی۔ مئی میں ایک مقامی عدالت نے شاہ زیب جیلانی کے خلاف الزامات یہ کہتے ہوئے خارج کر دیے کہ ایف آئی اے صحافی کے خلاف ٹھوس شواہد فراہم کرنے میں ناکام رہی تھی۔

کراچی یونین آف جرنلسٹس (کے یو جے) نے واقعے کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ یہ مقدمہ صحافیوں کے خلاف ایک منظم مہم کے تحت درج کیا گیا تھا۔ اس نے اراکین پارلیمان سے مطالبہ کیا کہ وہ الیکٹرانک جرائم کی روک تھام کے ایکٹ (پیکا) پر نظرِ ثانی کریں۔ کے یو جے کا کہنا تھا کہ یہ قانون صحافی برادری یا دیگر شراکت داروں کی مشاورت کے بغیر بنایا گیا تھا اور اس میں انہیں تقریر کی آزادی سے محروم رکھا گیا تھا۔

اجتماع کی آزادی

قانون کا استبدانہ استعمال

احتجاجی اساتذہ، نرسوں اور دیگر گروہوں نے جب بھی کراچی کے 'ریڈ زون'، جہاں گورنر اور وزیرِ اعلیٰ سندھ کے دفاتر اور رہائش گاہیں اور سیکریٹریٹ واقع ہیں، میں داخل ہونے کی کوشش کی تو پولیس نے ان کے خلاف آنسو گیس اور واٹر کینن کا استعمال کیا۔

28 مارچ کو، پولیس نے آنسو گیس، لاٹھی چارج اور واٹر کینن کا استعمال کرتے ہوئے سرکاری سکولوں کے اساتذہ کو وزیرِ اعلیٰ کی رہائش گاہ کے باہر مظاہرہ کرنے سے روک دیا۔ اساتذہ اپنے مطالبات کی منظوری چاہتے تھے جن میں ان کی ترقی کے لیے مقررہ وقت کا تعین بھی شامل تھا۔

گورنمنٹ سکول ٹیچرز ایسوسی ایشن (جی ایس ٹی اے) کے مطابق، پولیس نے 200 اساتذہ کو گرفتار کیا جبکہ آٹھ

خواتین اساتذہ سمیت 150 اساتذہ زخمی ہوئے۔

دو ہفتوں سے کراچی پریس کلب کے باہر دھرنا دیتی سندھ نرسز الائنس (ایس این اے) کی اراکین نے 18 جولائی کو اپنے مطالبات کی منظوری کے لیے وزیراعلیٰ ہاؤس کی جانب پیش قدمی کی۔ ان کا ایک مطالبہ یہ تھا کہ ان کے الاؤنس میں اضافہ کیا جائے۔ پولیس نے مظاہرین کو منتشر کرنے کے لیے رکاوٹیں کھڑی کردیں اور واٹر کینن اور آنسو گیس کا استعمال کیا۔ کم از کم 25 نرسوں کو گرفتار کرلیا گیا، تاہم بعد ازاں انہیں وزیراعلیٰ کے حکم پر رہا کردیا گیا۔

پولیس نے 15 ستمبر کو ایک مرتبہ پھر طاقت کا ایسے ہی استعمال کرتے ہوئے احتجاج کرنے والے سندھ بھر سے 100 خواتین سمیت 450 سکول ہیڈ ٹیچرز کو وزیراعلیٰ ہاؤس جانے سے روک دیا۔ وہ اپنی ملازمتوں کو مستقل کرنے کا مطالبہ کررہے تھے۔

6 نومبر کو پیش آنے والے ایک اور واقعے میں پولیس نے گورنمنٹ کالج کے ان 44 مرد اور 3 خواتین پروفیسروں اور لیکچراروں کے خلاف مقدمہ درج کرلیا جنہوں نے وزیراعلیٰ ہاؤس کے قریب دھرنا دیا ہوا تھا۔

13 جنوری کو پولیس نے امن وامان برقرار رکھنے کے لیے ڈاکٹر روتھ فاؤ سول ہسپتال کراچی میں انٹرویو کے لیے جمع بے روزگار نوجوانوں پر لاٹھی چارج کیا۔

ہسپتال انتظامیہ کے مطابق وہاں 12,000 سے زائد لوگ تھے لیکن پولیس کے اندازے کے مطابق یہ تعداد 30,000 کے قریب تھی۔

تفریح کے حق پر پابندیاں

کراچی میں سی ویو کے علاقے میں پولیس کی جانب سے 12 مارچ کو ایک شادی شدہ جوڑے کو ہراساں کرنے اور ان کے ساتھ زبردستی کرنے کی ویڈیو سوشل میڈیا پر وائرل ہوگئی جس کے بعد چار پولیس اہلکاروں کو معطل کردیا گیا۔ ویڈیو میں دیکھا جاسکتا تھا کہ سادہ کپڑوں میں ملبوس پولیس اہلکاروں نے شادی شدہ جوڑے کو نکاح نامہ دکھانے کو کہا اور جب خاتون نے ان کی ویڈیو بنانے کی کوشش کی تو انہوں نے خاتون کے ساتھ زبردستی کی، جب کہ اس دوران میں اس کا شوہر چلاتا رہا کہ وہ میاں بیوی ہیں۔

انجمن سازی کی آزادی

سول سوسائٹی کی کئی تنظیمیں، ٹریڈ یونینیں، طلبا تنظیمیں اور خواتین اور حقوق کی تنظیمیں انجمن سازی کے اپنے بنیادی حق کے لیے جدوجہد میں مصروف ہیں۔

سندھ میں غیر سرکاری تنظیموں کا آزادی سے کام کرنا اب بھی مشکل ہے، جبکہ ٹریڈ یونینوں کی شکایت ہے کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں نے ان کی سرگرمیوں پر پابندیاں عائد کر رکھی ہیں۔

سندھ

ٹریڈ یونینیں

ملک بھر کی طرح سندھ میں بھی ٹریڈ یونینوں کو متعلقہ قوانین کے تحت تحفظ حاصل نہیں ہے۔

پورٹ قاسم یونین نے کراچی پریس کلب کے باہر 185 دن تک احتجاجی کیمپ لگایا جس کے بعد ان کے چند مطالبات منظور کر لیے گئے، جن میں تنخواہوں میں 10 فیصد اضافہ، ملازم کے بیٹے کے کوٹے پر عمل درآمد اور پورٹ قاسم کے آپریشن ٹھیکے پر دیے جانے کی صورت میں ان کی بطور مزدور حیثیت کو تسلیم کیا جانا شامل تھا۔ حتیٰ کہ انہوں نے اسلام آباد میں قومی اسمبلی کے باہر بھی احتجاج کیا تھا۔

بین الاقوامی ادارہ برائے محنت (آئی ایل او) کی شائع کردہ ایک رپورٹ 'پاکستان میں ٹریڈ یونین کا نظام اور صنعتی تعلقات' کے مطابق، پاکستان میں چھ کروڑ دس لاکھ میں سے صرف تین فیصد ٹریڈ یونین سے رجسٹرڈ ہیں۔

طلبا یونینز

29 نومبر کو تعلیمی اداروں میں طلبا یونینوں کی بحالی کے لیے ایک منظم تحریک شروع کی گئی اور بڑے شہروں میں ایک ملک گیر طلبا یکجہتی مارچ کا انعقاد کیا گیا جس میں ہزاروں طلبا نے حصہ لیا۔

صوبے کے سرکاری اور نجی تعلیمی اداروں میں یونینوں کی جلد بحالی کے لیے کراچی، حیدرآباد اور سندھ کے دیگر بڑے شہروں میں ریلیاں نکالی گئیں۔

اس تحریک کے نتیجے میں سندھ حکومت، اور بعدازاں وفاقی حکومت نے متعلقہ قوانین وضع کرنے پر اتفاق کیا۔ سندھ اسمبلی نے 5 نومبر کو صوبے میں طلبا یونینوں سے پابندی ہٹانے کے لیے ایک قرارداد منظور کی۔

صوبائی کابینہ نے 9 دسمبر کو ایک مسودہ قانون کی منظوری دی جسے سندھ اسمبلی میں پیش کیا جانا تھا۔

سول سوسائٹی اور این جی اوز کے خلاف کریک ڈاؤن

سول سوسائٹی، غیر سرکاری تنظیموں اور حقوق کی انجمنوں کے خلاف ایک منظم کریک ڈاؤن نے ان کا ملک بھر میں کام کرنا مشکل بنا دیا ہے۔

دسمبر میں یہ خبر سامنے آئی کہ سندھ حکومت نے مالی ریکارڈ فراہم نہ کرنے پر صوبے کی 7,000 (70 فی صد) این جی اوز کی رجسٹریشن منسوخ کر دی۔

اس سے پہلے جون میں یہ اطلاع ملی تھی کہ سندھ حکومت صوبے بھر میں، قومی انسداد دہشت گردی اتھارٹی (نیکٹا) کے ضوابط کی مطابقت میں، این جی اوز کی سرگرمیوں کی نگرانی کے لیے ایک نیا قانون بنانے پر غور کر رہی تھی۔

شہریوں پر اثر انداز سیاسی پیش رفت

31 اکتوبر کو پولیس نے جامشورو یونیورسٹی کے 17 طلبا کے خلاف غداری کا مقدمہ درج کر لیا۔ ان پر الزام تھا کہ انہوں نے جیے سندھ کے جھنڈے اٹھائے ہوئے پاکستان مخالف نعرے لگائے اور ریاست مخالف وال چاکنگ کی۔

ان کے خلاف تعزیرات پاکستان (پی پی سی) کی کئی دفعات کے تحت مقدمہ درج کیا گیا جن میں مجرمانہ سازش، ریاست کے قیام کی مذمت اور اس کی خودمختاری کا خاتمہ، کسی بھی قانونی اختیار کے استعمال پر مجبور کرنے یا اس سے روکنے کی نیت سے صدر، گورنر، وغیرہ پر حملہ، اور انتشار پیدا کرنے کی نیت سے بلا وجہ اشتعال دلانا شامل تھیں۔

طلبا کا کہنا تھا کہ وہ ہاسٹل میں پانی کی قلت کے خلاف احتجاج کر رہے تھے۔ وائس چانسلر کا کہنا ہے کہ ایف آئی آر کے اندراج سے پہلے یونیورسٹی انتظامیہ سے مشورہ نہیں کیا گیا تھا۔ انہوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ طلبا پانی کی قلت کی شکایت کر رہے تھے اور انہوں نے کسی قسم کے نعرے نہیں لگائے تھے۔

نومبر میں سٹیل ٹاؤن پولیس کراچی نے ریاست کے ایما پر جیئے سندھ محاذ (جسقم) کی قیادت کے علاوہ 2,000 سے 2,500 کارکنوں کے خلاف غداری کا مقدمہ درج کر لیا۔ ان پر الزام تھا کہ انہوں نے 17 نومبر کو اپنی 'پیغام سندھ' ریلی اور مظاہرے کے دوران میں ریاست اور اس کے اداروں کے خلاف نعرے لگائے تھے۔

انسداد دہشت گردی کی ایک خصوصی عدالت نے جسقم کے چیئر پرسن سمیت پانچ ملزمان کے ناقابلِ ضمانت وارنٹ جاری کر دیے۔

انتخابات میں شرکت

فری اینڈ فیئر الیکشن نیٹ ورک (فافن) نے اکتوبر میں سندھ اسمبلی کے حلقہ پی ایس-11 (لاڑکانہ-II) میں ہونے والے ضمنی انتخابات میں بے قاعدگیوں کی نشان دہی کی۔ اس کی رپورٹ کے مطابق، کچھ پولنگ بوتھ میں ووٹروں کے بیلٹ کی رازداری کی بھی کچھ خلاف ورزیاں دیکھی گئیں۔

یہ رپورٹ ان 21 تربیت یافتہ جائزہ کاروں کی جانب سے 69 پولنگ اسٹیشنوں کی نگرانی پر مبنی تھی جنھوں نے پولنگ سٹیشنوں کے اندر اور باہر انتخابی عمل کا مشاہدہ اور رپورٹنگ کی۔ انہوں نے انتخابی اور سیاسی تشدد کے واقعات، پولنگ سٹیشنوں پر ووٹنگ سے پہلے کی تیاریوں، اور پولنگ اسٹیشنوں میں ووٹنگ اور ووٹوں کی گنتی کے عمل کے حوالے سے رپورٹنگ کی۔

سندھ میں قومی اسمبلی کی ایک اور صوبائی اسمبلی کی تین نشستوں پر ضمنی انتخابات منعقد ہوئے۔ میڈیا میں انتخابات سے متعلقہ تشدد کا کوئی بڑا واقعہ رپورٹ نہیں ہوا۔

حکومت کی سیاسی مخالفت

پاکستان پیپلز پارٹی (پی پی پی) نے مسلسل تیسری مرتبہ صوبائی حکومت بنائی، اور دو مرتبہ، اس کی اتحادی جماعت متحدہ قومی موومنٹ (ایم کیو ایم) تھی۔

تاہم، 2018 کے عام انتخابات کے بعد ایم کیو ایم پاکستان (ایم کیو ایم - پی) نے پاکستان تحریک انصاف (پی ٹی آئی) کی وفاقی حکومت میں شمولیت کا فیصلہ کیا۔

سندھ اسمبلی کی دیگر تین بڑی سیاسی جماعتیں پی ٹی آئی، گرینڈ ڈیموکریٹک الائنس (جی ڈی اے) اور تحریک لبیک پاکستان ہیں۔ پی ٹی آئی 30 نشستوں کے ساتھ سب سے بڑی اپوزیشن جماعت ہے۔

تاہم، پی پی پی کو مخالفت کا سب سے زیادہ سامنا ایم کیو ایم پاکستان کی جانب سے رہتا ہے جو زیادہ تر شہری ووٹروں کی نمائندگی کرتی ہے۔

ناظم کراچی کا تعلق بھی ایم کیو ایم پاکستان سے ہے، چنانچہ پارٹی کی سب سے بڑی شکایت یہ ہے کہ ترقیاتی اور سالانہ بجٹ میں شہری علاقوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ ناظم کراچی نے شکایت کی کہ ان کے عہدہ سنبھالنے کے بعد سے کراچی میونسپل کارپوریشن (کے ایم سی) کو فنڈ جاری نہیں کیے گئے۔

دسمبر میں، ایم کیو ایم - پی نے پاکستان میں صوبوں کی تعداد بڑھا کر آٹھ کرنے، اور سندھ کو شمالی اور جنوبی سندھ میں تقسیم کرنے کے حوالے سے ایک بل سندھ اسمبلی میں پیش کیا۔

سندھ کے وزیر اطلاعات، آرکائیوز و محنت نے ایم کیو ایم - پی کے سندھ میں مزید صوبے بنانے کے مطالبے کو غیر منطقی، نامعقول اور خلاف عقل قرار دیتے ہوئے اسے تنقید کا نشانہ بنایا۔ ان کا کہنا تھا کہ اس اقدام کا مقصد صوبے میں سندھ مخالف سیاست کو فروغ دینا تھا۔

خواتین

قوانین اور پالیسیاں

سندھ اسمبلی نے دسمبر میں ایک بے مثال قانون متفقہ طور پر منظور کیا جو زرعی شعبے کی محنت کش خواتین کو رسمی مزدوروں کے طور پر تسلیم کرتا ہے۔

سندھ ویمن ایگریکلچر ورکرز بل 2019 سندھ کی غالب طور پر زراعت پر مبنی معیشت میں دیہی خواتین کے کردار کو تسلیم کرتا ہے۔ یہ کاشت کاری، ماہی گیری، پولٹری، اور جانوروں کی افزائش کے شعبوں میں محنت کش خواتین کے سماجی تحفظ کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔

زرعی شعبوں سے وابستہ مزدور خواتین بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام سے مالی معاونت حاصل کرنے کے قابل ہوسکیں گی اور ان کے حقوق صوبے کے صنعتی مزدوروں کے مساوی ہوں گے۔

وہ ضرورت پڑنے پر معاہدہ ملازمت کا مطالبہ کرسکیں گی اور انہیں اجتماعی سودے کاری، سماجی بہبود بشمول بچوں کی صحت، کمیونٹی کی ترقی، معاشی منافع، اور حکومت کی جانب سے فراہم کی گئیں اشیا اور خدمات تک رسائی کا حق حاصل ہوگا۔

یہ ملک کی کسی بھی قانون ساز اسمبلی کی جانب سے منظور کیا گیا ایسا پہلا قانون ہے، لیکن ابھی یہ دیکھنا باقی ہے کہ اس پر کتنا عمل درآمد ہوتا ہے۔

سندھ کمیشن برائے حقوق نسواں (ایس سی ایس ڈبلیو) نے یو این ویمن پاکستان کے اشتراک سے اپنا پہلا تین سالہ سٹریٹیجک منصوبہ شروع کیا جس کا مقصد بین الاقوامی وعدوں کے مطابق خواتین کے حقوق کی حمایت اور صنفی برابری کا فروغ تھا۔

حکمت عملی سے متعلق تین ترجیحات سندھ کے قوانین، ضوابط اور پالیسیوں پر صنفی نقطہ نظر سے نظر ثانی کرنا، خواتین کے خلاف تشدد کے خاتمے کے لیے اقدامات کرنا، اور ایس سی ایس ڈبلیو کی ادارتی استعداد میں اضافہ کرنا تھیں۔

دسمبر میں سندھ ہائی کورٹ نے سندھ کے چیف سیکریٹری کو حکم دیا کہ وہ خواتین کے تمام معاملات کو ایک محکمے کے تحت لانے کے لیے ایک اعلیٰ سطح کی کمیٹی تشکیل دیں جو مکمل طور پر خود مختار ہو۔ کمیٹی نے غور و خوض کا عمل چھ ماہ میں مکمل کرنا تھا اور ماہانہ رپورٹس جمع کرانا تھیں۔

خواتین کے خلاف تشدد

سندھ کے ضلعی ڈپٹی پراسیکیوٹر جنرل نے جولائی میں جنسی تشدد کے خلاف ریاستی ردعمل پر بحث کے دوران میں بتایا کہ ایسے مقدمات میں زیادہ تر افراد کی رہائی کی وجہ ناقص تفتیش ہے۔

ایک شخص، جس نے اپنی بیوی کو قتل کرنے پر 2012 میں سنائی گئی عمر قید کی سزا کو چیلنج کیا تھا، کی اپیل کو خارج کرتے ہوئے سندھ ہائی کورٹ نے گھریلو تشدد میں اضافے پر ناگواری کا اظہار کیا۔

بنچ نے چیف سیکریٹری اور سوشل ویلفیئر سیکریٹری کو حکم دیا کہ وہ بلا تاخیر گھریلو تشدد (روک تھام اور تحفظ) ایکٹ پر من و عن عمل درآمد کرائیں۔ عدالت نے سہ ماہی پیش رفت رپورٹس جمع کرانے کا بھی حکم دیا۔

جولائی میں، کلفٹن کے علاقے میں دو کم سن بچوں کی ماں رقیہ پر مبینہ طور پر اس کے شوہر عمران نے تیزاب پھینک دیا جس کے نتیجے میں اس کی ایک آنکھ ضائع ہوگئی۔ حملے میں اس کے چہرے اور جسم کے دیگر حصوں پر بھی زخم آئے۔

2014 میں عابد حسین نامی شخص نے مکان فروخت کرنے سے روکنے پر اپنے بھائی صابر کے ساتھ مل کر اپنی بیوی نذیراں کو قتل کر دیا۔ ملزمان نے خاتون پر مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگا دی۔ ان کے دو بچے اپریل 2019 میں مقدمے کی سماعت میں گواہ بنے۔ جج نے فیصلہ دیا کہ ملزمان سخت ترین سزا کے مستحق تھے۔ عدالت نے عابد حسین کو سزائے موت اور اس کے بھائی کو عمر قید کی سزا سنائی۔

اکتوبر میں سندھ ہائی کورٹ نے صوبائی حکام کو حکم دیا کہ وہ صوبے کے ہر ضلع میں خواتین ریسکیو پولیس مراکز قائم کریں۔ بنچ نے فنانس سیکریٹری کو بھی ہدایت کی کہ وہ ایک ہفتے کے اندر پناہ گاہوں کے لیے منظور کیے گئے 14 کروڑ 50 لاکھ روپے جاری کریں ورنہ ان کے خلاف توہین عدالت کے تحت کارروائی کی جائے گی۔

خواتین کے خلاف سائبر جرائم

ستمبر میں ایف آئی اے کے سائبر ونگ نے دو ملزمان کو حراست میں لے لیا جو کراچی میں ایک لڑکی کو ہراساں کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک ملزم لڑکی کا پڑوسی تھا جس کے پاس غیر اخلاقی تصاویر اور ویڈیوز تھیں جن کے ذریعے وہ اسے دھمکا رہا تھا۔ اس نے یہ تصاویر اور ویڈیوز سوشل میڈیا کے کئی گروپس میں بھی شیئر کی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ ملزمان اور متاثرہ لڑکی کے خاندان کے درمیان پانچ لاکھ روپے کے عوض ایک سمجھوتا طے پا گیا تھا۔

اکتوبر میں ایف آئی اے نے ایک خاتون کو جنسی طور پر ہراساں کرنے اور اس کی قابل اعتراض ویڈیوز بنانے کے الزام میں دو بچوں کے باپ کو گرفتار کر لیا۔ اطلاعات کے مطابق وہ خود کو 'حساس ادارے' کا افسر اور ایک با اثر خاندان کا فرد ظاہر کرتا تھا۔

سندھ

کام کی جگہ پر خواتین

سپریم کورٹ نے مارچ میں کام کی جگہ پر ہراسگی کے واقعات کی روک تھام کے لیے خاطرخواہ اقدامات نہ کرنے پر صوبائی حکومتوں کی سرزنش کی۔

سندھ کے محتسب نے سپریم کورٹ میں جمع کرائی گئی رپورٹ میں اعتراف کیا کہ 388 واقعات درج ہوئے جن میں سے 350 خارج کر دیے گئے، لیکن صرف آٹھ مقدمات میں کارروائی ہوئی۔

شعبہ صحت میں 88، محکمہ تعلیم میں 73 اور نجی شعبے میں 110 واقعات پیش آئے۔ پی آئی اے کے ملازمین نے دو جبکہ این جی اوز کے ملازمین نے 24 شکایات جمع کرائیں۔

ایک شکایت حبیب بنک لمیٹڈ (ایچ بی ایل)، تین میڈیا ہاؤسز سے آئیں۔ 66 شکایات 'گھریلو' کے زمرے میں آئیں۔ تین اپیلیں دائر کی گئیں جن میں سے دو کا تعلق کراچی یونیورسٹی اور ایک کا شہید ذوالفقار علی بھٹو انسٹی ٹیوٹ آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی سے تھا۔

صوبائی محتسب نے کارروائی کرتے ہوئے ایک سرکاری کالج کے ایک ملازم کے عہدے میں تنزلی کر دی اور کراچی یونیورسٹی اور ایچ بی ایل کے ایک ایک ملازم کو برطرف کر دیا۔ ایچ بی ایل، کراچی یونیورسٹی، شہید ذوالفقار علی بھٹو انسٹی ٹیوٹ آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی اور ایک نجی سکول کے ایک ایک ملازم اور ایک تھراپسٹ پر جرمانے بھی عائد کیے گئے۔

8 مارچ کو ملک بھر میں ایک مرتبہ پھر عورت مارچ کا انعقاد کیا گیا جس میں سماجی کارکنوں، وکلا، ڈاکٹروں، انجینیئروں، کاروباری شخصیات، صحافیوں، طلباء خواتین ٹیکسی ڈرائیوروں، خواتین پولیس اہلکاروں اور گھریلو خواتین کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ شرکا نے خواتین کے ساتھ ہونے والی سماجی ناانصافیوں کے خلاف آواز اٹھائی۔ مارچ کے منتظمین کو سوشل میڈیا پر جنسی زیادتی اور قتل کی دھمکیاں دی گئیں اور کچھ پلے کارڈز کا حوالہ دے کر صورتحال کو مزید کشیدہ بنا دیا گیا۔

ملک کی سب سے بڑی مذہبی جماعت کے ایک رکن نے کراچی پولیس کو ایک درخواست دی جس میں مظاہرین پر مذہبی جذبات کو بھڑکانے اور فحاشی پھیلانے کا الزام عائد کیا گیا۔ منتظمین کا یہ بھی کہنا ہے کہ میڈیا نے مارچ کے اصل مقاصد کی بجائے اس پر ہونے والی تنقید کو زیادہ کوریج دی۔

خواجہ سراؤں کے حقوق

اکتوبر میں سندھ حکومت نے صوبائی حکومتی محکموں میں خواجہ سرا شہریوں کے لیے 0.5 فیصد ملازمتی کوٹا مقرر کیا۔

اس سے پہلے، اپریل میں یہ اطلاع سامنے آئی تھی کہ سندھ پولیس میں خواجہ سرا افراد کے لیے 5 فیصد ملازمتی کوٹا دستیاب ہوگا، اور یہ کہ وہ پولیس افسران کے طور پر باقاعدہ ذمہ داریاں بھی انجام دے سکیں گے۔

سندھ

سندھ حکومت نے تمام صوبائی سرکاری محکموں میں خواجہ سراؤں کے لیے 0.5 فیصد کوٹا مقرر کیا

وزیر اعلیٰ نے محکمہ سماجی بہبود کو بھی حکم دیا کہ وہ رسمی تعلیم اور تکنیکی تربیت کے حصول میں خواجہ سرا افراد کی حوصلہ افزائی کریں اور یہ کہ انہیں بلا امتیاز کھلے مقابلوں میں حصہ لینے کی اجازت دی جائے۔

سندھ میں خواجہ سرا برادری پر حملوں کی نسبتاً کم اطلاعات موصول ہوئیں، اگرچہ کچھ واقعات کو منظر عام پر نہیں لایا گیا ہوگا۔

اپریل میں طارق روڈ کے علاقے میں 30 سالہ شبانہ کو اس کے کرائے کے گھر میں چھریاں مار کر قتل کر دیا گیا۔

بچے

قانون سازی سے متعلق پیش رفت اور بچوں کے تحفظ کا نظام

2012 میں، روشنی ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ ویلفیئر نے ایک پٹیشن دائر کی جس میں عدالت سے استدعا کی گئی کہ وہ صوبائی پولیس کو کراچی کے مختلف علاقوں سے لاپتا ہونے والے بچوں سے متعلق حکم جاری کرے۔ این جی او نے الزام لگایا کہ پولیس لاپتا بچوں کے مقدمات کی مناسب تفتیش نہیں کر رہی۔

فروری 2019 میں، سندھ ہائی کورٹ نے سندھ پولیس کی جانب سے لاپتا بچوں کی بازیابی کے حوالے سے جمع کرائی گئی پیش رفت رپورٹ پر عدم اطمینان کا اظہار کیا اور پولیس کو حکم دیا کہ وہ بچوں کی بازیابی کے لیے جدید طریقہ کار اور تمام دستیاب وسائل استعمال کرے۔ اس سے پہلے کی ایک سماعت میں، پولیس اور ایف آئی اے سے کہا گیا تھا کہ وہ بچوں کو انسانی سمگلنگ کے لیے استعمال کیے جانے کے امکان کا بھی جائزہ لیں۔

جون میں، سندھ ہائی کورٹ نے ایک مرتبہ پھر پولیس کو حکم دیا کہ وہ 16 لاپتا بچوں کی بازیابی کے لیے اقدامات کرے۔ پولیس کا کہنا تھا کہ بہت سے بچے سکول جانے میں عدم دلچسپی یا اپنے والدین کے ناروا سلوک کی وجہ سے گھر سے بھاگ گئے تھے۔

نومبر میں سندھ چائلڈ پروٹیکشن اتھارٹی اور محکمہ سماجی بہبود نے سندھ کے 29 اضلاع میں ایک ہاٹ لائن ٹیلی فون سروس (1122) شروع کی تاکہ ان بچوں کی مدد کی جا سکے جو ناروا سلوک، نظرانداز کیے جانے یا کسی اور جرم کے خطرے سے دوچار تھے۔

بچوں کے خلاف تشدد

بچوں کے خلاف تشدد نے کئی شکلیں اختیار کیں۔ سندھ ہائی کورٹ نے ایک 13 سالہ ہندو لڑکی کے جون میں ٹنڈو محمد خان میں نشہ آور شے کھلا کر اجتماعی جنسی زیادتی کا نشانہ بنائے جانے کے واقعے کا نوٹس لیا۔ پولیس تمام ملزمان کو گرفتار کرنے میں ناکام رہی جس پر ڈی آئی جی اور ایس ایس پی کو عدالت طلب کر لیا گیا۔

جولائی میں، ایف آئی اے نے ایک 12 سالہ لڑکی کو مبینہ طور پر جنسی زیادتی کا نشانہ بنانے، ہراساں کرنے اور بلیک میل کرنے پر ایک نوجوان کو گرفتار کرنے، اور بچوں کی فحش نگاری میں ملوث ایک منظّم گروہ کو بے نقاب کرنے کا دعویٰ کیا۔

اکتوبر میں دو روز سے لاپتا ایک 12 سالہ بچے کی نعش برآمد ہوئی جسے زیادتی کے بعد قتل کیا گیا تھا۔ اس سے کچھ دیر بعد، نیو کراچی کے ایک قبرستان سے گزشتہ چار دن سے لاپتا دو بھائیوں، 10 سالہ علی رضا اور 8 سالہ اذان کی نعشیں برآمد ہوئیں۔

دسمبر میں، ٹھٹھہ کے علاقے واڑ سے ایک سات سالہ بچی کی نعش لاپتا ہونے سے اگلے روز برآمد ہوئی۔ بچی کو زیادتی کے بعد گلا دبا کر قتل کرنے کے بعد اس کی نعش کو کیلے کے ایک باغ میں پھینک دیا گیا تھا۔

اسی ماہ، تین دن پہلے لاپتا ہونے والے ایک سات سالہ بچے کی نعش گھوٹکی میں گنے کے ایک کھیت سے برآمد ہوئی۔ بچے کو قتل سے پہلے زیادتی کا نشانہ بنایا گیا تھا۔

بچوں کی صحت

اپریل میں، ایک نجی ہسپتال دارالصحت میں ایک نو ماہ کی بچی مبینہ طور پر زیادہ مقدار میں پوٹاشیم کلورائیڈ دیے جانے کی وجہ سے مفلوج ہو گئی۔ اس پر 45 منٹ تک سی پی آر کیا گیا جس کے نتیجے میں اس کے دماغ کو آکسیجن ملنا کم ہو گئی۔ اسے ایک نجی ہسپتال، لیاقت نیشنل ہسپتال لے جایا گیا مگر وہ علاج کے دوران میں ہلاک ہو گئی۔ موت کی اصل وجہ کا پتا لگانے کے لیے ڈاکٹروں کا ایک بورڈ تشکیل دیا گیا۔

سندھ

دارالصحت کی انتظامیہ اور میڈیکل عملے کے کئی افراد کو نامناسب علاج کا ذمہ دار قرار دیا گیا لیکن اکتوبر میں والدین اور عدالت کے ساتھ ایک سمجھوتا طے پا گیا۔ ہسپتال کے مالک اور چیئرمین، وائس چیئرمین اور ایگزیکٹیو ڈائریکٹر کو غفلت کے الزام سے بری کر دیا گیا اور مینجمنٹ نے نشوا کے نام پر ایک انتہائی نگہداشت یونٹ برائے اطفال قائم کرنے اور اس کے نام پر ایک وظیفہ جاری کرنے اور ضرورت مند اور غریب مریضوں کے علاج کے لیے سالانہ پچاس لاکھ روپے مختص کرنے پر رضامندی ظاہر کی۔

اپریل میں، کراچی کے ایک نجی کلینک میں نمونیا کا شکار ایک آٹھ سالہ بچی مبینہ طور پر غلط انجکشن دیے جانے کے باعث جاں بحق ہوگئی۔ واقعے میں ملوث ڈاکٹر کو گرفتار کر لیا گیا۔

سکولوں میں منشیات

تعلیمی اداروں، بالخصوص شہری علاقوں میں، کے باہر منشیات فروخت کیے جانے کی اطلاعات کے بعد وزیر اعلیٰ نے پولیس کو چوکنا رہنے کی ہدایت کی۔

سیکریٹری تعلیم کو بھی نجی تعلیمی اداروں کی انتظامیہ کے ساتھ تعاون کرنے کا کہا گیا تاکہ اس سرگرمی پر قابو پایا جا سکے اور ضرورت پڑنے پر والدین کو مطلع کیا جا سکے۔

فروری میں، پولیس نے کراچی میں طلبا کو منشیات پہنچانے والے ایک چھ رکنی گروہ کو گرفتار کرنے کا دعویٰ کیا۔

بعدازاں مئی میں، پولیس نے کالج اور یونیورسٹی کے طلبا کو منشیات فروخت کرنے کے الزام میں ایک خاتون کونسلر سمیت 15 افراد کو گرفتار کر لیا۔ ان میں سے کچھ ملزمان مبینہ طور پر کرسٹل میتھ، جسے آئیس بھی کہا جاتا ہے، کی عادی لڑکیوں کے ساتھ جنسی زیادتی میں بھی ملوث تھے۔

کم عمری کی شادی

عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) کی رپورٹ 'پاکستان میں کم عمری کی شادی کا تناسب' کہتی ہے کہ سندھ میں کم عمری کی شادیوں کا تناسب کافی زیادہ رہا اور 72 فیصد لڑکیاں اور 25 فیصد لڑکے اس ظلم کا شکار ہوئے۔

کم عمر بچیوں کی شادی کا سب سے زیادہ تناسب قبائلی علاقوں میں رکارڈ کیا گیا جہاں 99 فیصد لڑکیوں کی اس روایتی سرگرمی کے تحت شادی کر دی جاتی ہے۔ کم عمری کی شادی کی ممانعت کے ایکٹ کی موجودگی کے باوجود یہ سرگرمی جاری ہے۔

نومبر میں، خیرپور میں پولیس نے ایک کم سن لڑکی کی ایک 48 سالہ شخص کے شادی پر چھاپا مارا اور دولھا، اس کے بھائی اور لڑکی کے والد کو گرفتار کر لیا۔

اپریل میں، سجاول پولیس نے خفیہ اطلاع پر ایک 11 سالہ لڑکی کی شادی کو روک دیا اور دولھا، اس کے والد اور لڑکی کے

سندھ

شکار پور میں پولیس نے مداخلت کرتے ہوئے ایک چالیس سالہ شخص کی دس سالہ لڑکی کے ساتھ شادی کو روک دیا

ماموں کو گرفتار کر لیا۔

مئی میں، پولیس نے شکار پور میں ایک 40 سالہ شخص کو شادی کی تقریب کے بعد ایک 10 سالہ لڑکی کو اپنے ساتھ لے جانے سے روک دیا۔ دولھا نے شادی کے عوض لڑکی کے والد کو اڑھائی لاکھ روپے ادا کرنے کا اعتراف کیا۔

بچوں سے مشقت

وزیر اعلیٰ سندھ نے بتایا کہ صوبائی حکومت یونیسف کے اشتراک سے چائلڈ لیبر میں مصروف بچوں سے متعلق ایک سروے کا انعقاد کر رہی ہے جس کے لیے 9 کروڑ 60 لاکھ روپے مختص کیے گئے ہیں۔

دسمبر میں سروے مکمل ہو جانے کے بعد صوبائی حکومت مستقبل میں ان بچوں کے روزگار کے لیے تعلیم اور مہارت فراہم کرنے کے حوالے سے ایک جامع حکمت عملی مرتب کرنے کے قابل ہو سکے گی۔ وزیر اعلیٰ کا کہنا تھا کہ سندھ فیکٹریز ایکٹ 2015، 14 سال سے کم عمر بچوں کو فیکٹری میں کام کرنے سے روکتا ہے۔

سیکریٹری محنت کا کہنا تھا کہ ضلع جامشورو کو چائلڈ لیبر سے پاک ضلع قرار دیا گیا تھا اور ڈائریکٹر محنت سندھ کی سربراہی میں قائم کی گئی ایک ٹاسک فورس کے علاوہ ایڈیشنل ڈائریکٹر محنت حیدرآباد اور دیگر عہدے دار ضلع میں چائلڈ لیبر کے خاتمے کو یقینی بنائیں گے۔

لاوارث بچے

یو این ایچ سی آر نے وزیر اعلیٰ کو بتایا کہ انہوں نے لاوارث بچوں کی آباد کاری کے لیے 20 کروڑ امریکی ڈالر مختص کر رکھے ہیں اور اس پر اجازت ملنے کے بعد کام شروع ہو جائے گا۔ وزیر اعلیٰ نے سیکریٹری داخلہ اور کمشنر کراچی کو این او سی جاری کرنے کی ہدایت کی۔

سندھ

ایک اندازے کے مطابق، 30,000 سے زائد بچے کراچی کی سڑکوں پر رہ رہے تھے۔ سندھ حکومت نے پہلے ہی کم سن بھکاریوں پر پابندی عائد اور ان کی آبادکاری کے لیے پناہ گاہیں قائم کرنے کی منصوبہ بندی کر رکھی تھی۔

محنت کش

قانون سازی

صوبے کے زیادہ تر قوانین کی طرح، لیبر قوانین پر عمل درآمد ملازمت سے متعلق ناانصافیوں اور شکایات کے ازالے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

ناجائز برطرفی کے واقعات میں شکایت کے طریق ہائے کار اب تک تشکیل نہیں دیے جا سکے اور ادارے اب بھی ان مزدوروں کے استحصال میں مصروف ہیں جو یا تو قانون کے تحت اپنے حقوق سے ناواقف ہیں یا پھر وہ انتظامیہ کے اقدامات کو چیلنج کرنے کے لیے وسائل نہیں رکھتے۔

کم از کم اجرت

ستمبر میں، سندھ اسمبلی میں وقفہ سوالات کے دوران میں سندھ کے وزیر برائے اطلاعات و محنت نے کہا کہ سال کے دوران میں صوبے بھر کے غیر ہنر مند مزدوروں کی کم از کم ماہانہ تنخواہ 16,200 روپے سے بڑھا کر 17,500 روپے کر دی گئی تھی۔

کم از کم تنخواہ سے متعلق قانون کا اطلاق فیکٹریوں، صنعتی علاقوں اور صوبے بھر کی ان دیگر جگہوں پر ہوتا ہے جہاں غیر ہنر مند مزدور ملازمت کر رہے ہیں۔

محنت کشوں کی مشکلات

موجودہ حکومت نے ریاست کے زیر ملکیت صنعتوں اور تجارتی اداروں جیسے کہ پاکستان اسٹیل، پی آئی اے، ریلوے اور واپڈا کی نجکاری کا عمل شروع کیا۔

آل پاکستان واپڈا ہائیڈرو الیکٹرک ورکرز یونین سی بی اے نے اکتوبر میں لاہور الیکٹرک سپلائی کمپنی (لیسکو)، اسلام آباد الیکٹرک سپلائی کمپنی (آئیسکو) اور گڈو پاور ہاؤس سمیت ملک کی منافع بخش پاور سپلائی کمپنیوں کی فروخت کے خلاف سندھ کے کئی علاقوں میں احتجاج کیا۔

حیدرآباد میں نکالی گئی ریلی میں سی بی اے سندھ کے جنرل سیکریٹری نے نجکاری کے منصوبے منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا اور خبردار کیا کہ پاکستان پیپلز پارٹی (پی پی پی) اور پاکستان مسلم لیگ (پی ایم ایل-این) کی حکومتوں نے بھی نجکاری کا منصوبہ بنایا تھا، لیکن انہیں مجبوراً ملازمین کے مطالبات منظور کرنا پڑے تھے اور انھوں نے نجکاری نہ کرنے پر اتفاق

سندھ

کیا تھا۔

سال کے آخری چھ ماہ کے دوران میں، آٹو کے شعبے میں فروخت میں بڑے پیمانے پر کمی کے باعث ہزاروں دیہاڑی دار مزدور اور ٹھیکے پر کام کرنے والے ملازمین اپنی ملازمتوں سے محروم ہو گئے۔

پیشہ ورانہ صحت اور تحفظ

صحت اور تحفظ کے پیشہ ورانہ معیار کی کمی یا فقدان کا اندازہ مزدوروں کے ہلاک یا زخمی ہونے کی مسلسل اطلاعات سے لگایا جا سکتا ہے۔

کراچی میں دو بھائیوں سمیت چھ مزدور ایک کثیر منزلہ عمارت سے گر کر جاں بحق ہو گئے۔ یہ مزدور ایک تعمیراتی لفٹ پر شیشے کے پینل کی تنصیب میں مصروف تھے جب لفٹ کی ایک رسی ٹوٹ گئی۔ رسی ٹوٹنے سے لفٹ الٹ گئی اور مزدور 13 منزلوں کی بلندی سے نیچے گرے؛ پانچ مزدور موقع پر ہلاک ہو گئے جبکہ چھٹا مزدور ہسپتال میں چل بسا۔ زیر تعمیر عمارت کے مالکان کے علاوہ لفٹ کے ٹھیکیدار کے خلاف غیر ارادی قتل اور غفلت کے الزام میں مقدمہ درج کر لیا گیا۔

مئی میں، ضلع جامشورو کی کھنوٹ کول فیلڈ میں کوئلے کی ایک کان میں گیس بھرنے کے نتیجے میں دھماکا ہوا جس سے کان منہدم ہو گئی۔ پانچ مزدور 80 فیصد جھلس گئے جنہیں فوری طور پر ہسپتال لے جایا گیا، جہاں ان میں سے چار جاں بحق ہو گئے جب کہ ایک کی حالت نازک تھی۔

بلدیہ گارمنٹ فیکٹری میں آتشزدگی کے مقدمے کا ٹرائل انسداد دہشت گردی کی ایک عدالت میں جاری رہا اور ستمبر میں فیکٹری مالکان میں سے ایک نے گواہی دی کہ 2012 میں لگنے والی جان لیوا آگ جس میں 250 سے زائد افراد ہلاک ہوئے تھے، دہشت گردی کی کارروائی تھی جو متحدہ قومی موومنٹ کی ہدایت پر بھتہ نہ ملنے پر دانستہ طور پر کی گئی تھی۔ آتشزدگی کی چاہے جو بھی وجوہات ہوں، اتنی بڑی تعداد میں اموات کی وجہ پیشہ ورانہ صحت اور تحفظ کے معیارات کا نہ ہونا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ عمارت کے ڈیزائن میں بھی خامیاں تھیں۔

دسمبر میں کراچی میں ایک پریس کانفرنس کے دوران میں انسانی حقوق اور محنت کشوں کے حقوق کے کارکنوں نے کراچی سمیت صوبے کے مختلف حصوں میں بند گٹروں کی صفائی کے دوران میں زہریلی گیسوں کے باعث سینٹری ورکرز کی اموات پر غم و غصے کا اظہار کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ سینٹری ورکر خاص طور پر غیر محفوظ ہیں کیونکہ انہیں حفاظتی کٹس کے بغیر زہریلے گٹروں کی صفائی کرنا ہوتی ہے۔ اکتوبر میں، ایک گٹر کی صفائی کے دوران میں دو مزدور جاں بحق ہو گئے۔

گھر پر کام کرنے والے مزدور

سندھ اسمبلی نے 2018 میں سندھ ہوم بیسڈ ورکرز ایکٹ منظور کیا تھا، لیکن دیگر قوانین کی طرح اس پر بھی خاطر خواہ عمل درآمد نہ ہو سکا۔ ہوم بیسڈ ویمن ورکرز فیڈریشن (ایچ بی ڈبلیو ڈبلیو ایف) پاکستان نے 7 مارچ کو خواتین کے 108 ویں

عالمی دن کے موقع پر کراچی پریس کلب کے باہر مظاہرہ کیا جس میں مساوی کام کے مساوی معاوضے نیز اس قانون پر عمل درآمد کا مطالبہ کیا گیا۔

زرعی مزدور

نومبر میں ایچ آر سی پی کے حیدرآباد آفس میں منعقد ہونے والے ایک اجلاس میں ہاری تنظیموں نے مطالبہ کیا کہ سندھ ہائی کورٹ کے ایک حالیہ فیصلے کے مطابق، کسانوں کے مقدمات مختیارکاروں اور کمشنروں کی بجائے سول اور سیشن عدالتوں میں چلائے جائیں۔

اجلاس میں ہاریوں کے اندراج کا مطالبہ کیا گیا تاکہ بیگار کا خاتمہ کیا جا سکے جسے عدالت نے غیر قانونی قرار دیا تھا۔ انہوں نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ ہاریوں کو تعلیم، صحت اور بیمہ کی سہولیات فراہم کی جائیں۔ سندھ ہائی کورٹ کے فیصلے کی اشاعت اور اس سے آگہی کے لیے اس کا سندھی زبان میں ترجمہ کرنے پر بھی اتفاق کیا گیا۔

بزرگ شہری

پالیسیاں

سندھ حکومت نے 2014 میں سندھ معمر افراد کی فلاح کا بل پیش کیا جسے بالآخر 2016 میں منظور کر لیا گیا۔ اسے فخریہ طور پر ملک کا ایسا پہلا قانون قرار دیا گیا۔ 2019 کے آخر تک، یہ بات صاف ظاہر تھی کہ اس قانون کی بھی تشہیر تو بہت کی گئی تھی لیکن اس پر بھی خاطر خواہ عمل درآمد نہ ہو سکا۔

سندھ ہائی کورٹ نے دسمبر میں اس حوالے سے کوئی خاص پیش رفت نہ ہونے پر برہمی کا اظہار کیا۔ اس قانون کے ضوابط کار تشکیل نہیں دیے گئے تھے، ایکٹ میں مذکور 'معمر شہری کونسل' نے کوئی کارروائی نہیں کی تھی، اور خصوصی فوائد اور رعایتیں ابھی تک فراہم نہیں کی گئی تھیں۔

ان فوائد کے حصول کے لیے شناختی (آزادی) کارڈ جاری نہیں کیے گئے اور بنچ کو یہ عذر پیش کیا گیا کہ نادرا نے بزرگ شہریوں کے کوائف جاری کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

عدالت نے صوبائی حکام کو ہدایت کی کہ وہ 45 دن کے اندر ضوابط کا اعلان کریں۔ عدالت نے کونسل سے بھی کہا کہ وہ 15 دن کے اندر فلاحی فنڈ قائم کرے، شکایات کے ازالے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دے، اور ضروری خدمات اور فوائد کے لیے بزرگ شہریوں کو آزادی کارڈ جاری کرے۔ کمیٹی کو دو ماہ کے اندر ایک پیش رفت رپورٹ جمع کرانا تھی۔

ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل (اے اے جی) اور محکمہ سماجی بہبود کے حکام نے بتایا کہ نیو کراچی میں 80 بستروں پر مشتمل ایک پناہ گاہ کے لیے 7 کروڑ 50 لاکھ روپے منظور کر لیے گئے ہیں۔ یہ پناہ گاہ تین ماہ میں تعمیر کی جانی تھی۔ تاہم، بنچ

سندھ

نے نشان دہی کی کہ محض ایک پناہ گاہ کافی نہیں ہوگی اور یہ کہ ہر ضلع میں ایسی سہولت ہونی چاہئے۔

بزرگ شہریوں کے لیے صحت کی خدمات

اگرچہ سرکاری شعبے میں ایسی سہولیات کا فقدان ہے، نجی شعبے میں لیاقت نیشنل ہسپتال نے بزرگ شہریوں کی بنیادی

سندھ معمر افراد کی فلاح کے قانون پر عمل درآمد نہ ہوسکا

نگہداشت کا اپنا ایک منفرد یونٹ متعارف کرایا۔ یہ خصوصی مہارت کا حامل ایک جدید ترین یونٹ تھا جس کا مقصد کراچی کے معمر شہریوں کی جسمانی، سماجی اور نفسیاتی فلاح کو فروغ دینا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ان تمام ضروریات کو 'کم لاگت' میں پورا کرنے کے لیے یونٹ میں قابل پیشہ ور ماہرین کی ایک ٹیم موجود تھی۔

پنشن

جون میں سندھ حکومت نے اعلان کیا کہ پنشن میں 15 فیصد اضافہ کیا جائے گا اور یہ کہ 90 فیصد (200,667) پنشنرز کو ڈائریکٹ کریڈٹ سسٹم (ڈی سی ایس) پر منتقل کر دیا گیا ہے تاکہ وہ اپنی ماہانہ پنشن براہ راست اپنے بنک اکاؤنٹ سے حاصل کر سکیں۔

اکاؤنٹنٹ جنرل (اے جی) سندھ نے کہا کہ ان کا تصور یہ ہے کہ تمام پنشنرز کو ان کی ریٹائرمنٹ کی تاریخ سے معاوضہ فراہم کیا جائے اور اگر محکموں نے مکمل پنشن کیسز جمع نہ کرائے تو سندھ حکومت اس مالی سال سے 65 فی صد قبل از وقت پنشن ادا کرنا شروع کر دے گی۔

سندھ حکومت کے ریٹائرڈ ملازمین اور ان کے خاندانوں کی سہولت کے لیے سندھ کے تمام 22 اضلاع میں ڈسٹرکٹ

سندھ

اکاؤنٹس دفاتر میں ون ونڈو سندھ پنشن سنٹرز قائم کیے گئے۔

معذوری کے ساتھ جیتے افراد

پالیسیاں

سندھ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس نے سندھ حکومت کی درخواست پر تمام ضلعی ہیڈکوارٹرز میں معذوری کے ساتھ جیتے افراد کے لیے خصوصی عدالتیں قائم کرنے کا حکم دیا۔

سندھ اسمبلی نے کچھ عرصہ قبل معذوری کے ساتھ جیتے افراد کو بااختیار بنانے کا ایکٹ 2018 منظور کیا تھا۔ایسا پہلی مرتبہ ہوا تھا کہ تمام معذوریوں کی مفصل تعریف بیان کی گئی تھی۔اس کے برعکس، وفاقی اور صوبائی قوانین میں معذوری کی صرف چار اقسام بیان کی گئی تھیں جن میں جسمانی لحاظ سے معذور، بینائی سے محروم، سماعت سے محروم اور 'ذہنی معذور' شامل تھے۔

معذوری کے ساتھ جیتے افراد کو بااختیار بنانے کے شعبے (ڈی ای پی ڈی) سے متعلق وزیراعلیٰ سندھ کے سپیشل اسسٹنٹ نے بتایا کہ صوبائی حکومت خصوصی افراد کو قومی شناختی کارڈ کے حصول میں درپیش مشکلات کے خاتمے کے لیے کوشاں ہے۔نادرا کو ڈی ای پی ڈی کے ساتھ مل کر بتدریج تمام اضلاع میں کیمپ قائم کرنا تھے۔

کہا جاتا ہے کہ خصوصی افراد کو سرٹیفکیٹس کی فراہمی کے لیے صوبے بھر میں 28 مراکز قائم کیے گئے۔

تعلیم اور ملازمت

ملک میں معذوری کے ساتھ جیتے افراد کے حقوق سے متعلق ایک مقدمے کی سپریم کورٹ میں سماعت کے دوران میں سروسز جنرل ایڈمنسٹریشن اینڈ کوآرڈی نیشن ڈیپارٹمنٹ سندھ کے سیکریٹری نے عدالت کو بتایا کہ سندھ حکومت نے مختلف معذوریوں کے ساتھ جیتے افراد کے شکایات کا ازالے،ضلعی ہسپتالوں میں سپیشل میڈیکل بورڈ، اور ضلعی سطح پر بھرتی کے لیے تین کمیٹیاں قائم کی تھیں۔

تینوں کمیٹیوں کی تشہیر کے لیے اخبارات میں اشتہارات دیے جانا تھے۔محکمہ اطلاعات سندھ کو ریڈیو اور ٹیلی وژن پر مفت نشریات کے لیے پیمرا سے رابطہ کرنے کی ہدایت کی گئی تا کہ حقوق، مراعات، اور شکایات کے ازالے سے متعلق معلومات فراہم کی جاسکیں۔

مارچ میں، سٹیٹ بنک آف پاکستان نے معذوری کے ساتھ جیتے افراد کو صرف پانچ فیصد کی شرح سود پر رعایتی قرضے فراہم کرنے کا فیصلہ کیا تا کہ سمال انٹرپرائز (ایس ای) کے زمرے میں آنے والے افراد کی قرضوں تک رسائی کو بہتر بنایا جاسکے۔

خصوصی افراد چھ ماہ کی رعایتی مدت سمیت زیادہ سے زیادہ پانچ سال کی مدت کے لیے 15 لاکھ روپے تک قرض حاصل

کر سکیں گے۔

سہولیات

8 نومبر کو سندھ اسمبلی نے متفقہ طور پر ایک قانون منظور کیا جس سے سماعت سے محروم افراد کو ڈرائیونگ لائسنس کے حصول کا موقع ملا۔ یہ مسودہ قانون صوبائی مجلس قانون ساز کی قائمہ کمیٹی برائے پارلیمانی امور وانسانی حقوق کے اراکین کے درمیان کئی ہفتوں کی بحث کے بعد پیش کیا گیا تھا۔

مہاجرین اور اندرون ملک بے گھر ہونے والے افراد

مہاجرین

مارچ میں ایک اجلاس میں وزیراعلیٰ اور اقوام متحدہ کے کمشنر برائے مہاجرین (یو این ایچ سی آر) نے اتفاق کیا کہ یو این ایچ سی آر صوبے میں مقیم افغان مہاجرین کی مردم شماری کرے گا۔

یو این ایچ سی آر کی ایک رپورٹ کے مطابق، 13 لاکھ 80 ہزار افغان مہاجرین میں سے 50,000 کراچی میں رہائش پذیر ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ملک میں مزید 10 لاکھ مہاجرین، مہاجرین کے اندراج کے رسمی نظام سے باہر رہائش پذیر ہیں۔ تاہم، زیادہ تر حلقوں، خاص کر کراچی میں یہ اعداد و شمار قابل قبول نہیں۔

افغان مہاجرین کے لیے قرضے

سٹیٹ بنک آف پاکستان نے بنکوں سے کہا کہ وہ افغان مہاجرین کے کھاتے کھولنے کے لیے نادرا کے جاری کردہ پروف آف رجسٹریشن (پی او آر) کارڈ استعمال کر سکتے ہیں۔ اس سے پہلے پاکستان میں مہاجرین کے لیے بنکاری کی سہولیات دستیاب نہیں تھیں حالانکہ ان میں سے کئی افراد کئی عشروں سے ملک میں رہ رہے تھے۔

پاکستانی بنکوں کو اس وقت انضباطی اداروں کے علاوہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے کڑی جانچ کا سامنا ہے۔ پاکستان پیرس سے تعلق رکھنی والی فنانشل ایکشن ٹاسک فورس (فیٹف) کی گرے لسٹ میں شامل ہے۔ اس ٹاسک فورس کا مقصد دہشت گردی کی مالی معاونت اور منی لانڈرنگ کا خاتمہ ہے، اور یہ دہشت گردی کی مالی معاونت اور منی لاندرنگ کے مکمل خاتمے پر زور دیتی رہی ہے۔ بالخصوص، کرنسی تبدیل کرنے والی کمپنیوں کو رقوم کی اندرون ملک منتقلی سے روکا گیا ہے۔

سماجی اور معاشی حقوق

تعلیم

تدریس اور سیکھنے کا معیار

مئی میں وزیراعلیٰ نے پرائمری اور ثانوی سکولوں میں تدریس کے معیار پر عدم اطمینان کا اظہار کیا اور اساتذہ کی تربیت پر زور دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ پرائمری کی سطح پر بجٹ کے استعمال کا بہترین طریقہ سکول انتظامیہ کی مرکزیت کو ختم کرنا اور انتظامی اور مالی اختیارات گریڈ 17 کے ہیڈ ٹیچرز کو منتقل کرنا ہے۔

وزیر تعلیم نے 19 اضلاع میں عمارت سے محروم پرائمری سکولوں کے لیے دو کمروں پر مشتمل 179 عمارتیں تعمیر کرنے اور پرائمری اور ایلیمنٹری سکولوں کی 29 خستہ حال عمارتوں کی بحالی کے منصوبے کے بارے میں بتایا۔

جب وفاقی حکومت نے مجموعی تعلیمی بجٹ میں 20 فیصد کمی کرتے ہوئے ہائیر ایجوکیشن کمیشن کے لیے صرف 28 ارب 64 کروڑ روپے مختص کیے، جو 55 ارب روپے کی طلب کا 50 فیصد ہے، تو اطلاعات کے مطابق سندھ کی کئی یونیورسٹیوں کے لیے اپنے عملے اور اساتذہ کو تنخواہیں ادا کرنا مشکل ہو گیا۔

نصاب

وفاقی حکومت صوبوں کے مابین اختلافات کے خاتمے کے لیے ایک یکساں نصاب کی تیاری میں مصروف ہے۔

سندھی زبان کی لازمی تعلیم

سندھ اسمبلی نے مارچ میں ایک قرارداد منظور کی جس میں نجی سکولوں میں سندھی زبان کی تدریس لازمی قرار دینے کا مطالبہ کیا گیا۔

نجی سکولوں کا انضباط

نجی سکولوں کی جانب سے فیسوں کی وصولی کا مسئلہ 2019 میں بھی جاری رہا۔ سپریم کورٹ نے اپریل میں نجی سکولوں کو مئی اور جون کی پیشگی فیسیں لینے سے روک دیا اور والدین کو بھی ہدایت کی کہ وہ عدالت کے حکم کے مطابق فیسیں ادا کریں۔ کچھ نجی سکولوں کی طرف سے فیسوں میں اضافے سے متعلق فیصلے پر عمل درآمد نہ کیے جانے کے خلاف والدین کی درخواستوں کی سماعت کے موقع پر، ایک سکول کے وکیل نے کہا کہ والدین گزشتہ سال اگست سے فیسیں جمع نہیں

کرار ہے۔ وکیل نے یہ بھی کہا کہ سندھ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے احکامات کی تعمیل میں ترمیم شدہ فیس واؤچر جاری کیے گئے تھے۔

درخواست گزاروں اوران کے وکلا کا کہنا تھا کہ کچھ سکول عدالتی احکامات پرعمل نہیں کر رہے۔عدالت نے کہا کہ موسم گرما کی تعطیلات کی پیشگی فیس وصول کرنے والے سکولوں کے خلاف توہین عدالت کی کارروائی کی جائے گی۔

صحت

قانون سازی اورصحت کے لیے بجٹ کی تخصیص

سندھ اسمبلی نے جنوری میں زخمی افراد کے لازمی علاج کا (امل عمر) بل 2019 منظور کیا جو مارچ 2019 میں قانون بن گیا۔اس قانون کے تحت ہسپتال 'طبی وقانونی تقاضوں پرعمل کیے بغیر' کسی بھی زخمی شخص کوفوری علاج فراہم کرنے کے پابند ہیں۔ جب تک کسی فرد کی حالت خطرے سے باہر نہ ہو، پولیس کو'مداخلت' کی اجازت نہیں دی جائے گی اور ڈاکٹرضروری علاج فراہم کرتے وقت رشتے داروں کی رضامندی حاصل کرنے کے پابند نہیں ہوں گے۔

اگست 2018 میں کراچی کے علاقے ڈیفنس میں پولیس اورڈاکوؤں کے درمیان فائرنگ کی زد میں آ کر ہلاک ہونے والی 10 سالہ امل عمر کی موت نئے قانون کی تشکیل کا باعث بنی۔ہسپتال انتظامیہ نے اس کا فوری علاج کرنے سے انکار کردیا اورطبی وقانونی تقاضے پورے کرنے میں 40 منٹ کی تاخیرہسپتال میں اس کی موت کا سبب بنی۔سپریم کورٹ نے واقعے کا ازخودنوٹس لیا اورایک خصوصی کمیٹی تشکیل دی جسے پولیس اور ہنگامی حالات سے نمٹنے کے دوران میں نجی ہسپتالوں کی غفلت کا پتالگانے اوراصلاحات تجویز کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔

ملک کاصحت کے لیے بجٹ ایک فی صد سے بھی کم ہے جوعالمی ادارہ صحت کے تجویز کردہ ملکی جی ڈی پی کے کم سے کم چھ فی صد سے کافی نیچے ہے۔ وبائی امراض پر قابو پانے میں ناکامی اس شعبے کے لیے مایوس کن حدتک ناکافی بجٹ کی عکاسی کرتی ہے۔

قومی کمیشن برائے انسانی حقوق کی سندھ شاخ نے مئی میں 'پاکستان میں صحت کے حق' سے متعلق ایک رپورٹ شائع کی جس میں صحت کو آئین میں ایک بنیادی حق کےطور پرشامل کرنے پرزوردیا گیا۔

قومی پروگرام

اپریل میں وزیرصحت نے سندھ اسمبلی کو بتایا کہ صوبے میں امیونائزیشن کا تناسب، جو پہلے 29 فیصد تھا، بڑھ کر 49 فیصد ہوگیا ہے اوراگلے پانچ سالوں میں 100 فی صد کی شرح کے حصول کے لیے جدیدطریق ہائے کار اپنائے جا رہے ہیں۔

عوامی صحت

جنوری 2019 میں سپریم کورٹ نے تین بڑے سرکاری ہسپتالوں، جناح پوسٹ گریجوایٹ میڈیکل سنٹر، قومی ادارہ برائے امراض قلب، اور نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف چائلڈ ہیلتھ کا انتظامی اختیار وفاق کے سپرد کردیا۔

ابتدا میں وفاقی حکومت نے اس فیصلے سے اتفاق کیا لیکن بعد میں ان تحفظات کی بنا پر اپنا موقف تبدیل کرلیا کہ آیا یہ ہسپتالوں کو مؤثر طریقے سے چلا سکے گی یا نہیں۔ سال کے آخر تک ان تینوں ہسپتالوں کی حیثیت غیر یقینی رہی۔

سندھ حکومت نے سندھ میں قومی ادارہ برائے امراض قلب سے منسلک ہسپتالوں کا ایک مؤثر نیٹ ورک قائم کیا ہے جو ملک بھر کے مریضوں کو مفت علاج فراہم کرتا ہے۔

کراچی میں سرکاری ہسپتالوں کے ڈاکٹروں نے ہسپتالوں کی او پی ڈیز کو بند کردیا جس سے ہزاروں مریضوں کو مشکلات اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ ڈاکٹروں کا مطالبہ تھا کہ انہیں پنجاب کے ڈاکٹروں کے مساوی تنخواہیں اور الاؤنس دیے جائیں۔

پانچ روزہ ہڑتال کے باعث کئی بڑے ہسپتالوں کی او پی ڈیز اور وارڈز میں خدمات کی فراہمی معطل رہی اور اس کا سرجریوں پر بھی اثر پڑا۔ حکومت نے ڈاکٹروں کو یقین دلایا کہ ان کے مطالبات پورے کیے جائیں گے جس کے بعد انہوں نے ہڑتال ختم کردی۔

'عطائیوں' کے کلینک بند کرنے کی مہم سال بھر جاری رہی۔ ستمبر میں وزیر صحت نے سندھ اسمبلی کو بتایا کہ سندھ ہیلتھ کیئر کمیشن (ایس ایچ سی سی) نے 'عطائیوں کی سرگرمیوں' پر کراچی، حیدرآباد، لاڑکانہ، اور میرپورخاص ڈویژن میں

وزیراعلیٰ نے لاپتا افراد کی واپسی کے لیے سنجیدہ اقدامات کرنے کا وعدہ کیا جس کے بعد وائس فار بلوچ مسنگ پرسنز نے عشرے کے دوران پہلی مرتبہ اپنا احتجاجی کیمپ دو ماہ کے لیے بند کردیا

193 مراکز صحت کو بند کیا۔

ایس ایچ سی سی کے احکامات پر عمل نہ کرنے والے ڈاکٹروں کو 500 سے زائد وارننگ لیٹر جاری کیے گئے۔ مزید کہا گیا کہ جن مراکز نے پاکستان میڈیکل اینڈ ڈینٹل کونسل سے لائسنس حاصل کیے یا ان کی تجدید کرائی انہیں دوبارہ کھولنے کی اجازت ہے۔

کتوں کے کاٹنے کے واقعات

نومبر میں جاری ہونے والی ایک خبر میں کہا گیا کہ سندھ میں کتوں کے کاٹنے کے یومیہ 630 سے زائد واقعات سامنے آئے۔ سندھ اسمبلی کو بتایا گیا کہ صوبے میں گزشتہ 10 ماہ سے زائد عرصے کے دوران میں تقریباً 186,579 افراد پر آوارہ کتوں نے حملے کیے۔ صوبائی ڈائریکٹر جنرل برائے خدمات صحت نے کہا کہ متاثرین کی اصل تعداد کہیں زیادہ ہوسکتی ہے کیونکہ بہت سے لوگ علاج کے لیے ہسپتال نہیں جاتے۔ اس کے باوجود، تمام بڑے ضلعی ہسپتالوں میں کتوں کے کاٹنے کے خلاف ویکسین دستیاب نہیں۔

بچے ان حملوں کا سب سے زیادہ نشانہ بنے۔ لاڑکانہ میں ایک کم سن بچہ کتوں کے خوفناک حملے کا نشانہ بنا جسے تشویش ناک حالت میں ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔

ملیریا

جنوری سے جولائی 2019 کے عرصے کے دوران میں، سندھ ملیریا کنٹرول پروگرام نے صوبے بھر میں ملیریا کے 52,377 کیسز ریکارڈ کیے۔ حکام کا کہنا ہے کہ شدید بارشوں کے بعد مختلف اضلاع میں کیسز کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ زیادہ تر کیسز دیہی علاقوں جیسے کہ ٹھٹھہ (10,191)، سجاول (4,428)، لاڑکانہ (4,121)، ٹنڈو محمد خان (3,994)، بدین (3,602)، میرپورخاص (3,523)، اور عمرکوٹ (3,183) میں سامنے آئے۔ تقریباً 1,873 کیسز کراچی سے تھے۔ کراچی، حیدرآباد اور دیگر بڑے شہروں میں کیسز کی تعداد صوبے کے دیہی علاقوں کی نسبت کم تھی۔

ٹائیفائیڈ

وزیر صحت نے سندھ اسمبلی کو بتایا کہ آلودہ پانی دوا مخالف 'سپر بگ ٹائیفائیڈ' کی وبا کا ذمہ دار ہے۔ اس وبا کی پہلی مرتبہ 2016 میں حیدرآباد میں نشان دہی ہوئی تھی اور اب یہ کراچی کے علاقوں میں بھی پھیل رہا تھا۔

دسمبر میں عالمی ادارہ صحت نے اطلاع دی کہ سندھ میں نو ماہ سے 15 سال کی عمر کے 94 لاکھ (95 فی صد) بچوں کو ٹائیفائیڈ بخار کے خلاف ویکسین دی گئی۔

پاکستان وہ پہلا ملک ہے جس نے اپنے امیونائزیشن پروگرام میں ڈبلیو ایچ او کی تجویز کردہ ٹائیفائیڈ کونجوگیٹ ویکسین

(ٹی سی وی) متعارف کرائی اور سندھ، جہاں نومبر 2016 سے اب تک 11,000 کیسز رپورٹ ہو چکے ہیں، اس حوالے سے سب سے آگے تھا۔ اس ویکسین کو بیماری کے خلاف ایک جامع مہم کے بعد معمول کی امیونائزیشن میں شامل کیا جانا تھا۔

حیدرآباد، لطیف آباد، اور کراچی کے کچھ علاقے جیسے کہ صدر، لیاری، لیاقت آباد، اور نارتھ کراچی صوبے کے دیگر علاقوں کی نسبت زیادہ متاثر ہوئے۔ وزیرِ صحت نے کہا کہ آگہی مہم اس لیے شروع نہیں کی گئی کیوں کہ حکومت افراتفری نہیں پھیلانا چاہتی تھی۔

پولیو

تازہ ترین اعداد وشمار ظاہر کرتے ہیں کہ 2019 میں سندھ میں پولیو کے 24 کیسز سامنے آئے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ گزشتہ سال ملک بھر میں پولیو کے 12 کیسز سامنے آئے تھے، یہ تعداد بہت زیادہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دسمبر میں پولیو مہم 100 فیصد ویکسینیشن کے ساتھ دوبارہ معمول پر آ چکی تھی، لیکن اطلاعات کے مطابق پانچ روزہ مہم سندھ کے تقریباً 300,000 بچوں تک پہنچنے میں ناکام رہی۔

پولیو کے قطرے پلانے کے خلاف کچھ مزاحمت اب بھی موجود ہے۔ پولیس نے ایک مہم کے دوران میں بچوں کو پولیو کے قطرے پلانے سے انکار اور پولیو ورکرز کے ساتھ ناشائستہ سلوک کرنے پر تین افراد کو گرفتار کر لیا۔

لطیف آباد کے علاقے میں پولیو کی دو ٹیموں کا خاندان کے افراد کے ساتھ جھگڑا ہو گیا اور یونین کمیٹی کے میڈیکل افسر کے ساتھ بدسلوکی کی گئی۔

ایچ آئی وی/ایڈز

ضلع لاڑکانہ کے علاقے رتوڈیرو میں ایچ آئی وی/ایڈز کا بڑے پیمانے پر پھیلاؤ شدید تشویش کا باعث بنا۔ اپریل میں ایڈز کے پھیلاؤ کی اطلاعات سامنے آنے کے بعد 38,658 افراد کی سکریننگ کی گئی۔ ابتدائی طور پر بچوں کے ایک ڈاکٹر کو بیماری کے پھیلاؤ کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا جس کی فیس علاقے میں سب سے کم تھی۔ سال کے آخر تک 1,235 لوگوں کے ٹیسٹ مثبت آئے۔

بالغوں میں 73 مرد اور 187 خواتین شامل تھیں، لیکن بچے 599— لڑکے اور 376 لڑکیاں-- غیر متناسب طور پر متاثر ہوئے۔ عالمی ادارہ صحت نے اسے 'درجہ دوم کی ہنگامی صورت حال' قرار دیا اور کہا کہ بیماری کے پھیلاؤ کی بنیادی وجہ استعمال شدہ سرنجوں اور ڈرپ کٹس کا استعمال تھا۔

اقوام متحدہ کے ایچ آئی وی اور ایڈز سے متعلق مشترکہ پروگرام کے مطابق ملک میں تقریباً 600,000 نااہل ڈاکٹر غیر قانونی طور پر کام کر رہے ہیں جن میں سے 270,000 کا تعلق سندھ سے ہے۔ اس بیماری کے متاثرین جو اکثر بے

قصور ہوتے ہیں انہیں بھی تعصب اور الزامات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جیسا کہ رتوڈیرو کے قریبی علاقے میں ایچ آئی وی کا شکار ہونے والی دو بچوں کی ماں کریمہ رند کے ساتھ ہوا، جسے اس کے شوہر نے گلا دبا کر قتل کرنے کے بعد اس کی نعش کو درخت کے ساتھ لٹکا دیا۔

صوبائی حکومت نے جون میں اعلان کیا کہ وہ ایچ آئی وی کے مریضوں، خاص طور پر بچوں کے لیے ایک اینڈومنٹ فنڈ قائم کر رہی ہے جس سے کمیونٹیوں میں آگہی پیدا کرنے میں مدد ملے گی۔ اگست میں ایچ آئی وی اور ایڈز کے پھیلاؤ پر قابو پانے کے لیے قوانین پر عمل درآمد اور سکریننگ اور طبی سہولیات کی فراہمی سے متعلق ایک پٹیشن کی سماعت کے دوران میں سندھ ہائی کورٹ نے صوبائی محکمہ صحت کے حکام کو حکم دیا کہ وہ سندھ ایچ آئی وی اینڈ ایڈز کنٹرول ٹریٹمنٹ اینڈ پروٹیکشن ایکٹ 2013 کے تحت ایک کمیشن تشکیل دیں۔

ڈینگی

سندھ میں ڈینگی بخار اب بھی عروج پر تھا جب کہ دیگر صوبوں میں کسی نئے کیس کی اطلاعات سامنے نہیں آئیں۔ دسمبر میں 16,543 کیسز سامنے آئے جن میں سے 90 فیصد سے زائد کا تعلق کراچی سے تھا۔ پاکستان بھر میں ڈینگی کے کل کیسز کی تعداد 53,700 بتائی گئی اور ملک بھر میں ہونے والی 95 اموات میں سے 46 کا تعلق سندھ سے تھا۔

نیگلیر یا فاؤلری

نامور طبی جریدے 'دی لینسٹ' کے مطابق، نیگلیر یا فاؤلری جو دماغ اور حرام مغز کی ابتدائی امیبائی سوزش کی بیماری اور زیادہ تر کیسز میں موت کا سبب بنتا ہے، کراچی کا ابھرتا ہوا مسئلہ ہے۔

2008 میں اس بیماری کا پہلا کیس سامنے آنے کے بعد سے اکتوبر 2019 تک کراچی میں 146 افراد اس میں مبتلا ہو چکے تھے۔ یہ شبہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ امیبا پانی کی گھریلو سپلائی میں پایا جاتا ہے۔ سائنسدان یہ بھی سمجھتے ہیں کہ موسمی تبدیلی امیبا کے پھیلاؤ کی ایک بڑی وجہ ہے کیوں کہ طویل موسم گرما اور مرطوب حالات اسے ایک موافق ماحول فراہم کرتے ہیں۔

محکمہ صحت کا کہنا ہے کہ بیماری کے پھیلاؤ کو روکنے میں اس کا اپنا کردار محدود ہے کیوں کہ گندے پانی میں افزائش پانے والے امیبا کو صرف پانی کو کلورین کے ذریعے صاف کر کے ہی ختم کیا جاسکتا ہے۔ بدقسمتی سے، پینے کے پانی میں اکثر گٹروں کے پانی کی آمیزش ہوتی ہے۔

کانگو بخار

نومبر تک، کراچی میں کریمین کانگو ہیموریجک فیور (سی سی ایچ ایف) کے باعث ہونے والی اموات کی تعداد 20 تک پہنچ چکی تھی۔ کراچی میٹروپولیٹن کارپوریشن (کے ایم سی) نے ہسپتالوں کو مشورہ دیا کہ وہ سی سی ایچ ایف کے مریضوں

صحت

کے لیے خصوصی احتیاطی تدابیر اختیار کریں جن میں مریضوں کے لیے خصوصی وارڈز کا قیام اور وائرس کے متعلق آگہی مہم چلانا شامل ہے۔

یہ ایک وبائی مرض ہے جو جانوروں میں پرورش پانے والے خون چوسنے والے کیڑے کے ذریعے انسانوں میں منتقل ہوتا ہے اور زیادہ تر مریضوں کا تعلق مویشیوں کے کام سے ہے۔

ہیپاٹائٹس

دسمبر میں سندھ اسمبلی کو بتایا گیا کہ صوبے میں ہیپاٹائٹس کے 230,000 سے زائد مریض ہیں۔ صرف کراچی میں ہیپاٹائٹس بی کے مریض 31,667 ہیں اور اتنی ہی تعداد ہیپاٹائٹس سی کے مریضوں کی ہے۔ وزیر صحت نے بتایا کہ ہیپاٹائٹس بی کے 24,615 اور ہیپاٹائٹس سی کے 219,316 مریضوں کا 'وزیر اعلیٰ کے ہیپاٹائٹس پروگرام' کے تحت علاج جاری ہے۔

دماغی صحت

جون میں صوبائی حکومت نے بتایا کہ یہ کمیونٹی کی سطح پر دماغی صحت کا ایک پروگرام شروع کرے گی۔ ابتدائی طور پر یہ ایک پائلٹ پراجیکٹ ہوگا جسے بعدازاں صوبے بھر میں پھیلایا جائے گا۔ پروگرام میں علاج، بحالی اور انسداد پر خصوصی توجہ دی جائے گی۔ وزیر صحت کے مطابق، بے روزگاری اور ذہنی تناؤ دماغی بیماریوں کا باعث بنتے ہیں یا ان میں کردار ادا کرتے ہیں جس سے معاشرے کا ایک مخصوص غیر محفوظ حصہ متاثر ہوتا ہے۔

پاکستان ایسوسی ایشن برائے ذہنی صحت کی جانب سے مئی میں ذہنی امراض پر منعقدہ ایک بحث میں ایک سینیئر ماہر نفسیات نے بتایا کہ 20 لاکھ افراد مختلف ذہنی بیماریوں کا شکار ہیں اور ان میں سے 300,000 کو فوری نفسیاتی توجہ درکار ہے۔

اسی ماہ، سندھ ہائی کورٹ نے تمام کمشنروں اور پولیس کے ایس ایس پیز کو ہدایت کی کہ وہ ذہنی صحت کے مسائل سے دوچار افراد کی نشان دہی کے لیے خصوصی کمیٹیاں تشکیل دیں اور ان افراد کو سندھ ذہنی صحت اتھارٹی کے پاس بھیجیں۔ بنچ ایک پٹیشن کی سماعت کر رہا تھا جس میں سندھ ذہنی صحت ایکٹ 2013 کے نفاذ کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

غذائیت کی کمی

جولائی 2019 میں شروع کیے گئے قومی غذائیت سروے کے مطابق، سندھ میں کم وزن بچوں کی تعداد ملک بھر میں سب سے زیادہ (41.3 فیصد) ہے اور سٹنٹنگ یا سوکھے پن کا 45.5 فیصد کا تناسب بھی 40.2 فیصد کے اوسط قومی تناسب سے زیادہ ہے۔

یورپی یونین سندھ میں بہتر غذائیت کے پروگرام کے ذریعے سٹنٹنگ یا سوکھے پن میں کمی کے لیے حکومتی لائحہ عمل کی

سندھ

حمایت کر رہی ہے۔ سندھ کا اپنا ہدف یہ تھا کہ اس منصوبے کے پہلے پانچ سال کے دوران میں (2021 تک) نشو ونما میں رکاوٹ کے تناسب کو 48 فیصد سے 43 فیصد تک کم کیا جائے۔

محکمہ صحت سندھ کے مطابق تھرپارکر میں غذائیت کی کمی، وبائی امراض اور مناسب طبی سہولیات کی کمی کے باعث ہر سال 1,500 بچے ہلاک ہو جاتے ہیں۔

رہائشی سہولیات، زمینوں پر قبضے اور سرکاری سہولیات

تجاوزات اور انخلا

مارچ میں سپریم کورٹ نے عدالتی فیصلے پر عمل درآمد کے لیے بحریہ ٹاؤن کی جانب سے 460 ارب روپے کی پیشکش قبول کر لی۔ سپریم کورٹ نے قرار دیا تھا کہ بحریہ ٹاؤن نے اپنے رہائشی منصوبے کے لیے ملیر میں ہزاروں ایکڑ زمین غیر قانونی طور پر حاصل کی۔ گوٹھ کے رہائشیوں پر کئی سالوں تک اپنی زمین فروخت کرنے کے لیے دباؤ ڈالا جاتا رہا۔ اگرچہ کہا جاتا ہے کہ بحریہ ٹاؤن نے رقم (یا اس کا ایک حصہ) ادا کر دی ہے تاہم وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے درمیان اب بھی فنڈز کے کنٹرول پر تنازع چل رہا ہے۔

کراچی میونسپل کارپوریشن (کے ایم سی) نے 2018 میں سپریم کورٹ کے حکم پر ایمپریس مارکیٹ کے اطراف میں واقع 1,700 دکانوں اور کراچی کے قدیم علاقے میں واقع دیگر مارکیٹوں کو مسمار کر دیا۔ ہزاروں محنت کش بے روزگار ہو گئے اور دکان مالکان نے متبادل دکانوں کا مطالبہ کیا۔

فروری 2019 میں کے ایم سی نے انسداد تجاوزات مہم کے دوران میں بے دخل ہونے والے تاجروں کو 1,443 دکانیں الاٹ کیں۔

مئی میں سپریم کورٹ نے 45 کلومیٹر طویل کراچی سرکلر ریلوے کے اطراف سے تجاوزات کے خاتمے کا حکم دیا۔ ان جھونپڑیوں پر مشتمل قصبوں میں رہنے والے 4,653 خاندانوں میں سے 1,000 بے گھر ہو گئے۔

جون میں سندھ حکومت نے عارضی انتظام کے طور پر خیمے اور موبائل ٹینٹ فراہم کرنے کا وعدہ کیا۔ اطلاعات کے مطابق، اکتوبر میں بھی لوگ مایوس کن حالات میں رہ رہے تھے۔

کچی آبادیاں

وزیر انسانی آبادکاری نے نومبر میں سندھ اسمبلی کو بتایا کہ شناخت کی گئی 1,414 کچی آبادیوں میں سے 1,006 کا اعلان کیا جا چکا ہے کیوں کہ سندھ حکومت ان جھونپڑ پٹیوں میں رہنے والے غریب خاندانوں کو مالکانہ حقوق دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ صرف کراچی میں نشان دہی کی گئی 573 آبادیوں میں سے 469 کا اعلان کیا گیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ملکیتی حقوق فراہم کرنے کا عمل جاری ہے۔ سندھ کچی آبادی اتھارٹی (ایس کے اے اے) نے 350 کچی آبادیوں کو

قانونی حیثیت دی اور صوبے میں 43,991 سے زائد گھروں کو لیز فراہم کی گئی۔

وزیر کا کہنا تھا کہ پنجاب کی طرح، 2012 تک تعمیر کی گئیں کچی آبادیوں کی نشان دہی کرنے اور انہیں باضابطہ بنانے کے لیے ایک بل جلد ہی صوبائی اسمبلی میں پیش کیا جائے گا۔ جھونپڑیوں پر مشتمل کسی آبادی کو کچی آبادی قرار دیے جانے کے لیے ضروری ہے کہ یہ آبادی جون 1997 کو یا اس سے پہلے تعمیر کی گئی ہو اور اس میں کم از کم 40 گھر موجود ہوں۔

سرکاری رہائشی سکیمیں اور قرضے

آزادی کے وقت جب کراچی وفاقی دارالحکومت تھا اس وقت وہاں گھروں کی شدید قلت تھی۔

حکومت نے 1948 سے 1952 کے دوران میں کئی کوارٹر تعمیر کیے جوان سرکاری ملازمین کے لیے ایک عارضی انتظام تھا جو ہجرت کر کے پاکستان آئے تھے۔تقریباً سات دہائیوں کے بعد بھی وہاں لوگ رہائش پذیر ہیں اور حکومت انہیں واپس لینا چاہتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ پاکستان کوارٹرز میں 254 کوارٹر، وفاقی دارالحکومت کے علاقوں میں 1,987، ایسٹ جہانگیر میں 434، اور ویسٹ جہانگیر میں 300 کوارٹر ایسے ہیں جن پر غیر قانونی قبضہ کیا گیا۔ پاکستان کوارٹرز کو خالی کرانے کے لیے اکتوبر 2018 میں ایک آپریشن شروع کیا گیا جسے عوامی مظاہروں اور سپریم کورٹ کی جانب سے انخلا کے لیے دو ماہ کا وقت دیے جانے کے بعد ختم کر دیا گیا۔

جنوری 2019 میں گورنر سندھ کی زیرِ صدارت ایک اجلاس میں پاکستان کوارٹرز اور دیگر وفاقی حکومتی کالونیاں خالی کرانے کے منصوبے پر بحث کی گئی اور متعدد ذرائع اپنانے پر غور کیا گیا جن میں غیر قانونی طور پر رہائش پذیر لوگوں کے انخلا کے لیے قانون نافذ کرنے والے اداروں کی مدد حاصل کرنا اور پانی، گیس اور بجلی کی فراہمی معطل کرنا شامل تھا۔

تاہم، اگست میں یہ اطلاع سامنے آئی کہ حکومت متبادل رہائش کے ذریعے مسائل کو حل کرنے کے لیے تمام ممکنہ معاونت فراہم کرے گی اور رہائشیوں کو بے گھر نہیں کیا جائے گا۔

ماحولیات

موسمی تبدیلی

جولائی میں، کراچی میں دوروزہ بارش اور سیلاب کے دوران میں کم از کم 18 افراد ہلاک ہوئے۔ ان میں سے 15 شہر کے مختلف علاقوں میں کرنٹ لگنے سے جاں بحق ہوئے۔ کے الیکٹرک بھی شہر کو بجلی کی بلاتعطل فراہمی میں ناکام رہا اور کئی علاقوں میں 24 گھنٹے سے زائد وقت تک بجلی بند رہی۔

جولائی ہی میں، سپر ہائی وے کے قریب سولنگی گوٹھ میں مکان کی چھت گرنے سے ایک چھ سالہ لڑکا جاں بحق اور خاندان کے دیگر پانچ افراد زخمی ہوئے۔

سندھ

2016 میں سندھ کے محکمہ موسمی تبدیلی قائم کیا گیا لیکن اس میں یا تو توجہ کا فقدان تھا یا پھر اس کے پاس وہ وسائل موجود نہیں تھے جن کا وزیر اعلیٰ نے وعدہ کیا تھا۔ تین سال گزرنے کے باوجود موسمی تبدیلی کی پالیسی کو حتمی شکل نہیں دی جا سکی۔

اب اس محکمے کو محکمہ موسمی و ساحلی ترقی میں ضم کر دیا گیا ہے اور مالی سال کے لیے مختص کیا گیا بجٹ ظاہر کرتا ہے کہ ماحولیات اور موسمی تبدیلی کے لیے 15 کروڑ 70 لاکھ روپے جبکہ محکمہ ساحلی ترقی کے لیے الگ سے 21 کروڑ 80 لاکھ روپے رکھے گئے۔

نومبر میں کراچی اربن لیب کی جانب سے پاکستان میں ماحولیاتی بحران اور تحفظ کے موضوع پر منعقدہ ایک سیمینار کے دوران میں ماہرین نے بتایا کہ پاکستان ان ممالک میں سے ایک ہے جو موسمی تبدیلی سے سب سے زیادہ غیر محفوظ ہیں، اور کراچی کو اس حوالے سے خاص طور پر خطرہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کراچی کے جنوب اور دریائے سندھ کے ڈیلٹا میں اس کے اثرات ابھی سے نمایاں تھے۔

ٹڈی دل کے حملے

ٹڈی دل کو پہلی مرتبہ مئی میں سندھ میں داخل ہوتے دیکھا گیا۔ ادارہ خوراک وزراعت (ایف اے او) نے ٹڈی دل کے 2019 کے آخر میں حملوں کی پیش گوئی ستمبر میں کی تھی۔

ایف اے او نے کہا کہ موسمی تبدیلی کے باعث پیدا ہونے والے موافق موسمی حالات ٹڈی دل کی دوسری نسل کی افزائش کا موقع فراہم کر رہے ہیں۔ وزارت قومی غذائی تحفظ وتحقیق کے محکمہ تحفظ نباتات (ڈی پی پی) کی ابتدائی یقین دہانی کہ نقل مکانی کر کے آنے والے ٹڈی دل خوراک کی تلاش میں نہیں، سے ان کسانوں کو محض معمولی سی ڈھارس ملی جن کی فصلیں تباہ ہو رہی تھیں۔ ڈی پی پی نے بعد میں اعتراف کیا کہ صورت حال انتہائی خطرناک تھی۔

3 دسمبر کو وزیر اعلیٰ نے ایک 'برج فنانس انتظام' کے تحت ڈی پی پی کو طیارے، ایندھن اور کیڑے مار ادویہ کے لیے ایک کروڑ روپے جاری کرنے کا حکم دیا۔ سندھ کے 11 اضلاع میں کھڑی فصلوں کو شدید نقصان پہنچنے کی اطلاعات سامنے آئیں۔

پانی

اگست میں حکومت نے کراچی میں پانی کی فراہمی کی ابتر صورت حال میں بہتری کے لیے عالمی بنک کے تعاون سے ایک پراجیکٹ کا اعلان کیا۔ کہا جاتا ہے کہ 10 کروڑ ڈالر کے اس منصوبے کے لیے وفاقی حکومت بھی مالی معاونت فراہم کر رہی تھی۔

ہوائی آلودگی

نومبر میں، کراچی میں متعدد افراد کے سانس کی بیماریوں اور الرجی کا شکار ہونے کی اطلاعات پر شدید تشویش کا اظہار کیا

گیا۔اس کی سب سے بڑی وجہ شہر میں گرد وغبار کی بلند سطح اور بدلتے موسمی حالات کو قرار دیا گیا۔

سپریم کورٹ نے گزشتہ سال حکام کو ہدایت کی تھی کہ کراچی میں کسی بھی جگہ کھلا کوئلہ ذخیرہ نہ کیا جائے بلکہ اسے گوداموں میں رکھا جائے، لیکن اس کے باوجود ضلع ملیر کے مختلف علاقوں میں کوئلہ درآمد کرنے والی متعدد کمپنیاں ماحولیاتی قوانین کی خلاف ورزی کر رہی تھیں اور اپنی ترسیلات کو کھلی جگہوں پر پھینک کر لوگوں کی صحت کو خطرے میں ڈال رہی تھیں۔

پلاسٹک کے تھیلوں پر پابندی

سندھ حکومت نے اگست میں اعلان کیا کہ یہ اکتوبر سے پلاسٹک کے تھیلوں پر مکمل پابندی عائد کر رہی ہے۔اس اقدام کے اثرات پر شکوک کا اظہار کیا گیا کیونکہ ایسی کوششیں اس سے پہلے بھی دو مرتبہ کی جا چکی تھیں جو کامیاب نہیں ہوئی تھیں۔حکومت کا کہنا تھا کہ یہ پابندی سابقہ پابندی سے مختلف ہوگی کیونکہ یہ صوبے بھر میں عائد کی جا رہی تھی۔

اس پابندی پر عمل درآمد کا عمل قدرے مبہم تھا کیوں کہ حکومت نے نومبر میں جس پہلے اقدام کا اعلان کیا وہ یہ تھا کہ 'صوبے میں نقصان دہ پولی تھین کی نقل وحمل' کو روکنے کے لیے سرحد پر داخلی راستوں کی نگرانی کی جائے۔

کوئلے سے چلنے والے پاور پلانٹ

کوئلہ ایک 'غلیظ' ایندھن تصور کیا جاتا ہے جو ماحول کو نقصان پہنچاتا ہے اور ہوا کو آلودہ کرتا ہے۔اس کے باوجود، اپریل میں تھر کے صحرا میں 660 میگاواٹ کے پاور پلانٹ اور کھلے گڑھے والی کوئلے کی پہلی کان کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

توانائی کے قابل تجدید ذرائع

وزیر اعلیٰ نے صوبے میں قابل تجدید توانائی کے پراجیکٹ شروع کرنے کے لیے ڈنمارک کی حکومت کے ساتھ ایک معاہدے پر دستخط کیے۔ڈنمارک کے سفیر کو ہوائی توانائی کی تیاری، گرڈ اسٹیشن کی تنصیب، اور صنعتی علاقوں کو کم قیمت پر بجلی کی فراہمی کے لیے ایک پیکج تیار کرنے کو کہا گیا۔

وفاقی حکومت اور پی پی پی کی انتظامیہ کراچی کے پبلک ٹرانسپورٹ نظام میں بہتری پر متفق دکھائی دیے۔

نومبر میں، صوبائی حکام نے جاری منصوبوں کو جلد از جلد مکمل کرنے کا وعدہ کیا اور مرکز نے کاربن کے اخراج میں کمی کے لیے ماحول دوست بائیو میتھین ایندھن فراہم کرنے کا عہد کیا۔

سندھ

خیبر پختونخوا

اہم نکات

- دسمبر 2019 کے آخر میں پشاور ہائی کورٹ میں قریباً 37000 اور ضلعی عدالتوں میں 197515 مقدمات زیرالتوا تھے
- لاپتا افراد سے متعلق انکوائری کمیشن کے آغاز ہی سے خیبر پختونخوا لاپتا افراد کی تعداد میں سرفہرست ہے۔ دسمبر 2019 کے آخر تک صوبے میں درج مقدمات کی تعداد 2472 تھی۔
- عدالتوں میں مقدمات نمٹنے کی سست رفتار کے سبب صوبے کی جیلوں میں بند 10462 قیدیوں میں سے 7668 —73 فی صد— قیدیوں کے مقدمات زیر سماعت تھے۔
- ایچ آئی وی/ ایڈز میں مبتلا قیدیوں کی تعداد جولائی میں ایک درجن سے بڑھ کر سال کے آخر تک 39 کیسوں تک پہنچ چکی تھی۔ تقریباً 100 قیدیوں میں ہیپاٹائٹس بی/ سی تشخیص کیا گیا اور 235 ذہنی مریض تھے۔
- صوبے کے متنازعہ اقدام کے پی ایکشنز (ان ایڈ آ سول پاور) آرڈیننس 2019 کی میعاد ختم ہونے کے بعد بھی حراستی مراکز فعال رہے۔ سپریم کورٹ ان مراکز کو ختم کرنے کے لیے درخواستیں اور پشاور ہائی کورٹ کے ان مراکز کو غیر آئینی قرار دینے کے فیصلوں کے خلاف حکومتی اپیلیں سنتی رہی۔
- پیمرا کی ٹی وی چینلز کو جے یو آئی۔ف کے رہنما کی آزادی مارچ کے موقع پر پریس کانفرنس روکنے کی ہدایت کو پشاور ہائی کورٹ نے 'غیر قانونی' اور آئین اور پیمرا آرڈیننس 2002 کی 'خلاف ورزی' قرار دیا۔
- خیبر پختونخوا حکومت صنف پر مبنی تشدد پر قابو پانے کے لیے قانون سازی میں دوسرے صوبوں سے پیچھے رہی اور وہ گھریلو تشدد، بچوں کی شادیوں اور تیزاب اور جلانے کے جرائم سے متعلق قوانین بنانے میں ناکام رہی۔ مذہبی جماعتوں کے ترمیم شدہ مسودے کے بارے میں تحفظات کے بعد مسلم خاندانی قوانین سے متعلق ایک بل بھی موخر کر دیا گیا۔ غیر سرکاری تنظیم عورت فاؤنڈیشن کے مطابق 2019 میں 778 خواتین کو ہلاک کیا گیا۔ گویا خواتین پر تشدد کے واقعات میں 20 فی صد اضافہ ہوا۔
- اس سال 20 اضلاع سے بچوں سے جنسی زیادتی اور ان کے قتل کے کم از کم 188 واقعات رپورٹ ہوئے جو 2018 کے 143 واقعات کی نسبت تیزی سے اضافہ ہے۔ جنسی زیادتی کا زیادہ شکار لڑکے 137 —— ہوئے۔ لڑکیوں سے جنسی زیادتی کے 51 واقعات رپورٹ ہوئے۔
- پانچ سال یا اس سے کم عمر ہر دس میں سے چار بچے سوکھے پن جب کہ ہر دس میں سے تقریباً دو ویسٹنگ کا شکار ہیں۔ پانچ سال سے کم عمر بچوں میں سے 20 فی صد کم وزن ہیں اور دس فی صد سے زاید کا وزن زیادہ ہے۔
- کان کنوں کی سلامتی اور ان کے حقوق سے متعلق مجوزہ قانون نہ بن سکا اور اس خطرناک کام میں حفاظت اور صحت کے مناسب اقدامات کی کمی حل طلب ہے۔ خطرناک قرار دیے جانے کے باوجود کانیں چل رہی ہیں۔
- پشاور ہائی کورٹ نے معذوری کے ساتھ جیتے افراد کی نشوونما اور صحت کی سہولیات کی مفت فراہمی کے لیے بین الاقوامی کنونشنوں کے نفاذ کے لیے درخواست کی سماعت کی، اور معلومات فراہم کرنے کی ہدایات کی تعمیل نہ کرنے پر صوبے کے چیف سکریٹری کی تنخواہ ضبط کرنے کے احکامات جاری کیے۔
- پشاور ہائی کورٹ نے افغان مہاجرین کی زندگی اور کام کے ضوابط اور غیر قانونی مہاجرین کی ملک بدری سے متعلق ایک درخواست وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو اس ہدایت کے ساتھ بھیج دی کہ وہ ملک میں موجود مہاجرین کی سرگرمیوں کو ملکی قانون کے پابند کریں۔
- کے پی ایلیمنٹری اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ نے اپریل 2020 میں صوبے بھر میں 3,000 سے زیادہ 'بری کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے اور غیر فعال' پرائمری سرکاری سکولوں کو نجی شعبے کے حوالے کر دیا۔ جنوری 2019 میں ایک سروے میں بتایا گیا تھا کہ صوبے میں 18 لاکھ سے زیادہ بچے سکول سے باہر ہیں اور سکول چھوڑنے کی شرح 44 فی صد ہے۔
- سال کے آخر تک ڈینگی بخار کے تصدیق شدہ کیسوں کی تعداد 7,000 سے زیادہ بتائی گئی۔ باولے پن کی ویکسین کی قلت کے دوران میں کتے کے کاٹنے کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے۔

قانون کی حکم رانی

قانون اور قانون سازی

خیبر پختونخوا صوبائی اسمبلی میں بھاری اکثریت کے ساتھ، حکمران جماعت پاکستان تحریک انصاف 2019 میں 47 قوانین کی حیرت انگیز تعداد منظور کروانے کے قابل ہوگئی۔ ان میں سے چھبیس ترامیم تھیں۔

ان قوانین میں سے بعض کافی تنازع کا باعث بنے جیسے کہ ریجنل اینڈ ڈسٹرکٹ ہیلتھ اتھارٹیز ایکٹ 2019 جسے ڈاکٹروں نے صحت کے شعبے کی نجکاری کی ایک کوشش قرار دیا، اور خاصہ دار اینڈ لیویز فورس ایکٹ جس کا مقصد خاصہ داروں اور لیویز کو کے پی پولیس کی کمان میں لانا تھا۔

خیبر پختونخوا میں منظور کیے گئے قانون

ضمیمہ 2 دیکھیں

عدل وانصاف کی فراہمی

عدلیہ۔ زیرالتواء مقدمات وغیرہ

پشاور ہائی کورٹ (پی ایچ سی) کے اعداد وشمار کے مطابق دسمبر 2019 کے آخر میں کل 40,795 مقدمات عدالت میں زیر سماعت تھے۔ جنوری سے دسمبر تک، پی ایچ سی میں 33,604 تازہ مقدمات قائم کیے گئے اور عدالت نے اس عرصے میں 29707 مقدمات نمٹائے۔

اسی طرح کے پی میں ضلعی عدالتوں میں 485673 تازہ مقدمات قائم کیے گئے 484465 مقدمات نمٹائے گئے، 196238 مقدمات زیرالتوا رہے۔ پاکستان کے لا اینڈ جسٹس کمیشن کے اعداد وشمار تھوڑے مختلف ہیں (دیکھیں ضمیمہ 4)

جنوری سے دسمبر 2019 تک، پی ایچ سی کے ہیومن رائٹس سیل کو 2742 مقدمات/ شکایات موصول ہوئیں جن میں سے 2529 کو نمٹایا گیا۔

نظام عدل میں اصلاحات

فروری میں خیبر قبائلی ضلع کے مختلف سرکاری محکموں کے ملازمین نے نئے ضم ہونے والے قبائلی اضلاع میں روایتی جرگہ

کے نظام کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا اور ان اضلاع میں عدلیہ کی فوری توسیع کی ضرورت پر زور دیا۔

اس کے فوراً بعد پی ایچ سی نے 28 عدالتی افسران کو اضلاع میں تعینات کیا اور اعلان کیا کہ وہ افسر 11 مارچ سے اپنے اپنے علاقوں میں فوجداری اور دیوانی مقدمات کی سماعت شروع کر دیں گے۔ تاہم 19 مارچ تک کے پی اسمبلی کے اپوزیشن ارکان یہ مطالبہ کر رہے تھے کہ ضم ہونے والے اضلاع میں ضلعی عدالتوں، پولیس اور محصولات کے نظام کو متعارف کروانے کے لیے ایک میعاد مقرر کی جائے۔

لوئر دیر کے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج نے دسمبر میں کہا کہ ضلع میں ماڈل اور نچلی عدالتوں کے ذریعہ ریکارڈ تعداد میں مقدمات کا فیصلہ کیا گیا ہے، جن میں قتل کے 62 مقدمات میں سے 41 شامل ہیں۔ ان میں سے 11 مقدمات میں سزا دی گئی۔ اسی مہینے کوہاٹ کے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج نے کہا کہ ماڈل عدالتوں نے پانچ ماہ میں 530 سے زیادہ مقدمات کا فیصلہ کیا جن میں عام طور پر سالوں کا عرصہ لگ جاتا۔

چیف جسٹس آف پاکستان نے نومبر میں پی ایچ سی میں انفارمیشن ای کیوسک اور وڈیو لنک پلیٹ فارم کا افتتاح کیا تاکہ کوہاٹ اور مردان اضلاع کے وکلا ورچول طور پر پیش ہو سکیں۔

نومبر میں وفاقی حکومت کی جانب سے آرمی چیف کو دی گئی توسیع اور مشرف انتہائی غداری کیس میں خصوصی عدالت کے فیصلے کو معطل کرنے کے لیے اسلام آباد ہائی کورٹ میں درخواست دائر کرنے پر وکلا نے صوبے بھر میں عدالتوں کا بائیکاٹ کیا۔

کے پی کنٹرول آف نارکوٹکس سبسٹنس ایکٹ، 2019 اور کے پی کوڈ آف سول پروسیجر (ترمیمی) ایکٹ، 2019 کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے، وکلا نے دسمبر میں عدالتوں کا دوبارہ تین روزہ بائیکاٹ کیا۔ مظاہرین کا موقف تھا کہ یہ نئے قوانین عدالتوں پر دباؤ ڈالیں گے اور قانونی چارہ جوئی کو مہنگا کر دیں گے۔

کے پی حکومت نے دعویٰ کیا کہ یہ قوانین قانونی چارہ جوئی کرنے والوں کو فوری انصاف فراہم کرنے میں مددگار ہوں گے۔ وکلا نے عدلیہ کے بارے میں 'توہین آمیز رویہ اور اظہار خیالات' کے خلاف صوبہ بھر میں ہڑتال کی اور مشرف کی سزا کے خلاف وفاقی حکومت اور دیگر کے بیانات کی مذمت کی۔

قانونی برادری کے ان اقدامات سے مقدمات بری طرح متاثر ہوئے اور قانونی چارہ جوئی کرنے والوں کی مشکلات میں اضافہ ہوا۔ 19 دسمبر کو ایک وکیل نے پی ایچ سی سے پاکستان لیگل پریکٹیشنرز اینڈ بار کونسل رُولز 1976 کی ایک شق کو غیر آئینی قرار دینے کی درخواست کی جس کے تحت پاکستان بار کونسل ملک گیر ہڑتال کی کال دے سکتی ہے۔ انہوں نے دلیل پیش کی کہ انصاف تک رسائی کا حق ایک بنیادی حق ہے اور یوں قومی سطح پر ہڑتالوں اور احتجاج کی کال وکلا کو اپنا فرض ادا کرنے سے روکتی ہے۔

احتساب/نیب

فروری میں، قومی احتساب بیورو (نیب) نے پی ایچ ڈی اسکالر اور کے پی کے ڈائریکٹر آثارِ قدیمہ اور میوزیم ڈاکٹر عبد الصمد کو آثارِ قدیمہ کے مختلف مقامات پر ملازمین کے تقرر میں اختیارات کے ناجائز استعمال کے الزام میں گرفتار کیا۔ وزیر اعظم کی گرفتاری پر تنقید کے بعد، نیب چیئرمین نے صمد سے متعلقہ ریکارڈ کے ساتھ ملنے کو کہا۔ نیب نے انہیں کبھی چیئرمین سے نہیں ملوایا بلکہ انہیں صرف تحقیقات کے بارے میں بتایا۔ اپریل میں، پی ایچ سی نے ایک رٹ/ضمانت کی درخواست پر نیب چیئرمین اور کے پی کے سربراہ سے جواب طلب کیے۔ آخر کار، مئی میں، پی ایچ سی نے صمد کو پچاس لاکھ روپے کے دو ضمانتی مچلکوں پر ضمانت دی۔

آرمی چیف کو دی گئی توسیع اور مشرف انتہائی غداری کیس میں خصوصی عدالت کے فیصلے کو معطل کرنے کے لیے
درخواست دائر کیے جانے پر وکلاء نے صوبے بھر میں عدالتوں کا بائیکاٹ کیا

صوبائی انسپیکشن ٹیم (پی آئی ٹی) کی بس ریپڈ ٹرانسپورٹ (بی آر ٹی) کے کئی ارب کے منصوبے پر ایک رپورٹ میں غلط منصوبہ بندی اور ڈیزائننگ کے ذریعے عوام کے پیسوں کے غلط استعمال، کام پر عمل درآمد میں غفلت اور ناقص انتظام کی نشان دہی کی گئی۔ کے پی اسمبلی میں حزب اختلاف کی جماعتوں کے نمائندوں نے اپریل میں نیب پر زور دیا کہ وہ مبینہ بدعنوانی کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کرے۔ [نقل و حرکت کی آزادی بھی دیکھیں]

نومبر میں، پی ایچ سی نے کے پی پولیس کے لیے اسلحہ کی خریداری میں مبینہ غبن کے ایک بڑے مقدمے میں نیب کے چیئرمین کی طرف سے جاری کردہ ایک حاضر سروس اور دو سابق پولیس افسران کی گرفتاری کے وارنٹ موقوف کر دیے۔

دسمبر میں پشاور کی ایک احتساب عدالت نے نیب سے پولیس افسران کو فردِ جرم عائد ہونے سے پہلے بری کرنے کی درخواستوں پر جواب دینے کو کہا۔

مارچ میں یہ خبر ملی کہ دو دہائی قبل نیب کے قیام کے بعد سے ہی حکام قواعد کے بغیر کام کر رہے تھے۔ جون میں، پی ایچ سی میں ایک درخواست دائر کی گئی اور درخواست پر فیصلے تک قومی احتساب آرڈیننس (این اے او) کی دفعہ 24 کی معطلی کی استدعا کی گئی۔

عدالت نے درخواست منظور کرتے ہوئے پراسیکیوٹر جنرل نیب کو مزید کارروائی کے لیے نوٹسز جاری کر دیے۔ تاہم، نومبر میں بنچ نے سماعت ملتوی کر دی اور درخواست گزاروں سے مزید کارروائی کے لیے چیف جسٹس سے رجوع کرنے کو کہا۔

اکتوبر میں، کے پی کے وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ نے انتظامی سیکریٹریوں اور کمشنرز کو انسداد بدعنوانی کے فعال اقدامات پر عمل درآمد کی ہدایت کی، جن میں تبادلہ اور پوسٹنگ کی پالیسی، پلیسمنٹ کمیٹیاں، منفی فہرستیں اور اطلاع دینے والوں کے لیے ایک سنٹرل ہاٹ لائن شامل ہیں۔ دسمبر میں بدعنوانی کے خلاف اقدام کے طور پر، حکومت نے 817 ایسے افسران کا تبادلہ کیا جو ایک عہدے پر دو سال سے زیادہ خدمات انجام دے چکے تھے۔

دسمبر میں، پی ایچ سی نے ایک شخص کو حراست میں رکھنے کے الزام میں نیب کے ڈائریکٹر جنرل شہزاد سلیم اور انوسٹی گیشن آفیسر عمیر بٹ کی بریت ختم کرتے ہوئے اگلے مہینے انہیں ٹرائل کورٹ میں پیش ہونے کی ہدایت کی۔ اسی ماہ پاکستان پیپلز پارٹی (پی پی پی) کے چیئرمین بلاول بھٹو نے کے پی میں بدعنوانی کو نظر انداز کرنے پر نیب کو تنقید کا نشانہ بنایا۔

پی ٹی آئی حکومت نے صدارتی آرڈیننس کے ذریعے 27 دسمبر کو ملک کے 1999 کے احتساب کے قانون میں سخت تبدیلیاں کیں جن سے نہ صرف تمام سیاست دانوں بلکہ بیوروکریٹس اور کاروباری افراد کو بھی فائدہ ہوگا۔ میڈیا کے مطابق، نئے آرڈیننس سے نیب کو 'بے ضرر' ادارہ بنا دیا گیا۔

فوجی عدالتیں

پی ایچ سی نے ماضی میں کافی مقدمات میں فوجی عدالت کی جانب سے دی جانے والی سزاوں کو کالعدم قرار دیا اور 2019 میں بھی ایسا ہی کیا۔

نومبر میں، پی ایچ سی نے وفاقی حکومت کی جانب سے لارجر بینچ تشکیل دینے کی درخواست کو مسترد کر دیا کیوں کہ اسے فوجی عدالتوں کی سزاؤں کے خلاف 200 سے زیادہ درخواستوں کی سماعت کرنا تھی۔

سزائے موت

مئی میں، ایبٹ آباد کی انسداد دہشت گردی عدالت (اے ٹی سی) نے تین سالہ مروہ کے اغوا اور قتل کے الزام میں دو افراد کو سزائے موت سنائی۔ اس کے والدین 500000 روپے تاوان ادا نہ کر سکے تھے۔

اہم مقدمات

اکیس مارچ کو پشاور کی انسداد دہشت گردی عدالت نے مشال خان کے تشدد سے قتل کے مقدمے میں تحصیل کونسلر اور یونیورسٹی کے ایک سابق ملازم کو عمر قید کی سزا سنائی۔ دو دیگر افراد کو بری کر دیا گیا کیوں کہ استغاثہ کافی ثبوت پیش نہیں کر سکا۔ 2018 میں عدالت اسی بنیاد پر 57 ملزمان میں سے 26 کو بری کر چکی تھی۔ کے پی حکومت اور مشال کے والد محمد اقبال کی بریت اور سزا یافتہ افراد کی سزا کے خلاف دائر متعدد اپیلیں پی ایچ سی میں زیر سماعت ہیں۔

پی ایچ سی نے دسمبر میں فیصلہ دیا کہ اگر ایک نابالغ شخص جنسی استحصال اور بلیک میل کے خلاف اپنا دفاع کر رہا ہو تو وہ کم سزا کا حق دار تو ہو سکتا ہے لیکن ایسے حالات میں اس کی قطعی بریت نہیں ہو سکتی۔

ایک نابالغ شخص نے اپنے ساتھ بدسلوکی کرنے والے کو قتل کرنے کے الزام میں 10 سال قید بامشقت کی سزا کے خلاف اور مقتول کے بھائی نے سخت تر سزا کی اپیل کی تھی۔ بینچ نے دونوں درخواستوں کو یہ کہتے ہوئے مسترد کر دیا کہ اصل سزا منصفانہ اور مناسب تھی۔

قانون کا نفاذ

امن عامہ

جرم

کے پی پولیس نے دعویٰ کیا کہ 2018 کے مقابلے میں 2019 میں دہشت گردی اور دیگر جرائم کے واقعات میں کمی واقع ہوئی ہے۔حوالہ دی گئی مثالوں میں ایک سال قبل 11 کے مقابلے میں اغوابرائے تاوان کے 7 واقعات، 2018 میں 20884 کے مقابلے میں 20889 اشتہاری مجرموں کی گرفتاری اور 2018 میں 37 کے مقابلے میں 2019 میں گاڑیاں چھینے جانے کے 30 واقعات شامل ہیں۔ یہ معمولی فرق تب ہوا ہوگیا جب عورت فاونڈیشن کی ایک رپورٹ میں بتایا گیا کہ 2018 میں 646 کے مقابلے میں 2019 میں 778 خواتین کی جان لی گئی۔(ضمیمہ 4 بھی دیکھیں)

جے یو آئی۔ف کے رہنما مفتی کفایت اللہ کو مینٹیننس آف پبلک آرڈر (ایم پی او) آرڈیننس کے تحت 30 دن کے لیے حراست میں لیا گیا اور انہیں ہری پور جیل میں رکھا گیا۔ پی ایچ سی ایبٹ آباد بینچ نے ان کی گرفتاری پر سوال اٹھایا اور اسی دن ضمانت پر رہا کر دیا۔ ایک ماہ سے بھی کم عرصے بعد مانسہرہ میں انھیں پانچ نقاب پوش مسلح افراد نے بری طرح مارا پیٹا۔

ضلع کوہستان میں اکتوبر میں ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر نواب علی کوان کے دفتر میں قتل کر دیا گیا۔ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں نامعلوم حملہ آوروں نے وکیل اقبال کھیارا کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔

اسی دن ایک اور وکیل، عمران خان، کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ دسمبر میں، سوات کے ضلع مینگورہ میں نامعلوم حملہ آوروں نے مسلم لیگ۔ن کے مقامی رہنما فیروز شان کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔

دہشت گردی سے وابستہ تشدد

پانچ جنوری 2019 کو پشاور چھاونی میں ایک زوردار بم دھماکے میں دو خواتین سمیت چھ افراد زخمی ہوگئے۔

سات جون کو شمالی وزیرستان میں تین فوجی افسر اور ایک فوجی جاں بحق اور چار دیگر زخمی ہوگئے جب ان کی گاڑی سڑک کنارے نصب آئی ای ڈی کی زد میں آ گئی۔ اگلے ہی دن اسی علاقے میں ایک ریموٹ کنٹرول بم سے دو فوجی جاں بحق اور تین زخمی ہوگئے۔

اسی ماہ، شمالی وزیرستان اور ملحقہ بنوں سب ڈویژن میں الگ الگ بم دھماکوں میں ایک شہری جاں بحق اور تین فوجیوں سمیت پانچ زخمی ہو گئے۔

اگست میں اپر دیر میں سڑک کنارے نصب ریموٹ کنٹرول بم دھماکے سے کالعدم امن لشکر کے چار ارکان ہلاک اور 20 دیگر زخمی ہو گئے۔

ستمبر میں تیل کی تلاش کرنے والی کمپنی کے چار ملازمین اور دو نیم فوجی جان سے گئے جب شمالی وزیرستان میں حملہ آوروں نے ان کی گاڑی پر فائرنگ کر دی۔ اکتوبر میں ڈیرہ اسماعیل خان اور مہمند اضلاع میں دو الگ الگ بم دھماکوں میں تین بھائیوں سمیت چار افراد ہلاک ہو گئے۔

نومبر میں، قریبی پہاڑی کی چوٹی سے فائر کیے گئے راکٹوں سے لنڈی کوتل میں واقع آرمی کیمپ میں دو مکانوں کو جزوی نقصان پہنچا۔ مانسہرہ ضلع میں ایک سرکاری پرائمری سکول کو آگ لگا دی گئی۔ ڈی آئی خان میں قافلے پر دہشت گردوں کے حملے میں دو ایف سی اہل کار اور ایک شہری جاں بحق ہو گئے۔ ضلع ٹانک میں ایک آئی ای ڈی سے ایک شخص اور اس کا بیٹا ہلاک ہو گئے۔

دسمبر میں شمالی وزیرستان میں سیکیورٹی فورسز اور عسکریت پسندوں کے ایک گروہ کے مابین فائرنگ کے تبادلے میں ایک نیم فوجی اور دو مبینہ دہشت گرد ہلاک ہو گئے۔ کچھ دن بعد، ایک اور مقابلے میں دو مشتبہ دہشت گرد اور دو فوجی ہلاک ہو گئے۔

دسمبر ہی میں ٹانک شہر میں مسلح افراد کے حملے میں دو سیکیورٹی اہلکار جاں بحق ہو گئے، جب کہ اسی دن ایک اور واقعے میں چھ پولیس اہلکار اور ایک راہگیر چھرے لگنے سے زخمی ہو گئے جب ایک مشتبہ عسکریت پسند نے دستی بم کا دھماکا کر دیا۔

سولہ دسمبر کو پی ایچ سی اور کے پی اسمبلی کے باہر ایک بم پھٹا جس میں ایک پولیس اہلکار سمیت 11 افراد زخمی ہو گئے۔

18 دسمبر کو کاؤنٹر ٹیررازم ڈیپارٹمنٹ (سی ٹی ڈی) نے مرکزی ملزم، ایک افغان شہری، کو گرفتار کرنے کا دعویٰ کیا۔

غیرت کے نام پر قتل

افضل کوہستانی کو 6 مارچ کو ایبٹ آباد میں نامعلوم حملہ آوروں نے فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا۔ وہ سپریم کورٹ میں کوہستان غیرت کے نام پر قتل کے مقدمے کی پرعزم پیروی کر رہا تھا۔ کوہستان میں شادی کی ایک تقریب میں پانچ نوجوان خواتین کی گانا گاتے اور تالیاں بجاتے اور ایک مرد کی رقص کرتے ہوئے ایک ویڈیو 2012 میں ان کی اور وہاں موجود افضل کے دو بھائیوں کے قتل کا باعث بنی تھی۔ افضل کے اہل خانہ، سول سوسائٹی، اور میڈیا نے اس کے قتل اور دھمکیوں کے باوجود اسے سیکیورٹی نہ دیے جانے کی تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ حکام نے اس کے قتل کے الزام میں دو مشتبہ افراد کو گرفتار کرنے کا دعویٰ کیا۔ 5 ستمبر کو مانسہرہ کی ایک عدالت نے پانچ خواتین کے قتل کے الزام میں تین مردوں کو عمر قید سنائی۔ پانچ دیگر ملزمان کو بری کر دیا گیا۔

مبینہ طور پر غیرت کے نام پر ہونے والے قتل کے کم سے کم 13 مختلف واقعات میں 25 افراد کی جان گئی۔ ان میں متعدد جوڑے بھی شامل تھے جنہوں نے مرضی سے شادی کی تھی۔ نومبر میں بالائی کوہستان اور تورغر میں پولیس نے مذہبی علما سے مدد کے لیے کہا تا کہ ان اضلاع میں غیرت کے نام پر ہونے والی ہلاکتوں کی روک تھام کی جا سکے۔

ایاز نامی ایک نوجوان اور اس کی محبوبہ عدالت میں شادی کرنے کے لیے گھر سے بھاگ گئے۔ لڑکی کے اہل خانہ نے دعویٰ کیا کہ اس نے اسے اغوا کیا ہے۔ مارچ میں جب اسے عدالت میں پیش کیا جا رہا تھا تو ایک نامعلوم شخص نے سیکڑوں افراد کے سامنے اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔

زینب بی بی کے رشتہ دار جنہوں نے شاہ زیب سے اس کی شادی کی مخالفت کی تھی، مئی میں بنوں میں اس کے سسرالی گھر میں داخل ہوئے اور فائرنگ کر دی۔ زینب کا فوراً انتقال ہو گیا۔ فرار ہوتے حملہ آور کو شاہ زیب کے رشتہ داروں اور مقامی لوگوں نے للکارا۔ فائرنگ کے تبادلے میں زینب کا بھائی، کزن اور ایک اور شخص بھی ہلاک ہو گیا اور دو دیگر کزن زخمی ہو گئے۔ یہ ان شاذ و نادر واقعات میں سے ایک تھا جب حملہ آوروں کو بھی اسی قسمت کا سامنا کرنا پڑا۔

مئی ہی میں درہ آدم خیل کے قبائیلیوں نے ایک نوجوان کو ایک قبائلی لڑکی سے محبت کی شادی پر اینٹوں اور پتھروں سے مار ڈالا تھا۔

اگست میں اطلاع ملنے پر پشاور پولیس نے نو افراد کو گرفتار کر کے ایک خاتون کو موت سے بچا لیا۔ ایک جرگے نے فیصلہ دیا تھا کہ ایک شخص جسے چند روز قبل چارسدہ میں قتل کیا گیا تھا کے ساتھ غیر قانونی تعلقات کا الزام عائد کرنے کے بعد خاتون کو غیرت کے نام پر قتل کرنے کے لیے چارسدہ میں اس کے شوہر کے پاس بھیج دیا جانا چاہیئے۔

اکتوبر میں پشاور کے نواح میں ایک نوجوان جوڑے کی گولیوں سے چھلنی لاشیں ملیں جنہوں نے اپنی مرضی سے شادی کی تھی۔

ایک اور واقعے میں، وقار کی لاش چترال میں دریا کنارے سے ملی۔ اسی علاقے میں اس کی حاملہ بیوی کی لاش دو دن بعد ملی۔ انھوں نے محبت کی شادی کی تھی۔

پولیس اصلاحات

سات انضمام شدہ قبائلی اضلاع اور خیبر پختونخوا پولیس یا لیویز فورس کے چھ منسلک سب ڈویژنوں میں 16,000 خاصہ داروں کے کھپانے کو فروری میں انضمام کے منصوبے کا سب سے مشکل حصہ بتایا گیا۔

کے پی کابینہ نے قبائلی اضلاع میں 25 تھانوں کی منظوری دی اور اپریل میں 28,000 لیویز اور خاصہ دار اہل کاروں کو شامل کرنے کا اعلان کیا گیا۔ کے پی اسمبلی نے ستمبر میں کے پی خاصہ دار فورس ایکٹ 2019 کی منظوری دی۔

کے پی کے وزیر اعلیٰ نے اگست میں حکام کو پشاور سیف سٹی پروجیکٹ کا لائحہ عمل تیار کرنے کی ہدایت کی اور نومبر میں کے پی پولیس چیف نے ایبٹ آباد میں جرائم سے متاثرہ افراد کے امدادی مرکز کا افتتاح کیا۔

وفاقی حکومت نے ستمبر میں خیبر پختونخوا، پنجاب اور اسلام آباد میں محکمہ داخلہ کو 'پولیس کا کنٹرول سنبھالنے' کی اجازت دی۔ ڈپٹی کمشنرز (ڈی سی) کو پولیس اسٹیشنوں کے معائنے سمیت پولیس کے کام کو منضبط کرنے اور نگرانی کے لیے مزید اختیارات دیے گئے۔ احکامات میں کہا گیا کہ 'پولیس افسران جرائم پر قابو پانے، امن عامہ اور دیگر عوامی شکایات میں ڈی سی کو جواب دہ ہوں گے'۔

دسمبر میں محکمہ پولیس نے باجوڑ ضلع کے لیے ایک ڈسپیوٹ ریزولوشن کونسل (ڈی آر سی) کا اعلان کیا تاکہ روایتی جرگہ نظام کی طرز پر تنازعات کو حل کیا جا سکے۔

قانون نافذ کرنے والوں کی زیادتیاں

چھبیس مئی کو شمالی وزیرستان میں خرقمر چیک پوسٹ پر فائرنگ کے تبادلے میں دو بچوں سمیت 13 افراد کے ہلاک ہونے کی خبر ملی۔

انٹر سروسز پبلک ریلیشنز (آئی ایس پی آر) کے ایک بیان کے بعد کہ جس میں کہا گیا تھا ایک گروہ نے ایک چیک پوسٹ پر حملہ کیا جس کے دوران میں تین لوگ ہلاک اور پانچ فوجیوں سمیت 15 زخمی ہو گئے، ایچ آر سی پی نے فوری طور پر اس معاملے کی تحقیقات اور واقعے کی حقیقت جانچنے کے لیے ایک پارلیمانی کمیشن تشکیل دینے کا مطالبہ کیا۔

آئی ایس پی آر نے یہ الزام بھی لگایا کہ اس گروہ کی قیادت پی ٹی ایم کے ایم این اے محسن داوڑ اور علی وزیر کر رہے تھے۔ وزیر کو آٹھ دیگر افراد سمیت گرفتار کیا گیا جبکہ داوڑ فرار ہو گیا اور زیر زمین چلا گیا۔

قومی اسمبلی میں حزب اختلاف نے 27 مئی کو وزیر مواصلات کے اس واقعے پر ردعمل پر احتجاجاً واک آؤٹ کیا، جب کہ حکومتی ارکان نے پی ٹی ایم پر الزام لگایا کہ وہ افغانستان کی خفیہ ایجنسی کے ساتھ روابط رکھتے ہیں۔ ایک دن بعد، وفاقی کابینہ نے مبینہ حملے کی مذمت کی۔ بنوں پولیس نے پی ٹی ایم کے 22 کارکنوں کو گرفتار کیا جو 27 مئی کو خرقمر واقعے پر احتجاج کر رہے تھے۔

ایم این اے محسن داوڑ 30 مئی کو حکام کے سامنے پیش ہو گئے اور اسی دن سینیٹ کی ایک خصوصی کمیٹی نے سیکیورٹی فورسز اور پی ٹی ایم پر زور دیا کہ وہ تحمل سے کام لیں۔ آخرکار انضمام شدہ اضلاع کے بارے میں کے پی کے وزیر اعلیٰ کے مشیر نے 2 جون کو اس واقعے کے نتیجے میں پیدا ہونے والی غیر مستحکم صورتحال کو حل کرنے کے لیے نو رکنی جرگہ تشکیل دیا، جس کے حالات متنازع ہی رہے۔

ایک اور واقعے میں، خیبر پختونخوا پولیس، جسے ستمبر میں پشاور کے لیڈی ریڈنگ اسپتال میں صحت کے ضلعی اور علاقائی حکام کے خلاف احتجاج کرنے والے ڈاکٹروں کو روکنے کے لیے تعینات کیا گیا تھا، نے کہا کہ ان پر پتھراؤ کیا گیا۔ فورس نے جواباً لاٹھی چارج، آنسو گیس اور گرفتاریاں کیں اور اسپتال کے میدانوں میں دفعہ 144 نافذ کر دی۔

حراستی تشدد اور موت

پشاور پولیس نے تمام مقامی پولیس حوالات کے اندر کلوز سرکٹ ٹیلی ویژن کیمرے لگائے، انہیں زندگی بچانے والی دوائیں مہیا کیں، اور متعدد حراستی اموات کے بعد عملے کے افراد کی تربیت کی۔ یہ بات اسی وقت بتائی گئی کہ جب کے پی اسمبلی نے دسمبر میں اس طرح کی ہلاکتوں کی بڑھتی ہوئی تعداد پر بحث کی۔ کے پی اسمبلی سپیکر نے صوبائی محکمہ پولیس اور محکمہ داخلہ سے تفصیلی جواب دینے کو کہا۔ جب عمران اللہ یونیورسٹی ٹاؤن پولیس اسٹیشن میں ستمبر میں مردہ پایا گیا تو بتایا گیا کہ وہ نشے کا عادی تھا جو فطری موت مرا۔

پشاور کے لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں پولیس اور ڈاکٹروں کے درمیان پرتشدد جھڑپیں شروع ہوگئیں

اکتوبر میں، سید اجمل شاہ، جو لیڈی ریڈنگ اسپتال میں چوری کے الزام میں قید تھا، خان رزاق شہید پولیس اسٹیشن میں انتقال کر گیا۔ کہا گیا کہ وہ دل کا مریض اور منشیات کا عادی تھا۔ ایک پڑوسی کی شکایت پر نوید پولیس اسٹیشن میں زیر حراست تھا، جب وہ بیمار ہوا اور اسے اسپتال لے جایا گیا تو وہاں اسے مردہ قرار دے دیا گیا۔

پولیس کی وردی میں ملبوس مسلح افراد نے نومبر میں ضلع لکی مروت میں ایک 17 سالہ لڑکے کو اس کے گھر سے اٹھا لیا۔ جب اگلے دن اس کی والدہ پولیس سٹیشن گئی تو وہ وہاں نہیں تھا۔ بعد میں اس کی لاش جنگل سے ملی۔ ایک ایس ایچ او اور دو دیگر افراد پر اس کے قتل میں ملوث ہونے کا الزام عائد کیا گیا۔

ضلع خیبر میں 19 دسمبر کو بارودی سرنگ کے دھماکے میں ایک ایف سی اہل کار کی ہلاکت اور تین دیگر کے زخمی ہونے کے بعد، سیکیورٹی فورسز نے مبینہ طور پر خاطر خان اور دیگر 12 مقامی قبائلیوں کو اٹھا لیا۔ بعد میں خان کی لاش ملی۔ 24 دسمبر

کو، لنڈی کوتل میں سیاسی جماعتوں اور سول سوسائٹی کے متعدد کارکنوں نے اس کے مبینہ قتل کی مذمت کے لیے مظاہرہ کیا، جس پر سیکیورٹی اہل کاروں نے 26 دسمبر کو چار قبائلیوں کو رہا کردیا۔ آٹھ دیگر قبائلی زیرِ حراست رہے۔

پولیس مقابلے

ایک طویل مسلح لڑائی کے بعد، پولیس اور سیکیورٹی فورسز نے 16 اپریل کو پشاور کے حیات آباد علاقے کے ایک مکان میں پھنسے پانچ مبینہ دہشت گردوں کو ہلاک کرنے کا دعویٰ کیا۔ جماعت اسلامی نے مقابلے کے بارے میں شکوک و شبہات کا اظہار کرتے ہوئے عدالتی تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ ضلع خیبر کے آفریدی قبیلے کے ارکان نے دعویٰ کیا کہ واقعہ ایک جعلی تصادم تھا اور عدالتی تحقیقات کا مطالبہ کیا۔

ڈیرہ اسماعیل خان میں سیکیورٹی فورسز نے اگست میں کولاچی تحصیل میں ایک سرچ آپریشن کے دوران میں چار 'مشتبہ دہشت گردوں' کو ہلاک کردیا، بعد میں یہ کہا کہ انہوں نے خفیہ اطلاع ملنے پر یہ کارروائی کی۔

تئیس نومبر کو پولیس نے ضلع ٹانک کے شیری خیل علاقے میں ایک مقابلے میں ایک مشتبہ دہشت گرد کو ہلاک کرنے کا دعویٰ کیا۔ اس کے بعد، 29 نومبر کو لکی مروت کے علاقے غزنی خیل میں دیہاتیوں نے انڈس ہائی وے بلاک کرکے مبینہ پولیس مقابلے میں ایک نوجوان خاتون کی ہلاکت کے خلاف احتجاج کیا۔ پولیس نے بتایا کہ بسمینہ بی بی کے پاس اسالٹ رائفل تھی اور اس نے ریپڈ رسپانس فورس کے اہل کاروں پر فائر کیا۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ وہ بے گناہ شکار ہوئی۔

جبری گم شدگیاں/ لاپتا افراد

جبری گم شدگیاں بغیر کسی پکڑ کے جاری ہیں جب کہ ان کے تدارک کے لیے سیاسی عزم کی کمی نظام عدل اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو بے اختیار بناتی ہے۔

جبری گم شدگیوں سے متعلق کمیشن آف انکوائری (سی او آئی ای ڈی) کے آغاز ہی سے کے پی لاپتا افراد کی تعداد میں سرفہرست ہے۔ دسمبر 2019 کے آخر تک، کے پی میں درج کیسوں کی مجموعی تعداد 2472 رہی جن میں سے 615 افراد حراستی مراکز اور 63 جیلوں میں پائے گئے، اور 46 ہلاک ہوئے۔ باقی کیس 1197 تھے۔

پی ایچ سی نے جون میں سال بھر پہلے درج کیے گئے ایک ایسے مقدمے میں لاپتا شخص کے ٹھکانے کی تحقیقات نہ کرنے پر پولیس سٹیشن ہاؤس آفیسر (ایس ایچ او) کو معطل کرنے کا حکم دیا۔ پی ایچ سی نے وفاقی اور کے پی حکومتوں کو 2 ستمبر تک ان 60 لاپتا افراد کی رپورٹیں پیش کرنے کی ہدایت بھی کی جن کے لواحقین نے حبس بے جا کی درخواستیں دائر کی تھیں۔ 15 نومبر کو اطلاع ملی کہ پولیس پانچ روز قبل ہری پور ضلع سے لاپتا ہونے والے وکیل کا سراغ لگانے میں ناکام رہی۔

سیاسی کارکن اور انسانی حقوق کے محافظ ادریس خٹک کو 13 نومبر کو نامعلوم مسلح افراد نے صوابی میں ان کی گاڑی روک کر اغوا کر لیا۔

ایچ آر سی پی نے صوابدیدی نظر بندیوں کی مذمت کا اعادہ کیا اور ان کی فوری بازیابی کا مطالبہ کیا۔ نومبر کے آخر میں، خٹک کے بھائی نے پی ایچ سی میں حبس بے جا کی ایک درخواست دائر کی تاکہ جواب دہندگان، بشمول مختلف خفیہ ایجنسیوں کے سربراہان، خٹک کو پیش کریں اور اگر وہ کسی جرم میں ملوث نہیں تو انھیں رہا کر دیں۔

پولیس فورس میں خواتین

جنوری میں کے پی کے وزیرِاعلیٰ نے ہدایات جاری کیں کہ باجوڑ ضلع میں لیویز میں 20 خالی اسامیوں پر خواتین اہل کاروں کا تقرر کیا جائے۔

پولیس سروس آف پاکستان (پی ایس پی) کی افسر حنا منور کو ضلع سوات میں فرنٹیئر کانسٹیبلری کی پہلی ڈسٹرکٹ آفیسر مقرر کیا گیا

پولیس سروس آف پاکستان (پی ایس پی) کی افسر حنا منور کو ضلع سوات میں فرنٹیئر کانسٹیبلری کی پہلی ڈسٹرکٹ آفیسر مقرر کیا گیا۔

نومبر میں، دو لیڈی ہیڈ کانسٹیبلز، بی بی زارا اور عشرت بیگم، کو ضلع سوات میں خواتین شکایت دہندگان کی خدمت کے لیے شانگلہ کے تھانوں میں محرر (ڈیسک افسر) تعینات کیا گیا۔

قید خانے اور قیدی

قید خانے

فروری میں، کے پی حکومت نے قلیل مدتی منصوبے کے تحت 794 ملین روپے کی لاگت سے جیلوں، استغاثہ، بحالی اور پروبیشن کی نظامتوں اور عوامی تحفظ کمیشن کی ضم شدہ قبائلی اضلاع میں توسیع کی تجویز کی منظوری دے دی۔

محکمہ کے پی جیل خانہ جات کا کہنا ہے کہ سنٹرل جیل پشاور میں تین منزلہ عمارت پر توسیع کا کام مکمل ہو چکا ہے، جس میں اضافی بیرک، مسجد اور ڈسپنسری مہیا کی گئی ہے۔ اب 2300 سے زیادہ قیدیوں کو رکھا جا سکتا ہے۔ دوسرے مرحلے میں جیل انتظامیہ کے لیے ایڈمنسٹریشن بلاک اور رہائشی کالونی شامل کی جائے گی۔

سوات میں 400 قیدیوں کی گنجائش والی جیل کی تعمیر نو کا کام 2020 میں مکمل ہونا تھا جب کہ بھیڑ بھاڑ کو کم کرنے کے لیے صوابی کے علاقے شاہ منصور میں ڈسٹرکٹ جیل تعمیر کی جا رہی تھی۔

خیبر پختونخواہ حکومت نے ضم شدہ اضلاع میں پندرہ حوالات کو سب جیلیں بنانے کا اعلان کیا اور ان کی تزئین و آرائش کے لیے کم از کم 287 ملین روپے درکار تھے۔

سنٹرل جیل ڈیرہ اسماعیل خان میں بھی توسیع کا کام شروع کر دیا گیا تھا جب کہ ڈسٹرکٹ جیل ہنگو میں کام جلد ہی شروع ہونا تھا۔

قیدی

دستیاب تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق عدالتوں میں مقدمات کی سست روی کے باعث کے پی میں کُل 10462 میں سے 7668 قیدی وہ ہیں جن کے مقدمات زیرِ سماعت ہیں۔

جنوری میں ضم کیے گئے قبائلی اضلاع میں متبادل قیدی کی خدمات حاصل کرنے کے رواج کا پتا چلا۔ بظاہر متروک فرنٹیئر کرائمز ریگولیشنز کی باقیات میں سے ایک کے تحت، غریب مرد معاوضے اور کھانے پینے اور دیگر اخراجات کی اضافی ادائیگی کے بدلے میں ملزم کی جگہ قید ہو جاتے ہیں۔

بھیڑ

وفاقی محتسب سیکرٹریٹ کی چوتھی سہ ماہی عمل درآمد کی رپورٹ کے مطابق، 9642 کی گنجائش والی 37 جیلوں میں 10871 افراد کو رکھا گیا تھا۔ ان میں 2794 سزا یافتہ، 7668 زیرِ سماعت، 10304 مرد، 201 خواتین اور 366 نوعمر قیدی تھے۔

جیلوں میں حالات

ڈپٹی کمشنر نے جیل اصلاحات سے متعلق ضلعی نگران کمیٹی کو ہدایت کی کہ وہ ہری پور سنٹرل جیل کا ہر پندرہ روز بعد دورہ کریں اور قیدیوں کے حالات کو بہتر بنانے سے متعلق محکمہ داخلہ اور قبائلی امور کے لیے ایک رپورٹ مرتب کریں۔

کمیٹی کے لیے محکمہ داخلہ کی وضع کردہ حوالے کی نئی شرائط کے تحت انھیں قیدیوں کے رہائشی حالات، جن میں پانی کی فراہمی، بیت الخلا، انٹرویو روم، کھانا پکانے کے انتظامات، صحت کی سہولیات، تعلیم اور بحالی، ہنرمندی شامل ہیں، اور خواتین اور ان کے ساتھ بچوں اور نوعمر قیدیوں کو دستیاب فلاح و بہبود کی سہولیات کا مشاہدہ کرنا اور اپنے نتائج پیش کرنا ہوگا۔

جولائی میں یہ اطلاع ملی کہ کے پی کی مختلف جیلوں میں ایک درجن قیدی ایچ آئی وی/ ایڈز کا شکار ہیں۔ سال کے آخر تک 39 معاملات رپورٹ ہوئے۔ کے پی جیلوں میں اکیاسی قیدیوں میں ہیپاٹائٹس سی اور 25 میں ہیپاٹائٹس بی تشخیص کیا گیا۔

اس کے علاوہ کے پی میں 235 قیدی ذہنی مریض تھے۔ اکتوبر میں ماجد خان نے ایک عرضی پیش کی جس میں دعویٰ کیا گیا کہ وہ کسی ذہنی بیماری میں مبتلا ہے لہٰذا مقدمے کی سماعت کے لیے نااہل ہے۔ پی ایچ سی نے کے پی حکومت کو میڈیکل بورڈ سے معائنہ کرانے کا حکم دیا۔

بنچ نے کہا کہ حکومت کے اس تاثر کے برعکس کہ عدلیہ بیمار قیدیوں کے لیے طبی سہولیات پر غور کرنے سے گریزاں ہے، یہ حکومت تھی جس نے کسی بھی عدالتی ہدایت کی اس طور مخالفت کی کیوں کہ اس کا کہنا تھا کہ جیلوں کے اندر علاج معالجے کی مناسب سہولتیں دستیاب ہے۔

جیلوں میں اذیت

مارچ میں مانسہرہ ڈسٹرکٹ جیل کے ایک قیدی نے تحویل میں مبینہ طور پر خودکشی کر لی۔ اسے سیاحوں کے ایک خاندان سے نقدی اور قیمتی سامان لوٹنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا۔

حراستی مراکز

اکتوبر میں، وفاقی اور صوبائی قبائلی اضلاع کے کے پی میں باضابطہ طور پر انضمام کے بعد، پی ایچ سی نے اعلان کیا کہ کے پی میں حراستی مراکز غیر آئینی ہیں۔

وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے سپریم کورٹ میں اس حکم کو چیلنج کیا اور نومبر میں عدالت عظمیٰ نے فیصلہ دیتے ہوئے کہ یہ لوگوں کے بنیادی حقوق کا معاملہ ہے جس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، تمام حراستی مراکز کی تفصیلات اور ان میں قید افراد کی فہرست بھی طلب کر لی۔

عدالت نے فرحت اللہ بابر، افراسیاب خٹک، بشریٰ گوہر، اور روبینہ سہگل کی طرف سے دائر مشترکہ درخواستوں پر بھی غور کیا جن میں خیبر پختونخوا حکومت کی ایکشن ان ایڈ آف سول پاور ریگولیشن آرڈیننس 2019 کی سابقہ فاٹا سے پورے صوبے میں توسیع کو چیلنج کرتے ہوئے اس حکم نامے کے یکسر خاتمے کی استدعا کی گئی تھی۔[جمہوری ترقی دیکھیں]

سولہ دسمبر کو پی ایچ سی نے وفاقی وزیر دفاع اور صوبائی محکمہ داخلہ سے ایک زیر حراست شخص کے والد کی جانب سے دو سال تک کسی بھی سماعت کے بغیر کسی انٹرنمنٹ سنٹر میں رکھے جانے کے خلاف درخواست میں رائے طلب کی۔

بنیادی آزادیاں

فکر، ضمیر اور مذہب کی آزادی

اقلیتیں

مارچ میں پشاور میں ایک پریس کانفرنس میں اقلیتی حقوق سے متعلق امپلی مینٹیشن آف مائینارٹیز رائٹس فورم (آئی ایم آر ایف) کے چیئرمین نے اقلیتوں کے ملازمت کے کوٹے میں تین سے پانچ فی صد اضافے اور غیر مسلم برادریوں سے ایوا کیوای (متروکہ) ٹرسٹ پراپرٹی بورڈ کے چیئرمین کے تقرر کا مطالبہ کیا تاکہ ان کے حقوق کا تحفظ یقینی بنایا جاسکے۔

آئی ایم آر ایف کے سربراہ نے یہ بھی کہا کہ سپریم کورٹ نے وفاقی حکومت کو 2013 میں آل سینٹس چرچ پشاور دھماکے سے متاثرہ افراد میں تقسیم کے لیے 100 ملین روپے کا اینڈومنٹ فنڈ مختص کرنے کی ہدایات بھی جاری کیں۔ لیکن ابھی تک متاثرین کو یہ معاوضہ نہیں مل سکا۔

کے پی حکومت نے اپریل میں ماینا ریٹی یوتھ ایکسپوژر پروگرام (ایم وائی ای پی) شروع کیا تاکہ مختلف اقلیتوں کے نوجوان مرد اور خواتین ارکان کو ایک دوسرے کے ساتھ بات چیت کرنے اور اپنی صلاحیتوں کو فروغ دینے کے قابل بنایا جاسکے۔ 26 ارکان کی پہلی کھیپ میں مسیحی، ہندو، سکھ، اسماعیلی، اور بہائی شامل تھے۔

دسمبر میں مالاکنڈ کے ڈپٹی کمشنر نے بونیر میں اقلیتوں کے لیے ایک کمیونٹی سینٹر کی تعمیر کے ساتھ ساتھ مذہبی اقلیتوں سے انجینئرنگ کی ڈگری رکھنے والے نوجوانوں کے لیے ایک انٹرن شپ پروگرام کے اجرا کا اعلان کیا۔

سکھ

مبینہ طور پر اپنی بیٹی کے علاج معالجے کے لیے بھارت کے دورے پر گئے کے پی سے پی ٹی آئی کے سابق رکن اسمبلی بلدیو کمار نے یہ کہتے ہوئے سیاسی پناہ طلب کی کہ پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کے ساتھ بدسلوکی ہوتی ہے۔ اس الزام کو خیبر پختونخوا کے وزیر اطلاعات نے یہ کہتے ہوئے یکسر مسترد کر دیا کہ تحریک انصاف کا 'کسی مجرم کے ساتھ' کوئی تعلق نہیں۔

کمار کو 2016 میں کے پی کے وزیر اعلیٰ کے اس وقت کے خصوصی مشیر سورن سنگھ کے قتل کے سلسلے میں گرفتار کیا گیا تھا۔ انہیں اقلیتوں کے لیے مخصوص نشستوں کی فہرست سے رکن پارلیمنٹ کے طور پر نوٹیفائی کیا گیا لیکن ارکان صوبائی اسمبلی نے انہیں حلف اٹھانے سے روک دیا تھا۔ اس کے بعد انسداد دہشت گردی کی ایک عدالت سے 2018 میں بری

ہونے کے بعد کمار نے حلف لیا لیکن وہ صرف ایک دن کے لیے ایم پی اے رہے کیوں کہ اگست 2018 کے عام انتخابات کے لیے اسمبلی تحلیل کر دی گئی تھی۔

ہندو

کاروباری طبقہ اور کوہاٹ کی سنی سپریم کونسل نے 21 نومبر کو ایک جرگہ منعقد کیا اور ہندو عبادت گزاروں کے لیے سکول کی ایک پرانی عمارت کو مندر کے طور پر بحال کرنے کے حکومتی فیصلے کی مخالفت کی۔

مقامی لوگوں کے مطالبے پر مندر کے زمینی حصے کو پرائمری سکول میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ اس کا اوپری حصہ اب بھی ایک مندر کی طرح برقرار تھا جس میں عبادت گاہ کی باقیات موجود تھیں۔ اس فیصلے کے خلاف جرگے نے مرکزی بازار میں احتجاجی ریلی کا اعلان کیا۔

اظہار رائے کی آزادی

معلومات کا حق

ضم شدہ قبائلی اضلاع کو اضلاع میں کام کرنے والے سرکاری محکموں اور عوامی اداروں کے پاس موجود معلومات، دستاویزات اور ریکارڈ تک رسائی کا حق دیا گیا۔ محکمہ اطلاعات نے اپریل میں ضم شدہ اضلاع میں تمام کمشنرز اور ڈپٹی کمشنرز کو ہدایت کی کہ وہ اطلاعات تک رسائی کے حق سے متعلق آر ٹی آئی قانون پر عمل درآمد کو یقینی بنائیں۔

فروری میں یہ اطلاع ملی کہ قبائلی اضلاع بنوں اور لکی مروت سمیت شمالی وزیرستان میں ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ لوگوں کو انٹرنیٹ تک رسائی حاصل ہوگی۔ یونیورسل سروس فنڈ (یو ایس ایف) کے تحت ایک سیلولر کمپنی کے ساتھ 258 ملین روپے مالیت کا ایک معاہدہ کیا گیا۔ اس منصوبے کی تکمیل میں دو سال لگیں گے۔

خیبر پختونخوا کے اطلاعات کے ڈپٹی ڈائریکٹر کی طرف سے نومبر میں جاری کردہ ایک اعلامیے کے مطابق، انضمام شدہ قبائلی اضلاع میں عوامی انفارمیشن سنٹرز اور پریس کلبوں کے ساتھ ساتھ نئے ریڈیو اسٹیشنز قائم ہوں گے۔

میڈیا پر پابندیاں

پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا) کی جانب سے ٹی وی چینلز کو جے یو آئی۔ف کے رہنما کی آزادی مارچ سے متعلق پریس کانفرنس روکنے کی ہدایات کو پی ایچ سی نے 'غیر قانونی' اور آئین اور پیمرا آرڈیننس 2002 کے سیکشن 27 دونوں کی 'خلاف ورزی' قرار دیا۔

سنسرشپ کے خلاف درخواست منظور کرتے ہوئے عدالت نے پیمرا کو ہدایت کی کہ وہ یقینی بنائے کہ نجی ٹی وی چینلز اپوزیشن اور حکومت کی سرگرمیوں کو ایک سے وقت دیں۔ عدالت نے یہ بھی فیصلہ دیا کہ ٹی وی چینلز کے لیے احکامات

پیمرا آرڈیننس کے متعلقہ حصوں کا حوالہ دیتے ہوئے صرف تحریری ہوں گے زبانی نہیں۔

پی ایچ سی نے دسمبر میں ہزارہ ڈویژن کے 46 وکلا کی مشترکہ طور پر دائر ایک رٹ پٹیشن پر سماعت کی جس میں پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی (پی آئی سی) واقعے کی مبینہ طور رمتعصب اور یک طرفہ کوریج کے الزام میں چھ ٹی وی چینلز کے لائسنس منسوخ کرنے کے لیے درخواست کی گئی تھی۔ عدالت نے کہا کہ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا وکلا اور ڈاکٹروں کے مابین نفرت کو ہوا دے رہا ہے اور عدلیہ کو بدنام کر رہا ہے جس سے ملک میں امن وامان کی صورت حال مزید خراب ہو رہی ہے۔ اس نے پیمرا کے لیے ایک عبوری حکم جاری کیا کہ وہ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کو ہدایت کرے کہ وہ وکلا کے خلاف توہین آمیز ریمارکس نشر اور شائع نہ کریں۔

دھمکیاں، ڈرانا اور تشدد

مئی میں ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں نامعلوم حملہ آوروں نے ایک رپورٹر اور پرووا پریس کلب کے چیئرمین ملک امان اللہ خان کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ یہ واقعہ ٹارگٹ کلنگ کا لگتا ہے۔ وہ موٹر سائیکل پر جا رہے تھے جب ان پر حملہ ہوا۔

نومبر میں کے پی اسمبلی کے سپیکر نے صحافیوں کی انجمنوں کے نمائندوں، میڈیا سپورٹ گروپوں اور حقوق کی تنظیموں کے اتحاد پاکستان جرنلسٹس سیفٹی کولیشن کی کے پی شاخ کو یقین دلایا کہ وہ صوبے میں صحافیوں کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے ضروری قانون سازی پر زور دیں گے۔

سپیکر نے کہا کہ ضروری کام مکمل کرنے اور سٹیک ہولڈرز سے مشاورت کے بعد ایک مسودہ قانون اسمبلی میں پیش کیا جائے گا۔

آرا اور اختلاف رائے کے خلاف اقدامات

مئی میں شمالی وزیرستان میں ایم این اے علی وزیر اور پی ٹی ایم کے 11 کارکنوں کے خلاف ریاست اور ملک کی مسلح افواج کے خلاف نعرے بازی کرنے کے الزام میں ایف آئی آر درج کی گئی۔ الزامات میں توہین، بدنامی، امن کی پامالی، اور مجرمانہ دھمکیاں شامل ہیں۔

مئی میں، پی ایچ سی نے 2018 میں صوابی پولیس کی طرف سے منظور پشتین، ایم این اے علی وزیر اور محسن داور سمیت متعدد پی ٹی ایم رہنماؤں پر ایک میٹنگ کے دوران میں قومی پرچم کو بدنام کرنے، بغاوت پر اکسانے اور ریاست کو تنقید کا نشانہ بنانے کے الزام میں درج مقدمہ منسوخ کرنے کا حکم دیا۔ بینچ نے اس استدعا کو قبول کیا کہ کچھ بھی ایسا نہیں ہوا جسے قابل اعتراض کہا جا سکے۔

پارٹی رہنما مریم نواز کی گرفتاری کے خلاف مظاہرے کے دوران میں فوج کے خلاف نعرے بازی کرنے کے الزام میں سوات پولیس نے اگست میں مسلم لیگ۔ن کی مقامی کارکن نسیم اختر کو گرفتار کر لیا۔ انھیں جوڈیشل ریمانڈ پر بھیج دیا گیا۔

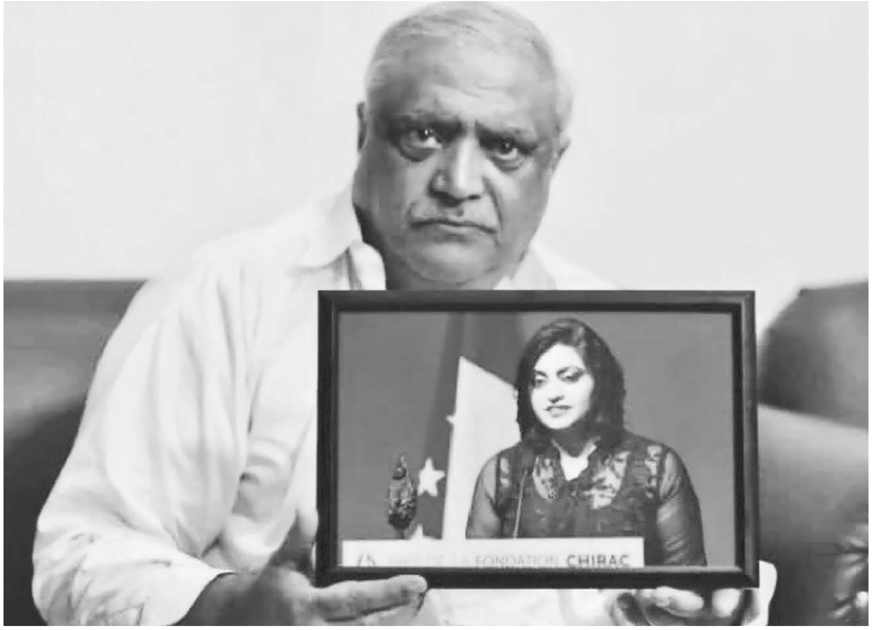

ایف آئی نے انسانی حقوق کی کارکن گلالئی اسماعیل کے والد کونفرت انگیز تقریر اور سائبر دہشت گردی کے الزام میں گرفتار کیا

ایف آئی اے نے انسانی حقوق کی کارکن گلالئی اسماعیل کے والد پروفیسر محمد اسماعیل کو اکتوبر میں نفرت انگیز تقریر اور سائبر دہشت گردی کے الزام میں گرفتار کیا اور انھیں 14 دن کے جوڈیشل ریمانڈ پر پشاور سینٹرل جیل بھیج دیا۔ وہ اپنے ،اپنی شریک حیات اور اپنی بیٹی کے خلاف دائر ایک مقدمے کی منسوخی کے لیے اپنی درخواست پر کارروائی کے لیے جب وہ پی ایچ سی کے پاس گئے تو انھیں کاؤنٹر ٹیررازم ڈیپارٹمنٹ (سی ٹی ڈی) نے گرفتار کر لیا۔

ان پر الیکٹرانک جرائم کی روک تھام ایکٹ 2016 کی دفعہ 10 (سائبر دہشت گردی) اور دفعہ 11 (نفرت انگیز تقریر) اور پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 109 کے تحت نفرت انگیز تقریر کرنے کا الزام عائد کیا گیا۔ ضمانت اس شرط پر دی گئی کہ وہ مبینہ جرم کو دہرائیں گے نہیں۔

ان کے وکلا کا دعویٰ تھا کہ انھیں ان کی بیٹی پر دباؤ ڈالنے کے لیے گرفتار کیا گیا جو امریکا نکلنے میں کامیاب ہو گئی تھیں۔ ستمبر میں بتایا گیا کہ گلالئی اسماعیل نے وہاں سیاسی پناہ مانگی ہے۔ پاکستانی لڑکیوں کو بااختیار بنانے کے لیے ان کی مہموں سے انھیں بین الاقوامی ایوارڈ اور ملک کے نمایاں کارکنوں میں سے ایک کی حیثیت سے شناخت ملی تھی۔ وہ حکومت کی نظروں میں ناپسندیدہ ٹھہریں جب انھوں نے کے پی اور اس کے قبائلی اضلاع میں گمشدگیوں کے خلاف بولنا اور پی ٹی ایم کے اجلاسوں میں شرکت کرنا شروع کیا۔ مئی میں پولیس نے انسداد دہشت گردی کے قانون کے تحت ان کے خلاف شکایت درج کی۔

نقل وحرکت کی آزادی

سرکاری پابندیاں

مارچ میں کے پی کے وزیراعلیٰ نے متنازعہ بی آرٹی منصوبے کا آغاز منسوخ کردیا۔اس کی تکمیل 2018 کے وسط تک ہوناتھی مگر 2019 کے آخرتک بھی ایسا نہ ہوسکا۔حکومت نے نومبر میں دعویٰ کیا کہ 30 اسٹیشنوں پر مشتمل 28 کلومیٹر میٹرو 2020 میں پورے طور سے مکمل ہوجائے گی لیکن کوئی بھی ڈیڈ لائن دینے سے انکار کردیا۔

کے پی معائنہ ٹیم کی تیار کردہ 27 صفحات پر مشتمل ایک سرکاری رپورٹ میں ان سیکڑوں اور ہزاروں مسافروں کوراضی کرنے کے لیے کچھ نہیں کیا گیا جن کے اعتماد کوٹھیس پہنچی تھی، جس میں عدم توجہی،عوامی فنڈز کی بدانتظامی،کم تر ڈیزائن اور منصوبہ بندی، سیاسی بیپروائی اور ماحول خصوصاً شہر کی ہوا کو پہنچنے والے نقصان کواجاگر کیا گیا۔ پی ایچ سی کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے،ایف آئی اے نے دسمبر میں مبینہ بے ضابطگیوں کی تحقیقات کا آغاز کیا۔[انصاف کی فراہمی بھی دیکھیں]

پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین بلاول بھٹوکو کے پی اسمبلی کے پہلے قبائلی انتخابات کے لیے انتخابی مہم چلانے کے لیے باجوڑ قبائلی ضلع جانے کی اجازت نہ دی گئی۔انھیں خود کوملحقہ ضلع مہمند تک ہی محدود رکھنا پڑا۔انضمام شدہ قبائلی اضلاع میں دفعہ 144، جوعوامی نقل وحرکت اور جلسوں پر سختی سے پابندی عائد کرتی ہے،کو جولائی کے تاریخی انتخابات سے صرف پندرہ روز قبل،ان شکایات کے بعد کہ انتخابی مہم اور ووٹروں کی نقل وحرکت میں رکاوٹ پیدا ہورہی ہے،اٹھایا گیا۔

خیبر میں فروری میں افغانستان میں تجارت کرنے والے ٹرانسپورٹرز کے خاصہ داروں کی طرف سے ہراساں کیے جانے کی شکایات کے بعد ضلعی انتظامیہ نے پشاورطورخم ہائی وے پر سات چیک پوسٹوں کو ہٹا دیا۔

جمرود خاصہ دار لائن افسر اپنے سرکاری اختیار کے غلط استعمال پر معطل کردیا گیا۔اور باقی چوکیوں پر تعینات خاصہ دار اور لیویز اہل کاروں کوٹرانسپورٹروں سے پیسے لینے کے خلاف خبردار کیا گیا۔

ایگزٹ کنٹرول لسٹ

اپریل میں، پی ایچ سی نے وفاقی وزارت داخلہ کوسماجی کارکن ثنا اعجاز کوایگزٹ کنٹرول لسٹ (ای سی ایل) سے ہٹانے کا حکم دیتے ہوئے انھیں بیرون ملک سفر کرنے کی اجازت دیدی۔ 2018 میں پی ٹی ایم کے متعدد دیگر کارکنوں کے ساتھ صوابی میں نفرت انگیز تقریر کرنے کے الزام میں ایف آئی آر درج ہونے کے بعد انہیں ای سی ایل میں رکھا گیا تھا۔پی ایچ سی اسی ایف آئی آر میں پی ٹی ایم کے ایک اور رہنما ڈاکٹر سید عالم محسود کا نام ای سی ایل میں رکھنا پہلے ہی غیر قانونی قرار دے چکی تھی۔

اپریل میں، پشاور ہائی کورٹ نے پی پی پی کی سابق رکن قومی اسمبلی عاصمہ عالمگیر کا نام ای سی ایل سے ہٹانے کا حکم دیتے

ہوئے انھیں بیرون ملک سفر کی اجازت دی۔ان پر سال بھر کی پابندی کی مدت ختم ہوگئی تھی اور اس میں توسیع نہیں کی گئی تھی۔

احتجاج اور رکاوٹیں

ریجنل اینڈ ڈسٹرکٹ ہیلتھ اتھارٹی ایکٹ 2019 اور میڈیکل تدریسی اداروں میں بے ضابطگیوں کی تحقیقات سے متعلق سپریم کورٹ کی ہدایت پر عمل درآمد نہ ہونے کے خلاف ڈاکٹروں کے احتجاج پر شہر کی اہم گزرگاہ یونیورسٹی روڈ کے اکتوبر میں کئی گھنٹوں تک بلاک ہونے پر مسافروں کو شدید مشکلات کا سامنا رہا۔

جے یو آئی۔ف نے نومبر کے اوائل میں آزادی مارچ اسلام آباد کے دھرنے میں شامل ہونے کے لیے کے پی میں اپنے حامیوں کو متحرک کیا۔ کے پی حکومت نے مارچ میں شریک افراد کی سرگرمیوں کی نگرانی کے لیے پشاور میں ایک خصوصی سیل تشکیل دیا، اور کسی بھی طرح کے تشدد یا عوامی عدم استحکام کی کوشش کے خلاف انتباہ کیا۔ جے یو آئی۔ف کے رہنماؤں نے تحریک انصاف کی حکومت پر الزام عائد کیا کہ اس نے پشاور سے اسلام آباد جانے والے راستے کے ساتھ داخلی اور خارجی راستوں کو کنٹینرز سے بند کر دیا تاکہ وفاقی دارالحکومت تک جلوس کی پیش رفت کو ناکام بنا سکے۔

بارہ نومبر کو جے یو آئی۔ف نے اسلام آباد میں اپنے بڑے اجتماع کو ختم کر دیا اور کے پی اور بلوچستان میں اہم شاہراہوں اور سڑکوں کو روکنے کے لیے 'پلان بی' کا اعلان کیا۔ نوشہرہ، پشاور، مانسہرہ، بٹ خیلہ، بنوں، مالاکنڈ اور شاہراہ قراقرم میں اہم آمدورفت متاثر ہوئی۔ کچھ جگہوں پر ناکا بندی کئی دنوں تک جاری رہی۔ مسافروں اور عوام کو شدید تکلیف کے نتیجے میں مظاہرین اور سواروں کے درمیان جھڑپیں ہوئیں۔

مانسہرہ میں تاجروں اور رہائشیوں نے جے یو آئی۔ف کو بندش ختم کرنے پر مجبور کر دیا۔ ایک درخواست پر پی ایچ سی نے جے یو آئی۔ف کو نوٹس جاری کیا کہ وہ وضاحت کرے کہ وہ احتجاج سے عوام کو تکلیف نہ ہونے دینے کے عدالت سے کیے گئے اپنے عہد کو نبھانے میں کیوں ناکام رہی۔

بین الاقوامی سفر

خڑقمر واقعے میں گرفتار ہونے کے چار ماہ بعد، بنوں میں پی ایچ سی بنچ نے ستمبر میں ایم این اے علی وزیر اور محسن داوڑ کو ضمانت پر رہا کر دیا۔ پی ایچ سی نے یہ کہتے ہوئے کہ ایک ماہ کی یہ ضمانت ان کے 'اچھے سلوک' سے مشروط ہے، دونوں ارکان قومی اسمبلی کو ملک نہ چھوڑنے اور ہفتہ میں ایک بار ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر کے دفتر میں پیش ہونے کی ہدایت کی۔

کے پی اور افغانستان کے مابین تجارت کرنے والے پاکستانی ٹرانسپورٹرز نے ستمبر میں کابل کی طرف سے افغانستان داخلے کے لیے عائد ویزا پابندیوں کے خلاف احتجاج کیا۔

اکتوبر میں، خواتین سمیت لوگوں کے ایک گروہ نے پشاور میں افغان قونصل خانے کے ویزوں کے اجرا میں تاخیر کے خلاف پشاور پریس کلب کے باہر مظاہرہ کیا۔ یہاں تک کہ انہیں پاسپورٹ واپس لینے کے لیے بھی قونصل خانے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ انہیں خدشہ تھا کہ اگر وہ وقت پر واپس نہ گئے تو اپنی ملازمت سے محروم ہو جائیں گے۔

سفر اور نقل و حرکت

حکام کے کچھ کرنے کی عبث امید کے بعد، چترال کے بالاچ، سنگور اور سین لشٹ گاؤں کے لوگوں نے گرم چشمہ سڑک کے پہلے چار کلومیٹر کی مرمت خود ہی کرنا شروع کر دی۔ محکمہ مواصلات اور تعمیرات کی عدم توجہی کی وجہ سے یہ تین سال سے ناگفتہ بہ حالت میں تھی۔

انجمن سازی کی آزادی

طلبہ یونینیں اور اکٹھ

طلبہ یونینوں کی بحالی کا مطالبہ کرتے ہوئے پشاور کی یونیورسٹیوں اور کالجوں کے طلبا و طالبات اور سیاسی جماعتوں کے کارکنوں نے 30 نومبر کو ملک گیر سٹوڈنٹ سالیڈریٹی مارچ کے ساتھ یکجہتی کے اظہار کے لیے کے مارچ کیا۔

بینرز اٹھائے، نعرے لگاتے طلبا نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ مردان کی عبدالولی خان یونیورسٹی میں 2017 میں قتل کیے جانے والے ضلع صوابی کے طالب علم کے نام پر 13 اپریل کو 'یوم مشال' قرار دیا جائے۔

ان کے دیگر مطالبات میں ٹیوشن اور دیگر فیسوں میں اضافے کی واپسی، مفت تعلیم کی فراہمی، تعلیمی اداروں کے امور میں سیکیورٹی فورسز کی غیر مناسب مداخلت کا خاتمہ، ضم شدہ قبائلی اضلاع میں تعلیم کا بہتر معیار اور یونیورسٹیوں اور کالجوں میں طلبا و طالبات خصوصاً بچیوں کے ساتھ بدسلوکی اور جنسی ہراسانی روکنے کے لیے شکایات کمیٹی کی تشکیل شامل تھے۔

دسمبر میں جے یو آئی۔ف کے طلبہ ونگ، جمعیت طلبائے اسلام (جے ٹی آئی) نے طلبہ یونینوں کی بحالی، یکساں نظام

30 نومبر کو پشاور میں طلباء نے ملک گیر سٹوڈنٹ مارچ سے اظہار یکجہتی کیا

تعلیم، تعلیمی اداروں میں انگریزی کی بجائے اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے اور مفت تعلیم کے مطالبے کرتے ہوئے مینگورہ میں احتجاجی مظاہرہ کیا۔

سول سوسائٹی، حقوق انسانی کے محافظ اور این جی اوز

پی ٹی آئی کے دو اراکین نے کے پی حکومت کی طرف سے کیے گئے پالیسی وعدوں کے عین مطابق اکتوبر میں اسمبلی میں ایک بل پیش کیا۔ اس عمل کو انسانی حقوق کے محافظوں کے جائز حقوق اور بنیادی آزادیوں کے تحفظ کے لیے ایک بے مثال اقدام کے طور پر دیکھا گیا۔

لا، ہیومن رائٹس اینڈ پارلیمینٹری ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے 2018 میں جاری کی گئی کے پی ہیومن رائٹس پالیسی میں انسانی حقوق کے محافظوں کو تسلیم کرنے اور ان کے تحفظ کے لیے قانون کے نفاذ کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس بل کا مسودہ سول سوسائٹی کی تنظیموں کے ساتھ مشاورت سے تیار کیا گیا تھا اور انسانی حقوق کے محافظوں کی پہچان اور حفاظت کے لیے اس ماڈل قانون پر مبنی تھا جس سے اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے محافظوں کے اعلامیہ کے مطابق قومی قانون کی تشکیل ہوئی۔

اس بل میں انسانی حقوق کے محافظوں کو صوبائی اور قومی قوانین کی حدود میں رہتے ہوئے اپنے بنیادی فرائض کی انجام دہی میں درکار امداد اور تحفظ کی فراہمی کی گئی ہے۔

اجتماع کی آزادی

انسدادی اقدامات

’خواتین اور ٹرانس جینڈرز سائیکل ریلی‘، جو اس شہر کی سب سے پہلی ایسی ریلی ہو سکتی تھی، کے منتظمین کو 19 جنوری کو اسے منسوخ کرنا پڑا جب علاقے کی مساجد کے علما اور خطیبوں کی ایک نمائندہ جماعت مجلس علمائے حیات آباد اور جے یو آئی۔ف اور جے آئی سمیت دیگر مذہبی گروہوں نے یہ کہتے ہوئے ایک احتجاجی مظاہرے کی دھمکی دی کہ یہ ’فحاشی اور عریانی‘ کو فروغ دے رہی ہے۔

دیسی ساختہ دھماکا خیز مواد کے پھٹنے سے ایک میجر، لیفٹیننٹ کرنل اور ایک فوجی کے جاں بحق ہونے کے بعد شمالی وزیرستان کے علاقوں میں 9 جون کو ضلعی انتظامیہ نے کرفیو نافذ کر دیا۔ سیکیورٹی فورسز اور پی ٹی ایم کارکنوں کے مابین جھڑپیں بھی ہوئیں۔

کرفیو نو دن کے بعد اٹھا لیا گیا لیکن کرفیو کے علاقوں میں 7000 سے زیادہ خاندان بری طرح متاثر ہوئے جنہوں نے خوراک کی کمی اور مریضوں کو اسپتال لے جانے میں دشواریوں کی شکایت کی۔ امن و امان کی خراب صورتحال اور حملوں کے خطرات کی وجہ سے، شمالی وزیرستان میں 10 جون کو دھرنوں، احتجاجی ریلیوں اور عوامی جلسوں کو روکنے کے

لیے 30 دن کے لیے دفعہ 144 نافذ کر دی گئی۔

اورکزئی ضلع میں میر سید انور شاہ میاں کے مزار کو سیکیورٹی فورسز نے علاقے میں عسکریت پسندی کے باعث عقیدت مندوں کے لیے بند کر دیا۔ کرم کے علاقے سلطان میں سیکڑوں افراد نے جون میں احتجاجی مظاہرہ کیا۔ کرم، اورکزئی، ہنگو، اور کوہاٹ اضلاع میں ان کے پیروکار ہیں۔

پی ایچ سی نے خیبر پختونخوا حکومت کو ہدایت کی کہ وہ نومبر میں جے یو آئی۔ف آزادی مارچ کی ریلیوں کے اسلام آباد جانے میں رکاوٹیں نہ ڈالے۔ عدالت میں ایک دستاویز جمع کروائی گئی کہ پرامن مظاہرین کے لیے سڑکوں کو مسدود نہیں کیا جائے گا مگر متشدد مظاہرین کو قانونی کارروائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

جے یو آئی۔ف نے قبل ازیں تحریک انصاف کی مرکزی اور صوبائی حکومتوں کو آزادی مارچ کو روکنے کے لیے کسی کو گھر میں نظر بند رکھنے کی کوشش پر جارحانہ ردعمل کا انتباہ دیا تھا۔

پولیس اور مظاہرین کے مابین جھڑپیں

ستمبر میں صوبائی اسمبلی کی صحت سے متعلق متنازعہ قانون سازی کے خلاف احتجاج کرنے والے ڈاکٹروں اور پولیس کے مابین پرتشدد جھڑپوں سے کے پی کی صحت کی سب سے بڑی سرکاری سہولت لیڈی ریڈنگ اسپتال میں افراتفری پیدا ہوگئی۔ پولیس نے مظاہرین پر آنسو گیس پھینکی اور لاٹھی چارج کیا جنہوں نے ان پر اینٹیں پھینکیں۔ جھڑپوں میں 15 سے زائد مظاہرین زخمی ہوگئے۔ جب کہ پولیس نے متعدد کو گرفتار کر لیا۔

جھڑپوں کی شدت کم ہونے کے بعد، مظاہرین نے قریبی سورے پل جنکشن کی طرف مارچ کیا جہاں انہوں نے کئی گھنٹوں تک سڑکیں بند رکھتے اور ٹریفک میں خلل ڈالتے ہوئے دھرنا دیا۔ بعد میں وہ پرامن طور پر منتشر ہو گئے۔

لطف اندوز ہونے کے حق پر پابندی

کالعدم تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) نے اگست میں شمالی وزیرستان کے علاقے میرانشاہ میں پمفلٹ تقسیم کیے جن میں مقامی لوگوں کو اونچی آواز میں موسیقی بجانے، پولیو ویکسینیشن قبول کرنے، خواتین کے کسی مرد کے بغیر باہر جانے کی اجازت دینے پر خبردار کیا۔ انہوں نے عدم تعمیل کے نتائج کی دھمکی دی۔

سوات میں خواتین گلوکاروں اور رقاصوں کے خلاف حالیہ تشدد کے باوجود، مقامی فنکاروں نے نومبر میں لوگوں کو تفریح فراہم کرنے کے اپنے پیشے کو جاری رکھنے کا عزم کیا۔

سوات کے بنار علاقے میں پچیس سے زیادہ کنبے گزر بسر کے لیے ناچ گانے کے پیشے سے منسلک ہیں، لیکن خواتین گلوکارہ اور رقاصائیں ہمیشہ محفوظ نہیں رہتیں کیوں کہ انہیں اپنے کنبے کے مردوں یا تقریبات میں تشدد کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ستمبر میں ایک شخص نے پشتو گلوکارہ اپنی بہن ثنا کو چاقو کے وار کر کے قتل کر دیا۔ مئی میں گلوکارہ اور رقاصہ مینا کے شوہر نے اسے مبینہ طور پر اپنی کمائی دینے سے انکار پر قتل کر دیا۔

جمہوری ترقی

شہریوں کو متاثر کرتی سیاسی پیش رفت

کے پی میں بلدیاتی حکومت کی تازہ ترین میعاد 28 اگست کو ختم ہوئی اور کے پی لوکل گورنمنٹ ایکٹ 2017 کے سیکشن 219 (4) کے تحت الیکشن کمیشن آف پاکستان (ای سی پی) کو 120 دن کے اندر یعنی 27 دسمبر تک انتخابات کرانا تھے۔

حکومت کی اجازت کے بعد، ای سی پی ہر تحصیل میں دیہات اور محلے کی کونسلوں کی مجوزہ تعداد، اور مخصوص نشستوں کی تعداد کے ساتھ ساتھ تحصیل کونسلوں کی حدود کے تعین کے لیے حد بندی کرے گی۔ ان مسائل کے حل ہونے کے بعد بھی حد بندی کے لیے تین ماہ درکار ہیں جب کہ انتخابات کے شیڈول کے اعلان اور ان کی تاریخ کے درمیان چھ ہفتوں کا مزید وقت ہونا ضروری ہے۔

کے پی حکومت نے اشارہ دیا کہ وہ پہلے قانون میں ترمیم کرنا چاہتی ہے لیکن، اس کے بن جانے کے بعد، حزب اختلاف نے ستمبر میں پی ایچ سی میں اس کے ساتھ ساتھ کئی دیگر رٹ پٹیشنوں کے ذریعہ اسے چیلینج کر دیا۔

عدالت نے بلدیاتی انتخابات پر حکم امتناع جاری کرتے ہوئے اور فیصلہ تک ایکٹ پر عمل درآمد روک دیا۔ یہ تعطل سال کے آخر تک موجود تھا۔

پانچ اگست کو کے پی حکومت نے حراستی مراکز کے انتظام سے متعلق اپنے اختیارات میں فاٹا کے اضلاع سے پورے صوبے تک توسیع کے لیے کے پی ایکشنز ان ایڈ آف سول پاور آرڈیننس، 2019 نافذ کر دیا۔

اٹھارہ ستمبر کو ایچ آر سی پی نے اس آرڈیننس پر شدید تشویش کا اظہار کیا جبکہ ذرائع ابلاغ نے اسے ترقی معکوس قرار دیا۔

سترہ اکتوبر کو، پی ایچ سی نے آرڈیننس کو غیر آئینی قرار دیتے ہوئے، کے پی کے سیکریٹری داخلہ کو ہدایت کی کہ وہ 24 گھنٹوں کے اندر صوبے کے تمام حراستی مراکز کو سب جیل نوٹیفائی کریں اور مراکز میں رکھے گئے افراد کی فہرستیں سات دن میں پیش کرنے کا حکم دیا۔

اسی دن کے پی کے سابق سینیٹرز فرحت اللہ بابر، افراسیاب خٹک اور بشریٰ گوہر نے کارکن روبینہ سہگل اور وکیل خواجہ احمد کے ساتھ مل کر سپریم کورٹ میں ایک درخواست دائر کی کہ بنیادی حقوق پر مسلط ہوتے اس آرڈیننس کو مکمل طور پر ختم کیا جائے۔

چوبیس اکتوبر کو سپریم کورٹ نے پی ایچ سی کے 17 اکتوبر کے حکم کو معطل کر دیا۔ 2 نومبر کو فرحت اللہ بابر نے سپریم کورٹ کے رجسٹرار کے 17 اکتوبر کو ان کی استدعا کے قابل سماعت نہ ہونے کے حکم اور آرڈیننس کے خلاف ان کے

مقدمہ کی شنوائی کے لیے ایک تازہ درخواست پیش کی۔ (قید خانے اور قیدی بھی دیکھیں)

آٹھ نومبر کو متنازعہ آرڈیننس 90 دن کی آئینی زندگی مکمل کرنے کے بعد ختم ہوگیا۔ اگرچہ حراستی مراکز کا کام فوری طور پر متاثر نہیں ہوا کیوں کہ 2011 میں متعارف کروائے جانے والے دو ایک جیسے ضابطے کارآمد رہے۔ ان کا انحصار صوبائی اور وفاقی حکومتوں کی دو اپیلوں پر سپریم کورٹ کے فیصلے پر ہے۔

پچیس نومبر کو اٹارنی جنرل نے عدالت کے رُوبرُو اعتراف کیا کہ ایکشن ان ایڈ آف سول پاور ریگولیشنز، 2011 میں حراست کی مدت کا تعین نہیں کیا گیا۔ عدالت نے وفاقی حکومت سے کہا کہ وہ سات مراکز میں بندان افراد کے کیسز کی رپورٹ پیش کرے جنہیں نظرثانی بورڈز کو بھیجا گیا تھا کہ یا تو ان کی حراست میں توسیع کرے یا فیصلوں کے لیے عدالتوں کو بھیجے۔

دسمبر میں پشاور میں منعقدہ ایک کثیر جماعتی کانفرنس نے وفاقی اور صوبائی حکومتوں سے کہا کہ وہ پی ایچ سی کے حکم کے خلاف اپنی اپیلیں واپس لے لیں۔

قبائلی اضلاع کے انتخابات

بیس جولائی کو سات قبائلی اضلاع میں کے پی اسمبلی کے لیے پہلی بار انتخابات ہوئے جن سے 25 ویں آئینی ترمیم کی منظوری کے ایک سال بعد کے پی صوبہ کے ساتھ ان کے آئینی انضمام کی تکمیل ہوئی۔

قبائلی اضلاع کے لیےصوبائی اسمبلی کی 16 عام نشستوں میں سے آزاد امیدواروں نے چھ، پی ٹی آئی نے پانچ، جمعیت علمائے اسلام (جے یوآئی۔ف) نے تین، اور جماعت اسلامی اور عوامی نیشنل پارٹی (اے این پی) نے ایک ایک نشست حاصل کی۔

منتخب ہونے والے دو آزاد ارکان پارلیمان نے تحریک انصاف میں شمولیت اختیار کرلی اور تین حیرت انگیز طور پر بلوچستان عوامی پارٹی (بی اے پی) میں شامل ہوگئے، جس کی اس وقت تک صوبے کی سیاست میں کوئی موجودگی نہیں تھی۔ آزاد امیدواروں کی شمولیت کے ساتھ، تحریک انصاف خواتین کے لیےمخصوص دونشستوں، اور جے یوآئی۔ف اور بی اے پی ایک ایک نشست کی حق دار ٹھہریں۔

انضمام شدہ قبائلی اضلاع سے غیر مسلموں کے لیےمخصوص واحد نشست پی ٹی آئی کے رکن ولسن وزیر کو ملی جو ایک ضم ہونے والےقبائلی اضلاع میں سے کسی بھی مذہبی اقلیتی برادری کے لیےمخصوص نشست پر کے پی اسمبلی پہنچنے والے پہلے رکن بن گئے۔

چودہ اپریل کو ای سی پی نےنشستیں مختص کرنے کا اعلان کیا جس کے مطابق کے پی اسمبلی میں باجوڑ اور خیبر اضلاع کے لیے تین تین، مہمند، کرم، شمالی وزیرستان اور جنوبی وزیرستان کے اضلاع کے لیے دو دو اور اورکزئی اور سرحدی علاقوں کے لیے ایک ایک عام نشستیں ہوں گی۔

اٹھائیس اگست کو ضم شدہ اضلاع سے نو منتخب ارکان نے کے پی اسمبلی کے خصوصی اجلاس میں حلف لیا، جس سے صوبائی اسمبلی میں خطے کے 50 لاکھ سے زاید افراد کی نمائندگی مکمل ہوئی۔

جولائی انتخابات سے قبل کے پی اسمبلی میں ضم شدہ اضلاع کے لیے عام نشستوں کی تعداد 16 سے بڑھا کر 24 کرنے کی کوشش اس وقت ناکام ہوگئی جب قومی اسمبلی سے پاس ہونے والا آئینی ترمیمی بل 14 مئی کو سینٹ میں زاید المیعاد ہوگیا۔ یہ قومی اسمبلی سے منظور ہونے والا پہلا آئینی ترمیمی بل تھا جسے ایک نجی رکن محسن داوڑ نے پیش کیا تھا۔ وہ 2018 کے عام انتخابات میں قبائلی علاقے سے ایم این اے منتخب ہوئے تھے۔

انتخابات میں شرکت

فافن کی ایک رپورٹ کے مطابق، قبائلی ضلعی انتخابات میں رجسٹرڈ ووٹرز میں سے 27 فی صد نے حصہ لیا۔ یہ 25 جولائی 2018 کو قبائلی اضلاع سے قومی اسمبلی کی نشستوں کے ٹرن آوٹ کے مقابلہ میں 6.3 فی صد کم تھا۔ جولائی 2019 میں تقریباً 20 فی صد خواتین ووٹ ڈالنے گئیں جب کہ جولائی 2018 میں یہ تعداد 23.8 فی صد تھی۔ اسی طرح عام انتخابات میں 40.3 فی صد کے مقابلے میں تینتیس فی صد مردوں نے صوبائی انتخابات میں ووٹ دیا۔

رائے دہندگان میں صنفی فرق کم کرنے کی ای سی پی کی خصوصی مہم کے باوجود کے پی اسمبلی انتخابات کے لیے ضم شدہ اضلاع میں مرد اور خواتین ووٹروں کی رجسٹریشن میں وسیع تفاوت ظاہر ہوا۔ کچھ حلقوں میں 37 فی صد سے زیادہ کا فرق بتایا گیا۔

نومبر میں ای سی پی کی ایک مؤثر اور مربوط مہم کے نتیجے میں مانسہرہ ضلع میں خواتین ووٹروں کی تعداد میں نمایاں اضافہ

کے پی اسمبلی میں سات قبائلی اضلاع کی نمائندگی کے لیے پہلی بار انتخابات جولائی میں ہوئے

ریکارڈ کیا گیا جس سے مرد اور خواتین ووٹرز کے مابین فرق کو کم کر دیا۔ آخری 10 ماہ کے دوران میں رجسٹرڈ 18924 نئے ووٹرز میں سے 9435 خواتین تھیں۔

کے پی الیکشن کمشنر نے دسمبر میں مذہبی اقلیتوں کے لیے منعقدہ ایک سیمینار میں کہا کہ 2020 میں متوقع کے پی بلدیاتی انتخابات اور آئندہ ہونے والے عام انتخابات میں مذہبی اقلیتی گروپوں کے بھرپور طور پر حصہ لینے کو یقینی بنانے کے لیے ای سی پی اپنی آئینی ذمہ داریاں نبھائے گی۔ انہوں نے بتایا کہ الیکشن کمیشن ایکٹ کے سیکشن 4 اور 18 انتخابی عمل میں مذہبی اقلیتوں کے ووٹرز کے حقوق کا واضح طور پر تحفظ کرتی ہیں۔

انتخابات سے متعلقہ تشدد

ابتدائی خدشات کے برعکس پولنگ کا دن عام طور پر پرامن رہا۔ خیبر اور کرم کے دو پولنگ سٹیشنوں میں حریف پارٹی کارکنوں کے مابین جھڑپوں کی اطلاع ملی اور مہمند میں ایک پولنگ اسٹیشن کے باہر فائرنگ سے دو افراد زخمی ہوئے۔ جنوبی وزیرستان میں آزاد امیدوار پر فائرنگ کے واقعے کی ایک غیر مصدقہ میڈیا رپورٹ بھی تھی۔

پس ماندہ طبقات کے حقوق

خواتین

قوانین اور پالیسیاں

خواتین کے خلاف تشدد کی روک تھام اور ان کے تحفظ کے مسودہ قانون، کے پی ڈومیسٹک وائلینس اگینسٹ ویمن (پریوینشن اینڈ پروٹیکشن) بل کو گذشتہ سات سالوں سے مذہبی جماعتوں اور اسلامی نظریاتی کونسل (سی آئی آئی) کی جانب سے غیر اسلامی قرار دیتے ہوئے اعتراضات کے ذریعہ ناکام بنایا جاتا رہا ہے۔ اسے آخری بار اکتوبر 2019 میں پیش کیا گیا۔ کچھ ناگزیر طور پر، اس مسودہ کو ایک بار پھر دھچکا لگا اور اسے بغیر کسی تام جھام کے سلیکٹ کمیٹی کو بھیج دیا گیا تاکہ ایوان کے دونوں اطراف کی تجویز کردہ 42 ترامیم پر غور کیا جا سکے۔

بیس مارچ کو کے پی اسمبلی میں حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے ارکان نے عورت مارچ کے شرکا کی جانب سے 'قابل اعتراض مواد اور مطالبات' کی نمائش کی مذمت کی۔

سولہ ستمبر کو خیبر پختونخوا حکومت نے سرکاری اسکولوں کی طالبات کے لیے صوبے کے تعلیمی اداروں میں خود کو ڈھانپنا لازمی قرار دینے کا فیصلہ کیا مگر وسیع پیمانے پر تنقید کے اگلے ہی دن اس نوٹیفکیشن کو واپس لے لیا۔

دسمبر تک یہ واضح ہو چکا تھا کہ کے پی حکومت صنف پر مبنی تشدد پر قابو پانے کے لیے قانون سازی میں پیچھے اور وہ گھریلو تشدد، بچوں کی شادیوں اور تیزاب پھینکنے اور جلانے کے جرائم سے متعلق قوانین بنانے میں ناکام رہی ہے۔

مذہبی جماعتوں کے ترمیم شدہ مسودے کے بارے میں تحفظات ظاہر کرنے کے بعد اس نے مسلم خاندانی قوانین سے متعلق ایک بل کو بھی موخر کر دیا۔

خواتین سے متعلق قوانین، پالیسیوں اور پروگراموں کے نفاذ کی نگرانی کرنے اور جہاں کمی ہو وہاں نئے اقدامات تجویز کرنے کے لیے خیبر پختونخوا کمیشن آن دی سٹیٹس آف ویمن (کے پی سی ایس ڈبلیو) کا قیام 2009 میں قانون کے ذریعے کیا گیا تھا۔ ایک دہائی بعد، اپریل 2019 میں، ایک خبر میں کہا گیا کہ کے پی سی ایس ڈبلیو موثر نہیں رہا۔

پچھلی پی ٹی آئی حکومت نے دسمبر 2017 میں اس اقدام کو ضلعی سطح تک لے جانے کے منصوبے کا اعلان کرتے ہوئے اسے زندہ کرنے کی کوشش کی لیکن صنف پر مبنی تشدد کی روک تھام اور خواتین کے دیگر مسائل کے حل کے لیے مجوزہ ضلعی کمیٹیاں سابقہ اور موجودہ دونوں حکومتوں نے نوٹیفائی نہیں کیں۔ کہا جاتا ہے کہ دسمبر 2018 میں کے پی سی ایس ڈبلیو کی چیئرپرسن کا اچانک استعفیٰ بھی نوٹیفکیشن میں تاخیر کا ایک سبب بنا۔

خواتین کے خلاف تشدد

غیر سرکاری تنظیم عورت فاؤنڈیشن (اے ایف) کی اخباری خبروں پر مبنی سالانہ رپورٹ خواتین کے خلاف تشدد کے واقعات میں 20 فی صد اضافے کی عکاسی کرتی ہے۔ اے ایف نے بتایا کہ خواتین اور لڑکیوں کو شاید ہی کبھی انصاف ملا ہو کیوں کہ زیادہ تر کیسز میں قصوروار قریبی رشتے دار تھے جنھیں ثبوت کی عدم دستیابی کے سبب ضمانت مل گئی یا انھیں رہا کر دیا گیا۔

کے پی پولیس کے اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ 2019 میں درج گھریلو تشدد کے واقعات خصوصاً قتل اور شدید مار پیٹ میں اضافہ ہوا ہے۔ 2018 میں 180 خواتین کو گھروں میں قتل کیا گیا۔ 2019 میں یہ تعداد بڑھ کر 217 ہوگئی۔ 2019 میں چھتیس خواتین نے گھر میں جسمانی استحصال کی اطلاع دی۔ یہ تعداد 2018 کے مقابلے میں تین گنا زیادہ ہے۔

کے پی واحد صوبہ ہے جس نے گھریلو تشدد سے متعلق قانون نہیں بنایا۔ تاہم اس نے جنوری میں اس صوبے میں گھریلو تشدد کا نشانہ بننے والی خواتین کو قانونی امداد اور طبی، بحالی اور مشاورت کی سہولیات کی فراہمی کے لیے ایک مرکز کے قیام کا اعلان کیا۔

جنوری 2019 میں شمالی وزیرستان کے گاؤں خیسور میں ایک پریشان کن واقعہ اس وقت منظر عام پر آیا جب ایک نوجوان لڑکے کا ویڈیو انٹرویو سوشل میڈیا پر وائرل ہوا۔ ویڈیو کے مطابق اس کے والد اور بھائی کے ایک آپریشن میں پکڑے جانے کے بعد دو سیکیورٹی اہل کار متعدد بار ان کے گھر گئے اور ان کی والدہ کو ہراساں کیا اور انھیں عصمت دری کی دھمکی دی۔ ایچ آر سی پی نے گہری تشویش کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ قابل افسوس بات ہے کہ عصمت دری، یا عصمت دری کی دھمکی کا استعمال شہریوں کو ریاستی ایجنسی کی زیادتیوں کے سامنے خاموش رہنے پر مجبور کرنے کے لیے کیا جائے۔

خواتین اور کام

حقوق نسواں کارکن رخشندہ ناز کو جنوری 2019 میں کے پی میں پہلی صوبائی محتسب برائے انسداد ہراسانی مقرر کیا گیا۔ انہوں نے بتایا کہ صوبے میں ایک ہزار سے زیادہ سرکاری اور نجی اداروں کو انکوائری کمیٹیاں تشکیل دینے اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں ان کے خلاف کارروائی کی تنبیہہ اور دفاتر میں ضابطہ اخلاق آویزاں کرنے کے لیے خطوط جاری کیے گئے۔ ستمبر 2019 میں سات ماہ میں ہراساں کرنے کی 40 مختلف شکایات موصول ہوچکی تھیں۔

محتسب کے دفتر اور یو این ویمن نے کام کی جگہ پر ہراسانی کے خلاف خواتین کے تحفظ کے لیے دسمبر میں مفاہمت کی ایک یادداشت پر دستخط کیے۔ اس معاہدے کے تحت، کام کی جگہ پر ڈیٹا بیس کے ذریعے جنسی ہراساں کرنے کے رجحانات کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ ایسے معاملات سے نمٹنے کے لیے انکوائری کمیٹیوں کی صلاحیت سازی میں مدد فراہم کی جائے گی۔

یواین ویمن اور کے پی کی محتسب جنسی ہراسگی کے قوانین اور ان کی تعمیل کے تقاضوں کے بارے میں عوامی شعور اجاگر کرنے کے لیے بھی تعاون کریں گے۔

ٹرانس جینڈر برادری

مقامی ٹرانس جینڈر کمیونٹی گروپوں کا کہنا ہے کہ 2015 کے بعد سے خیبر پختونخوا میں کم از کم 65 ٹرانس جینڈر افراد کو قتل کیا گیا اور مجرموں کو سزا کم کم ہی ہوئی۔ فروری میں کرک میں ایک شادی کی تقریب میں پرفارم کرنے کے بعد کوہاٹ لوٹتے ہوئے تبو ہلاک اور دو دیگر زخمی ہو گئے جب موٹر سائیکل سوار نامعلوم افراد نے ان کی گاڑی پر فائرنگ کر دی۔

نوشہرہ سے 18 سالہ ماہا کی لاش ملی۔ شادی کی تقریبات میں ناچنے کی سزا کے طور پر اس کے اہل خانہ کی جانب سے اس کے بال کاٹنے کے بعد وہ گھر سے پشاور بھاگ گئی تھی۔ اس کے اہل خانہ کی درخواست پر پولیس اسے اس وعدے پر گھر واپس لے آئی تھی کہ اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ ماہا کے والد کو پولیس تحویل میں بھیج دیا گیا۔

اگست میں، ہانی مانسہرہ میں اس وقت ہلاک ہو گئی جب بندوق برداروں نے گھر میں گھس کر اس پر فائرنگ کر دی۔

ٹرانس جینڈر برادری کے خلاف تشدد اور تعصب ان کے حقوق اور تحفظ کے لیے کیے گئے ہر مثبت اقدام کے ساتھ ساتھ ہی جاری رہتے دکھائی دیتے ہیں۔

مئی میں، خیبر پختونخوا کی حکومت نے ٹرانس جینڈر برادری کے ارکان کو صحت انصاف کارڈز دینا شروع کیے جن کے ذریعے ایچ آئی وی/ایڈز اور تمام قسم کے کینسر سمیت متعدد بیماریوں کا علاج بلا معاوضہ ہو سکے گا۔

دسمبر میں یہ اطلاع بھی ملی کہ کے پی کے محکمہ صحت نے صوبے کے 15 اضلاع کے 19 سرکاری اسپتالوں میں ٹرانس جینڈرز کے لیے 74 بیڈ رکھے ہیں۔ سرکاری شعبے کے باقی اسپتالوں میں مزید 124 بیڈز الاٹ کیے جانا تھے۔ یہ اقدام 2018 ٹرانس جینڈر پروٹیکشن ایکٹ کے مطابق ہے۔

یہ حکومتی اقدامات مثبت ہیں کیوں کہ ماضی میں طبی عملے کی جانب سے امتیازی سلوک کی متعدد اطلاعات کے ساتھ ساتھ ٹرانس جینڈر برادری کے صحت کے خدشات کو سخت نظر انداز کیا گیا۔ لیکن ایسا لگتا ہے کہ عام لوگوں اور سرکاری عمال دونوں کی ذہنیت میں سرایت تعصب اور امتیازی سلوک پر رواداری اور احترام کے پیغام کا حاوی ہونا ایک مشکل جدوجہد ہے۔

فروری میں، چارسدہ پولیس نے ضلعی کمشنر کی جانب سے اجازت کے باوجود ان کے ایک رکن کی سالگرہ کی تقریب کے موقع پر برادری کو تحفظ فراہم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس وقت یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ صوبہ میں ٹرانس جینڈر افراد کے تحفظ کے لیے تشکیل دی گئی کے پی پولیس کمیٹی کا ایک بھی اجلاس نہیں ہوا۔

جب شکیلہ کو جون میں عید کے دن مردان کی ایک مسجد کے باہر سے زبردستی لے جایا گیا، بھتا دینے سے انکار پر اس کی پٹائی ہوئی اور اس کا سر منڈوا دیا گیا تو پولیس نے کوئی کارروائی نہیں کی۔ ایف آئی آر صرف احتجاج کے بعد درج کی گئی

لیکن کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔

خیبر پختونخوا حکومت نے فروری میں اس بات کی تحقیقات کے لیے ایک دو رکنی انکوائری کمیٹی تشکیل دی کہ اکتوبر 2018 میں یو این ایڈز کے تعاون سے صوبائی ایڈز کنٹرول پروگرام کے افتتاح کے بعد بھی صوبے میں ٹرانس جینڈر برادری کے لیے ایچ آئی وی/ایڈز سکریننگ ٹیسٹ سنٹر قائم کیوں نہیں کیا گیا۔

خواتین اور خاندانی منصوبہ بندی

مارچ میں یہ اطلاع ملی کہ عدالت عظمٰی کی تشکیل کردہ ٹاسک فورس کی 2018 کے آخر میں آبادی میں اضافے پر قابو پانے کے لیے کی جانے والی سفارشات پر عمل کرتے ہوئے کے پی حکومت نے خاندانی منصوبہ بندی سے متعلق از دواج سے قبل مشاورت کے لیے ایک تربیتی ماڈیول کی تیاری کے لیے ایک چار رکنی کمیٹی تشکیل دی ہے۔

2017 کی مردم شماری سے پتا چلتا ہے کہ ضم شدہ اضلاع کو چھوڑ کر صوبے کی آبادی 1997 میں 17 ملین سے سالانہ 2.89 فی صد کی شرح سے بڑھ کر 2017 میں 30 ملین ہو گئی۔

کمیٹی کو صوبے میں ماڈیول پر مناسب قانون سازی اور اقدامات کے لیے ایک رپورٹ تیار اور پیش کرنا تھی۔ سفارشات میں نکاح (شادی) کے اندراج کے لیے خاندانی منصوبہ بندی سے متعلق از دواجی مشاورت اور اسمبلیوں سے خاندانی منصوبہ بندی اور تولیدی صحت حقوق کے مسودہ قانون کی منظوری شامل تھیں۔ امریکی ریسرچ فرم گٹماخر انسٹی ٹیوٹ نے فروری میں بتایا کہ پاکستان میں ہر سال حمل کی تقریباً نصف تعداد، تقریباً 4.24 ملین، بغیر منصوبے کے ہوتی ہے اور 54 فیصد حمل خاتمے پر منتج ہوتے ہیں۔

صوبہ کے پی میں ماؤں، نوزائیدہ بچوں اور کم عمر بچوں کی اموات کے واقعات بہت زیادہ ہیں۔ سالانہ 1700 خواتین اور 47000 سے زائد نوزائیدہ بچوں کی ان اموات کو بنیادی صحت کی دیکھ بھال کے ذریعے روکا جا سکتا ہے۔ پیدائش کی زیادہ صلاحیت بھی غذائی قلت میں معاون ہے اور اس صوبے میں پانچ سال سے کم عمر کے 20 فی صد سے زیادہ بچے کم وزن ہیں۔

ڈائریکٹوریٹ جنرل ہیلتھ سروسز (ڈی جی ایچ ایس) خیبر پختونخوا نے نومبر میں نوزائیدہ بقا کی حکمت عملی کا آغاز کیا جس کا مقصد صحت کی سہولیات کو مستحکم کرنا اور ماؤں اور نوزائیدہ اموات کی تعداد کو کم کرنے کے لیے ہنرمند دائیوں کی کوریج میں اضافہ کرنا ہے۔

بچے

قانون سازی میں پیش رفت اور بچوں کے تحفظ کا نظام

کے پی چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر ایکٹ (سی پی ڈبلیو اے) ایک جامع قانون ہے جو کئی سطحوں پر بچوں کو تحفظ فراہم

کرنے والے ادارے بہم پہنچاتا اور بچوں کے خلاف ہونے والے متعدد جرائم کی سزا تجویز کرتا ہے۔ اس قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے، بچوں کے خلاف تشدد میں پچھلے کئی سالوں میں مسلسل اضافہ ہوا ہے اور بیشتر مجرمان قانونی چارہ جوئی سے بچ جاتے ہیں، جس سے ان اقدامات کیا طلاق اور موثر ہونے پر سوال اٹھتا ہے۔ سی پی ڈبلیو اے کے تحت فراہم کی گئی چائلڈ پروٹیکشن عدالتوں میں سے سب سے پہلی کا افتتاح پشاور میں مارچ 2019 میں ہوا۔

ستمبر میں، یہ اطلاع ملی کہ حکومت نے ضلعی سطح پر ایسی ہی عدالتیں قائم کرنے کی پی ایچ سی کی تجویز پر عمل درآمد روک دیا ہے۔

بچوں کے خلاف تشدد

دو ہزار انیس میں 20 اضلاع سے بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی اور ان کے قتل کے کم از کم 188 واقعات کی اطلاع ملی ہے۔ یعنی کے پی میں 2018 میں درج 143 مقدمات کی نسبت تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ مبینہ طور پر اسی فی صد مقدمات میں اساتذہ، رشتے دار اور دیگر قریبی شناسا شامل ہیں۔

جنسی زیادتی کے بیشتر شکار، کل 137، لڑکے تھے۔ لڑکیوں سے جنسی زیادتی کے 51 واقعات ہوئے۔ یہ دعویٰ کیا گیا کہ 20 اضلاع میں 248 مشتبہ افراد کو گرفتار کیا گیا لیکن غیر موثر قانونی چارہ جوئی سے بیشتر مجرم سزا سے بچ سکتے ہیں۔

مارچ میں ہری پور ضلع میں سات سالہ لڑکے کی لاش ملی۔ اپریل میں اسی ضلع سے دس سالہ لڑکے کی مسخ شدہ لاش برآمد ہوئی۔ جون میں ہری پور شہر میں دس سالہ لڑکے سے بدفعلی کرنے کے الزام میں خصوصی پولیس فورس کے ایک کانسٹیبل کو گرفتار کیا گیا۔

مانسہرہ میں ایک دس سالہ جسمانی معذور بچی پر جنسی حملہ کرنے پر مئی میں ایک شخص کو گرفتار کیا گیا۔ وہ گھر میں اکیلی رہ گئی تھی کیوں کہ اس کے گھر کے افراد خریداری کرنے گئے ہوئے تھے اور وہ شخص گھر میں سفیدی کر رہا تھا۔

ایبٹ آباد میں سات سال کی ایک بچی کو اگست میں جنسی زیادتی کے بعد قتل کر دیا گیا۔ اکتوبر میں ایک دس سالہ بچی کی نعش ضلع صوابی کے ایک کھیت میں ملی۔

ضلع کرم میں نومبر میں ایک پانچ سالہ بچی کو نومبر میں تالاب میں پھینک کر قتل کرنے سے پہلے اسے جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا گیا۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد ہی مانسہرہ ضلع میں ایک دو سالہ بچی کو اس کے گھر کے باہر سے لے جایا گیا۔ پانچ دن بعد اسے کنویں سے کھینچ کر نکالا گیا لیکن وہ اسپتال جاتے ہوئے دم توڑ گئی۔ لکی مروت ضلع میں ایک 11 سالہ طالب علم پر ایک شخص نے اسے اپنی دکان کی طرف راغب کرنے کے بعد جنسی حملہ کیا۔

بچے نہ تو مساجد اور نہ ہی مدارس میں سلامت ہیں۔ مارچ میں پشاور کے ایک علاقے میں ایک امام کو چھ سالہ بچی کے ساتھ جنسی زیادتی کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔ ہری پور گاؤں کے دو نوجوانوں نے مسجد کے ایک کمرے میں ایک دس سالہ بچی پر جنسی حملہ کیا جس میں وہ کچھ عرصہ سے تعلیم حاصل کر رہی تھی۔

مانسہرہ ضلع کے ایک مدرسے کو دسمبر میں سیل کر دیا گیا اور دس سالہ لڑکے پر وحشیانہ تشدد اور اس سے جنسی زیادتی کے الزام میں پانچ افراد کو گرفتار کیا گیا۔ مرکزی ملزم مدرسہ کا استاد تھا۔ عوامی غم وغصے اور احتجاج کے بعد کے پی اسمبلی ممبران نے قانون میں ترمیم کرنے کا مطالبہ کیا تا کہ مجرموں کو سخت سے سخت سزا کو یقینی بنایا جا سکے۔

راول پنڈی میں بچوں سے فحش نگاری اور ان کے جنسی استحصال کے الزام میں گرفتار ایک شخص کے بارے میں پتا چلا کہ وہ کے پی کے ایک سرکاری منصوبے میں مشیر کی حیثیت سے ملازمت کرتا تھا۔ سہیل ایاز کو پیڈوفائل جنسی جرائم کے لیے برطانیہ میں سزا سنائی گئی تھی۔

بچوں کی صحت

نیشنل نیوٹریشن سروے (این این ایس) 2018 نے انکشاف کیا ہے کہ کے پی میں پانچ سال یا اس سے کم عمر کے ہر دس میں سے چار بچے سٹنگ یا سوکھے پن اور ہر دس میں سے تقریباً دو ویسٹنگ یا ضیاع کا شکار ہیں۔ ضم شدہ اضلاع میں، ہر دس میں سے تین سے زیادہ بچے ویسٹنگ یا ضیاع سے متاثر ہیں۔ پانچ سال سے کم عمر بچوں میں سے 20 فی صد کا وزن کم اور دس فی صد سے زاید کا وزن زیادہ ہے۔

کے پی کے وزیر صحت نے اکتوبر میں اس صوبے میں سکول جانے کی عمر کے بچوں کے لیے پہلی بار پیٹ کے کیڑوں سے پاک کرنے کے اقدام کا افتتاح کیا۔ اس پروگرام کا مقصد کے پی کے 19 اضلاع میں 20000 سے زیادہ سرکاری اور نجی اسکولوں کے 4.6 ملین سے زیادہ بچوں کو پیٹ کے کیڑوں سے پاک کرنا ہے۔

کیڑے کی دائمی انفیکشن، جو بنیادی طور پر ناقص صفائی ستھرائی اور حفظان صحت کے حالات کی وجہ سے ہوتی ہے، خاص طور پر سکول جانے والے بچوں میں غذائیت کی کمی کی ایک بڑی وجہ بتائی گئی۔

بچوں کی شادی

مئی میں یو این ویمن اور کے پی اسمبلی کی ویمن پارلیمینٹری کاکس (ڈبلیو پی سی) نے صوبے میں بچوں کی شادیوں کے خاتمے کے لیے آگاہی اور قانون سازی کے لیے پالیسی ایڈووکیسی کے ایک مفاہمت نامہ پر دستخط کیے۔ کے پی اسمبلی نے 18 اپریل سے کم عمر لڑکوں اور لڑکیوں کی شادیوں پر پابندی عائد کرنے کے لیے اپریل میں متفقہ طور پر ایک قرارداد منظور کی۔ صوبائی وزیر برائے اطلاعات نے جولائی میں کہا کہ حکومت موثر قانون سازی کے ذریعے شادی کے لیے کم سے کم عمر 18 سال کرنے کے لیے پرعزم ہے۔

دو ہزار سولہ میں کے پی اسمبلی خیبر پختونخوا میں چائلڈ میرج ریسٹرینٹ بل 2014، جس سے شادی کی عمر بڑھ کر 18 سال ہو جاتی، کو منظور کرنے میں ناکام رہی تھی۔ سال کے آخر تک ایسا کوئی قانون منظور نہیں ہوا۔

مزدوروں کی جدوجہد

نومبر میں، صوابی میں پاکستان ورکرز فیڈریشن نے مطالبہ کیا کہ کے پی حکومت مزدوروں کے حقوق کے تحفظ کے لیے صنعت میں لیبر قوانین نافذ کرے۔

اسی ماہ، پی ایچ سی نے آرڈیننس کے ذریعے پاکستان میڈیکل اینڈ ڈینٹل کونسل کی تحلیل اور اس کے عملے کے ارکان کی ملازمت کے اچانک خاتمہ کے خلاف درخواست پر جواب کے لیے نیشنل ہیلتھ سروسز اور قانون کی وزارتوں کے وفاقی سیکرٹریوں کو نوٹس جاری کیے۔

ترنب فارمز کے ملازمین اپنی برطرفی اور تنخواہوں کی عدم ادائیگی کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں

کوہاٹ میں تاجروں کی ایک نجی پھل اور سبزی منڈی کی حکومت کے زیرِ انتظام منڈی، جس میں ان کے مطابق بنیادی سہولیات کی کمی ہے، پر ترجیح میونسپل انتظامیہ کے ساتھ ایک طویل تنازع کا باعث ہے۔

نومبر کے تازہ اقدام میں 'غیر قانونی' مارکیٹ کے داخلی راستے کو پانچویں بار سیل کیا گیا، جس سے لگ بھگ 2500 تھوک فروش اور مزدور متاثر ہوئے۔

نومبر میں، ورکرز ویلفیئر یونین کی ضلع کرک شاخ نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ روزانہ اجرت والے ملازمین کو ایمپلائیز اولڈ ایج بینیفٹ انسٹی ٹیوشن (ای او بی آئی) سکیم میں شامل کرنے کے لیے قانون سازی کرے جس سے

انہیں کان کنوں اور صنعتی کارکنوں کے برابر درجہ ملے۔ ترنب فارمز میں واقع زرعی تحقیقاتی انسٹی ٹیوٹ کے ایک سو ملازمین نے دسمبر میں پشاور میں اپنی برطرفی کے خلاف مظاہرہ کیا، جوان کے مطابق بغیر کسی معقول وجہ کے ہوئی۔ انہوں نے اپنی بحالی اور گذشتہ چھ ماہ کی تنخواہوں کی ادائیگی کا مطالبہ کیا۔

کم سے کم اجرت

کے پی حکومت نے صوبہ میں تمام صنعتی اور تجارتی اداروں میں غیر ہنر مند مزدوروں کے لیے کم سے کم اجرت 1 جولائی 2019 سے ماہانہ 17500 روپے مقرر کر دی۔

خیبر پختونخوا فیکٹریز ایکٹ 2013 اور دیگر لیبر قوانین کی دفعات کے عمومی طور پر لاگو ہونے کے ساتھ ساتھ ان کا اطلاق روزانہ/ ہفتہ وار کام کے اوقات، اوور ٹائم کام، آرام کے دن کام اور اسی طرح کے دیگر معاملات کے حوالے سے خاص طور پر ہوگا۔

سرکاری ملازمین

اکتوبر میں سابق فاٹا سیکرٹریٹ، جواب ضم شدہ علاقوں کا سیکرٹریٹ ہے، کے 300 کے قریب ملازمین کا مستقبل اب بھی غیر یقینی تھا۔

وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے مبینہ طور پر سول سیکریٹریٹ میں ڈیپوٹیشن پر کام کرنے والے اپنے مستقل ملازمین کو نئے سیکرٹریٹ میں بھیج دیا تھا۔ فاٹا کے سابق عملے کو صوبائی کیڈروں میں ضم کرنے میں تاخیر کی وجہ سے، انہیں سرپلس پول میں رکھے جانے کے امکان کا سامنا تھا۔

نومبر میں، پی ایچ سی نے محکمہ سیاحت کے 43 ملازمین کی خیبر پختونخوا ٹورازم ایکٹ 2019 میں ان دفعات کے خلاف مشترکہ درخواست کی سماعت کی جن سے انہیں خدشہ تھا کہ وہ اپنی سرکاری ملازم کی حیثیت سے محروم ہو جائیں گے۔ عدالت نے قانون اور سیاحت کے محکموں کے سیکریٹریوں کے جوابات آنے تک کے پی حکومت کو ملازمت کی حیثیت تبدیل کرنے سے روک دیا۔

صوابی سے تعلق رکھنے والے 120 کے قریب سابق فوجی جوان، جو ریٹائرمنٹ کے بعد کے پی پولیس میں شامل ہو گئے تھے، نے دسمبر میں شکایت کی تھی کہ انہیں چھ ماہ سے تنخواہیں نہیں دی گئیں۔

نجی شعبے کے کارکن

دسمبر میں، صوبائی اسمبلی نے جرنلسٹ ویلفیئر انڈومنٹ فنڈ (ترمیمی) بل 2019 کی منظوری دی جس کے تحت صحافیوں کی فلاح و بہبود کے لیے ایک انڈومنٹ فنڈ قائم کیا جائے گا۔

کان کن

مناسب حفاظتی اورصحت کے اقدامات کا فقدان حل طلب رہا اور حادثات اور ہلاکتوں کی اطلاعات سامنے آتی رہیں۔ کان کنوں کے تحفظ اور حقوق کے لیے ایک مجوزہ قانون میں ترمیم نہیں کی گئی اور خطرناک قرار دیے جانے کے باوجود کانوں پر کام ہوتا رہا۔

اپریل میں پانچ کان کن خیبر ضلع کے کالا خیل کے علاقے میں مبینہ طور پر کاربن مونو آکسائڈ کی سطح کو جانچنے کے لیے ایک کوئلے کی کان میں داخل ہوئے تھے کہ جمع شدہ گیسوں سے مغلوب ہوگئے۔ چار دم گھٹنے سے فوت ہوگئے جبکہ پانچواں کان کن زندہ برآمد ہوا۔ کرک ضلع کے جٹا اسماعیل خیل علاقے میں جپسم کی کان میں ایک بڑی چٹان نے اکھڑ کر ایک مزدور کو کچل کر ہلاک کر دیا۔

نومبر میں دو کان کن، بخت بیدار اور اس کا بھائی نسیم، کوہاٹ ضلع کے درہ آدم خیل میں کوئلے کی کان کے اندر بارود موزوں کر رہے تھے کہ وہ پھٹ گیا اور کان میں آگ بھڑک اٹھی۔ ساتھی کارکنوں نے انہیں زندہ نکالا لیکن بخت بیدار بعد میں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے فوت ہو گیا۔

کرک ضلع میں نمک کے کان کن حفاظتی سامان اور حفاظتی انتظامات کی عدم دستیابی اور کم اجرتوں کے سبب دسمبر میں ہڑتال پر چلے گئے۔ ان کا کہنا تھا کہ وہاں ابتدائی طبی سہولیات نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ پینے کا پانی بھی مہیا نہیں کیا گیا۔ مزدور رہنماؤں نے مطالبہ کیا کہ کارکنوں کے لیے زندگی کے بیمے سمیت تمام ضروری سہولیات کی فراہمی کی ضمانت کے بغیر نمک اور جپسم کی کانوں کو لیز پر نہ دیا جائے۔

نومبر میں کے پی حکومت نے ضم شدہ قبائلی اضلاع میں کانوں پر قبضہ کی یہ کہتے ہوئے تردید کی کہ یہ خیبر پختونخوا منرل سیکٹر گورننس (ترمیمی) ایکٹ 2019 کی مخالفت میں اڑائی گئی ایک افواہ ہے۔ قومی وطن پارٹی (کیو ڈبلیو پی) نے اس مسودہ قانون کو یہ کہتے ہوئے مسترد کر دیا تھا کہ اس کا مقصد ضم کیے گئے اضلاع کے لوگوں کو ان کے قدرتی وسائل سے ناجائز طور پر محروم کرنا ہے۔

جدید غلامی

جب کہ ایف آئی اے پنجاب میں چینی گینگز کے جعلی شادیوں اور انسانی اسمگلنگ کے ایک بڑے کیس کی تحقیقات کر رہی تھی، مئی میں کے پی میں ممکنہ طور پر اسی طرح کی سرگرمیوں کی رپورٹ سامنے آئی۔

پشاور سے تعلق رکھنے والی 19 سالہ مسیحی لڑکی مسکان کا فروری میں ایک چینی شہری سے شادی کے بعد سے اپنے گھر والوں سے کوئی رابطہ نہیں تھا۔ مسکان کے شوہر نے اسے شادی کی تیاریوں اور دیگر اخراجات کے لیے ڈیڑھ لاکھ روپے دیے تھے۔ دو مقامی افراد، جنہوں نے شادی کا اہتمام کیا تھا، میں سے ایک نے چینی شخص سے اپنی سوتیلی بیٹی کی شادی کی۔

خیبر پختونخوا

گھروں پر کام کرنے والے کارکن

لیبر سیکریٹری نے کہا کہ کے پی کے چیف سیکریٹری نے ایک ٹاسک فورس تشکیل دی ہے تاکہ گھریلو کارکنوں کے طویل عرصہ سے زیرالتوا مسودہ قانون پر اتفاق رائے پیدا کیا جا سکے۔ اس ٹاسک فورس کا ذکر پہلی بار 2012 میں ہوا تھا۔

بزرگ شہری

بوڑھوں کے لیے پالیسیاں

اکتوبر میں پشاور میں ایک پریس کانفرنس میں، بزرگ شہریوں نے خیبر پختونخوا سینئر سٹیزنز ایکٹ 2014 پر عمل درآمد ہونے پر تشویش کا اظہار کیا۔

انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے وعدے پورے کرے۔ انہوں نے سینئر شہریوں کو بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام (بی آئی ایس پی) کے فائدہ اٹھانے والوں کی فہرست اور صحت انصاف کارڈ پروگرام میں شامل کرنے کا بھی مطالبہ کیا تاکہ ان کی سنگین مالی پریشانیاں کم ہوں۔

مفت اور صحت کی معیاری دیکھ بھال تک رسائی کو سب سے بڑی پریشانی کہا جاتا ہے۔ اس ایکٹ میں الگ الگ کاؤنٹرز، اسپتالوں میں میڈیکل وارڈز، اور میڈیکل اور میڈیسن چارجز میں مراعات کی سہولتیں دی گئی تھیں لیکن ان پر اب تک مکمل طور پر عمل درآمد نہیں ہوا۔

صحت کی صوبائی انتظامیہ کے نوٹیفیکیشن کے باوجود علیحدہ کاؤنٹر صرف لیڈی ریڈنگ اسپتال پشاور اور قاضی حسین احمد میڈیکل کمپلیکس نوشہرہ میں قائم کیے گئے تھے۔

ریٹائرمنٹ کی عمر

کے پی حکومت نے اپنے ملازمین کی ریٹائرمنٹ کی عمر جون میں 60 سے بڑھا کر 63 سال کرنے کی منظوری دی۔ تخمینہ لگایا گیا تھا کہ ہر سال 5000 کے قریب ملازمین ریٹائرمنٹ کی عمر کو پہنچیں گے اور ریٹائرمنٹ کی عمر میں اضافے سے 24 ارب روپے سالانہ کی بچت ہوگی۔

بزرگ شہریوں کے لیے خدمات

دسمبر میں نادرا نے بزرگوں سمیت جسمانی طور پر معذور اور شدید بیمار افراد کے گھروں میں اندراج کے لیے ملک گیر سروس کا آغاز کیا۔

اسی مہینہ اطلاع ملی کہ تقریباً 28 لاکھ بزرگ افراد کے پاس سینئر سیٹیزن کارڈ ہی نہیں ہیں جن کی عوامی مقامات پر مفت

داخلہ، مستحقین کی مالی مدد، اور ایکٹ کے تحت فراہم کی جانے والی دیگر سہولیات ایسے فوائد اور مراعات کے حصول کے لیے ضرورت ہوتی ہے۔ اطلاعات کے مطابق ابھی تک یہ فیصلہ نہیں ہو سکا کہ کارڈ پبلک ٹینڈر کے ذریعے چھپوائے جائیں یا سرکاری پرنٹنگ پریس سے۔

بزرگ شہریوں کی صحت

سرکاری اعداد وشمار کے مطابق جنوری سے جون کے چھ ماہ کے عرصے میں تقریباً 46000 بزرگ شہری علاج کے لیے پشاور کے لیڈی ریڈنگ اسپتال آئے۔ انہی اعداد وشمار کی بنیاد پر یہ اندازہ لگایا گیا کہ صوبے کے باقی حصوں میں ان کی تعداد لاکھوں میں ہوسکتی ہے۔

ایک اہل کار نے بتایا کہ ان کا مناسب علاج نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آدھے بزرگ شہری مستقل معذوری کا شکار ہیں۔ محکمہ سماجی بہبود نے محکمہ صحت سے بزرگ شہریوں کو سرکاری ہسپتالوں میں مفت طبی سہولیات کی فراہمی کا کوئی منصوبہ پیش کرنے کو کہا لیکن ابھی تک ایسا نہیں ہو پایا تھا۔

پنشن

دسمبر میں پشاور میں مختلف سرکاری محکموں کے ریٹائرڈ ملازمین نے روزمرہ استعمال کی اشیا کی بے قابو قیمتوں پر شدید تشویش کا اظہار کیا اور اپنی پنشن میں 15 فی صد اضافے کا مطالبہ کیا۔

معذوریوں کے ساتھ جیتے افراد

پالیسیاں

پانچ دسمبر کو پی ایچ سی نے ایک درخواست کی سماعت کی جس میں وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے لیے معذوری کے ساتھ جیتے افراد (پی ڈبلیوڈیز) کی ترقی اور صحت کی مفت سہولیات کی فراہمی کے لیے بین الاقوامی کنونشنوں پر عمل درآمد کے احکامات طلب کیے گئے تھے۔

یہ بتائے جانے پر کہ درخواست دو سال سے زیر التوا ہے کیوں کہ صوبائی حکومت نے مطلوبہ کمنٹس داخل نہیں کروائے، پی ایچ سی نے احکامات کی عدم تعمیل پر کے پی کے چیف سکریٹری کی تنخواہ ضبط کرنے کا حکم دے دیا۔

درخواست میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ ایک مخصوص مدت کے اندر اندر پی ڈبلیوڈیز کے آئینی حقوق کے تحفظ کے لیے مربوط پالیسیاں اور رہنما خطوط مرتب کرنے کے لیے ایک پینل تشکیل دیا جائے کیوں کہ ذمہ داری سے انحراف سے درخواست گزاروں کے بنیادی حقوق بری طرح متاثر ہو رہے ہیں۔

پی ڈبلیوڈیز کے حقوق پر عمل درآمد، نگرانی اور ان کی رپورٹ کے لیے سرکاری افسران کی صلاحیت بڑھانے کے لیے

اگست میں پشاور میں ایک ورکشاپ کا اہتمام کیا گیا جس کا عنوان تھا 'موونگ فرام چیریٹی ٹو رائٹس بیسڈ ماڈل اینڈ ایمپاورنگ ویمن ود ڈس ایبلیٹیز'۔

فیڈریشن ہینڈ کیپ انٹرنیشنل اور یو این ویمن پاکستان کے اشتراک سے وزارت انسانی حقوق کے زیر اہتمام، اس ورکشاپ کا بنیادی مقصد کے پی میں سرکاری سٹیک ہولڈرز کی معذوری کے ساتھ جیتے افراد کے حقوق کے اقوام متحدہ کے کنونشن کے تحت رپورٹنگ کے معیار پر ڈیٹا جمع کرنے اور اس کا تجزیہ کرنے کے لیے صلاحیت کو بڑھانا تھا تاکہ وہ محکمہ کی سطح پر کے پی میں معذور افراد کی شمولیت پر عمل درآمد کا منصوبہ تیار کر سکیں۔

معذور بچے

چوبیس دسمبر کو یہ اطلاع ملی کہ کوہاٹ میں وفاقی حکومت کی جانب سے خصوصی بچوں کے لیے قائم ایک اکیڈمی کو ایک عشرے سے عملے اور آمدورفت کے وسائل کی کمی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

اسی ماہ، حیات آباد میں ایک سیمینار میں فزیوتھیراپسٹس نے بچوں میں معذوری کے بڑھنے پر تشویش کا اظہار کیا۔ ایسا بنیادی طور پر دماغی فالج کی وجہ سے ہے جس سے نمٹنا جسمانی مشقوں کے لیے درکار ماہرین اور آلات کی دستیابی سے ممکن ہے۔

تعلیم اور روزگار

تین دسمبر کو پشتو شاعر اور سپیشل ایبلیٹیز ڈویلپمنٹ ایسوسی ایشن (ساڈا) کے سربراہ خورشید عالم نے ضلع لوئر دیر کے اپنے گاؤں میں خصوصی افراد کے لیے اسکول کھولنے کا اعلان کیا۔

اس کے علاوہ دسمبر میں، سپریم کورٹ نے مالاکنڈ یونیورسٹی کو جسمانی طور پر معذوری کے شکار افراد کے لیے کم سے کم 19 ملازمتیں مختص کرنے کے لیے 25 دسمبر تک ایک پالیسی تشکیل دینے کی ہدایت کی۔

شمولیت اور خطرہ

تیرہ دسمبر کو کے پی الیکشن کمشنر نے کہا کہ ای سی پی انتخابی عمل میں تمام پس ماندہ گروہوں کو شامل کرنے، اور خاص طور پر پی ڈبلیو ڈیز کے لیے اس عمل میں آسانی، کے لیے کوششیں کر رہا ہے۔

مہاجرین اور اندرونی طور پر بے گھر افراد

مہاجرین

پاکستان میں موجود 25 لاکھ دستاویزی اور غیر دستاویزی افغان مہاجرین میں سے زیادہ تر افغانستان سے متصل شمال مغربی کے پی اور جنوب مغربی بلوچستان میں مقیم ہیں۔

جنوری میں کے پی حکومت کے ترجمان نے کہا کہ دومہینوں کے اندر 2ہزار بے گھر خاندانوں کو بکاخیل کیمپ سے شمالی وزیرستان میں ان کے گھر منتقل کردیا جائے گا

نومبر میں پی ایچ سی نے ایک درخواست کی سماعت کی جس میں کہا گیا تھا کہ عدالت وفاقی اور صوبائی حکومتوں سے ملک میں افغان مہاجرین کی زندگی اور کام کو باقاعدہ بنانے اور غیر قانونی مہاجرین کو ملک بدر کرنے کے احکامات جاری کرنے کے لیے کہے۔ درخواست گزار نے کہا کہ افغان مہاجرین کی بے روک ٹوک سرگرمیوں اور ان کے کاروبار کے قیام سے ملک کے شہریوں کی زندگی، آزادی، سلامتی اور املاک کے بنیادی حقوق کو زک پہنچی ہے۔

عدالت نے اس درخواست کو اپنے دائرہ اختیار سے باہر ہونے کی وجہ سے نمٹا دیا اور وفاقی اور کے پی حکومتوں کو ہدایت کی کہ وہ ملک میں موجود افغان مہاجرین کی سرگرمیوں کو ملکی قانون کے پابند کریں۔

ضلع کوہاٹ کے جنگل خیل کے عمائدین نے نومبر میں ڈپٹی کمشنر کے زیر اہتمام ایک کھلی کچہری میں مطالبہ کیا کہ 1980 کے بعد سے افغان مہاجرین کمشنریٹ کی گھمکول افغان مہاجر کیمپ کو افغان مہاجرین کے لیے دی گئی اراضی کی ماہانہ ادائیگی کی جائے۔

ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ مہاجرین کو افغانستان روانگی سے قبل ضلع اورکزئی کے داخلی طور پر بے گھر افراد کو اپنی زمین بیچنے سے روکنا ہوگا۔

اندراج کا ثبوت

شمالی وزیرستان کے علاقے شوال کے رہائشیوں نے جنوری میں فوجی کارروائیوں میں 2014 میں بے گھر ہونے

والے لوگوں کو بحال اور انھیں شناختی کارڈ اور ڈومیسائل جاری کرنے کا مطالبہ کیا۔

داخلی نقل مکانی

جنوری میں کے پی حکومت کے ترجمان نے کہا کہ دو مہینوں کے اندر 2 ہزار بے گھر خاندانوں کو بکاخیل کیمپ سے شمالی وزیرستان میں ان کے گھر منتقل کر دیا جائے گا۔

فروری میں ایک رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ ضلع خیبر کی تحصیل باڑہ میں ایک کثیر جماعتی کانفرنس کے شرکا نے گھروں کو واپس جانے والے گھرانوں کو تمام بنیادی سہولیات کی فراہمی اور عسکریت پسندی سے متاثرہ علاقوں میں نقصان کی جانچ کے لیے غیر جانبدارانہ سروے کروانے کا مطالبہ کیا۔ مارچ میں اطلاع ملی کہ خیبر پختونخوا کے ریلیف، بحالی اور آبادکاری کے محکمہ نے صوبے کے قبائلی اضلاع میں عسکریت پسندی کے سبب تباہ ہونے والے مکانات کی تعمیر نو کے لیے 30.40 ملین روپے جاری کیے ہیں۔

حکومت جاپان کے فروری میں اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام (یو این ڈی پی) اور ورلڈ فوڈ پروگرام (ڈبلیو ایف پی) کے ساتھ شراکت کے معاہدے کے تحت، جاپان کے پی، سندھ اور بلوچستان میں غذائی قلت کے خلاف جنگ، روزگار کی بہتری، اور قدرتی آفات کے مقابلے میں مدد کے لیے 10.6 ملین ڈالر کی امداد دے گا۔

اس فنڈ کا ایک حصہ خیبر پختونخوا میں شدید غذائیت سے دوچار 155000 ماؤں اور بچوں کی جلد شناخت اور علاج پر خرچ ہوگا۔ اس سے افغانستان سے بے گھر ہونے والے کنبے اور اس خطرے کا شکار ان کی میزبان آبادیاں بھی مستفیض ہوں گی اور قبائلی اضلاع میں گھروں کو واپس آنے والے لوگوں کی روزگار میں بھی بہتری آئے گی۔

اکتوبر میں بالاکوٹ میں 2005 کے زلزلے سے زندہ بچ جانے والے افراد نے کہا کہ وہ سانحہ کے 14 سال بعد بھی بدترین حالات میں زندگی گزار رہے ہیں اور ان کی بحالی کے لیے کچھ نہیں کیا گیا۔

نومبر میں بھی کہا گیا کہ اورکزئی ضلع کے بیشتر بے گھر افراد انتہائی خراب حالات میں زندگی گزار رہے ہیں اور اب بھی اپنے مکانات کی تعمیر اور معاوضے کے اجرا کے منتظر ہیں۔

دو ہزار اٹھارہ کے آخر میں، کیپٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی (سی ڈی اے) نے سپریم کورٹ کو دستاویزات پیش کیں جن میں انکشاف کیا گیا تھا کہ انتظامیہ کی جانب سے 2011 میں اسلام آباد بے گھر افراد کی بحالی پالیسی میں کی جانے والی سخت ترامیم متاثرہ لوگوں، بشمول ان کے جو پہلے ہی بحال ہو چکے تھے، تک بحالی کے متعدد فوائد پہنچانے کی ایک کوشش تھی۔ بحالی کے لیے درخواست کی چھ ماہ کی حد بھی ختم کر دی گئی تھی۔ تاہم، فروری 2019 تک ان ترامیم کو مسترد کرتے ہوئے باضابطہ نوٹیفکیشن ابھی جاری کیا جانا تھا۔

سماجی اور معاشی حقوق

تعلیم

خواندگی

دسمبر میں کے پی ایلیمنٹری اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ نے اپریل 2020 سے شروع ہونے والے صوبے بھر میں 3,000 سے زیادہ 'کم کارکردگی والے اور غیر فعال' پرائمری سرکاری سکولوں کو نجی شعبے کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا۔

پہلے سے کم کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے اور غیر فعال کے طور پر شناخت کیے گئے تقریباً 650 سرکاری اسکولوں کو تین سالوں میں ایک ارب 25 کروڑ روپے کے پائلٹ پروجیکٹ کے تحت آؤٹ سورس کیا جائیگا۔

تعلیم پر سرکاری اخراجات

نومبر میں ایک رپورٹ میں کہا گیا کہ صوبہ میں اساتذہ کی تعلیم کے لیے 21 علاقائی ادارے ملازمت سے قبل اساتذہ کی تربیت کی واحد ذمہ داری ختم ہونے کے دو سال بعد بھی تقریباً ایک ارب روپے کی امداد لیتے رہے۔ اداروں کے 600 سے زائد ملازمین کو تنخواہ دی جاتی رہی۔ اسی ماہ، پشاور میں فرنٹیئر ایجوکیشن فاؤنڈیشن (ایف ای ایف) کے تحت کام کرنے والے کمیونٹی پرائمری سکولوں کی خواتین اساتذہ نے 18 ماہ سے قابل وصول اپنی تنخواہوں کی ادائیگی کا مطالبہ کیا۔

داخلہ اور اسے برقرار رکھنا

جنوری میں کے پی کے محکمہ تعلیم کے ایک سروے میں کہا گیا کہ صوبے میں 1.8 ملین سے زیادہ بچے سکولوں سے باہر ہیں جب کہ ڈراپ آوٹ کی شرح 44 فیصد ہے۔ حکومت نے سرکاری اسکولوں میں ہر طالب علم پر ہر ماہ 3000 روپے خرچ کیے۔

مارچ میں کے پی ایلیمنٹری اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن فاؤنڈیشن (ای ایس ای ایف) نے کے پی کے وزیر اعلیٰ کو مطلع کیا کہ 2017 تک چھ اضلاع میں داخل 41000 سکول سے باہر بچوں میں سے تقریباً 21000 جعلی ہیں اور صرف ایک ضلع میں اس مقصد کے لیے قائم 90 میں سے 70 سکولوں کا وجود ہی نہیں۔

صوبائی حکومت بغیر کسی آڈٹ کے لاکھوں روپے واؤچر سکیم کے تحت ادا کرتی رہی۔ حکومت نے مالی گھوٹالے کے الزامات کی تحقیقات کے لیے کے پی اسمبلی میں اپوزیشن کے اقدامات روک دیے۔

نومبر میں این جی او سرحد رورل سپورٹ پروگرام کے تحت شروع کیے گئے 'ایک بچے کو سکول لے جاؤ، پروجیکٹ کے تحت

چترال ضلع کے تقریباً1500 طلبا نے سرکاری سکولوں میں داخلہ لیا۔

طلبا کے تعلیم، درس وتدریس کا معیار

جنوری میں رپورٹس ملیں کہ سیکڑوں سرکاری پرائمری سکول اساتذہ نے اپنے متعلقہ مضامین کو انگریزی زبان میں پڑھانے میں ناکامی پر قبل از وقت ریٹائرمنٹ کا انتخاب کیا۔ ایسا ذریعہ تعلیم کے اردو سے انگریزی میں تبدیل کیے جانے کے کچھ سال بعد ہوا۔

پرائیویٹ سکولز ریگولیٹری اتھارٹی (پی ایس آر اے) جسے نجی سکولوں اور 10 فی صد سرکاری سکولوں میں پانچویں جماعت کی سیکھنے کی صلاحیتوں کا جائزہ لینے کا کام سونپا گیا تھا کے بارے میں دسمبر میں انکشاف ہوا کہ اس نے صرف سرکاری سکولوں کی تشخیص کا کام مکمل کیا تھا۔

پی ایچ سی نے اپریل میں حکومت کو سکول بستوں کا وزن کم کرنے کے لیے قانون سازی کے لیے چار ماہ کا وقت دیا۔ خیبر پختونخوا اسکول بیگ ایکٹ 2019 کا مسودہ تیار تو کیا گیا لیکن سال کے آخر تک اسے منظور نہیں کیا گیا تھا۔ اس ایکٹ کے تحت تعلیمی اداروں کو یہ یقینی بنانا ہوگا کہ بستوں کا وزن طالب علم کے وزن کے 15 فی صد سے زیادہ نہ ہو۔ بھاری تھیلیوں سے بچوں میں گردن، کمر اور کندھوں میں درد ہو سکتا ہے اور ان کی نشوونما پر بھی اثر پڑ سکتا ہے۔

سکول کا بنیادی ڈھانچا

جنوری میں مانسہرہ ضلع میں بلدیاتی اداروں کے ارکان نے متنبہ کیا کہ اگر حکومت 2005 کے زلزلے سے تباہ شدہ ان 194 سکولوں کی تعمیر نو نہیں کرتی جو زلزلہ بحالی اور تعمیر نو اتھارٹی کے تعمیر نو کے منصوبوں کے تحت نہیں آئے تو وہ احتجاجاً سڑکوں پر نکل آئیں گے۔

فروری میں نئے ضم ہونے والے قبائلی اضلاع کے ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن کی ایک رپورٹ میں بتایا گیا کہ قبائلی اضلاع کے 2443 تعلیمی ادارے، جن میں زیادہ تر لڑکیوں کے ہیں، بیت الخلا اور 2580 پینے کے پانی کے بغیر ہیں۔ کہا گیا کہ سکولوں میں بیت الخلا کی عدم فراہمی کی وجہ سے اس خطے میں لڑکیوں میں ڈراپ آوٹ شرح 79 فی صد ہے۔

سرکاری دستاویزات میں مارچ میں ضم شدہ قبائلی اضلاع میں 770 تعلیمی اداروں کے طور پر تیار ہونے والی غیر استعمال شدہ عمارتوں کی ٹوٹ پھوٹ کا انکشاف ہوا۔ پچھلی دہائی کے دوران میں نہ اساتذہ کا تقرر ہوا اور نہ ہی طلبا نے داخلہ لیا۔ 2005 کے زلزلے کے چودہ سال بعد بھی متاثرہ علاقوں میں 1800 سرکاری سکولوں کی تعمیر نو نہیں کی گئی۔

نصاب

اس صوبے میں اس سے قبل 2014 میں انگریزی ذریعہ تعلیم کے ساتھ یکساں نصاب متعارف کرایا گیا تھا لیکن اس پر یکساں طور پر عمل درآمد نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد وفاقی حکومت نے 2018 میں اعلان کیا کہ وہ اردو کو ذریعہ تعلیم کے

طور پر واپس لاتے ہوئے یکساں نصاب تیار کر رہی ہے۔

دسمبر کے آخر میں وفاقی وزیرِ تعلیم نے کہا کہ متعلقہ اسمبلیوں سے منظوری کے لیے تمام صوبوں کو ایک مسودہ نصاب بھیجا جائے گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ کوشش کی جا رہی ہے کہ مرکز کے اس اقدام سے 18 ویں ترمیم 'متاثر' نہ ہو۔

نجی سکولوں کا ضابطہ

جنوری میں کے پی پرائیویٹ سکولز ریگولیٹری اتھارٹی (کے پی ایس آر اے) نجی سکولوں کی فیسوں میں کمی سے متعلق عدالتی فیصلے کو نافذ کرنے سے قاصر رہی۔ ایک رپورٹ نے اسے سکولوں کے مالک ارکان صوبائی اسمبلی کے اثر ورسوخ سے منسوب کیا۔

اطلاعات کے مطابق، کے پی ریگولیٹری اتھارٹی ایکٹ 2017 میں کے پی ایس آر کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ قانون کی مسلسل خلاف ورزی کرتے نجی سکولوں کو بند کر سکتی ہے لیکن اس میں ترمیم کی گئی اور ایک ماہ کے اندر ہی یہ اختیار واپس لے لیا گیا۔

اکتوبر میں کے پی ایس آر اے نے جون میں سپریم کورٹ کے فیصلے پر نجی سکولوں کے عمل درآمد کو یقینی بنانے کے لیے اپنی فیس ریگولیشن کمیٹی کو ذمہ داری سونپ دی۔ عدالت عظمیٰ نے فیصلہ سنایا کہ سکولوں میں قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے 2017 کے بعد سے فیسوں میں ضرورت سے زیادہ اضافہ کیا گیا ہے اور 2017 میں لی جانے والی فیس کی بنیاد پر فیسوں کا دوبارہ تعین کیا جائے۔

اعلیٰ تعلیم

ہائیر ایجوکیشن کمیشن (ایچ ای سی) کی مالی اعانت میں کمی سے یونیورسٹیاں مشکلات کا شکار ہونے لگیں۔ اگست میں پشاور یونیورسٹی مبینہ طور پر اپنے ملازمین کو تنخواہیں دینے کے لیے قرض لے رہی تھی اور اس نے تمام ترقیاتی منصوبوں کو روک دیا تھا۔ اسی طرح پشاور میں زرعی یونیورسٹی نے فیصلہ کیا کہ بیل آؤٹ پیکیج کے بغیر دسمبر سے تنخواہوں اور پنشن میں 60 فی صد کمی کرنا ہو گی۔

صحت

صحت عامہ

یکم جنوری کو وزیر اعظم نے قبائلی علاقوں کو ملک کے ترقی یافتہ علاقوں کے مساوی بنانے کے لیے ضم شدہ قبائلی اضلاع میں 500000 خاندانوں کو صحت کارڈ فراہم کرنے کی ہدایت کی۔ ایک ماہر نفسیات نے متنبہ کیا کہ پشاور میں نامکمل بس ریپڈ ٹرانسپورٹ (بی آر ٹی) منصوبے کی وجہ سے روزانہ لاکھوں مسافروں اور ہزاروں کاروبار کو لاحق تناؤ، اضطراب

اور مایوسی بلڈ پریشر، دل کے مسائل اور السر ایسی جسمانی بیماریوں کا باعث بن سکتے ہیں۔

جنوری میں پی ایچ سی نے عوامی صحت کو لاحق خطرات کے پیشِ نظر پشاور میں 20 موبائل ٹاور ہٹانے کا حکم دیا تھا۔ مارچ میں میڈیا رپورٹس میں دعویٰ کیا گیا کہ کے پی حکومت نے ضلعی سطح کے اسپتالوں کے انتظام کے لیے میڈیکل تدریسی اداروں کی طرز پر اتھارٹی تشکیل دینے کے منصوبے سے مریضوں کی دیکھ بھال پر اثر پڑنے کا کوئی امکان نہیں کیوں کہ سن 2015 میں تربیتی نگہداشت کے اسپتالوں پر عائد قانون ابھی تک لاگو نہیں ہوا۔

صوبے میں غیر قانونی صحت کی سہولیات اور عطائی بڑھتے رہے۔ پی ایچ سی نے نومبر میں ایف آئی اے اور کے پی ہیلتھ کیئر کمیشن (ایچ سی سی) کو حکم دیا کہ وہ ان کے خلاف کارروائی کریں اور صوبے بھر میں انسانی اعضا کی تجارت کے بارے میں تفصیلی رپورٹ پیش کریں۔ ایچ سی سی کو نومبر میں پی ایچ سی نے یہ بھی حکم دیا کہ وہ لیبارٹریوں سمیت سرکاری اور نجی شعبے کی صحت کی سہولیات کی قیمتوں کو باقاعدہ کریں۔ اسی ماہ، بدقسمتی سے، ایچ سی سی کو اپنی کارروائیاں معطل کرنے کے لیے کہا گیا کیوں کہ اس کے بورڈ آف گورنرز کے چار نجی ممبروں کے استعفے کے بعد اس کا کورم مکمل نہیں تھا۔

نومبر میں، کے پی کے محکمہ صحت نے کہا کہ وہ ضم شدہ قبائلی اضلاع میں صحت کی خدمات کی بہتری کے لیے سرکاری، نجی شراکت داری کو فروغ دے گا۔

صحت کے شعبے میں احتجاج

ضرورت پڑنے پر اسپتال جانے والوں کے لیے یہ سال مشکل تھا۔ کے پی حکومت نے کے پی ڈسٹرکٹ اینڈ ریجنل ہیلتھ اتھارٹی ایکٹ 2019 کے ذریعہ صوبائی وزیرِ صحت کو جو اختیارات دیے وہ اس کے اپنے انتخابی منشور کے خلاف ہیں جس میں نچلی سطح پر اختیارات کی تقسیم کا وعدہ کیا گیا تھا۔ ڈاکٹروں اور پیرا میڈیکس نے اس قانون کو صحت کے شعبے کی نج کاری کی کوشش تصور کیا اور گرینڈ ہیلتھ الائنس (جی ایچ اے) کے زیرِ انتظام ان کے طویل احتجاج سے صحت کی تمام خدمات معطل ہو گئیں جس سے لاکھوں افراد متاثر ہوئے۔ خیبر پختونخوا میں ہر روز لگ بھگ 10 لاکھ مریض سرکاری اسپتالوں میں جاتے ہیں۔

مئی کے پہلے ہفتے میں ڈاکٹروں نے کے پی اسمبلی کے قریب ان کے مطابق بڑے پیمانے پر تبادلوں، صحت کے ضلعی اور علاقائی اداروں کے قیام کے حکومتی منصوبوں اور میڈیکل تدریسی اداروں میں قواعد و ضوابط کے خلاف تقرر اور ترقی سے متعلق سپریم کورٹ کی ہدایات پر عمل درآمد نہ کرنے پر ایک ہفتہ طویل ہڑتال کی۔

اس کے فوراً بعد ہی، وزیرِ صحت ہشام انعام اللہ خان کے ہاتھوں خیبر ٹیچنگ اسپتال (کے ٹی ایچ) کے اسسٹنٹ پروفیسر ضیا الدین آفریدی کی مبینہ مار پیٹ کے خلاف ڈاکٹروں نے ایک بار پھر ہڑتال کی۔ حکومت نے یہ کہتے ہوئے وزیر کے خلاف ایف آئی آر درج کرنے سے انکار کر دیا کہ ڈاکٹر اصلاحات کے خلاف مزاحمت کر رہے تھے۔ مایوس مریضوں نے مسلسل تعطل کے لیے دونوں فریقوں کو موردِ الزام ٹھہرایا۔

لیڈی ہیلتھ ورکرز نے گزشتہ چار ماہ سے تنخواہوں کی عدم ادائیگی کے خلاف جمرود میں احتجاج کیا

ستمبر کے آخر میں، جی ایچ اے نے ایک اور ہڑتال کی کال دی۔ 30 ستمبر کو کے پی حکومت نے سرکاری اسپتالوں میں عملے کی موجودگی یقینی بنانے کے لیے ویسٹ پاکستان ایسینشل سروسز ایکٹ 1958 کا تین ماہ کے لیے اطلاق کیا۔

شوکاز نوٹسز اور گرفتاریوں کے باوجود مطلوبہ ہدف حاصل نہ ہوسکا اور احتجاج جاری رہا۔ 12 نومبر کو، پورے 47 دن کے مظاہروں کے بعد، آخر کار کے پی کے وزیر اعلیٰ کے ہڑتال کرنے والوں کے ایک وفد سے ملاقات اور ان کے خدشات دور کرنے کے لیے وزارتی کمیٹی کی تشکیل پر رضامندی کے بعد جی ایچ اے نے ہڑتال ختم کر دی۔

دسمبر میں ہڑتالوں کے خطرے نے پھر سر اٹھایا جب پشاور میں ڈاکٹروں نے متنبہ کیا کہ اگر حکومت نے پاکستان میڈیکل کمیشن آرڈیننس 2019 اور مقامی میڈیکل اور ڈینٹل گریجویٹس کے لیے ہاؤس جاب سے پہلے قومی لائسنسنگ امتحان کی نئی شرط کو واپس نہ لیا تو وہ احتجاج کریں گے۔

گزشتہ چار ماہ سے تنخواہوں کی عدم ادائیگی کے خلاف اپریل میں، خیبر پختونخوا کے علاقے جمرود میں متعدد لیڈی ہیلتھ ورکرز (ایل ایچ ڈبلیو) نے احتجاجی مظاہرہ کیا۔

معاشرتی اور معاشی حقوق

ضلع مانسہرہ کی اوگی تحصیل کے رہائشی تحصیل ہیڈکوارٹر اسپتال میں ڈاکٹروں اور صحت کی خدمات کی قلت کے خلاف اپنے مویشیوں کے ہمراہ احتجاج کرتے سڑکوں پر نکل آئے۔

قومی پروگرام

دسمبر میں بیمہ کمپنی کے موجودہ 69 فی صد کی بجائے 100 فیصد آبادی کا احاطہ کرنے کیلیے دوگنا پریمیم طلب کرنے پر

پورے صوبے میں صحت سہولت پروگرام (ایس ایس پی) میں توسیع کے خیبر پختونخواہ حکومت کے منصوبے کو تاخیر کا سامنا کرنا پڑا۔

اضافی قانونی عمل کے بغیر پریمیم میں اضافہ نہیں کیا جا سکتا لہٰذا حکومت نے کہا کہ اس پروگرام کو جولائی 2020 سے شروع کرنے کو یقینی بنانے کے لیے 3000 روپے پریمیم کی شرح کا اشتہار دیا جائے گا۔

دماغی صحت

دماغی صحت کے عالمی دن کے موقع پر پشاور میں ایک پریس کانفرنس میں ماہرین نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ میڈیکل ہیلتھ ایکٹ 2017 کے قواعد کی تعمیل کرتے ہوئے شہر کے ضلعی سطح کے اسپتالوں میں ماہر نفسیات کے تقرر پر پیش رفت کریں۔ ان کا کہنا تھا کہ ملک میں ڈپریشن یا افسردگی کا علاج کرنے والے ماہر نفسیات بہت کم ہیں۔

کم تر معیارِ زندگی، غربت، افراطِ زر، بے روزگاری اور دہشت گردی کے نتیجے میں افسردگی اور بے چینی خودکشیوں کے واقعات میں اضافے کا باعث بن رہے ہیں۔ اگرچہ صوبہ بھر میں خودکشی کی کوششیں بڑھ رہی تھیں، خودکشیوں سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والا علاقہ چترال تھا۔

پولیو

پچھلے دو سالوں کے مقابلے میں پولیو وائرس میں حیرت انگیز اضافے سے ملک میں صحت کے قومی اہداف کو بہت بڑا دھچکا لگا۔ کے پی میں 2019 میں پولیو کے کل 136 واقعات ریکارڈ کیے گئے۔

سال کے آغاز میں بچوں کے پولیو ویکسین سے مرنے کی افواہیں پھیلائی گئیں جن سے وسیع پیمانے پر خوف و ہراس پھیل گیا اور لوگوں کے ویکسین سے انکار میں اضافہ ہو گیا۔ انسداد پولیو مہم کو دوبارہ پٹری پر لانے کے لیے بڑے پیمانے پر کوشش کی ضرورت پڑی۔

ستمبر تک مقامی اور مذہبی رہنماؤں کی حمایت کے باعث، کہا جاتا ہے کہ ویکسین سے انکار کافی کم ہو چکا تھا۔ یہ اپریل میں 800000 سے کم ہو کر اگست میں 200000 سے کم رہ گیا۔ سال کے دوران میں صوبے بھر میں پولیو ویکسینیٹرز، کارکنوں اور محافظوں پر حملے کم نہیں ہوئے۔ حملوں میں کم از کم پانچ افراد ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے۔

کالا آزار

خیبر پختونخوا میں ایک سال کے دوران میں جلدی بیماری کالا آزار کے قریباً 40000 کیسز ریکارڈ ہوئے۔ ٹیکے مقامی طور پر دستیاب نہیں تھے اور صحت کے مراکز میں بھی ان کی قلت ہو گئی۔ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن (ڈبلیو ایچ او) اور بین الاقوامی این جی او میڈیسن ساں فرنٹیئرس نے ٹیکوں کی فراہمی شروع کر دی۔

ڈینگی

صوبے بھر میں پرڈینگی بخار سے متاثرہ ہزاروں مریضوں سے اسپتالوں میں گنجائش نہ رہی۔ متعدد اسپتالوں نے ڈینگی کے مریضوں کے لیے مخصوص بستروں کے ساتھ خصوصی ڈینگی ٹریٹمنٹ وارڈ قائم کیے تھے لیکن وہ مریضوں کی تعداد سے نمٹنے کے لیے ناکافی ثابت ہوئے۔

جولائی میں پشاور کے خیبر ٹیچنگ اسپتال میں ڈینگی کا پہلا مریض داخل ہوا اور نومبر تک صوبے میں تصدیق شدہ کیسوں کی تعداد 7000 سے زیادہ ہو چکی تھی۔ ڈینگی ایکشن پلان 2020 پر عمل درآمد کے لیے حکومت نے دسمبر میں ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی تشکیل دی۔

کتے کے کاٹنے اور باولے پن کے واقعات

کم از کم 3500 متاثرہ افراد نے اکتوبر تک باولے پن سے بچاو کی ویکسین کی درخواست کی۔ ان میں نئے ضم ہونے والے قبائلی اضلاع کے 157 افراد شامل ہیں۔

جب کہ حکام کو اس ویکسین کی کمی اور آوارہ کتوں سے نمٹنے میں دشواری کا سامنا تھا، پشاور میں کتوں کیا یک مرکز نے ٹیکوں اور آوارہ کتوں کی افزائش روکنے کا اپنا ایک پروگرام شروع کیا۔

کینسر

پہلی بار کے پی حکومت نے اگلے تین سالوں میں 6000 مریضوں کے لیے کینسر کے مفت علاج کے پروگرام میں چھاتی کے کینسر کو شامل کیا۔ ایک سال کے لیے تقریباً 3000 چھاتی کے کینسر کے مریضوں کو موثر دوائیں ملنا تھیں۔ نومبر میں، حکومت نے چھاتی کے کینسر کے 40000 مریضوں کے لیے، 2020 میں صوبے میں پہلا بریسٹ کینسر سکریننگ سنٹر شروع کرنے کا بھی اعلان کیا۔ مفت سکریننگ اور علاج کی فراہمی کے لیے قانون سازی کا وعدہ بھی کیا گیا۔

ایچ آئی وی/ایڈز

نومبر میں کہا گیا کہ ملک بھر میں ایچ آئی وی/ایڈز کے پھیلاؤ کا 4.5 فی صد اس صوبے میں ہے۔ کے پی کے صرف چار اسپتالوں میں 5432 مریضوں کا اندراج ہے۔ محکمہ صحت نے بتایا کہ اہم سرکاری اسپتالوں میں مفت ایچ آئی وی/ایڈز اسکریننگ کی خدمات پیش کی گئیں۔ حکومت نے بتایا کہ ایچ آئی وی/ایڈز سے متاثر افراد کو تعصب کے خلاف تحفظ اور بہتر طبی سہولیات تک رسائی کے لیے بھی ایک مسودہ قانون تیار کیا جا رہا تھا۔

رہائش، زمینوں پر قبضہ اور عوامی سہولیات

زمین پر قبضہ

فروری میں، پشاور کی احتساب عدالت نے سابق صوبائی وزیر مرید کاظم اور محصولات کے پانچ افسروں کو ڈیرہ اسماعیل خان میں غیر قانونی طور پر نیول فیمیلیز ری ہیبلیٹیشن آرگنائزیشن (این ایف آر او) کو سرکاری زمین کے انتقال کا مجرم قرار دیتے ہوئے قید کی سزا سنائی۔ فروری ہی میں، قبرستان بچاؤ تحریک کے ارکان نے مقامی قبرستانوں کی زمین پر قبضہ کرنے میں ملوث لوگوں کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کرتے ہوئے ایک مظاہرہ کیا۔

نومبر میں ہنگو ضلع کی ٹل تحصیل کے قبائلی افراد نے مقامی انتظامیہ کی جانب سے سرکاری اراضی پر نو تعمیر شدہ مکانات گرانے اور مزید کی تعمیر کو روکنے کے لیے نوٹس جاری کیے جانے کی مذمت کی۔

عوامی رہائش کی سکیمیں اور مالی اعانت

ستمبر میں کہا گیا کہ کے پی میں نیا پاکستان ہاؤسنگ اسکیم پر درست سمت میں پیش رفت ہو رہی ہے۔ پشاور کے علاقے سوریزئی، سوات اور ہنگو اضلاع میں زمین کی نشاندہی کی گئی۔ حکومت نے صوبہ میں پانچ سال کے عرصہ میں تقریباً 750000 یونٹ تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا۔

نوشہرہ میں 80000 کنال پر مشتمل سی پی ای سی شہر موجودہ حکومت کا اہم منصوبہ اور تجارتی اور معاشی سرگرمیوں کو فروغ دینے کی کلید سمجھا جاتا ہے۔

تجاوزات، بے دخلیاں اور زمین کے تنازعات

کے پی کے چیف سکریٹری نے دسمبر میں مختلف ڈویژنوں اور ضلعوں کی انتظامیہ کو ہدایات دیں کہ وہ عوام کی سہولت کے لیے اپنے علاقوں میں تجاوزات کے مکمل خاتمے پر توجہ دیں۔ ہری پور ضلعی انتظامیہ نومبر میں پہلے ہی 20 دکانوں اور پانی کے نالے کے ساتھ غیر قانونی طور پر تعمیر ایک مسجد کے ایک حصہ کو گرا چکی تھی۔ دسمبر میں مقامی انتظامیہ نے ضلع صوابی کے ٹنڈ کوئی مین بازار میں انسداد تجاوزات آپریشن میں مقامی تاجروں سے 1120 کنال سرکاری اراضی بازیافت کی۔ تاجروں نے اس کارروائی میں مزاحمت نہیں کی جس میں 20 دکانوں کو مکمل منہدم اور 90 دکانوں اور چار ہوٹلوں کو جزوی مسمار کیا گیا۔

نومبر میں پشاور کے مختلف دیہی علاقوں سے تعلق رکھنے والے کسانوں کے ایک گروہ نے پشاور ناردرن بائی پاس کی تعمیر کے لیے مختص علاقے سے زبردستی انخلا پر احتجاج کیا اور معاوضے کا مطالبہ کیا۔

عمارتوں کا گرنا اور ان میں آگ لگنا

کے پی میں 2019 کے دوران میں عمارتیں گرنے سے کم سے کم 48 افراد ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے اور املاک کو شدید نقصان پہنچا۔ شدید بارش یا برف نے گھروں کی بری تعمیر کو تباہ کن نتائج کے ساتھ مزید کمزور کر دیا۔ مٹی کے مکانات گرنے یا چھتیں گرنے سے پورے کے پورے خاندان ہلاک ہو گئے۔ تمام اضلاع سے اموات اور زخموں کی اطلاع ملی۔

ماحولیات

موسمیاتی تبدیلی

اگست میں ہونے والی موسلا دھار بارشوں سے خیبر پختونخوا کے ایک بڑے حصے میں سیلاب، سڑکیں بند ہونے اور جانی نقصان کی اطلاع ملی۔ متعدد افراد ہلاک یا زخمی ہوئے، شاہراہ قراقرم بڑے تودے گرنے سے بند ہو گئی اور عارضی پُل بہہ گئے۔

شمالی پہاڑی علاقوں میں لگ بھگ 7000 گلیشیئرز، جن میں سے پانچ ہزار کے پی اور گلگت بلتستان میں ہیں، کو لاحق جنگلات کی کٹائی، بڑھتے ہوئے درجہ حرارت اور ہوا کی آلودگی کے خطرہ سے، اقوام متحدہ کی مالی اعانت سے چلنے والے گلاف۔ دو (گلیشیئر لیک آؤٹ برسٹ فلڈ) کے مطابق، ممکنہ طور پر پانی کا سنگین بحران پیدا ہونے کا خدشہ ہے۔ کے پی اور جی بی میں ابھرنے والی 3044 برفانی جھیلوں میں سے 33 کے پھٹنے سے نقصان دہ سیلاب کا خطرہ ہے۔

پشاور یونیورسٹی آف ایگریکلچر کے کلائمیٹ چینج سنٹر نے دسمبر میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ میں انکشاف کیا کہ موسمیاتی تبدیلی کے اناج اور پھلوں کی پیداوار کے ساتھ ساتھ مویشیوں کو متاثر کرنے سے کاشت کاری کے شعبہ شدید متاثر ہو سکتا ہے۔ زمینی پانی کے ذرائع خصوصاً چشمے یا تو سوکھ چکے ہیں یا ختم ہو رہے ہیں اور پورے صوبے میں پانی کی سطح گرتی جا رہی ہے۔

صوبائی ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی نے سردی کے موسم میں مختلف قدرتی خطرات سے نمٹنے کے لیے نومبر میں پہلی بار موسم سرما کے ہنگامی منصوبے کا اعلان کیا۔ منصوبے میں اچانک سیلاب، زلزلے کی سرگرمی، لینڈ سلائیڈ اور خشک زون میں طویل قحط سالی سے نمٹنے کی حکمت عملی شامل ہے۔

دسمبر میں شانگلہ اور کوہستان کے نوجوان رضا کاروں کو پاکستان ہلال احمر سوسائٹی نے قدرتی آفات کے دوران میں لوگوں کی مدد کی تربیت دی۔

جنگلات کی کٹائی

حکومت کا دعویٰ تھا کہ خیبر پختونخوا میں جنگل کے رقبے میں بلین ٹری سونامی منصوبے کے ذریعے 6.3 فی صد اضافہ ہوا۔

ہری پور میں منصوبے کے لیے درخت فراہم کرنے والی 163 ایکڑ پر پھیلی نرسری کے کارکنوں نے مئی میں کہا کہ انھیں چھ ماہ سے ادائیگی نہیں کی گئی۔

جون میں یہ اطلاع ملی کہ انضمام شدہ قبائلی اضلاع میں سیکڑوں ایکڑ رقبے پر لگائی گئی کونپلوں کو صوبائی حکومت کے ٹھیکیداروں اور مزدوروں کو ادائیگی کے لیے 90 ملین روپے نہ دینے پر محکمہ جنگلات کے عملہ نے اسی طرح چھوڑ دیا۔ جولائی میں خزانہ اور حزب اختلاف میں جنگلات کی بحالی کے اربوں روپے کے پروگرام میں مبینہ بدعنوانی اور خامیوں کی تحقیقات کے لیے ایک کمیٹی کے قیام پر اختلافات تھے۔

محکمہ جنگلات اور محکمہ معدنی وسائل اور معدنیات کے درمیان بھی کان کنی کیلیے مخصوص جنگلاتی علاقوں کی نیلامی کے معاملے پر بھی اختلافات چل رہے تھے۔

سول سوسائٹی کے ارکان اور نوجوان کارکنوں نے مئی میں ضلع سوات میں لکڑی مافیا کے بڑے پیمانے پر درختوں کو غیر قانونی طور پر کاٹنے پر احتجاج کیا۔ غیر قانونی درختوں کی کٹائی اور تعمیراتی لکڑی کی سمگلنگ بھی نومبر میں بالائی دیر کے رہائشیوں کے مطابق جاری تھی جس سے جنگلات بے روک ختم ہو رہے تھے۔

کے پی کے محکمہ جنگلات نے دسمبر میں کہا کہ وہ ضم شدہ قبائلی اضلاع میں مقامی برادریوں کے زیر ملکیت اور محکمہ کے زیر انتظام قدرتی جنگلات کو گزارا جنگل کے طور پر مخصوص کر دے گا۔

ہزارہ اور مالاکنڈ سمیت دیگر اضلاع کے جنگلات کو بھی حکومت کی ملکیت 'مخصوص جنگلات'، 'محفوظ جنگلات'، جن میں مقامی آبادیوں کو زیادہ سے زیادہ حقوق حاصل ہیں، اور مقامی برادریوں کی ملکیت 'گزارا جنگلات' میں تقسیم کر دیا گیا۔

پانی

جولائی میں چترال ضلع کی وادی گولن میں برفانی جھیل پھٹنے سے سیلاب نے سال کے اختتام تک گندم، دالوں، چارے، سبزیوں اور پھلوں کی فصلوں کو خطرے سے دوچار کر دیا تھا جب کہ آب پاشی کے نظام کی بحالی میں تاخیر کے سبب مکئی کاشت ہی نہیں کی گئی۔

پانی کی شدید قلت کے سبب نومبر میں کرک شہر کے پچاس ہزار باشندے پینے کا پانی خرید کر استعمال کر رہے تھے۔ ناقص ڈیزائن کے حامل ڈیم پر لاکھوں ضائع ہونے کے بعد ضلع کوہاٹ کو بھی پانی کی قلت کا سامنا کرنا پڑا۔ دسمبر میں بتایا گیا کہ ضلع ہری پور کے شہری علاقوں میں پانی کی قلت دور کرنے کے لیے چھ ٹیوب ویل لگائے گئے ہیں اور پائپ لائنیں بچھائی جا رہی ہیں۔ اس کے علاوہ دسمبر میں ضلع دیر کی تحصیل کھل کے رہائشیوں نے بتایا کہ وہ کئی سالوں سے آلودہ پانی پی رہے ہیں۔

غیر سرکاری تنظیم سرحد رورل سپورٹ پروگرام نے 23.7 ملین روپے کی لاگت سے اورکزئی اور کرم اضلاع کے 1100 گھروں کو فائدہ پہنچانے کے لیے دسمبر میں پانی کی فراہمی اور صفائی ستھرائی کی آٹھ سکیمیں شروع کیں۔

پانی کی آلودگی

بونیر ضلع کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ سنگ مرمر کی فیکٹریاں زیر زمین پانی کو ختم اور اور آبی ذخائر کو آلودہ کر رہی ہیں۔

نومبر میں، خیبر ضلع میں سنگ مرمر کی 250 فیکٹریوں کو اپنا فضلہ زراعت اور آب پاشی کے لیے استعمال ہونے والی نہروں میں ڈالنے پر نوٹس جاری کیے گئے۔

کرک ضلع میں چار سٹون کرشنگ پلانٹس اور پلاسٹر آف پیرس کی ایک فیکٹری کو پانی کے مقامی کھالوں میں ڈالنے پر ستمبر میں سیل کر دیا گیا۔

مقامی انتظامیہ نے نومبر میں پشاور میں آلودگی کے الزام میں 17 مینیجرز کو گرفتار کیا اور 31 فیکٹریاں سیل کر دیں۔

بلوچستان

اہم نکات

- جبری گمشدگیاں بلوچستان کا سب سے بڑا مسئلہ سمجھا جاتا ہے۔گمشدگیوں کے واقعات بلا روک ٹوک جاری رہے اور زیادہ تر واقعات میں متاثرین حکام کو اپنے کیسز کے بارے میں مطلع کرنے سے خوفزدہ رہے۔
- سال کے دوران میں ریاستی اور غیر ریاستی عناصر نے تشدد کی کئی بڑی اور چھوٹی کارروائیاں کیں جن میں زیادہ تر اقلیتی ہزارہ برادری، اسلامی تنظیموں کے اراکین اور سکیورٹی اہل کاروں کو نشانہ بنایا گیا۔
- اگرچہ بلوچستان کی جیلوں میں گنجائش سے زائد قیدی موجود نہیں ہیں تاہم،نوعمر بچوں سمیت زیرِ سماعت قیدیوں کی ایک بڑی تعداد کو سزا یافتہ مجرموں کے ساتھ رکھا گیا تھا۔ناکافی سکریننگ اور ویکسی نیشن قابلِ انتقال بیماریوں کے تیزی سے پھیلاؤ کا موقع فراہم کرتی ہے۔
- نقل وحرکت کی آزادی انتہائی محدود ہے اور سفر این اوسی یا پھر سکیورٹی فورسز کی جانب سے کڑی نگرانی اور ہراسگی کے تابع رہا، بالخصوص انسانی حقوق سے متعلق اہم امور انجام دیتے ہوئے۔
- شیعہ ہزارہ برادری کے خلاف فرقہ ورانہ تشدد کا خطرہ بلوچستان کا سب سے بڑا چیلنج رہا۔
- بلوچستان کے معلومات کے حق کے قوانین ملک بھر میں کمزور ترین تصور کیے جاتے ہیں۔ان قوانین میں یہ ہدایات تو دی گئی ہیں کہ ایسی کسی معلومات کی تشہیر نہیں کی جائے گی جو قانون کے نفاذ کے لیے نقصان دہ ہوں،مگر یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ ان میں کون سی معلومات شامل ہیں۔
- بلوچستان کے بارے میں کھل کر بات کرنا یا لکھنا اب بھی مشکل ہے اور تنقید کے سنگین نتائج برآمد ہوتے ہیں۔
- صوبے میں انسانی حقوق کے معاملات کے حوالے سے سول سوسائٹی پر دباؤ مزید بڑھ گیا۔سول سوسائٹی کے اداروں (سی ایس اوز) اور این جی اوز کا کہنا ہے کہ انٹیلی جنس ایجنسیوں کے اہلکاران کے دفاتر کا باقاعدگی سے دورہ کرتے ہیں اور عملے اور جاری پراجیکٹس کے بارے میں معلومات طلب کرتے ہیں۔
- نومبر 2019 تک بلوچستان میں خواتین کے خلاف تشدد کے کم از کم 118 واقعات سامنے آئے جبکہ 43 خواتین اور نو مردوں کو غیرت کے نام پر قتل کیا گیا۔
- بلوچستان یونیورسٹی میں ویڈیوز کے ذریعے بلیک میل کرنے کی ایک وسیع مہم سال بھر چلتی رہی۔اس بات کا انکشاف اکتوبر میں ہوا۔ یونیورسٹی کے مختلف حصوں میں خفیہ سی سی ٹی وی کیمرے نصب کیے گئے تھے جن سے طلبا کی غیر مناسب حالت میں ریکارڈنگ کی گئی۔
- جنسی تشدد کے حوالے سے خاطر خواہ اعداد وشمار موجود نہیں ہیں جس کے باعث کسی بھی پالیسی کا نفاذ مشکل ہے، باوجود اس کے کہ ایک نامور اخبار میں شائع ہونے والی رپورٹ میں کم سن مزدوروں کو جنسی خدمات کے لیے بلوچستان کی کانوں میں لائے جانے کا انکشاف ہوا تھا۔
- صرف 2018–19 میں کانوں میں ہونے والے حادثات میں 160 افراد ہلاک ہوئے۔کوئلے کی ہزاروں کانوں کو ایسے لوگ چلا رہے ہیں جن کے پاس پیشہ ورانہ تحفظ فراہم کرنے یا ہنگامی حالات سے نمٹنے کے لیے مالی وسائل یا ٹیکنالوجی نہیں ہے۔
- بلوچستان میں تقریباً 140,000 معذوری کے ساتھ جیتے افراد میں سے صرف 14,000 اپنی جائز مراعات کے حصول کے لیے محکمہ سماجی بہبود سے رجسٹرڈ ہیں۔
- 2018 کے قومی غذائیت سروے کے نتائج کے مطابق، پانچ سال سے کم عمر 50 فیصد بچے نشوونما میں رکاوٹ کا شکار اور 20 فیصد کم وزن ہیں۔
- پانی کی قلت بلوچستان کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔صوبے میں کیے گئے ایک سروے کے مطابق، بلوچستان کے 33 اضلاع میں سے 20 کو خشک سالی کا سامنا رہا جس سے 109,000 خاندان متاثر ہوئے۔

قانون کی حکم رانی

قوانین اور قانون سازی

بلوچستان حکومت نے 2019 میں 11 قوانین منظور کیے۔ ضمیمہ 2 ملاحظہ کریں۔

انصاف کی فراہمی

عدلیہ ۔ زیرالتوا مقدمات، وغیرہ

بلوچستان کے عدالتی نظام میں اس وقت ایک مثبت تبدیلی دیکھی گئی جب 6 اکتوبر 2019 کو جسٹس کمال خان مندوخیل نے بلوچستان ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے طور پر حلف اٹھایا۔ انہوں نے ججوں کو جو ہدایات دیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ وہ مقدمات کا ہنگامی بنیادوں پر فیصلہ کریں۔

پاکستان کمیشن برائے قانون وانصاف کے مطابق، دسمبر کے آخر تک بلوچستان ہائی کورٹ میں 4,858 جب کہ ضلعی عدلیہ میں 13,778 مقدمات زیرالتوا تھے۔

چیف جسٹس نئی عدالتوں اور کمپلیکس کے قیام میں بھی سرگرم رہے۔ نومبر میں، انہوں نے واشک کے پس ماندہ ضلعے میں ایک نئے عدالتی کمپلیکس کا افتتاح کیا۔ انہوں نے واشک کی وگ تحصیل میں عدالتی مجسٹریٹس اور قاضی عدالتوں کو بھی بحال کیا۔ واشک میں عدالتی کمپلیکس کی تعمیر سے اب لوگوں کو اپنے ضلع میں قانونی کارروائی کا موقع ملے گا۔

احتساب/نیب

بلوچستان میں، سب سے زیادہ بدعنوانی عمارتوں اور سڑکوں کی تعمیر میں استعمال ہونے والی اشیا کی خریداری میں ہوتی ہے، اور ماضی میں نیب کی جانب سے درج کیے گئے بدعنوانی کے زیادہ تر کیسز کا تعلق انہی دوشعبوں سے رہا ہے۔ تاہم، نیب بدعنوانی کے ان دیگر ذرائع کا کبھی تعاقب نہیں کرتا جنہیں ثابت کرنا مشکل ہے، جیسے کہ سکیورٹی فورسز اور قانون نافذ کرنے والے ادارے، بشمول فرنٹیئر کور، لیویز اور پولیس کی جانب سے بھتے کی وصولی۔

بھتے کے واقعات بلوچستان میں مرکزی شاہراہ کے علاوہ چمن اور تفتان میں سرحدی داخلی راستوں پر پیش آئے۔ کہا جاتا ہے کہ چمن میں سرحد پر تعینات سکیورٹی افسران بھتے اور کمیشن کے طور پر بھاری رقوم وصول کرتے ہیں۔ کوئلے کی کانوں پر بھتے کی اطلاعات بھی موصول ہوئی ہیں۔

2019 میں نیب نے بلوچستان میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں لیکن کسی بڑی شخصیت کو گرفتار نہیں کیا گیا اور نہ ہی کسی بڑی بدعنوانی کو بے نقاب کیا گیا۔

نومبر میں، وزیراعلیٰ کے معاون خصوصی برائے پیٹرولیم وتوانائی یار محمد رند نے نیب سے مطالبہ کیا کہ وہ 2008 سے 2018 تک بلوچستان میں ہونے والی بدعنوانی کی تحقیقات کرے۔ انہوں نے الزام عائد کیا کہ بلوچستان کی گزشتہ دو حکومتوں نے 800 ارب روپے کی خورد برد کی۔ نیب نے اس مطالبے کا کوئی جواب نہ دیا اور کوئی قابل ذکر کیس نہ بن سکا۔

نیب نے 2019 میں بلوچستان میں اعلیٰ عہدوں پر مامور سرکاری عہدے داروں کو نشانہ نہیں بنایا۔ اس تناظر میں، وزیر اعلیٰ نے کہا کہ بلوچستان حکومت نے خوداحتسابی کا عمل شروع کررکھا ہے۔ ان کا اشارہ خراب کارکردگی پر وزیرصحت اور سیکریٹری صحت کی برطرفی کی طرف تھا۔ وزیراعلیٰ نے عندیہ دیا کہ اگر نیب مداخلت نہ بھی کرے تو بھی وہ حکومت کے احتساب کا عمل جاری رکھیں گے۔ تاہم، اس بات کا امکان کم ہے کہ خوداحتسابی بدعنوانی کو روکنے کے لیے کافی ہوگی۔

ازخود نوٹس

بلوچستان ہائی کورٹ نے صرف ایک واقعے کا ازخود نوٹس لیا جس کا تعلق بلوچستان یونیورسٹی میں بلیک میلنگ کے ایک سکینڈل سے تھا۔

اکتوبر 2019 میں یہ اطلاعات سامنے آئیں کہ وفاقی تحقیقاتی ایجنسی (ایف آئی اے) بلوچستان ہائی کورٹ کی مداخلت کے بعد یونیورسٹی آف بلوچستان میں ایک واقعے کی تحقیقات شروع کی۔

مقامی میڈیا کے ذریعے سامنے آنے والی تفصیلات کے مطابق، یونیورسٹی آف بلوچستان کے عملے نے کیمپس کی حدود میں خفیہ کیمرے نصب کیے اور ریکارڈ کی گئیں ویڈیوز کو طالبات سے مالی اور جنسی فائدے کے لیے استعمال کیا۔

بلوچستان ہائی کورٹ کی جانب سے معاملے کا نوٹس لیے جانے کے بعد یہ مسئلہ مرکزی اور سوشل میڈیا کی توجہ کا مرکز بنا رہا۔ بلوچستان کی سیاسی جماعتوں اور سول سوسائٹی نے یونیورسٹی انتظامیہ کے خلاف مظاہرے کیے۔

بعدازاں، مقدمے کی سماعت کے دوران میں ایف آئی اے نے ایک تحقیقاتی رپورٹ جمع کرائی جسے عدالت نے سیل کر دیا اور اسے عام نہیں کیا۔ اب تک اس حوالے سے کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آسکی اور عدالتی سماعت میں تاخیر کے باعث یہ معاملہ اپنی اہمیت کھو چکا ہے۔

قانون کا نفاذ

بلوچستان میں قانون نافذ کرنے والے دو اداروں، بلوچستان لیویز اور بلوچستان پولیس، کے علاوہ کئی وفاقی سکیورٹی ادارے، بالخصوص فرنٹیئر کور (ایف سی) کام کر رہے ہیں۔ ایف سی اور دیگر وفاقی ادارے جیسے کہ انٹر سروسز انٹیلی جنس (آئی ایس آئی) اور ملٹری انٹیلی جنس (ایم آئی) پر ہراسگی، ماورائے عدالت ہلاکتوں، جبری گمشدگیوں، ایذا رسانی، اور مار کر پھینکنے کے الزامات ہیں۔

بعض اوقات، قانون نافذ کرنے والے ادارے بھی ان سرگرمیوں میں ملوث پائے جاتے ہیں، اگرچہ لیویز اور پولیس میں مقامی افراد کی بھرتی کا مطلب یہ ہے کہ ان واقعات میں ان کا مرکزی کردار نہیں ہوتا اور بلوچستان کے لوگ ان پر زیادہ اعتماد کرتے ہیں۔

معمولی جرائم کیخلاف مقدمہ بازی اور سیاسی اختلاف رائے کو دبانے کے لیے انسداد دہشت گردی ایکٹ (اے ٹی اے) کا مسلسل استعمال کیا جاتا ہے، نیز یہ قوانین مشتبہ جنگ جوؤں کو منصفانہ اور شفاف ٹرائل کا موقع بھی فراہم نہیں کرتے۔

امن عامہ

عمومی طور پر صورت حال اب بھی سنگین ہے۔ اس پر تشویش کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آل پارٹیز سوشل ایکٹیوسٹ الائنس نے 15 اکتوبر 2019 کو ہڑتال کا اعلان کیا جس کی نیشنل پارٹی، بلوچستان نیشنل پارٹی-عوامی، بی این پی-مینگل، جمیعت علمائے اسلام-ف، پاکستان پیپلز پارٹی اور جماعت اسلامی سمیت تمام بڑی سیاسی جماعتوں کے علاوہ انجمن تاجران، کیچ کی سول سوسائٹی اور قانونی حلقوں (کیچ بار ایسوسی ایشن) نے حمایت کی۔

جرائم

پاکستان ادارہ شماریات (پی بی ایس) کے مطابق، 2018 میں بلوچستان میں رپورٹ ہونے والے جرائم کے واقعات صرف 1.2 فی صد تھے۔ یہ تعداد صوبے کی کل آبادی کے لحاظ سے کافی کم ہے۔ بلوچستان پولیس نے 2019 میں جرائم کے 9,185 واقعات کی اطلاع دی (ضمیمہ 4 دیکھیں)۔ اگرچہ اس سے اس بات کی عکاسی ہوتی ہے کہ بلوچستان میں جرائم کی شرح کم ہے، تاہم یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یا تو لوگ جرائم اور تنازعات کی اطلاع دینے کے لیے قانون نافذ کرنے والے اداروں کے پاس نہیں جاتے یا پھر وہ ایسا کر ہی نہیں پاتے کیونکہ پولیس سٹیشن دور دراز کے علاقوں میں واقع ہیں۔

درحقیقت، تھانوں کی جانب سے جبری گمشدگیوں جیسے اہم معاملات سے متعلق ایف آئی آر کے اندراج سے انکار عوام اور بلوچستان کے قانون نافذ کرنے والے اداروں کے درمیان برتاو کی کمی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مرکزی میڈیا میں بلوچستان میں پیش آنے والے جرائم کے واقعات کی رپورٹنگ اب بھی محدود ہے۔

ایک اور وجہ یہ ہے کہ جو ادارے جرائم کے خلاف عوام کے محافظ سمجھے جاتے ہیں وہ خود اکثر جرائم میں ملوث ہوتے ہیں۔ ایسی اطلاعات بھی سامنے آئی ہیں کہ ایف سی اور سکیورٹی ایجنسیاں 'ڈرگ مافیا کی سرپرستی کرتی ہیں اور انہیں سیاسی توسیع کے طور پر استعمال کرتی ہیں'۔

پختونخوا ملی عوامی پارٹی (پی کے میپ) اور نیشنل پارٹی (این پی) کے نمائندوں نے دعویٰ کیا کہ ایف سی اور سکیورٹی ایجنسی کی مدد سے ڈرگ مافیا سے قریبی تعلقات رکھنے والے افراد 2018 میں صوبائی اسمبلی کے رکن بنے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ مافیا نے لوگوں کو سیاسی ریلیوں میں حصہ لینے سے روک رکھا ہے۔

ریاستی تشدد

بلوچستان میں قانون اور اس کا نفاذ کرنے والے امن عامہ کی بحالی اور خرابی -- موخرالذکر تشدد کے ذریعے -- دونوں کے ذمہ دار ہیں۔ ایچ آر سی پی کے اگست 2019 میں کیے گئے ایک فیکٹ فائنڈنگ مشن کے مطابق، عوام کے نزدیک جبری گمشدگیاں بلوچستان کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔

گمشدگیوں کے واقعات بلا روک ٹوک جاری ہیں، اور زیادہ تر واقعات میں متاثرین کے خاندان حکام کو اپنے کیسز کے بارے میں مطلع کرنے سے ڈرتے ہیں۔ ریاستی تشدد کی دیگر مثالوں میں وسیع پیمانے پر بے دخلیاں، ہراسگی، ماورائے عدالت ہلاکتیں، فوجی آپریشن، ایذا رسانی، اور مار کر پھینک دینا شامل ہیں۔

باوجود اس کے کہ پاکستان تحریک انصاف (پی ٹی آئی) کی حکومت نے بلوچستان نیشنل پارٹی-مینگل کے ساتھ 2018 میں ایک معاہدے پر دستخط کیے تھے، یہ واقعات جاری رہے۔ معاہدے میں تمام ظاہر اور خفیہ فوجی آپریشنوں کے خاتمے، تمام لاپتا افراد کی بازیابی، آئی ایس آئی اور ایم آئی کی جانب سے قائم کیے گئے تمام پراکسی ڈیتھ سکواڈ کے خاتمے، اور بلوچ قوم پرست جماعتوں کے بغیر کسی مداخلت کے آزادانہ سیاسی کردار پر زور دیا گیا تھا۔

غیر ریاستی تشدد کی طرح، ریاستی تشدد کا مجرمانہ تشدد سے قریبی تعلق دکھائی دیتا ہے، اور دونوں کو الگ کرنا مشکل ہے۔ تربت میں ایچ آر سی پی کے فیکٹ فائنڈنگ وفد کو بتایا گیا کہ سکیورٹی ایجنسیاں لوگوں کو لاپتا کرنے کے لیے جرائم پیشہ عناصر کو استعمال کر رہی ہیں۔

اپریل 2019 میں بی این پی-مینگل سربراہ اختر مینگل نے قومی اسمبلی میں حکومتی کارکردگی کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔ اختر مینگل نے الزام عائد کیا کہ پی ٹی آئی چھ نکات پر عمل درآمد کرنے، بالخصوص جبری گمشدگیوں کو جرم قرار دینے کے لیے بل منظور کرانے میں ناکام رہی تھی۔

اس کے جواب میں وزیر انسانی حقوق شیریں مزاری نے کہا کہ ' کچھ طاقتیں' رکاوٹیں پیدا کر رہی ہیں اور وہ پرانے سلسلے کو تبدیل ہوتے دیکھنا نہیں چاہتیں۔ انہوں نے نشان دہی کی کہ جبری گمشدگیوں سے متعلق بل تیاری کے بعد وزارت قانون کے پاس زیر التوا تھا۔

وزیر اعلیٰ جام کمال خان اور ان کی بلوچستان عوامی پارٹی (بی اے پی) کی موجودہ صوبائی حکومت نے ریاستی مجرموں اور پارلیمانی نمائندوں کے درمیان قریبی رابطے کا سامان تو کیا ہے لیکن اس نے پیش رفت میں رکاوٹ بھی پیدا کر دی ہے کیوں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صوبائی حکومت سکیورٹی فورسز کی جانب سے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر زیادہ تنقید نہیں کرتی۔ درحقیقت، وزیر اعلیٰ بظاہر انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی پروا نہیں کرتے، جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اگست 2019 میں ایچ آر سی پی کے فیکٹ فائنڈنگ وفد سے ملنے سے انکار کر دیا تھا۔

باوجود اس عذر کے کہ اختیارات بلوچستان کے جمہوری نمائندوں کو منتقل کیے جائیں گے، عام تصور یہ ہے کہ بلوچستان میں فیصلہ سازی اب بھی ریاستی سکیورٹی ایجنسیاں ہی کر رہی ہیں۔ ایف سی کا عمل دخل بہت زیادہ ہے، بالخصوص یونیورسٹی آف بلوچستان جیسے تعلیمی اداروں میں، جس سے صوبائی حکومت اور سویلین نظم و نسق کافی کمزور ہو رہا ہے۔

جبری گمشدگیاں

سال کا آغاز ایک امید افزا پیغام سے ہوا جب وائس آف بلوچ مسنگ پرسنز (وی پی ایم پی) نے تاریخ میں پہلی دفعہ، اعلان کیا کہ یہ اپنے احتجاجی کیمپوں کو دو ماہ کے لیے بند کر دے گا۔ یہ اعلان اس وقت کیا گیا جب وزیر اعلیٰ نے لاپتا افراد کی واپسی کے لیے سنجیدہ اقدامات کرنے کا وعدہ کیا۔ جنوری کے وسط میں ایک پریس کانفرنس میں وی پی ایم پی کے چیئرپرسن نصر اللہ بلوچ نے اعلان کیا کہ انہوں نے 110 افراد کی فہرست حکام کو دی تھی۔ بعد ازاں اس فہرست میں موجود افراد کی تعداد 365 ہوگئی۔ وزیر اعلیٰ نے کہا کہ گزشتہ چار سے پانچ سال سے لاپتا 11 افراد حال ہی میں اپنے گھر واپس آ چکے ہیں۔ نصر اللہ بلوچ نے اعلان کیا کہ 250 افراد واپس آئے۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ مسخ شدہ لاشیں ملنے کا سلسلہ بند ہو جائے گا۔

اگلے روز وی پی ایم پی کے رکن ماما قدیر بلوچ نے مزید افراد کو حراست میں لیے جانے کے بعد دوبارہ احتجاجی کیمپ لگا لیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صوبائی حکومت یا تو اپنے وعدوں کو پورا کرنے پر آمادہ یا پھر اس کے قابل ہی نہیں۔

اس کے باوجود لوگ اپنے گھروں کو واپس آنا شروع ہو گئے۔ پریس کانفرنس سے پہلے تین افراد اپنے گھر واپس آ گئے جب کہ مزید 28 افراد فروری کے اوائل میں اپنے گھر واپس پہنچ گئے۔ یہ ایک مثبت پیش رفت ہے لیکن بڑے چیلنج اب بھی موجود ہیں۔

پہلا یہ کہ صوبائی حکومت اور جبری گمشدگیوں سے متعلق تحقیقاتی کمیشن (سی او آئی ای ڈی) کے اعداد و شمار میں کافی فرق ہے۔

وزیرِاعلیٰ نے لاپتا افراد کی واپسی کے لیے سنجیدہ اقدامات کرنے کا وعدہ کیا جس کے بعد
وائس فار بلوچ مسنگ پرسنز نے ایک دہائی میں پہلی مرتبہ اپنا احتجاجی کیمپ دو ماہ کے لیے بند کر دیا

مثال کے طور پر، جون کے آخر میں وزیرِ داخلہ نے کہا کہ گھر واپس آنے والی افراد کی تعداد 200 تھی، جبکہ وی بی ایم پی کا کہنا تھا کہ اس میں سے صرف نصف، یعنی 103 افراد واپس آئے تھے۔ وزیرِ داخلہ نے یہ بھی کہا کہ انہیں 250 نام موصول ہوئے تھے جبکہ وی پی ایم پی نے 365 ناموں کا دعویٰ کیا تھا۔ آخر میں، وی پی ایم پی کے ماما قدیر نے ایچ آر سی پی کو بتایا تھا کہ 47,000 بلوچ اور 35,000 پشتون لاپتا تھے۔ وزیرِ داخلہ اور جبری گمشدگیوں سے متعلق تحقیقاتی کمیشن نے ان اعداد و شمار سے اختلاف کیا۔ سی او آئی ای ڈی نے دعویٰ کیا کہ بلوچستان سے لاپتا ہونے والے افراد کی تعداد سب سے کم ہے۔

دوسری بات یہ کہ وی پی ایم پی کا کہنا ہے کہ ماہانہ لاپتا ہونے والے افراد کی تعداد گھر واپس آنے والے افراد کی تعداد سے زیادہ ہے۔ ایچ آر سی پی کے فیکٹ فائنڈنگ مشن کے مشاہدے میں یہ بات آئی کہ گمشدگیاں بلا روک ٹوک جاری ہیں۔ اب یہ الزام عائد کیا جا رہا ہے کہ ریاستی عہدے داروں نے من مانی گرفتاریوں اور جبری گمشدگیوں کا دائرہ وسیع کر دیا ہے اور اب خواتین کو بھی لاپتا کیا جا رہا ہے۔

30 نومبر کو لیویز اور پولیس حکام نے چار خواتین کی گرفتاری کا اعلان کیا۔ ان خواتین پر الزام تھا کہ ان کا تعلق علیحدگی پسند باغیوں کے خاندانوں سے تھا اور انہوں نے آواران میں جنگجوؤں کے لیے ہتھیار اور دھماکا کرنے والا مواد منتقل کیا تھا۔ سیاسی جماعتوں اور سول سوسائٹی کے دباؤ کے بعد وزیرِ داخلہ نے چاروں خواتین کے رہائی کے لیے حکومتی مدد کا وعدہ کیا۔ انہیں 10 دسمبر کو رہا کر دیا گیا۔ اس کے باوجود خواتین کے اغوا کا پریشان کن رجحان جاری ہے، خاص طور پر آواران اور ڈیرہ بگٹی میں۔ لاپتا افراد کے خاندانوں کی تھانوں میں شنوائی نہیں ہوتی اور سی او آئی ای ڈی میں ان کے ساتھ ناروا سلوک کیا جاتا ہے۔

ہراسگی، بشمول گرفتاریاں اور ایذ رسانی

بلوچستان میں سیاسی اختلاف رائے رکھنے والوں کی گرفتاریوں کا سلسلہ جاری رہا۔ 31 جنوری کو پی ٹی ایم کے چھ کارکنوں کو کوئٹہ پریس کلب کے باہر سے اس وقت گرفتار کرلیا گیا جب وہ لورالائی میں ہونے والے بم دھماکے کے خلاف احتجاج کررہے تھے۔ ایک سیشن عدالت نے ان کی رہائی کا حکم دیا۔ چیک پوائنٹس پر ہراسگی اب بھی جاری ہے۔ اس کی نمایاں مثال فوجیوں کی جانب سے بلوچ لڑکوں کے بال اور شلواریں کاٹنے کی داستانیں ہیں۔

مار کر پھینک دینا

اگرچہ بلوچستان میں مسخ شدہ نعشیں ملنے کا سلسلہ جاری رہا، تاہم وی بی ایم پی نے ایچ آر سی پی کو بتایا کہ 2019 میں صوبائی حکومت کے ساتھ مذاکرات کے آغاز کے بعد مسخ شدہ نعشیں برآمد ہونے کے واقعات میں نمایاں کمی آئی۔ تاہم، اپریل میں اختر مینگل نے قومی اسمبلی میں خطاب کے دوران میں ناقابل شناخت نعشوں کی تصاویر دکھائیں اور کہا کہ ایدھی فاؤنڈیشن نے ایسی 22 نعشوں کی شناخت معلوم کیے بغیر تدفین کی تھی۔ دریں اثنا، بلوچستان ہیومن رائٹس آرگنائزیشن (بی ایچ آر او) نے رپورٹ کیا کہ بلوچستان میں اب بھی تشدد زدہ اور مسخ شدہ نعشیں برآمد ہو رہی تھیں۔

پولیس مقابلوں میں ہلاکتیں

پولیس مقابلوں میں ہونے والی ہلاکتوں کا پتا لگانا انتہائی مشکل ہے۔ چونکہ سکیوٹی فورسز یا قانون نافذ کرنے والے اداروں کے ساتھ تصادم کے دوران میں ہلاک ہونے والے زیادہ تر افراد دہشت گرد تصور کیے جاتے ہیں، ان کی اموات پر بمشکل ہی کوئی سوال اٹھایا جاتا ہے۔ مرکزی میڈیا کی کئی رپورٹس میں سکیورٹی فورسز کے ہاتھوں جنگجوؤں یا دہشت گردوں کی ہلاکتوں کے بارے میں بتایا جاتا ہے، لیکن اس بات کی تصدیق کا کوئی طریقہ نہیں کہ آیا فائرنگ کے تبادلے میں ہلاک ہونے والے واقعی سکریت پسندی میں ملوث تھے۔

فوجی آپریشن

فوجی آپریشنوں کے دوران میں سکیورٹی فورسز کی زیادتیوں کی تصدیق مشکل ہے، چونکہ آزاد جائزہ کاروں کو ان علاقوں تک رسائی حاصل نہیں۔ گزشتہ سالوں کی رپورٹس ظاہر کرتی ہیں کہ سکیورٹی فورسز سرچ آپریشنوں کے دوران میں گاؤں کے مردوں کو اکٹھا کرتی ہیں اور ان کے خلاف جسمانی قوت استعمال کرتی ہیں، اور کئی لوگوں کو دنوں، مہینوں اور سالوں کے لیے لاپتا کردیتی ہیں۔ ایچ آر سی پی فیکٹ فائنڈنگ مشن کے مشاہدے کے مطابق، فوج غیر متناسب طاقت کے استعمال کی جانب مائل ہوتی ہے، جیسے کہ گاؤں کی سمت سے محض ایک اتفاقیہ گولی چلنے پر پورے گاؤں کو سزا دینا۔

بلوچستان

غیر ریاستی تشدد

ریاستی تشدد کے برعکس، جس کے بارے میں معلومات کا حصول مشکل اور رکاوٹوں کے تابع ہے، باغی گروہوں کی جانب سے تشدد سے متعلق معلومات وسیع پیمانے پر دستیاب ہیں۔ اہم باغی گروہوں میں ایک طرف اسلامی گروپ ہیں تو دوسری جانب بلوچ علیحدگی پسند۔ اول الذکر کے حملے اب بھی جاری ہیں جبکہ مؤخرالذکر نے اپنی کارروائیاں کافی حد تک محدود کردی ہیں، سوائے گوادر میں پرل کانٹی نینٹل پر حملے کے، جس کی ذمہ داری بلوچ لبریشن آرمی (بی ایل اے) نے قبول کی تھی۔

اگست میں ایچ آر سی پی کے فیکٹ فائنڈنگ مشن کے مشاہدے میں یہ بات آئی کہ بلوچستان کے عوام اطمینان محسوس کرتے ہیں کہ امن عامہ کی صورت حال کسی حد تک بہتر ہوئی ہے۔ اس کے باوجود، گزشتہ سالوں میں ہونے والی اس بہتری کا یہ مطلب نہیں کہ صورت حال قابل قبول ہے۔ پاکستان میں تشدد غیر یکساں طور پر وقوع پزیر ہوتا ہے اور ملک کے پس ماندہ، سرحدی صوبے—بلوچستان اور خیبر پختونخوا—اس سے سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔

سنٹر فار ریسرچ اینڈ سکیورٹی سٹڈیز (سی آر آر ایس) کے مطابق، جنگجوئی سے متعلقہ 670 ہلاکتوں میں سے 226 یا 33 فیصد کا تعلق بلوچستان سے تھا۔ پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف پیس سٹڈیز (پِپس) کے مطابق، پاکستان میں ہونے والے کل حملوں میں سے 91 فیصد کا تعلق بلوچستان اور خیبر پختونخوا سے تھا۔ اس سے 2018 کے رجحان کی عکاسی ہوتی ہے جب بلوچستان پاکستان کا واحد مقام تھا جہاں 2018 میں جنگجوئی سے متعلقہ اموات میں اضافہ ہوا۔

سال کے دوران میں ریاستی اور غیر ریاستی عناصر نے تشدد کی کئی بڑی اور چھوٹی کارروائیاں کیں جن میں زیادہ تر اقلیتی ہزارہ برادری، اسلامی تنظیموں کے اراکین اور سکیورٹی اہلکاروں کو نشانہ بنایا گیا۔ 12 اپریل کو ہزار گنجی کی سبزی منڈی میں ہونے والے بم دھماکے میں ہزارہ برادری کو نشانہ بنایا گیا جس میں 21 افراد ہلاک ہوئے۔ لشکر جھنگوی اور اسلامی سٹیٹ آف لیوانٹ (آئی ایس آئی ایل) نے حملے کی ذمہ داری قبول کی۔

کئی حملوں میں سکیورٹی اہلکاروں کو نشانہ بنایا گیا۔ جنوری میں، لورالائی میں ایف سی کی تربیتی مرکز پر حملے میں چار سکیورٹی اہل کار اور چار دہشت گرد ہلاک ہوئے۔ 30 جنوری کو، ژوب رینج، لورالائی میں ڈپٹی انسپکٹر جنرل (ڈی آئی جی) کے دفتر پر حملے میں پانچ سول ملازمین اور تین پولیس اہل کار ہلاک ہوئے۔

19 اپریل کو، اورماڑا کے قریب 11 سکیوٹی اہلکاروں سمیت چودہ افراد کو کراچی سے گوادر جاتے ہوئے ہلاک کردیا گیا۔ اپریل ہی میں، نصیر آباد میں ہونے والے ایک بم دھماکے میں محکمہ انسداد دہشت گردی (سی ٹی ڈی) کے دو اہل کاروں سمیت 12 افراد ہلاک ہوئے۔ اس واقعے کے بعد 13 مئی کو گوادر کے پرل کانٹی نینٹل ہوٹل کو نشانہ بنایا گیا جس کے نتیجے میں ہوٹل کے چار ملازمین، بحریہ کا ایک سپاہی، اور حملے میں ملوث بی ایل اے کے تین جنگجو ہلاک ہوئے۔

اسلامی جماعتوں کے کئی اراکین کونشانہ بنایا گیا۔ کوئٹہ کے علاقے پشتون آباد میں ہونے والے دھماکے میں رحمانیہ مسجد کے امام کے علاوہ ایک اور شخص ہلاک ہوا۔ 17 اگست کو کوئٹہ چمن شاہراہ پر الحاج مسجد میں ہونے والے بم دھماکے میں افغان طالبان لیڈر کے چھوٹے بھائی حافظ حمداللہ کونشانہ بنایا گیا۔ حملے میں چار افراد ہلاک اور 25 زخمی ہوئے۔ 18 اگست کو کچلاک میں عثمان بن عفان مسجد کے امام اور ایک افغان شہری کو گولی مار کر قتل کر دیا گیا۔

29 ستمبر کو چمن کے مرکزی بازار میں ایک موٹر سائیکل میں نصب بم پھٹنے کے نتیجے میں جمیعت علمائے اسلام (جے یو آئی-ف) کے مولانا محمد حنیف اور ایک بچے سمیت دو افراد ہلاک اور کم از کم 11 زخمی ہوئے۔

سال کے دوران میں متعدد حملوں کی اطلاعات ملیں۔ مارچ میں، چمن کے علاقے قلعہ عبداللہ میں ہونے والے بم دھماکے میں دو بچوں سمیت پانچ افراد زخمی ہوئے۔ پنجگور میں ہونے والے بم دھماکے میں دو افراد ہلاک اور 11 زخمی ہوئے، جب کہ کوئٹہ کے علاقے میاں غنڈی میں آئی ای ڈی دھماکے میں چار پولیس اہل کار زخمی ہوئے۔

مئی میں، ہرنائی کے علاقے خوست میں ہونے والے ایک حملے اور دھماکے میں دو کان کن اور تین ایف سی اہل کار ہلاک ہوئے۔ کوئٹہ کے علاقے سیٹلائٹ ٹاؤن میں ایک مسجد کے قریب ہونے والے بم دھماکے میں چار پولیس اہل کار ہلاک اور پولیس اہل کاروں سمیت 12 افراد زخمی ہوئے۔

زیارت میں ہونے والے دو دھماکوں میں دو گاڑیوں کونشانہ بنایا گیا جس کے نتیجے میں ایک خاتون سمیت پانچ افراد ہلاک اور 13 زخمی ہوئے۔ متاثرین کا تعلق شیعہ اور بوہرا برادری سے تھا۔

جولائی میں مشرقی بائی پاس پر ہونے والے ایک دھماکے میں چار افراد ہلاک اور 32 زخمی ہوئے، جب کہ ایک پولیس سٹیشن کے قریب ہونے والے دھماکے میں خواتین اور بچوں سمیت پانچ افراد ہلاک اور 30 زخمی ہوئے۔

اگست میں میزان چوک کے قریب ہونے والے ایک دھماکے میں ایک ہزارہ شیعہ شخص ہلاک اور 13 زخمی ہوئے۔

اکتوبر میں ڈبل روڈ پر ہونے والے ایک بم دھماکے میں ریپڈ ریسپانس فورس کا ایک اہل کار ہلاک، اور پانچ سکیورٹی اہل کار اور پانچ عام شہری زخمی ہوئے۔

اکتوبر میں، لورالئی میں دو ایف سی اہل کار اور دو خودکش بمبار ہلاک ہوئے۔ کچھ ہی دنوں بعد، پشینی روڈ پر مبینہ جنگجوؤں نے بارود سے لدی موٹر سائیکل کو دھماکے سے اڑا دیا جس کے نتیجے میں تین پولیس اہل کار ہلاک اور دو عام شہری زخمی ہوئے۔

نومبر میں، دکی میں مسلح افراد نے دو افراد کو ہلاک اور تین کو زخمی جبکہ دو کو اغوا کیا۔

تشدد پر سرکاری ردعمل

بلوچستان میں جنگ جوئی اور پولیسنگ کی بلند سطح کے باوجود — جسے سیاسی جماعتوں، سول سوسائٹی کے کارکنوں، اور نشانہ بننے والی برادریوں نے شدید تنقید کا نشانہ بنایا تھا — بلوچستان میں سکیورٹی کی صورت حال میں لوگوں کی بجائے

ریاستی اثاثوں کا تحفظ ترجیح دکھائی دیتی ہے۔

اس کی مثال وزیرِاعظم کی زیرِصدارت قومی ترقیاتی کونسل کے پہلے اجلاس، جس میں چیف آف آرمی سٹاف بھی شریک تھے، کے دوران میں دیکھنے کو ملی، جب سکیورٹی سے متعلق بحث میں گوادر میں معاشی نمو اور ترقیاتی منصوبے توجہ کا مرکز بنے رہے۔

ایک مثبت پیش رفت یہ ہے کہ ہزارہ برادری کے تحفظ میں اضافہ ہوا ہے جس کے نتیجے میں سال کے دوران میں حملوں میں کمی آئی۔ تاہم، ہزارہ ڈیموکریٹک پارٹی (ایچ ڈی پی) سمیت ہزارہ برادری کے متعدد اراکین نے نشان دہی کی کہ یہ تحفظ مستقل حل نہیں ہے کیونکہ یہ ہزارہ برادری کی کوئٹہ اور پاکستان کی آبادی سے علیحدگی کا سبب بن رہا ہے (شیعہ ہزارہ برادری سے متعلق حصہ دیکھیں)۔

پولیس اصلاحات

اس بات کے پیشِ نظر کہ بلوچستان کے قانون نافذ کرنے والے دو مرکزی ادارے وفاقی سکیورٹی ایجنسیوں سے آزاد ہو کر کام نہیں کرتے، انہیں بلوچستان میں ہونے والی اس وسیع جنگجوئی سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی نشاندہی پروفیسر ارمان لونی کی موت سے ہوتی ہے جو ایک ایسے وقت میں ہوئی جب ملکی سکیورٹی ادارے پشتون تحفظ موومنٹ (پی ٹی ایم) پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ وہ فوج پر تنقید نہ کرے۔

پشتون ثقافت کے پروفیسر، شاعر اور پی ٹی ایم رہنما ارمان لونی ضلع لورالائی میں مبینہ پولیس تشدد کے باعث جاں بحق ہوئے۔ فروری میں، پی ٹی ایم نے ڈپٹی انسپکٹر جنرل (ڈی آئی جی) کے دفتر پر طالبان کے حملے کے خلاف لورالئی پریس کلب کے باہر دھرنا دیا ہوا تھا جب پولیس موقع پر پہنچی اور ارمان لونی کو گرفتار کر لیا۔ اس کے نتیجے میں مظاہرین اور پولیس کے درمیان جھڑپ ہوئی۔ پولیس کے ساتھ جھگڑے کے دوران میں ارمان لونی کی پراسرار حالات میں موت واقع ہو گئی۔

لورالئی ڈسٹرکٹ ہسپتال کے ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ ہسپتال پہنچنے سے پہلے ارمان لونی کی موت واقع ہو چکی تھی۔ تھانہ صدر لورالائی کے ایس ایچ او سید ناصر شاہ نے دعویٰ کیا کہ ارمان لونی دل کا دورہ پڑنے سے ہلاک ہوئے تھے۔ سول ہسپتال کوئٹہ کے پولیس سرجن نے ارمان لونی کی پوسٹ مارٹم رپورٹ کی اور دعویٰ کیا کہ ان کے جسم پر تشدد اور زخم کے کوئی نشان نہیں ملے۔ تاہم، پی ٹی ایم اور دیگر سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں نے پولیس تشدد کے باعث ارمان لونی کی ہلاکت کے خلاف بھرپور احتجاج کیا۔

وزیرِاعلیٰ اور وزیرِ داخلہ کی جانب سے منصفانہ تحقیقات کے دعوے کے باوجود، ارمان لونی کیس کی تحقیقات منظرِ عام پر نہیں لائی گئیں۔

مارچ میں، سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے انسانی حقوق نے لورالئی پولیس کو مقدمے کے مرکزی ملزم اے ایس پی

پی ٹی ایم رہنما، شاعر اور پشتو لٹریچر کے پروفیسر ارمان لونی ضلع لورالائی میں مبینہ پولیس تشدد کے باعث جاں بحق ہو گئے

عطاالرحمان کے خلاف مقدمہ درج کرنے کا حکم دیا۔

ابتدا میں لورالائی پولیس نے اے ایس پی عطا الرحمان کے خلاف مقدمہ درج کرنے سے انکار کر دیا۔ سینیٹ اور دیگر سیاسی جماعتوں کے دباؤ کے بعد اپریل میں، ارمان لونی کی موت کے دو ماہ بعد، اے ایس پی عطا الرحمان کے خلاف ایف آئی آر درج کر لی گئی۔ تاہم، ایف آئی آر کے حوالے سے کوئی پیش رفت نہ ہو سکی اور ملزم کو گرفتار نہ کیا جا سکا۔

بلوچستان میں لیویز اور پولیس کے حوالے سے ہونے والی گفتگو اس سوال پر مرکوز رہی ہے کہ آیا ان دو اداروں کو اکٹھا کیا جائے یا نہیں۔ مشرف دور میں لیویز کو کچھ عرصے کے لیے صوبائی پولیس میں ضم کر دیا گیا تھا۔ انہیں 2010 میں دوبارہ بحال کر دیا گیا اور اب وہ بلوچستان کے 90 فیصد علاقے کو کنٹرول کرتی ہیں جنہیں بی ایریاز کہا جاتا ہے۔

پولیس کا اے ایریاز یا شہری کہلانے والے صرف 10 فیصد علاقے پر کنٹرول ہے۔ ایچ آر سی پی کے فیکٹ فائنڈنگ مشن کے ساتھ گفتگو میں بی این پی-مینگل اور پی کی میپ کے نمائندوں نے ان دونوں فورسز کے انضمام پر تحفظات کا اظہار کیا۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ پولیس کے مقابلے میں، لیویز کے ماتحت علاقوں میں جرائم کی شرح کم ہے۔ اس بات کی تصدیق نہیں ہو سکی، نہ ہی یہ سوال کیا جا سکا کہ آیا لیویز مقامی سیاسی مفادات کے زیر اثر ہے یا نہیں۔

قانون نافذ کرنے والے اداروں میں اصلاحات کے لیے کچھ کوششیں کی گئیں۔ البتہ، ان میں سے کچھ اقدامات ایسے نہیں تھے کہ وہ بلوچستان میں انسانی حقوق کی صورتحال میں بہتری پر منتج ہوتے۔ ان میں ایک طرف تو قانون نافذ کرنے والے اداروں کی متشدد استعداد میں اضافہ کرنا، اور دوسری جانب قانون نافذ کرنے والے اداروں تک رسائی کو آسان بنانا شامل تھا۔

نومبر 2019 میں، وزیر اعلیٰ نے کہا کہ ان کی حکومت لیویز فورس کی استعداد بڑھانے کے لیے اقدامات کر رہی ہے۔ دسمبر 2019 میں وزیر داخلہ نے وضاحت کی کہ ان اصلاحات میں لیویز اور پولیس کو جدید ہتھیاروں، مواصلاتی نظام

اور جدید ٹیکنالوجی سے لیس کرنا شامل ہے۔ خطرہ اس بات کا ہے کہ یہ ہتھیار اور آلات بے ضابطہ ہیں اور یہ پرتشدد کارروائیوں، بالخصوص سیاسی اختلاف رائے رکھنے والوں کی کڑی نگرانی اور ہراسگی کے لیے استعمال ہو سکتے ہیں۔

مئی 2019 میں، یہ اطلاع سامنے آئی کہ کوئٹہ میں سول لائنز کے قریب نئے تھانے زیر تعمیر ہیں۔ ان میں بلوچستان کا پہلا زنانہ پولیس سٹیشن بھی شامل تھا جس کا مقصد خواتین کی قانون نافذ کرنے والے اداروں تک رسائی کو آسان بنانا تھا۔ اس سے پولیس فورس میں خواتین کے لیے ملازمتوں کو یقینی بنانے میں بھی مدد ملے گی۔

مارچ 2019 میں، آئی جی پولیس محسن حسن بٹ نے کہا کہ پولیس اصلاحات کمیٹی نے پولیس کے خلاف شکایات کے ازالے کو اولین ترجیح دی ہے، اور یہ کمیٹی اس بات کا جائزہ لیتے ہوئے اس کی کامیابی کا جائزہ لے گی کہ پولیس کو شکایات درج کرانے کے بعد کتنے لوگ عدالتوں میں گئے۔

نومبر میں، وزیر داخلہ نے ایف آئی آر کے آن لائن اندراج کی سہولت کا آغاز کیا تا کہ شکایات کا اندراج آسان بنایا جا سکے۔ البتہ، بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ بلوچستان کی انتہائی کم شرح خواندگی اور انٹرنیٹ تک رسائی کی کمی کے باعث — خاص طور پر ایسے علاقوں میں جہاں انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں کی شرح بہت زیادہ ہے اور جہاں انٹرنیٹ اکثر بند کر دیا جاتا ہے — یہ اقدام بے سود ثابت ہوگا۔

قید خانے اور قیدی

جیل

بلوچستان میں کل 11 جیلیں ہیں جن میں سے پانچ سنٹرل اور چھ ڈسٹرکٹ ہیں۔ اس کے باوجود، جس طرح بلوچستان مین قانون نافذ کرنے والے اداروں کو سکیورٹی ایجنسیوں سے الگ کرنے کا سوچا بھی نہیں جا سکتا، اسی طرح جیلوں اور قید خانوں کو بھی ان خفیہ حراستی مراکز سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا جہاں لوگوں کو غائب کیا جاتا ہے، ان پر تشدد کیا جاتا ہے اور بعض اوقات حراست کے دوران میں مار دیا جاتا ہے۔

جیلوں کے حالات

2018 میں 'بلوچستان کی جیلیں: ایک انکشاف' کے عنوان سے شائع ہونے والی ایک رپورٹ میں قومی کمیشن برائے انسانی حقوق اس نتیجے پر پہنچی کہ بلوچستان کی جیلوں کے حالات انتہائی خراب ہیں اور ان میں بہتری کی ضرورت ہیں۔ اس تحقیق میں تربیت یافتہ، منظّم، اور اچھی تنخواہوں پر کام کرنے والے عملے کی کمی کی نشان دہی کی گئی۔ اس میں یہ بھی کہا گیا کہ زیادہ تر جیلوں میں سہولیات کی شدید کمی تھی جس کے باعث جیلوں کے رہن سہن کے حالات انتہائی خراب تھے۔

بلوچستان کا ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ نوعمر بچوں سمیت 59 فی صد قیدیوں کے مقدمات زیر سماعت ہیں لیکن انہیں بالغ

قیدیوں اورسزایافتہ مجرموں کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔صحت کا مسئلہ بھی بہت بڑا ہے، اور مناسب سکریننگ اور قابل انتقال امراض کی سکریننگ کی عدم موجودگی میں بیماریاں پھیل رہی ہیں۔

سال کے آخر میں، 13 قیدیوں کے ایچ آئی وی/ ایڈز میں مبتلا ہونے کی اطلاعات ملیں، جبکہ 11 ذہنی بیمار تھے۔ بلوچستان کے محکمہ جیل خانہ جات کے پاس پورے صوبے کے لیے صرف چار ایمبولنسیں تھیں۔اقربا پروری اور سیاسی مداخلتیں بھی محکمہ جیل میں 200 ملاقاتوں میں تاخیر پر منتج ہوئیں۔

جیلوں میں ایذا رسانی

این سی ایچ آر نے 2018 میں جیلوں سے متعلق اپنی رپورٹ میں کہا: 'قیدیوں کے خلاف ایذا رسانی اور دیگر غیر انسانی سلوک میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے جس کی وجہ جیل عہدے داروں کی جواب دہی کا کمزور نظام ہے۔' این سی ایچ آر کا کہنا ہے کہ جیلوں میں جاری تشدد کی وجہ جیل کے عہدے داروں کی خوفناک تربیت ہے۔

اس نے یہ بھی نشاندہی کی کہ قومی عدالتی پالیسی 2009 پر عمل درآمد کی بدولت نوعمر بچوں پر تشدد میں کمی آئی، کیونکہ سیشن/ سول جج قیدیوں کے ساتھ ناروا سلوک اور ایذا رسانی کا جائزہ لینے کے لیے ہفتے میں دو بار جیلوں کا دورہ کرنے کے پابند تھے۔

حراستی مراکز

فوج بلوچستان میں کئی حراستی مراکز چلا رہی ہے، خاص کر کوئٹہ، تربت، حب چوکی، اور خضدار کی چھاؤنیوں، اور کوئٹہ کے کلی کیمپ جیسے علاقوں میں۔

یہ مراکز رسمی طور پر 'حراستی مراکز' کے طور پر نہیں جانے جاتے اور اسی لیے یہ اس موضوع پر کسی بھی قومی مباحثے میں زیر بحث نہیں آتے۔

سپریم کورٹ میں حالیہ سماعتوں کے دوران میں کہا گیا کہ خیبر پختونخوا ایکشنز (ان ایڈ آف سول پاورز آرڈیننس 2019) کے تحت سکیورٹی اہلکاروں کو حراستی مراکز قائم کرنے اور لوگوں کو قانون کے دائرہ کار سے باہر سزا دینے کا اختیار ہے۔ بلوچستان کے حراستی مراکز کی بھی ایسی ہی تحقیقات کرنے کی ضرورت ہے۔

ایچ آر سی پی کو ان مراکز کی موجودگی کے حوالے سے کئی گواہوں کے بیانات موصول ہوئے، خاص طور پر ان لوگوں کی جانب سے جنہیں جبری طور پر گمشدہ کیا گیا اور بعد میں رہا کر دیا گیا۔ بلوچستان میں حراستی مراکز کے کئی نام ہیں جیسے کہ 'تشدد کیمپ'، 'حراستی مرکز'، 'چھاؤنی'، اور 'فوجی کیمپ'۔

اس قسم کے مراکز کے کئی نام ہونے کے باوجود، یہ ایک ایسے مقام کو ظاہر کرتے ہیں جہاں لوگوں کو غائب کیا جاتا ہے، ایذا رسانی کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور ان سے قانون کے دائرہ کار سے باہر تفتیش کی جاتی ہے۔

مثبت اقدامات

2018 کی رپورٹ کے نتیجے میں، بلوچستان کی جیلوں کی اصلاح کے لیے کچھ اقدامات کیے گئے، اگرچہ اس میں فوج کے تحت چلنے والے حراستی مراکز شامل نہیں تھے۔ ان میں سے کچھ اصلاحات لازمی طور پر انسانی حقوق کی صورت حال کی بہتری کے لیے نہیں تھیں۔

وزیر داخلہ نے سنٹرل جیل خضدار کے دورے کے دوران میں اعلان کیا کہ قیدی 'بامقصد سرگرمیاں' سرانجام دیں گے، جس سے وہ اپنی سزا مکمل ہونے کے بعد معاشرے کے کارآمد شہری بنیں گے۔ تاہم، یہ واضح نہیں تھا کہ اس میں کیا کیا شامل تھا۔

جولائی 2019 میں وفاقی محتسب نے بلوچستان کے صوبائی حکام کو ہدایت کی کہ وہ جیل اصلاحات کا نفاذ کریں۔ انہوں نے پنجاب اور خیبر پختونخوا کا حوالہ دیا جہاں ان کے خیال میں نئے ضوابط اور اصلاحات کی بدولت مثبت تبدیلیاں آئی تھیں۔ محتسب نے تجویز کیا کہ یہ تبدیلیاں ڈونرز اور خیراتی اداروں کی مدد سے عمل میں لائی جائیں۔

اکتوبر میں، انہوں نے ضلعی نگران کمیٹیوں کو بھی ہدایت کی کہ وہ مہینے میں ایک بار جیلوں کا دورہ کریں۔ انہوں نے صوبائی نگران کمیٹیوں کو بھی کہا کہ وہ وسیع تر صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے مہینے میں ایک بار اجلاس منعقد کریں۔ ان کا کہنا یہ بھی تھا کہ ماہرین نفسیات اور ڈاکٹروں کو مہینے میں ایک بار جیلوں کا دورہ کر کے قیدیوں کا معائنہ اور علاج کرنا چاہئے جو کہ جیل اصلاحات سے متعلق سفارشات کا حصہ ہے۔

نقل وحرکت کی آزادی

سرکاری پابندیاں

پاکستانی اور غیر پاکستانی شہریوں دونوں کا انسانی حقوق کا جائزہ لینے کے لیے بلوچستان میں داخل ہونا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ بلوچستان میں کئی علاقوں میں جانے کے لیے این او سی لینا پڑتا ہے۔ دیگر وقتوں میں، ہر سفر سکیورٹی

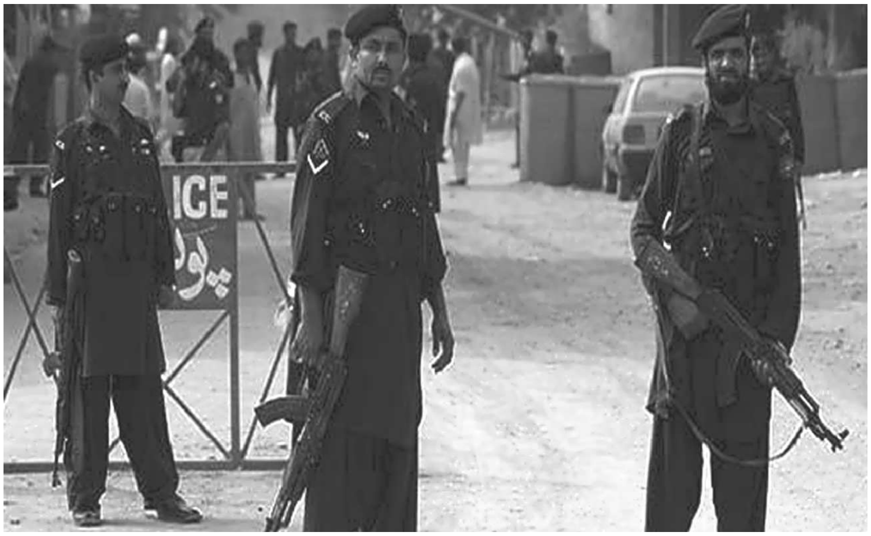

بلوچستان میں سفر کڑی نگرانی اور سکیورٹی فورسز کی جانب سے ہراسانی کے تابع ہے

فورسز کی جانب سے کڑی نگرانی اور ہراسگی کے تابع ہوتا ہے جس سے انسانی حقوق سے متعلق اہم ذمہ داریوں کی انجام دہی مشکل ہو جاتی ہے۔

ایگزٹ کنٹرول لسٹ

ماضی میں انسانی حقوق کے مسائل اجاگر کرنے والے بلوچ کارکنوں کے نام ای سی ایل میں ڈالے گئے اور انہیں پاکستان چھوڑنے سے روکا گیا۔اس سال کوئی بڑا واقعہ تو پیش نہیں آیا لیکن صحافی اور انسانی حقوق کے کارکن ملک سے باہر جا کر صوبے میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی جانب توجہ دلانے سے روکے جانے کے خطرے سے دوچار ہیں۔

احتجاج اور رکاوٹیں

احتجاج کے حق میں دو مرتبہ رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ 2019 کے آغاز میں، کوئٹہ میں کارکنوں کی گرفتاری اور ہراسگی کے ذریعے پی ٹی ایم کے مظاہروں کو روکا گیا۔ اس کے بعد طلبا کو یونیورسٹی آف بلوچستان میں ہراسگی کے سکینڈل کے خلاف احتجاج کرنے سے روکا گیا۔ طلبا یونینز اور ان کے احتجاج کے حق پر پابندی بھی ان کے آئینی اور جمہوری حقوق کی خلاف ورزی ہے۔

جنگجوئی اور بغاوت کے خاتمے کے لیے اقدامات

ایف سی کی زیرِ نگرانی سکیورٹی چیک پوسٹیں بلوچستان میں نقل و حرکت کی آزادی کو متاثر کرتی ہیں۔ صوبے میں رہنے والوں کو ان چیک پوسٹوں پر ہراساں کیا جاتا ہے اور دیگر علاقوں سے بلوچستان کا سفر کرنے والوں کو کڑی جانچ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

بلوچستان میں ایچ آر سی پی کے وفد نے بتایا کہ چیک پوسٹوں کی وجہ سے پیدا ہونے والی خوف کی فضا سیاست دانوں اور کارکنوں کے لیے سخت تشویش کا باعث ہے۔ ان میں سے کئی چیک پوسٹیں یونیورسٹیوں کے داخلی اور خارجی مقامات پر قائم کی گئی ہیں۔ بعض اوقات یہ چیک پوسٹیں خاص طور پر کوئٹہ میں شیعہ ہزارہ برادری کو تحفظ فراہم کرتی ہیں، لیکن یہ برادری کی علیحدگی کا باعث بھی بنی ہیں۔

بےدخلی

سال کے دوران میں جبری بےدخلی کے کئی واقعات پیش آئے۔ نومبر 2019 میں، بی این پی-مینگل نے کوئٹہ اور نصیر آباد میں لوگوں کی ان کے آبائی علاقوں سے مبینہ بےدخلی کے خلاف احتجاج کیا۔

مکران کے ساحلی علاقوں اور سی پیک سے متاثرہ دیگر علاقوں سے لوگوں کو بےدخل کیے جانے کی بھی متعدد اطلاعات موصول ہوئیں۔

سوچ، فکر اور مذہب کی آزادی

فرقہ واریت

شیعہ ہزارہ برادری کے خلاف فرقہ وارانہ حملوں کا خطرہ بلوچستان کا سب سے بڑا چیلنج بنا رہا۔ اس برادری کے افراد کو ان کے چہرے کے خدوخال سے باآسانی پہچانا جا سکتا ہے، جس سے ان پر فرقہ وارانہ گروہوں جیسے کہ لشکرِ جھنگوی اور ان کے بین الاقوامی حامیوں جیسے کہ آئی ایس آئی ایس کے حملوں کا خطرہ مزید بڑھ جاتا ہے۔

دو بڑی شیعہ ہزارہ آبادیوں — مری آباد اور ہزارہ ٹاؤن — میں چیک پوسٹوں اور ایف سی کی 19 پلاٹونوں کے

باوجود، محکمہ داخلہ کا کہنا ہے کہ صرف پانچ سالوں کے دوران میں 500 سے زائد ہزارہ ہلاک اور 627 زخمی ہوئے۔

سکیورٹی فورسز کی ہزارہ برادری کو محفوظ رکھنے میں ناکامی 12 اپریل کو ظاہر ہوئی جب ہزار گنجی کی سبزی منڈی میں ہونے والے بم دھماکے میں 20 افراد ہلاک ہوئے جن میں سے نصف کا تعلق ہزارہ برادری سے تھا۔

وفاقی اور صوبائی حکومتیں ان واقعات کا ذمہ داران 'ملک دشمن عناصر' کو ٹھہراتی ہیں جو اپنے 'مذموم مقاصد کے لیے پاکستان میں انتشار پھیلانے' کی کوشش کر رہے ہیں۔ پاکستانی سیاست دان ایسے جذبات کا اکثر اظہار کرتے رہتے ہیں۔ تاہم، یہ حکمت عملی اس حقیقت کو نظرانداز کرتی ہے کہ فرقہ واریت پاکستان کا اپنا پیدا کردہ مسئلہ بھی ہے، اور محدود سنی اکثریت پسندی کو ایک قسم کی آئینی مدد فراہم کر کے اسلام کی تشریح کے دیگر ذرائع کو خارج کر دیا گیا ہے۔ اس بات کو بھی نظرانداز کیا جاتا ہے کہ فرقہ واریت کے لیے صرف سکیورٹی سے متعلق اقدامات کی نہیں بلکہ وسیع تر سیاسی اقدامات کی ضرورت ہے جو شیعہ اور دیگر جیسے کہ احمدیوں، ہندوؤں، اور مسیحیوں کا پاکستان کا حصہ ہونے کا حق تسلیم کریں۔

ہزارہ برادری کے لیے کیے گئے حفاظتی اقدامات کے باعث برادری شدید تنہائی کا شکار ہوگئی ہے۔ برادری کے وہ تاجر جو اپنے علاقوں کو چھوڑ کر جاتے ہیں انہیں مجبوراً ایف سی کے اہل کاروں کو اپنے ساتھ لے جانا پڑتا ہے، اور ہزارہ طلبا کو حملوں کے خطرے کے باعث مجبوراً یونیورسٹیوں کو چھوڑنا پڑا۔ اس کے باعث برادری بقیہ شہر اور ملک سے کٹ کر رہ گئی ہے، اور وہ ایک عام اور معمول کی زندگی گزارنے کے قابل نہیں ہے۔ ہزارہ ڈیموکریٹک پارٹی کے مطابق، نتیجتاً، 75,000 سے 100,000 ہزارہ افراد تشدد کے خوف سے ملک کے دیگر علاقوں اور بیرون ملک چلے گئے ہیں۔

ایچ آر سی پی کے ساتھ گفتگو میں، ہزارہ برادری میں سرگرم سیاسی جماعتوں نے کئی مسائل کی نشان دہی کی، جیسے کہ نگہداشت صحت اور تعلیم جیسی بنیادی سہولیات تک رسائی کی کمی؛ کمپوٹرائزڈ قومی شناختی کارڈ اور پاسپورٹ کے حصول میں مشکلات، کیونکہ حکام کو ان کا افغانستان سے تعلق ہونے کا شبہ ہوتا ہے؛ اور ان کا یونیورسٹی نہ جاسکنا، کیونکہ ہزارہ ٹاؤن اور مری آباد سے باہر نکلنا ان کے لیے خطرناک ہوتا ہے۔

ذکری

جنوبی بلوچستان، خاص کر گوادر کے اردگرد آباد ذکری برادری کو کئی سالوں سے اکثریتی سنی آبادی کی جانب سے امتیازی سلوک کا سامنا ہے، اور انہیں اپنے روایتی طریقوں کے مطابق عبادت کرنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ اس بات کے کئی اشارے ملے ہیں کہ مقامی سنی مذہبی پیشوا ان کے خلاف نفرت انگیز تقریر کو فروغ دے رہے ہیں۔

ہندو اور مسیحی

اگرچہ صورت حال کسی حد تک بہتر ہوئی ہے، ہندوؤں اور مسیحیوں کا کہنا ہے کہ انہیں اب بھی بلوچستان کی اکثریتی مذہبی برادریوں کی جانب سے امتیازی سلوک کا سامنا ہے۔

ایچ آرسی پی نے مشاہدہ کیا کہ ایک خیال یہ ہے کہ ان کی برادریوں کے لیے کیے گئے حفاظتی اقدامات عارضی ہیں۔ اگرچہ ان کے خلاف توہین مذہب کا کوئی مقدمہ درج نہیں ہوا، یہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ یہ صورت حال کب تک برقرار رہے گی۔

ہندوؤں اور مسیحیوں کے لیے سرکاری ملازمتوں میں پانچ فیصد کوٹا مقرر کرنے کی بھی کوشش کی گئی۔ تاحال یہ مطالبہ پورا نہیں کیا گیا۔ نتیجتاً، خاص طور پر مسیحیوں کو معمولی درجے کی ملازمتیں کرنا پڑتی ہیں۔

برادریاں محسوس کرتی ہیں کہ موجودہ انتخابی عمل ان کے لیے فائدہ مند ثابت نہیں ہوا؛ پارلیمنٹ میں ان کے نمائندے اپنی برادریوں کے لیے زیادہ کام نہیں کرتے کیونکہ انہیں منتخب نہیں بلکہ نامزد کیا جاتا ہے۔

اگرچہ 2019 میں کوئی ہدفی حملہ نہیں ہوا، ہندو برادری کو نشانہ بنائے جانے کی ایک تاریخ ہے۔ انہیں سکولوں میں اسلامیات پڑھنے پر بھی مجبور کیا جاتا ہے۔ یہ بات بھی باعث فکر ہے کہ مسیحیوں کے لیے قبرستان اور ہندوؤں کے لیے شمشان گھاٹ مناسب تعداد میں موجود نہیں ہیں۔

اقلیتوں کا تحفظ

موجودہ خطرات کے نتیجے میں، سیاست دانوں نے ' کوئٹہ اور صوبے کے دیگر حصوں میں اقلیتوں کی عبادت گاہوں کے لیے ناکافی حفاظتی اقدامات پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔'

اکتوبر میں بلوچستان ہائی کورٹ کے ڈویژن بنچ نے جسپر سنگھ کی طرف سے اقلیتوں کی عبادت گاہوں کے حوالے سے جمع کرائی گئی پٹیشن کی سماعت کی۔ بنچ نے صوبائی حکومت کو ہدایت کی کہ وہ بلوچستان، خاص کر کوئٹہ میں اقلیتوں کے مذہبی اور فلاحی اداروں، قبرستانوں اور دیگر املاک کی تفصیلات فراہم کرے۔

نومبر میں، وزیراعلی نے اقلیتوں کے حقوق کے لیے قائم کیے گئے یک رکنی کمیشن کے چیئرمین ڈاکٹر شعیب سڈل کے ساتھ ملاقات کے دوران میں کہا کہ حکومت اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ کرے گی۔ شعیب سڈل نے تجویز دی کہ صوبائی حکومت کے اہم نمائندے اقلیتی برادری سے ہونے چاہئیں۔ انہوں نے اقلیتوں کی عبادت گاہوں کی سکیورٹی، مذہبی آزادی کے تحفظ، نصاب سے نفرت انگیز مواد کے خاتمے، اور سرکاری ملازمتوں میں اقلیتوں کے لیے پانچ فیصد کوٹا مقرر کرنے کا بھی مطالبہ کیا۔ اگرچہ یہ کہنا مشکل ہے کہ اس پر کس حد تک عمل درآمد ہوگا۔

وزیراعلیٰ نے کچھ اقدامات کیے، جیسے کہ خاران میں ہندو برادری کی کالونی کے لیے 20 ایکڑ زمین کی فراہمی، لیکن اب بھی بہت سی اصلاحات ہونا باقی ہیں۔

اظہارِ رائے کی آزادی

معلومات کا حق

بلوچستان کے معلومات کے حق کے قوانین ملک بھر میں کمزور ترین تصور کیے جاتے ہیں۔ گزشتہ چند سالوں کے دوران میں معلومات کی آزادی کے ایکٹ (2005) کی جگہ ایک نیا قانون وضع کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے، جو صحافیوں اور شہریوں کو سرکاری محکموں میں معلومات تک رسائی کا موقع دے گا۔ موجودہ قانون میں کئی خامیاں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر، یہ واضح ہدایات جاری نہیں کی گئیں کہ ان ہدایات کی بنیاد کیا ہے کہ قانون کے نفاذ کے لیے نقصان دہ معلومات کی تشہیر نہیں کی جائے گی۔

چین پاکستان اقتصادی راہداری (سی پیک) کی روشنی میں، ریاستی محکموں سے متعلق معلومات تک رسائی کی کمی بلوچستان میں جاری منصوبوں کی عوامی نگرانی کا راستہ روک دے گی۔ کئی صحافیوں نے نئے قانون پر تنقید کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ قانون ان کی بلوچستان میں آزادانہ رپورٹنگ کی قابلیت کو محدود کرتا ہے۔

کئی وعدوں کے باوجود اس حوالے سے کوئی پیش رفت نہیں ہوسکی۔ اس بات کا بھی خدشہ ہے کہ نئے قانون کے تحت بھی ریاستی سرگرمیوں کے ایک بڑے حصے کی جانچ پڑتال نہیں ہوسکے گی کیونکہ ادارے 'قومی سلامتی' کو لاحق خطرات کا حوالے دیتے ہوئے معلومات تک رسائی روک سکتے ہیں۔

میڈیا پر پابندیاں

بلوچستان کے بارے میں کھل کر بات کرنا اب بھی ناممکن ہے۔ اگر مرکزی میڈیا جبری گمشدگیوں جیسے متنازعہ مسئلے پر کبھی کبھار کوئی مثبت رپورٹ بھی دیتا ہے تو اسے سخت سنسرشپ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگرچہ کچھ لوگ واپس اپنے گھر آئے ہیں، تاہم انہیں زیادہ کوریج نہیں دی گئی۔ ملک بھر کی طرح، بلوچستان میں بھی سکیورٹی فورسز پر تنقید کرنا ممکن نہیں، اگرچہ بلوچستان میں اس کے زیادہ سنگین نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

براڈکاسٹ میڈیا

ملکی براڈکاسٹ میڈیا کی بلوچستان میں موجودگی بہت کم ہے، اور یہ بلوچستان کے حالات و واقعات کو بہت کم کوریج دیتا ہے۔ بلوچستان کے کچھ ایف ایم ریڈیو، جیسے کہ کوئٹہ میں چلتن ایف ایم 88، گوادر میں ایف ایم 91، سچل ایف ایم 105، اور ایف ایم 101 گوادر اور کوئٹہ، بلوچستان میں کچھ سروسز مہیا کرتے ہیں، لیکن وہ سخت کنٹرول کے تابع ہیں۔

دیگر نشریاتی سٹیشن جنہیں لوگ اکثر سنتے ہیں بی بی سی پشتو/ فارسی، بی بی سی اردو، ریڈیو آزادی افغانستان، وائس آف امریکا، مشال ریڈیو اور ریڈیو افغانستان ہیں۔ وی سی ایچ نیوز سندھ میں کام کرتے ہوئے اہم بلوچی خبریں فراہم کرتا ہے۔

سوشل میڈیا/ پیکا کا استعمال

بلوچستان میں سوشل میڈیا کو کئی مسائل کا سامنا ہے جن میں سے ایک مسئلہ رسائی کا ہے۔ بعض اوقات ایسا انفراسٹرکچر کی کمی یا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ بلوچستان کے مختلف علاقوں میں انٹرنیٹ کو دانستہ بند کر دیا جاتا ہے۔

2017 میں مردم شماری شروع ہونے سے پہلے 3 جی/ 4 جی سروسز کو 'سکیورٹی وجوہات' کی بنا پر بند کر دیا گیا۔ وہ آج بھی بند ہیں اور انہیں بلوچستان کے مختلف علاقوں میں اکثر بند کر دیا جاتا ہے۔ اس بات کے پیش نظر کہ بلوچستان کے کئی علاقوں میں اخبارات کی تقسیم بند ہے، انٹرنیٹ معلومات کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ ایک شہری نے انٹرنیٹ کی بندش کو تربت کی عدالت میں چیلنج کر دیا، لیکن سکیورٹی ایجنسیوں کی جانب سے مبینہ طور پر اس کے وکیل پر دباؤ ڈالے جانے کے بعد وہ مقدمے سے دستبردار ہو گیا۔

ریاست الیکٹرانک جرائم کی روک تھام کے ایکٹ (پیکا) 2016 کے تحت عائد پابندیوں کے ذریعے سوشل میڈیا کو پابند کرتی ہے۔ اس کے لیے ایک راستہ یہ اپنایا جاتا ہے کہ سوشل میڈیا کے پلیٹ فارمز سے رابطہ کر کے انہیں سیاسی اختلاف رائے رکھنے والوں کے اکاؤنٹس کی رپورٹ کی جاتی ہے۔ جنوری 2019 میں، متعدد صحافیوں، کارکنوں، اور وکلاء کو نوٹس بھیجے گئے کہ ان کا شائع کردہ مواد پاکستانی قانون کے منافی ہے۔

وی بی ایم پی کے ماما قدیر نے بلوچستان میں 10 نعشیں برآمد ہونے اور انہیں بغیر شناخت دفنائے جانے سے متعلق ایک ٹویٹ کیا جس کے فوراً بعد انہیں ٹویٹر کی جانب سے ایک نوٹس ملا جس میں کہا گیا کہ انہیں ان کے اکاؤنٹ کے حوالے سے ایک سرکاری خط موصول ہوا تھا۔ اسی ماہ، بلوچ کارکن لطیف جوہر، جنہوں نے کینیڈا میں سیاسی پناہ لے رکھی ہے، کو بھی ایسا ہی نوٹس موصول ہوا۔

اظہار رائے کی آزادی بلوچستان کا اہم مسئلہ ہے، اور صحافیوں کی جانب سے خود پر سنسرشپ عائد کرنے کے رجحان میں اضافہ ہوا ہے

بلوچستان

ایک اور طریقہ ریاست پر تنقید کرنے کی جرات کرنے والے کسی بھی فرد پر پیکا کا اطلاق ہے۔ نومبر میں، ایک عدالتی مجسٹریٹ نے صحافی ظفر اللہ اچکزئی کو بری کردیا جن کے خلاف وفاقی تحقیقاتی ایجنسی (ایف آئی اے) نے سوشل میڈیا پر قانون نافذ کرنے والے اداروں کے خلاف غلط معلومات پھیلانے کے الزام میں جون 2017 میں مقدمہ درج کیا تھا۔ ناکافی ثبوت اور گواہوں کے بیانات میں تضاد ان کی رہائی کا سبب بنے۔

ریاست ایسے کسی بھی شخص کو مربوط جسمانی اور آن لائن حملوں کا نشانہ بھی بناتی ہے جس نے بلوچستان میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی جانب توجہ دلائی ہو۔ اس کی سب سے بڑی مثال جنوری 2017 میں دیکھنے کو ملی جب جبری گمشدگیوں کے خلاف آواز اٹھانے والے پانچ بلاگرز کو اغوا کرلیا گیا۔

اس کی تازہ ترین مثال پاکستانی بلاگر اور سوشل میڈیا کارکن محمد بلال خان کا قتل ہے۔ بلال خان خفیہ ایجنسیوں کی جانب سے جبری گمشدگیوں، جس کے زیادہ تر واقعات بلوچستان میں پیش آتے ہیں، کے خلاف اکثر آواز اٹھاتے تھے۔

دھمکیاں اور صحافتی امور سے متعلق ہدایات

ستمبر 2019 میں روزنامہ آزادی کے صحافی جمیل احمد کو مسلح افراد فائرنگ کرکے زخمی کردیا۔ واقعے کی وجہ معلوم نہیں ہوسکی، لیکن پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس اور بلوچستان یونین آف جرنلسٹس نے کہا کہ حکومت حملہ آوروں کی گرفتاری اور صحافیوں کے تحفظ میں مسلسل ناکام ہے۔

2011 میں بلوچستان ہائی کورٹ نے اپنے ایک فیصلے میں بلوچ علیحدگی پسندوں کی کوریج کو غیر قانونی قرار دیتے ہوئے کہا کہ 'اگر الیکٹرانک میڈیا اور پریس خوف کے باعث پراپیگنڈا پر مبنی خبریں شائع کرتے ہیں اور کالعدم تنظیموں کے نظریات کا پرچار کرتے ہیں وہ اچھے اور ذمہ دار صحافیوں کا کردار ادا نہیں کررہے بلکہ وہ ناقابل برداشت اور نفرت انگیز پراپیگنڈا کا پرچار کررہے ہیں۔'

وہ لوگ جو اس کے باوجود، بلوچ قوم پرست گروہوں کے دباؤ میں آکر رپورٹنگ کرتے ہیں انہیں چھ ماہ تک کی قید کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ 2018 تک اس پابندی کی خلاف ورزی کرنے والے صحافیوں کے خلاف کم از کم 11 مقدمات درج کیے گئے۔

آرا اور اختلاف رائے پر پابندی

اظہار رائے کی آزادی بلوچستان کا ایک اہم مسئلہ ہے، اور صحافیوں نے اس بات کو یقینی بنانے کے لیے خود پر سنسرشپ عائد کرلی ہے کہ انہیں سکیورٹی فورسز یا باغی گروہوں کی جانب سے حملوں اور ہراسگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ مثال کے طور پر، تنازع کے تمام فریقین کا اصرار ہے کہ صحافی اپنی رپورٹنگ میں ان کے ہلاک ہونے والے افراد کو 'شہید' قرار دیں، جس کے باعث صحافی اکثر ایک مشکل صورت حال سے دوچار رہتے ہیں۔

اجتماع کی آزادی

بلوچستان میں اجتماع کی آزادی کئی دہائیوں سے حملوں کی زد میں ہے۔ یہ رجحان 2019 میں بھی جاری رہا۔ گزشتہ سالوں کے دوران میں ریاست نے مختلف سیاسی تنظیموں کے کام کرنے پر پابندی عائد کی، باوجود اس کے کہ وہ مسلح گروہ نہیں تھے۔ اس کی اہم ترین مثال 2013 کے انتخابات سے پہلے بلوچستان سٹوڈنٹس آرگنائزیشن- آزاد پر پابندی تھی۔

2019 میں، حکومت نے پی ٹی ایم کو ہراساں کیا۔ اپریل 2019 میں، صوبائی محکمہ داخلہ نے پی ٹی ایم کے قائد منظور پشتین کے بلوچستان داخلے پر 90 دن کی پابندی میں توسیع کردی۔ مظاہرین پر پولیس فائرنگ کی خبریں بھی سامنے آئی ہیں۔

جولائی 2019 میں حکومت بلوچستان نے یہ شرط عائد کردی کہ وی بی ایم پی کو احتجاجی کیمپ لگانے کے لیے این او سی حاصل کرنا ہوگا۔ یاد رہے کہ وی بی ایم پی نے کوئٹہ پریس کلب کے سامنے 10 سال سے احتجاجی کیمپ لگایا ہوا تھا۔

احتجاجی مظاہروں اور ایچ آر سی پی کی حمایت کے بعد یہ شرط واپس لے لی گئی۔ تاہم، یہ ان افسرشاہی ہتھکنڈوں اور ضابطوں کی ایک مثال ہے جن سے حکومت اجتماع کی آزادی کو محدود کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

انجمن سازی کی آزادی

ٹریڈ یونینز

2019 کی سب سے نمایاں پیش رفت یہ تھی کہ رجسٹرار آف ٹریڈ یونینز نے بلوچستان ہائی کورٹ کے ایک حکم کی تعمیل کرتے ہوئے 62 لیبر یونینز پر پابندی عائد کردی۔ یہ انجمن سازی کے بنیادی حق کی خلاف ورزی ہے۔ کئی شعبوں، جیسے کہ ضلع چاغی کے علاقے سینڈک کی کانوں میں یونین بنانے کی اجازت نہیں ہے۔ لیبر یونینز کی ان علاقوں میں بھی اجازت نہیں ہے جہاں غیرملکیوں نے سرمایہ کر رکھی ہو۔

کام کی جگہ پر خواتین

بلوچستان میں انسداد ہراسگی قوانین پر عمل درآمد کے لیے صابرہ اسلام کا پہلی صوبائی محتسب کے طور پر تقرر ایک مثبت پیش رفت ہے۔

طلبا یونینز اور گروہ

دسمبر 2019 میں ملک بھر میں احتجاجی مارچوں کے بعد بی این پی- مینگل کے رکن ثنااللہ بلوچ نے ایک قرارداد پیش کی

جس میں بلوچستان کے تعلیمی اداروں میں طلبا یونینز کی بحالی کا مطالبہ کیا گیا۔ پی کے میپ کے رکن نصراللہ زیرے نے قرار دیا کہ: 'طلبا یونینز پر پابندی مستقبل کی سیاست کے لیے مفید ثابت نہیں ہوگی۔'

دیگر سیاست دانوں، جیسے کہ صوبائی وزیر برائے صحت عامہ وانجنیئر نگ اور وزیر خوراک وسماجی بہبود ایسے اقدامات کے حق میں نہیں تھے، اگرچہ مؤخرالزکر کا کہنا تھا کہ کچھ قواعد وضوابط کی منظوری کے بعد طلبا یونینز کو بحال کیا جاسکتا تھا۔

سول سوسائٹی اور این جی اوز کے خلاف کریک ڈاؤن

صوبے میں سول سوسائٹی کی تنظیموں پر دباؤ مزید بڑھ گیا ہے کہ وہ انسانی حقوق کے مسائل پر کام نہ کریں۔ سی ایس اوز اور این جی اوز نے ایچ آر سی پی کو بتایا کہ انٹیلی جنس اہل کاران کے دفاتر کا باقاعدگی سے دورہ کرتے ہیں اور عملے اور جاری پراجیکٹس سے متعلق دستاویزات کا تقاضا کرتے ہیں۔

رجسٹریشن کا عمل بھی کافی دشوار ہو چکا ہے، جس کے باعث کئی تنظیمیں رجسٹریشن سے دستبردار ہوگئی ہیں۔ اس سال بلوچستان حکومت نے بلوچستان چیریٹیز رجسٹریشن اتھارٹی بھی قائم کی تاکہ این جی اوز کی رجسٹریشن کا عمل مزید مشکل بنایا جاسکے۔

حتیٰ کہ کم متنازعہ معاملات، جیسے کہ صحت اور تعلیم کو بھی کڑی جانچ کا سامنا کرنا پڑا۔ ریاستی تشدد جیسے پیچیدہ معاملات پر کام کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ غیر ملکی امدادی اداروں کی نگرانی کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلا ہے کہ متعدد تنظیمیں فنڈنگ کے اہم مواقع سے محروم ہوگئی ہیں۔

سماجی تحریکیں اور سیاسی وابستگیاں

بلوچستان میں اہم سماجی تحریکوں اور سیاسی تنظیموں، جیسے کہ بی ایس او-آزاد پر اب بھی پابندی ہے۔ دریں اثنا، دیگر سیاسی تحریکیں جو مرکزی حکومت اور فوج پر تنقید کرتی ہیں ان کی سخت نگرانی کی جاتی ہے اور انہیں ہراساں، اور بعض اوقات گرفتار بھی کیا جاتا ہے۔ ان میں پی ٹی ایم سب سے زیادہ قابل ذکر ہے۔

سیاسی شرکت

شہریوں پر اثر انداز سیاسی پیش رفت

بلوچستان اسمبلی میں بلوچستان عوامی پارٹی (بی اے پی) اور اس کے اتحادیوں کی 40 جبکہ حزب اختلاف کی 25 نشستیں ہیں۔ بی اے پی 24 نشستوں کے ساتھ سب سے بڑی جماعت ہے جبکہ جے یو آئی-ف کی 11، بی این پی کی 10 اور پی ٹی آئی کی سات نشستیں ہیں۔ حکومتی اتحاد محفوظ ہے اور اسے 2019 میں صوبائی اسمبلی کے اندر کسی خطرے کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اسے صرف پارٹی کے اندر موجود ناراض عناصر سے خطرہ رہا۔ سال بھر کے دوران میں یہ افواہیں گردش کرتی رہیں کہ قدوس بزنجو کی زیر قیادت پارٹی کے اختلاف رائے رکھنے والے اراکین جام کمال کی حکومت گرا دیں گے، لیکن کابینہ کے وزرا نے دعویٰ کیا کہ بی اے پی حکومت کو پارٹی کے اندر سے کوئی خطرہ نہیں۔

قومی اسمبلی میں بلوچستان کی 20 نشستیں ہیں۔ اس میں سے جے یو آئی-ف کی چھ، بی اے پی کی پانچ، بی این پی کی چار اور پی ٹی آئی کی تین نشستیں ہیں۔ بی اے پی بھی حکومتی اتحاد کی حمایت کر رہی ہے۔ چنانچہ، بلوچستان سے تعلق رکھنے والے اراکین قومی اسمبلی کی اکثریت حکومت کا حصہ ہے۔ سوائے سردار اختر مینگل کی لاپتا افراد کے حوالے سے چند تقریروں کے، قومی اسمبلی میں بلوچستان کے حوالے سے کوئی بڑی پیش رفت نہ ہو سکی۔

بی اے پی کی زیر قیادت بلوچستان حکومت اور پی ٹی آئی کی وفاقی حکومت نیز فوج کے درمیان تعلقات اچھے رہے۔ وزیر اعلیٰ نے اعلانیہ طور پر دعویٰ کیا کہ اس سے بلوچستان کی ترقی میں مدد ملے گی۔ یہ قریبی تعلق عکاسی کرتا ہے کہ صوبائی حکومت اب بھی وفاقی حکومت سے آزاد ہو کر کام نہیں کرتی۔

جنوری میں، وفاقی حکومت کے ایک وفد نے اس وقت کے وزیر پٹرولیم کی قیادت میں کوئٹہ کا دورہ کیا۔ وفد نے بلوچستان حکومت کو یقین دلایا کہ قدرتی وسائل کی دریافت کے حوالے سے صوبائی حکومت کو اعتماد میں لیا جائے گا۔ ماضی میں بلوچستان حکومت کا شکوہ رہا ہے کہ وفاقی حکومت صوبے کے قدرتی وسائل کے بارے میں فیصلہ کرتے وقت اسے نظر انداز کرتی ہے۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے عہدے داروں پر مشتمل ایک مشترکہ ورکنگ گروپ تشکیل دیا جائے گا جو بلوچستان میں قدرتی وسائل کی تلاش اور ترقی کا جائزہ لے گا۔

دسمبر کے سرد موسم کے دوران میں کوئٹہ کو گیس کی شدید قلت کا سامنا رہا۔ دسمبر کے آخری ہفتے میں زیارت میں ایک کثیر جماعتی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں گیس بحران پر وفاقی حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ انہوں نے سوئی سدرن گیس کمپنی (ایس ایس جی سی) پر صارفین سے زائد بل وصول کرنے اور انتہائی کم پریشر میں گیس فراہم کرنے کا الزام لگایا۔

وزیراعلیٰ جام کمال خان عالیانی اگست 2018 میں اقتدار میں آنے کے بعد سے بلوچستان کی ترقی پر زور دیتے رہے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے ایک ایسی پالیسی بنائی ہے جس کے تحت صوبے کے ترقیاتی منصوبے ضرورت کی بنیاد پر تشکیل دیے جائیں گے۔ ماضی میں سیاست دانوں نے ترقیاتی فنڈز کا رخ اپنے آبائی اضلاع کی جانب موڑے رکھا اور وزیراعلیٰ کا دعویٰ ہے کہ اب یہ رجحان تبدیل ہو چکا ہے۔ جون میں بلوچستان حکومت نے صوبے کا 419 ارب 90 کروڑ روپے کا بجٹ پیش کیا۔ اس بجٹ میں حکومت نے ترقیاتی منصوبوں کے لیے 126 ارب روپے مختص کیے اور دیگر کئی وعدوں کے علاوہ یہ اعلان کیا کہ یہ 5,400 ملازمتیں پیدا کرے گی، مرکزی شاہراہوں پر 21 ٹراما سنٹر تعمیر کرے گی، اور طلباء کو 7,500 وظائف دے گی۔

بجٹ کی منظوری کے بعد، بلوچستان حکومت نے ترقیاتی فنڈز کے بروقت استعمال پر توجہ مرکوز رکھی۔ وزیراعلیٰ نے دعویٰ کیا کہ حکومت تمام ترقیاتی منصوبے، خاص کر صحت اور تعلیم کے شعبوں میں، وقت پر مکمل کرے گی۔ موجودہ بلوچستان حکومت صوبے میں ترقیاتی اخراجات، جو گزشتہ تین حکومتوں کے دوران میں کافی کم رہے ہیں، میں اضافے کا سہرا اپنے سر لیتی ہے۔

وزیراعلیٰ نے صوبے کی بڑھتی آبادی پر بھی توجہ دی۔ 2017 کی قومی مردم شماری کے مطابق، بلوچستان میں آبادی میں اضافے کی شرح ملک بھر میں سب سے زیادہ، 3.37 فی صد، ہے۔ آبادی میں اضافے سے متعلق وفاقی ٹاسک فورس کے ساتھ ملاقات کے دوران میں وزیراعلیٰ نے کہا کہ بڑھتی ہوئی آبادی صوبے کے کم ہوتے وسائل پر مزید بوجھ ڈال رہی ہے۔ انہوں نے آبادی پر قابو پانے کے شعبے کے لیے 500 ارب روپے مختص کرنے کا اعلان کیا۔

دسمبر میں، بلوچستان کے حوالے سے جو موضوع سب سے زیادہ زیر بحث رہا وہ بلوچستان کا وفاقی حکومت کے حق میں 37 ارب روپے سے دستبردار ہو جانا تھا۔ یہ اقدام آئی ایم ایف کی ایک شرط کا حصہ تھا جس کا تعلق مثبت نقد سرپلس برقرار رکھنے سے تھا۔ اس بات کا انکشاف میڈیا کی ایک رپورٹ میں ہوا۔ حزب اختلاف اور سوشل میڈیا کارکنوں نے اس معاملے پر بلوچستان حکومت کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔ نیوز رپورٹ کے مطابق، وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے آئی ایم ایف سے کھاتوں میں ایک مثبت نقد سرپلس برقرار رکھنے کا وعدہ کیا ہے، لہٰذا، صوبے سرپلس برقرار رکھنے کے لیے غیر استعمال شدہ فنڈز وفاقی حکومت کو منتقل کریں گے۔

بعدازاں، بلوچستان حکومت نے یہ دعویٰ مسترد کر دیا اور کہا کہ ایسے کوئی فنڈ منتقل نہیں کیے گئے۔ تاہم، اخبار اپنی رپورٹ سے پیچھے نہ ہٹا۔ سال کے آخر تک بلوچستان میں اس معاملے پر ابہام برقرار رہا اور حزب اختلاف نے صوبائی حکومت کی تردید پر شبہات کا اظہار کیا۔

انتخابات — شرکت

پاکستان کی 336 رکنی قومی اسمبلی میں بلوچستان کی صرف 20 نشستیں ہیں جو کل تعداد کا چھ فیصد ہے۔ بلوچستان کے رہنما اکثر اس کی مذمت کرتے رہے ہیں۔

سی این آئی سی ایک اہم شناختی دستاویز ہے جو شہریوں کو انتخاب میں حصہ لینے کی اجازت دیتا ہے۔ انہیں اکثر بلاک

کر دیا جاتا ہے جس سے صوبے کو انتخابی شرکت سے متعلق مشکلات درپیش رہتی ہیں۔ صوبے میں اکثر ہزاروں افراد کے شناختی کارڈ بلاک کر دیے جاتے ہیں۔ یہ ایسا کوئی بھی شخص ہوسکتا ہے جسے نیشنل ڈیٹا بیس اینڈ رجسٹریشن اتھارٹی (نادرا) مشتبہ تصور کرتی ہو۔ بلوچستان میں پیدا ہونے والے دوسری اور تیسری نسل کے افغان مہاجرین کو اب بھی قومی شناختی کارڈ کی بندش کا سامنا ہے۔ 2018 میں وزیراعظم نے اعلان کیا تھا کہ پاکستان میں ایک طویل عرصے سے رہنے والے افغان مہاجرین کو شہریت دی جائے گی۔ لیکن خاص طور پر بی این پی کی مخالفت کے بعد اس اعلان پر عمل نہ ہوسکا۔ سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے داخلی امور کے ایک اجلاس میں شناختی کارڈ بلاک کیے جانے کے معاملے اور اس بات پر بحث ہوئی کہ اس کی وجہ سے لوگ انتخابات میں حصہ لینے سے قاصر تھے۔ کمیٹی کے چیئرپرسن نے نادرا پر زور دیا کہ وہ بلاک شناختی کارڈ فوری طور پر بحال کرے۔ نادرا کے عہدے داروں کا کہنا تھا کہ بلوچستان میں 28,920 شناختی کارڈ بلاک کیے گئے تھے۔ سینیٹ کمیٹی نے ضلع کی سطح پر کمیٹیوں کے قیام کا حکم دیا تاکہ بلوچستان میں بلاک کیے گئے شناختی کارڈز کی بحالی کا عمل تیز کیا جاسکے۔

حکومت کی سیاسی مخالفت

بلوچستان اسمبلی کی سب سے بڑی حزب اختلاف کی جماعت بی این پی-مینگل پر بلوچستان میں فرینڈلی اپوزیشن کا الزام عائد کیا گیا۔ اگرچہ بی این پی کے اراکین صوبائی اسمبلی صوبائی اسمبلی میں بی اے پی کی حکومت کے خلاف ہمیشہ تقاریر کرتے رہے ہیں، ان کی طرف سے کوئی بڑی سرگرمی دیکھنے کو نہیں ملی۔ قومی اسمبلی میں بھی یہی معاملہ تھا جہاں بی این پی نے کئی موقعوں پر پی ٹی آئی کی زیرقیادت اتحاد سے الگ ہونے کی دھمکی دی لیکن وہ سال کے آخر تک اس کا حصہ رہی۔

گوادر کا مسئلہ وفاقی اور صوبائی دونوں حکومتوں کے خلاف تنازع کا باعث بنا رہا۔ اکتوبر میں نیشنل پارٹی (این پی) نے گوادر کے لیے نیشنل کوسٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی (این سی ڈی اے) کے مجوزہ قیام کے خلاف صوبے بھر میں احتجاج کیا۔ این پی نے الزام عائد کیا کہ وفاقی حکومت این سی ڈی اے کو عذر کے طور پر استعمال کرکے گوادر پر قبضہ کرلے گی۔ تاہم، سال 2019 میں بلوچستان میں گوادر اور سی پیک کے معاملے پر پارلیمانی حزب اختلاف عام طور پر خاموش رہی۔

پی کے میپ جس کی بلوچستان اسمبلی میں صرف ایک نشست ہے، وہ بھی حکومت کی مخالفت میں سرگرم رہی۔ پی کی میپ کے کارکنوں کی ایک بڑی تعداد نے مبینہ طور پر بلوچستان میں پی ٹی ایم کے احتجاجی مظاہروں کی بھرپور حمایت کی۔ وائس آف بلوچ مسنگ پرسنز (وی بی ایم پی) نے بلوچستان میں جبری گمشدگیوں کے خلاف اپنا احتجاجی کیمپ جاری رکھا۔ ہزارہ افراد نے بھی اپریل میں برادری پر ہونے والے دہشت گرد حملے کے خلاف دھرنا دیا۔

الیکشن کمیشن آف پاکستان نے بلوچستان میں پرانی حلقہ بندیوں کی بنیاد پر نئے بلدیاتی انتخابات کرانے کا اعلان کیا کیوں کہ صوبائی حکومت نے حلقہ بندیوں کے حوالے سے وقت پر قانون سازی نہیں کی تھی۔ تاہم، ایک شخص نے بلدیاتی انتخابات کے خلاف بلوچستان ہائی کورٹ میں پٹیشن دائر کی اور عدالت نے بلدیاتی انتخابات غیر معینہ مدت کے لیے ملتوی کر دیے۔ 2019 کے آخر تک، صوبائی حکومت نے بلدیاتی انتخابات کے انعقاد میں کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کی۔

بلوچستان

کوئٹہ کی ہزارہ برادری نے اپریل میں ایک دہشت گرد حملے کے خلاف دھرنا دیا

پبلک اکاؤنٹس کمیٹی (پی اے سی) نے محکمہ مقامی حکومت کے کھاتوں میں وسیع پیمانے پر بے قاعدگیوں کا انکشاف کیا۔ یہ پتا چلا کہ سابق حکومتوں نے ضلعی سطح پر مقامی حکومتوں کو فنڈز کی منتقلی کا آڈٹ نہیں کرایا تھا جو مالی بے قاعدگیوں کا سبب بنا۔ تاہم پی اے سی کے چیئرمین نے دعویٰ کیا کہ اب اسے برداشت نہیں کیا جائے گا۔

جون میں، بلوچستان کے وکلا نے بھی حکومت کی مخالفت شروع کر دی جب جسٹس فائز عیسیٰ، جو خود بلوچستان سے تعلق رکھتے ہیں، کے خلاف ریفرنس دائر کیا گیا۔ وکلا نے عدالتی کارروائیوں کا بائیکاٹ کیا اور قاضی فائز کے خلاف ریفرنس واپس نہ لینے کی صورت میں ایک بڑی تحریک چلانے کی دھمکی دی۔ تاہم، اس کا کوئی خاص اثر نہ ہوا اور اس کا نتیجہ صوبائی حکومت کے خلاف کسی بڑی سیاسی مخالفت کی شکل میں نہ نکل سکا۔

مذہبی جماعتیں

جمعیت علمائے اسلام فضل (جے یو آئی-ف) بلوچستان اسمبلی میں حزب اختلاف کی سب سے بڑی جماعت ہے۔ اسے بنیادی طور پر شمالی بلوچستان کے پشتون اکثریتی اضلاع میں حمایت حاصل ہے جو ان کا تاریخی گڑھ ہے۔ اس مرتبہ جے یو آئی-ف نے مستونگ، قلات، خضدار اور واشک کے بلوچ اکثریتی اضلاع میں بھی نشستیں جیتیں۔ اسلام آباد میں لانگ مارچ کے اعلان سے پہلے یہ سال کا زیادہ تر عرصہ ایک خاموش حزب اختلاف بنی رہی۔ اس سے بلوچستان میں جے یو آئی-ف کا درجہ اچانک بڑھ گیا اور وہ سیاسی طور پر متحرک ہوگئے۔ تاہم، ان کی اختلاف کی سیاست کا رخ بلوچستان حکومت کی بجائے وفاقی حکومت کی جانب رہا۔

حزب اختلاف کی سیاسی جماعتوں کے قائدین کا ایک بڑا وفد جے یو آئی-ف کے چیف مولانا عبدالواسع کی قیادت میں کوئٹہ سے اسلام آباد لانگ مارچ کے لیے روانہ ہوا۔ البتہ، اسلام آباد کا لانگ مارچ بھی بلوچستان میں جے یو آئی-ف کے کارکنوں کی کسی بڑی تحریک کا سبب نہ بن سکا۔

خواتین

قانون سازی

اس سال خواتین کے حوالے سے کوئی نیا قانون متعارف نہیں کرایا گیا۔ قومی کمیشن برائے حقوق نسواں کے بلوچستان کی نمائندہ، ثنا درانی نئے قوانین کی منظوری رکوانے کے لیے اراکین پارلیمنٹ کی لابنگ کرتی اور ان پر موجودہ قوانین کے نفاذ پر زور دیتی رہی ہیں۔ انہوں نے نشان دہی کی کہ 2016 میں انسداد ہراسگی بل کی منظوری کے باوجود، 2019 تک محتسب کا تقرر نہیں کیا جا سکا۔ تاہم، ان سمیت دیگر نے معاشی خودمختاری کے قوانین کی منظوری اور خواتین کے وراثتی حقوق میں بہتری پر زور دیا۔

خواتین کے خلاف تشدد

عورت فاؤنڈیشن کے مطابق، نومبر 2019 تک بلوچستان میں خواتین کے خلاف تشدد کے کم از کم 118 واقعات سامنے آئے، جب کہ 43 خواتین اور نو مردوں کو غیرت کے نام پر قتل کیا گیا۔ 17 خواتین نے گھریلو مسائل سے تنگ آ کر خودکشی کی، تین خواتین تیزاب حملوں کا نشانہ بنیں، اور کم از کم چار خواتین کو سکیورٹی فورسز نے اغوا کیا۔

مرکزی میڈیا میں خواتین کے خلاف تشدد کی چند اطلاعات سامنے آئیں۔ مئی 2019 میں، ڈیرہ مراد جمالی میں ایک شخص نے اپنی والدہ کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ 26 جولائی کو دو خواتین اور ایک بچہ تیزاب حملے میں زخمی ہو گئے۔ 14 اکتوبر 2019 کو، قلات کے ایک گاؤں میں ایک خاتون کو 'غیرت کے نام پر' پھندا دے کر قتل کر دیا گیا۔

چیف جسٹس آف پاکستان نے اعلان کیا کہ وہ خواتین کے خلاف تشدد کے واقعات سے نمٹنے کے لیے پاکستان کے ہر ضلع میں خصوصی عدالتیں قائم کریں گے، لیکن اس بات کا کوئی اشارہ نہیں ملتا کہ عدلیہ نے بلوچستان میں ان عدالتوں کے قیام کے لیے کسی بھی قسم کے اقدامات کیے ہوں۔ بلوچستان میں خواتین کی تحریکیں خواتین کے خلاف تشدد کی جانب توجہ مبذول کراتی رہیں: 8 مارچ کو کوئٹہ سمیت ملک بھر میں عورت مارچ کا انعقاد کیا گیا۔

خواجہ سراؤں کے خلاف تشدد

عام طور پر کہا جائے تو بلوچستان میں نہ صرف خواجہ سراؤں پر سب سے کم توجہ دی جاتی ہے بلکہ وہاں ان کی تعداد بھی سب سے کم ہے۔ اگرچہ مرکزی میڈیا میں خواجہ سراؤں پر حملوں کی کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی، تاہم ان کی صورت حال

اب بھی غیر یقینی ہے۔ان کے لیے بہتر فنڈز مختص کرنے کے وعدوں پر عمل نہیں کیا گیا۔

عوامی مقامات پر خواتین

اگر چہ خواتین کی جبری گمشدگی کے واقعات بڑھ رہے ہیں، تاہم عوامی مقامات میں خواتین کی ہراسگی کے حوالے سے کچھ پیش رفت ہوئی ہے۔ان میں سے سب سے اہم یونیورسٹی آف بلوچستان میں طالبات کا منظّم ہونا تھا۔

14 اکتوبر کو، میڈیا میں یہ خبر سامنے آئی کہ یونیورسٹی آف بلوچستان میں ایک سال سے وڈیو بلیک میلنگ کا ایک سلسلہ جاری تھا۔ یونیورسٹی کے مختلف حصوں میں خفیہ سی سی ٹی وی کیمرے نصب کیے گئے تھے جن کے ذریعے زیادہ تر طالبات کی خفیہ ریکارڈنگ کی جاتی تھی۔ بعدازاں ان وڈیوز کے ذریعے طلبا و طالبات کو بلیک میل اور انہیں رقم اور جنسی فائدوں کے حصول کے لیے استعمال کیا گیا۔اس اسکینڈل کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ اس کے صوبے میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والی خواتین پر منفی اثرات مرتب ہوئے۔صوبے بھر کی خواتین یونیورسٹی آف بلوچستان میں تعلیم حاصل کرنے آتی تھیں۔تاہم، اس اسکینڈل کے باعث تعلیم جاری رکھنے کے حوالے سے ان کی اوران کے والدین کی حوصلہ شکنی ہوئی۔

اس سکینڈل کے خلاف کوئٹہ میں وسیع پیمانے پر مظاہرے ہوئے۔سیاسی جماعتوں نے کوئٹہ پریس کلب کے باہر بڑے احتجاجی مظاہرے کیے۔ بی این پی نے یونیورسٹی آف بلوچستان کے باہر پورا دن دھرنا دیا اور سکینڈل کے ذمہ داروں کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کیا۔

اسی طرح، صوبے بھر کی طلبا تنظیموں نے یونیورسٹی انتظامیہ کے خلاف شدید احتجاج کیا۔انہوں نے الزام عائد کیا کہ حکومت واقعے میں ملوث اعلیٰ افسران کا تحفظ کر رہی تھی اور نچلے درجے کے عملے کو قربانی کا بکرا بنا رہی تھی۔طلبا تنظیموں اور سیاسی جماعتوں کے بڑھتے دباؤ پر یونیورسٹی آف بلوچستان کے وائس چانسلر عارضی طور پر اپنے عہدے سے دستبردار ہو گئے لیکن انہوں نے استعفانہ دیا۔

اس سکینڈل کا بلوچستان اسمبلی نے بھی نوٹس لیا جہاں معاملے کی تحقیقات کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی۔اسمبلی سپیکر نے کمیٹیوں کو دس دن کے اندر رپورٹ پیش کرنے کی ہدایت کی۔کمیٹی نے متاثرین سے کہا کہ وہ اپنی شکایات تحریری طور پر جمع کرائیں۔کمیٹی نے وعدہ کیا کہ پیش ہونے والے کسی بھی فرد کی خلوت کا تحفظ کیا جائے گا۔

بعدازاں یہ انکشاف ہوا کہ یہ سکینڈل اس وقت منظر عام پر آیا جب بلوچستان ہائی کورٹ نے ایف آئی اے کو معاملے کی تحقیقات کا حکم دیا۔مقدمے کی پہلی سماعت 14 نومبر کو ہوئی اور ایف آئی نے تحقیقاتی رپورٹ 3 دسمبر کو پیش کی۔ یہ رپورٹ پارلیمانی کمیٹی کو بھی فراہم کی گئی لیکن اسے منظر عام پر نہ لایا گیا۔یونیورسٹی آف بلوچستان کو واقعے میں ملوث افراد کے خلاف کارروائی کے لیے دو ہفتے کا وقت دیا گیا۔

اس کا ایک خوش آیند نتیجہ یہ نکلا کہ چیف جسٹس نے ایف سی کو یونیورسٹی کی حدود چھوڑنے کا حکم دیا۔ایف سی کا ایک پورا

ونگ دو سال سے یونیورسٹی آف بلوچستان میں تعینات تھا۔ یونیورسٹی آف بلوچستان کی حدود میں بیک وقت 400 سے 700 ایف سی اہلکار موجود ہوتے ہیں جو ہاسٹلز کی نگرانی کرتے ہین اور داخلے کے وقت ہر مرتبہ طلبا کی تلاشی لیتے ہیں۔ قائم مقام وائس چانسلر نے 22 نومبر کو سینیٹ کی عاملہ کمیٹی برائے انسانی حقوق کو بتایا کہ آئی جی ایف سی اور آئی جی پولیس نے یونیورسٹی کی حدود خالی کرنے کا وعدہ کیا لیکن کوئی مقررہ تاریخ نہیں بتائی۔ اس سکینڈل کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ یونیورسٹی انتظامیہ نے مارچ 2020 سے طلبا کا یونیفارم پہننا لازمی قرار دے دیا۔ اس اقدام کا بظاہر مقصد یونیورسٹی میں جنسی ہراسگی کو روکنا تھا۔ سوشل میڈیا میں اس فیصلے کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا اور اسے مسئلے کے حل کا انتہائی غیر مناسب طریقہ قرار دیا گیا۔

اپریل 2019 میں، صوبائی حکومت نے انسداد ہراسگی ایکٹ کی مطابقت میں بلوچستان کے پہلے صوبائی محتسب کا تقرر کیا اور ڈویژن اور ضلعے کی سطح پر انسداد ہراسگی سیل قائم کرنے کا اعلان کیا۔ دسمبر میں، یو این ویمن کی معاونت سے بلوچستان میں انسداد ہراسگی مراکز میں بہتری کے لیے مفاہمت کی ایک یادداشت پر دستخط کیے گئے۔ یونیورسٹی آف بلوچستان کے سکینڈل پر پیش رفت کو دیکھتے ہوئے، اس معاہدے کی پاسداری کے حوالے سے شبہات پائے جاتے ہیں۔

بچے

قانون سازی سے متعلق پیش رفت اور بچوں کے تحفظ کا نظام

بلوچستان میں بچوں کے حقوق کی صورت حال سنگین ہے، اگرچہ اس حوالے سے کچھ مہمات شروع کی گئیں اور چند اقدامات کیے گئے۔ مارچ 2019 میں، وزیر اعلیٰ نے محکمہ سماجی بہبود کے ایک اجلاس کی صدارت کی اور صوبے میں چائلڈ پروٹیکشن بیورو کے قیام کے لیے کیے گئے اقدامات کا جائزہ لیا۔ تاہم، ان پر ابھی تک عمل درآمد نہیں ہوسکا۔ اسی طرح، بلوچستان اسمبلی نے نومبر 2019 میں ایک قرارداد منظور کی جس میں بچوں کے لیے قانون سازی اور انہیں معیاری تعلیم اور خوراک کی فراہمی، اور چائلڈ لیبر اور بچوں کے ساتھ ناروا سلوک کے خاتمے پر زور دیا گیا۔ ابھی تک اس حوالے سے کوئی اقدامات نہیں کیے گئے۔

بچوں کے خلاف تشدد

ایک نامور اخبار میں شائع ہونے والی رپورٹ میں کم سن مزدوروں کو جنسی خدمات کے لیے بلوچستان کی کانوں میں لے جائے جانے کا معاملہ اٹھایا گیا۔ تاہم، بچوں کے خلاف تشدد کی صورت حال کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے کیوں کہ صوبائی حکومت کے پاس بچوں سے جنسی زیادتی سے متعلق ڈیٹا موجود نہیں ہے جو کسی بھی پالیسی اقدام کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ بلوچستان حکومت کے وعدوں کے باوجود، اور بلوچستان اسمبلی کی جانب سے چائلڈ پروٹیکشن ایکٹ 2016 کی منظوری کے فیصلے کے باوجود، اس بات کا کوئی اشارہ نہیں ملتا کہ بلوچستان میں چائلڈ پروٹیکشن سیل کے لیے

فنڈز مختص کیے گئے ہوں۔

کم عمری کی شادی

کم عمری کی شادی کے خلاف ایک بل صوبائی اسمبلی میں زیر التوا ہے کیونکہ شادی کی عمر پر اختلاف برقرار ہے، اور بل کے حامیوں کا کہنا ہے کہ شادی کی کم سے کم عمر 18 سال ہونی چاہیئے۔ یہ بلوچستان کا ایک بڑا مسئلہ ہے، اور ہیومن رائٹس واچ کا کہنا ہے کہ تعلیم سے محروم 23 فیصد بچوں میں سے ایک تہائی کم عمری کی شادی کی وجہ سے سکول چھوڑ دیتے ہیں۔

محنت کش

سرکاری ملازمین

سرکاری ملازمین اپنی ملازمتوں کے حوالے سے پائی جانے والی بے یقینی کی وجہ سے فکر مند تھے۔ مئی 2019 میں، بلوچستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے ملازمین نے بھوک ہڑتال کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ ان کی ملازمتوں کو مستقل کیا جائے۔ انہیں کچھ ماہ کی تنخواہ جاری کی گئی، تاہم انہوں نے ہڑتال جاری رکھی اور اپنی ملازمتوں کو مستقل کرنے کا مطالبہ کرتے رہے۔ پاکستان میڈیکل کمیشن اور ارتھ کوئیک ری کنسٹرکشن اینڈ ری ہیبلیٹیشن اتھارٹی کے ملازمین کو بھی فارغ کر دیا گیا جس کا سینیٹ کی قائمہ کمیٹی نے نوٹس لے لیا۔ دسمبر میں، کیچ میں ایک بڑی تعداد میں معطل ہونے والے اساتذہ نے صوبائی حکام سے اپیل کی کہ انہیں بحال کیا جائے۔

کان کن

بلوچستان میں محنت کشوں کے حوالے سے سب سے بڑا مسئلہ کوئلے کی کانوں کی صورت حال ہے۔ ایچ آر سی پی کی بلوچستان کی کوئلے کی کانوں سے متعلق تحقیقات ظاہر کرتی ہے کہ صرف 2018-19 کے دوران میں کانوں سے متعلق اموات کی تعداد 160 رہی۔ ایچ آر سی پی نے مشاہدہ کیا کہ کوئلے کی سینکڑوں کانوں کو ایسے لوگ چلا رہے ہیں جن کے پاس پیشہ ورانہ تحفظ فراہم کرنے یا ہنگامی حالات سے نمٹنے کے لیے مالی وسائل یا ٹیکنالوجی نہیں ہے۔ اس نے یہ بھی مشاہدہ کیا کہ بجائے اس کے کہ کان کنوں کے تحفظ کا مسئلہ حل کیا جاتا، سکیورٹی ایجنسیاں کوئلے کی کانوں کی پیداوار پر غیر سرکاری طور پر فی ٹن سکیورٹی چارج عائد کر رہی تھیں، جسے کان کنوں اور لیبر یونینز نے بھتے کے مترادف قرار دیا۔

پاکستان سنٹرل مائنز لیبر فیڈریشن (پی سی ایم ایل ایف) کے سیکریٹری جنرل نے کان کنوں کے تحفظ کو سنجیدگی سے نہ لینے پر کان مالکان کو تنقید کا نشانہ بنایا اور کہا کہ بلوچستان کے مختلف حصوں میں 135 کوئلے کی کانوں میں ناقص حفاظتی اقدامات کیے گئے تھے جس کے باعث دکی، چاملنگ، ہرنائی، شریگ، سورانج، ڈیگاری اور مچھ جیسے مقامات میں موجود کانوں میں کام کرنا خطرناک تھا۔ کان کنوں نے باقاعدہ ادائیگی اور کام کے بہتر حالات، جیسے کہ کانوں کے اندر روشنی

جیسی بنیادی سہولیات کا مطالبہ کیا۔ یہ بات بھی باعث تشویش ہے کہ کانیں بہت گہری ہیں، اوران میں مناسب حفاظتی اقدامات نہیں کیے گئے۔

پاکستان نے آئی ایل او کے کنونشن 176 کی توثیق نہیں کی جس میں کان کنوں کے لیے محفوظ کانوں کی زیادہ سے زیادہ گہرائی کی وضاحت کی گئی ہے۔ پی سی ایم ایل ایف کا کہنا ہے کہ ہر سال اوسطاً 200 مزدور ہلاک ہوتے ہیں۔ اس وقت، پاکستان منرل ڈویلپمنٹ کارپوریشن (پی ایم ڈی سی)، جو وزارت پٹرولیم وقدرتی وسائل کے تحت کام کرتا ہے، نے زیادہ تر کانیں ٹھیکے پر دی ہوئی ہیں۔ لیبر رہنماؤں کا کہنا ہے کہ انہیں یہ عمل ترک کر دینا چاہئے کیونکہ پی ایم ڈی سی بذات خود ایمبولنس اور ہسپتالوں تک رسائی جیسی سہولیات بہتر طور پر فراہم کر سکتا ہے۔

کانوں میں صحت اور تحفظ میں بہتری کے لیے فوری اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ صرف جنوری میں کام کے خراب حالات، بشمول میتھین گیس بھر جانے کے باعث ہونے والے دھماکوں کے نتیجے میں کم ازکم 19 ہلاکتیں ہوئیں۔

عملے کی شدید کمی کا شکار ایک ہسپتال، جس نے کان کنوں کے لیے مخصوص ایک ہسپتال بند ہو جانے کے بعد کام شروع کیا تھا، کی رپورٹس ظاہر کرتی ہیں کہ ہر روز چار سے چھ زخمی افراد کو وہاں لایا گیا تھا۔

مئی میں، کوئٹہ کے قریب کوئلے کی کانوں میں حادثات میں 18 مزدور ہلاک ہوئے۔ ضلع ہرنائی کی شاہ رگ کول فیلڈ میں ایک کان پر تودہ گرنے کے نتیجے میں دو کان کن ہلاک ہوئے۔ جولائی میں، کوئٹہ سے 60 کلومیٹر دور ڈیگاری فیلڈ میں کوئلے کی کان میں کام کرنے والے نو مزدور ہلاک ہوئے۔ شاہ رگ کے علاقے میں کوئلے کی کان منہدم ہونے کے

کام کے بدترین حالات اور حفاظتی اقدامات کی کمی کے کان کنوں پر سنگین اثرات مرتب ہوئے

نتیجے میں ایک کان کن ہلاک ہوا، جبکہ مچھ کے علاقے میں کوئلے کی ایک کان میں زہریلی گیس بھر جانے کے نتیجے میں ایک مزدور جاں بحق ہوا۔

اس سے کچھ ہی عرصے کے بعد، ڈیگاری فیلڈ کی ایک کان میں شارٹ سرکٹ کے باعث لگنے والی آگ کے نتیجے میں کان منہدم ہوگئی جس سے 10 کان کن زیرزمین ایک کلومیٹر سے زیادہ گہرائی میں پھنس گئے۔ اگست میں بلوچستان کی پہلی منرل پالیسی کے باوجود، اس بات کا کوئی اشارہ نہیں ملا کہ کوئلے کی کان میں کام کرنے والے مزدوروں کے تحفظ کے لیے اقدامات کیے جارہے تھے۔

کان مالکان نے تجویز دی ہے کہ کوئلے کی درآمد پر استعمال ہونے والی رقم بلوچستان کی کانوں کے کام کے حالات کی بہتری پر خرچ کی جائے، بالخصوص تحفظ اور بجلی (بجلی انتہائی ضروری ہے کیوں کہ کانوں کا ہوادار ہونا ضروری ہے تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ میتھین جمع ہونے سے دھماکا نہ ہوجائے) جیسے معاملات پر۔ فنڈز کو کان کنوں کی تربیت کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

ماہی گیروں کی حالت زار

گوادر بندرگاہ کی تعمیر اور اس کے ماتحت پراجیکٹ مکران کے ساحل کے گرد رہنے والی ماہی گیروں کو کئی سالوں سے متاثر کررہے ہیں، جس کے نتیجے میں پوری کی پوری برادریاں بے دخل ہوچکی ہیں۔

اکتوبر 2019 سے، ایسٹ بے ایکسپریس وے، 19 کلومیٹر طویل چھ لین پر مشتمل شاہراہ جو بندرگاہ کو مکران کوسٹل ہائی وے سے ملائے گی، پر جاری کام کے باعث 4.3 کلومیٹر کی ساحلی پٹی کے بلاک ہونے کا خدشہ ہے جس سے وہ ماہی گیر برادریاں متاثر ہوں گی جو اپنے ذریعہ معاش کے لیے سمندر تک رسائی پر انحصار کرتی ہیں۔

اگرچہ وزیراعظم نے 'جامع ترقی' کا وعدہ کیا ہے، تاہم ماہی گیر برادریوں کو خدشہ ہے کہ انہیں ترجیح نہیں دی جائے گی۔ انہوں نے کئی مطالبات کیے ہیں جن میں سمندر تک رسائی کے لیے تین انڈر پاس کی تعمیر، کشتیوں کو لنگرانداز کرنے کے لیے ایک کشادہ پشتے، مچھلیاں بیچنے کے لیے نیلامی ہال، زمین کا کٹاؤ روکنے کے لیے حفاظتی دیوار، ان کے بچوں کے لیے وظائف، بندرگاہ پر ملازمت کے مواقع، اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے بلوچستان اسمبلی میں ایک قرارداد کی منظوری شامل ہے۔ یہ تبدیلیاں 70,000 لوگوں کو متاثر کرسکتی ہیں۔

بزرگ شہری

معمر افراد کے لیے پالیسیاں

بلوچستان اسمبلی نے 2017 میں بلوچستان معمر افراد کا ایکٹ منظور کیا جو بلوچستان معمر افراد بہبود کونسل کے قیام کا باعث بنا۔ کونسل کا مقصد بزرگ شہریوں کے طرز زندگی، عمومی فلاح، اور صحت کے لیے پالیسیاں بنانا تھا۔ تاہم، دوسال سے

زائد کا عرصہ گزرنے کے باجود کونسل اب تک قائم نہیں کی جا سکی اور 2019 میں بھی اس جانب کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔ نتیجتاً، 2019 میں معمر افراد کے لیے کوئی پالیسی نہیں بنائی جا سکی۔

پنشنیں

مارچ میں، بلوچستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی (بی ڈی اے) کے 200 ریٹائرڈ ملازمین نے اپنی دو ماہ کی پنشن کی عدم ادائیگی کے خلاف کوئٹہ میں احتجاج کیا۔ بی ڈی اے کے کسی بھی پنشنر کو ماہانہ 15,000 روپے سے زیادہ ادا نہیں کیے جاتے۔ مظاہرین نے شکایت کی کہ حاضر سروس افسران کو بطور تنخواہ ہر ماہ 150,000 روپے وقت پر ادا کیے جا رہے تھے لیکن ریٹائرڈ ملازمین کو پنشن کی معمولی سی رقم بھی ادا نہیں کی جا رہی تھی۔

بلوچستان حکومت نے مالی سال 2019-20 کے بجٹ میں صوبے کے ریٹائرڈ ملازمین کی پنشن میں 10 فیصد اضافہ کر دیا۔ یہ اضافہ ملک میں بڑھتی مہنگائی کے تناظر میں کیا گیا جب پنشن میں ہر سال اضافہ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ پنشنر اپنا معیار زندگی برقرار رکھ سکیں۔

عمومی طور پر، پنشن کا دستاویزاتی عمل ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ جب بھی کوئی سرکاری ملازم ریٹائر ہوتا ہے تو اسے اکاؤنٹنٹ جنرل آفس میں، جو بدانتظامی اور بدعنوانی کے باعث تباہ حالی کا شکار ہے، دستاویزات کے ایک دشوار عمل سے گزرنا پڑتا ہے۔

کوئی بھی پنشنر افسران کو رشوت دیے بغیر پنشن حاصل نہیں کر سکتا۔ اس میں بظاہر صوبائی حکومت کے اعلیٰ بیوروکریٹک عہدوں پر کام کرنے والے افراد بھی ملوث ہیں۔

معذوری کا شکار افراد

بلوچستان میں تقریباً 140,000 افراد معذوری کے ساتھ جی رہے ہیں جو کل آبادی کا 1.18 فی صد ہیں۔ تاہم، ان میں سے صرف 14,000، یعنی 10 فیصد، اپنے جائز فوائد کے حصول کے لیے محکمہ سماجی بہبود سے رجسٹرڈ ہیں۔

بلوچستان معذوری کے ساتھ جیتے افراد کا ایکٹ 2017 کہتا ہے کہ حکومت معذوری کا شکار افراد کی زندگیوں کو بہتر بنانے، بشمول ان کے حقوق کے تحفظ، باوقار زندگی گزارنے کے ذرائع کی فراہمی، اور تمام عوامی مقامات پر نقل و حرکت میں آسانی کے لیے تمام ضروری اقدامات کرے گی۔

دسمبر میں معذوری کے ساتھ جیتے افراد کے عالمی دن کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے، وزیر اعلیٰ نے کہا کہ ایکٹ میں نئی اصلاحات متعارف کرائی جائیں گی۔ انہوں نے عندیہ دیا کہ اس پر فوری طور پر عمل درآمد کیا جائے گا۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ صوبائی حکومت نے سرکاری شعبے کے ترقیاتی پروگرام 2019-20 میں خصوصی تعلیم کے لیے 50 کروڑ روپے مختص کیے تھے۔ اس بیان سے ظاہر ہوتا تھا کہ 2017 میں منظور کیے گئے اس قانون کے نفاذ کی جانب کوئی تسلی بخش

پیش رفت نہیں ہوئی۔

14 دسمبر کو گورنر بلوچستان کی تقریر کے سوا، معذوری کے ساتھ جیتے بچوں کی زندگیوں کو بہتر بنانے کے لیے کوئی بڑی پیش رفت نہیں ہوئی۔ ایکٹ 2017 کہتا ہے کہ معذوری کے ساتھ جیتے افراد کے لیے تعلیمی اداروں اور سرکاری ملازمتوں میں پانچ فیصد کوٹا مخصوص کیا جائے گا۔ کچھ حکومتی محکموں نے معذوری کا شکار افراد کے لیے ملازمتی کوٹے پر عمل درآمد کا آغاز تو کیا لیکن زیادہ تر محکمے اب بھی اس قانونی شرط پر عمل درآمد نہیں کررہے تھے۔

ایکٹ کے اس حصے کی خلاف ورزی کی نشان دہی اس وقت ہوتی ہے جب معذوری کا شکار کوئی فرد کسی محکمے میں ملازمت کے لیے درخواست دیتا ہے اور ان کے لیے ایسا کوئی کوٹا دستیاب نہیں ہوتا۔ بصورت دیگر، دوسرے کئی شعبوں میں ایسی خلاف ورزیاں اس وقت توجہ سے محروم رہتی ہیں جب معذوری کے ساتھ جیتے کسی فرد نے درخواست نہیں دی ہوتی۔ حکومت بلوچستان نے معذوری کے ساتھ جیتے افراد کو 2,000 روپے الاؤنس کی ادائیگی کا پروگرام بھی شروع کیا۔ البتہ، اس رقم کی ادائیگی اب تک شروع نہیں ہوئی۔

معذوری کے ساتھ جیتے افراد کو جو ایک عام مسئلہ درپیش ہے وہ یہ ہے کہ سرکاری عمارتوں میں وہیل چیئر کے لیے ڈھلوانیں موجود نہیں ہیں جس کے باعث ویل چیئر والے افراد کو نقل وحرکت میں مشکل پیش آتی ہے۔ معذوری کے ساتھ جیتے افراد کے حقوق کے لیے کام کرنے والے مختلف گروہوں نے سرکاری عمارتوں میں ڈھلوانیں تعمیر کرنے کا مطالبہ کیا ہے اور چند محکموں نے ان کے مطالبات پورے بھی کیے ہیں۔ وزیر اعلیٰ سیکریٹریٹ میں بھی ایک ڈھلوان تعمیر کی گئی لیکن زیادہ تر سرکاری عمارتیں معذوری کے ساتھ جیتے افراد کے لیے ناقابل رسائی رہیں۔

مہاجرین اور آئی ڈی پیز

شناخت کا ثبوت اور شہریت

یو این ایچ سی آر کے مطابق، اس وقت بلوچستان میں 324,238 افغان مہاجرین مقیم ہیں۔ افغان مہاجرین بلوچستان میں کئی سالوں سے رہ رہے ہیں اور ان میں سے بہت سے یہاں پیدا ہوئے ہیں، لیکن اس کے باوجود بلوچ قوم پرست جماعتوں جیسے کہ بی این پی مینگل نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔

دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ افغان شہریوں کو شہریت دینا وفاقی حکومت کا بلوچستان کی بلوچ آبادی کے تناسب کو تبدیل کرنے کا ایک حربہ ہے۔

اگرچہ صوبے کے بلوچ عوام کا مسئلہ اہم ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ دیگر ممالک سے تعلق رکھنے والے مہاجرین کی ضروریات کو پورا نہ کیا جائے۔ اس خوف کے پیش نظر کہ مہاجرین قومی شناختی کارڈ اور پاکستانی شہریت حاصل کرلیں گے، نادرا نے سخت ضوابط لاگو کردیے ہیں، خاص کر ایران اور افغانستان کی سرحدوں پر۔

نادرا نے اس خوف کے پیشِ نظر کہ مہاجرین قومی شناختی کارڈ اور شہریت حاصل کرلیں گے، 28,920 شناختی کارڈ بلاک کردیے

نتیجتاً، 28,920 شناختی کارڈ بلاک کر دیے گئے۔ یہ مسئلہ اس وقت حل ہوا جب اکتوبر 2019 میں سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے امور داخلہ نے نادرا کو بلاک کیے گئے شناختی کارڈ فوری طور پر بحال کرنے کی ہدایت کی، تاکہ لوگ آنے والے بلدیاتی انتخابات میں ووٹ ڈال سکیں۔

اندرون ملک بے دخلی

جنوبی بلوچستان میں فوجی آپریشن، نیز گوادر جیسے مقامات میں سی پیک پراجیکٹس بلوچستان میں اندرونی بے دخلی کا باعث بنے ہیں، لیکن بلوچستان میں اندرونی طور پر بے دخل ہونے والے افراد کے بارے میں قابل تصدیق اعداد و شمار موجود نہیں ہیں۔

مہاجرین اور اندرونی طور پر بے دخل ہونے والے افراد دونوں ہی 'سکیورٹی کے لیے خطرہ' سمجھے جاتے ہیں، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر بار ایسا ہی ہو۔

سماجی اور معاشی حقوق

تعلیم

تعلیم پر سرکاری اخراجات

تعلیمی شعبے کی ناقص صورت حال کے باعث یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ تعلیم بلوچستان کا ایک ترجیحی مسئلہ ہے۔ تاہم، تعلیمی معیار کو بہتر بنانے کے لیے بہت کم اقدامات کیے گئے ہیں۔ 2019 میں، صوبے میں تعلیمی شعبے کے اہم مسائل حل کرنے کے لیے کوئی بڑے اقدامات نہیں کیے گئے۔

فروری میں، وزیر اعلیٰ نے چار ارب روپے کا تعلیمی پروگرام شروع کرنے کا اعلان کیا جس کا مقصد صوبے بھر کے سکولوں میں کلاس رومز، آئی ٹی لیبز، اور کھیل کے میدانوں کو بہتر بنانا تھا۔ تاہم، سال کے آخر تک اس پر عمل درآمد پر کوئی خاص پیش رفت نہ ہو سکی۔

مئی میں، صوبائی حکومت نے اعلان کیا کہ سات ہائیر سیکنڈری سکولوں اور 80 ماڈل اور ہائی سکولوں کو اپ گریڈ کیا جائے گا۔ یہ بھی اعلان کیا گیا کہ 1,800 غیر فعال سکولوں کو فعال کیا جائے گا۔ سکولوں کو فعال کرنے کے لیے سرکاری حکم جاری کرنا آسان ہے، بہ نسبت اس بات کو یقینی بنانے کے کہ سکولوں میں واقعی پڑھائی ہو رہی ہو اور اساتذہ حاضر ہوں۔ اس بات کے کوئی شواہد نہیں ملتے کہ حکومت 1,800 میں سے چند سکول فعال کرنے میں بھی کامیاب ہوئی ہو۔

بلوچستان حکومت نے ایک صوبائی تعلیمی کونسل کے قیام کا بھی اعلان کیا۔ یہ اعلان وزیر خزانہ نے کیا اور دعویٰ کیا کہ یہ کونسل صوبے میں دستیاب وسائل کو تعلیم کے بہتری کے لیے استعمال کرے گی۔

بعد ازاں، حکومت نے وزیر داخلہ کی زیر نگرانی ایک صوبائی مالیاتی کمیشن بھی قائم کیا جس نے بلوچستان کی سرکاری یونیورسٹیوں میں ڈیڑھ ارب روپے سالانہ بنیادوں پر تقسیم کرنے کا فارمولا بنایا۔

چائنا پاور حب جنریشن کمپنی نے دی سٹیزنز فاؤنڈیشن (ٹی ایس ایف) کے اشتراک سے لسبیلہ کے علاقے گڈانی میں تین کروڑ روپے کی لاگت سے ایک سکول تعمیر کرنے پر اتفاق کیا۔ اس سکول میں 180 طلبا کی گنجائش ہوگی اور اس کے لیے سرمایہ سی پیک پراجیکٹس کے ذریعے فراہم کیا جائے گا۔

معیاری اقدامات: طلبا کے سیکھنے اور تدریس کا معیار

بلوچستان کے تعلیمی شعبے میں ایک اہم چیلنج غیر حاضر اساتذہ کا ہے۔ محکمہ تعلیم میں 60,000 ملازم ہیں۔ بلوچستان میں

ہزاروں گھوسٹ اساتذہ کی موجودگی کے کئی دعوے کیے گئے ہیں۔ اسی لیے، حکومت پر ایسے اساتذہ کے خلاف کارروائی کا دباؤ رہتا ہے جو تنخواہیں تو وصول کرتے ہیں لیکن سکولوں میں حاضری نہیں دیتے۔

اس سال گھوسٹ اساتذہ کا سب سے نمایاں کیس ضلع کیچ میں سامنے آیا۔ محکمہ تعلیم نے ان 144 اساتذہ کو اظہارِ وجوہ کے نوٹس جاری کیے جو طویل عرصے سے غیر حاضر تھے لیکن تنخواہیں وصول کر رہے تھے۔

سیکریٹری تعلیم نے ضلعی تعلیمی افسر (ڈی ای او) کیچ کی تیار کردہ رپورٹ کی بنیاد پر کیچ سے تعلق رکھنے والے 114 غیر حاضر اساتذہ کو برطرف کر دیا۔ صوبے کے مختلف اضلاع میں مزید 46 گھوسٹ اساتذہ کو برطرف کیا گیا۔ تاہم، ضلع کیچ میں 100 سے زائد اساتذہ کی برطرفی پر شدید ردِعمل سامنے آیا۔ برطرف اساتذہ کے ایک گروہ نے کوئٹہ پریس کلب میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اپنی معطلی کی مذمت کی۔

ندا انور نامی ٹیچر نے الزام عائد کیا کہ کیچ میں 114 اساتذہ کو ڈی ای او کی رپورٹ کی بنیاد پر برطرف کیا گیا جو بی اے پی کے ساتھ وابستہ تھے۔ انہوں نے الزام عائد کیا کہ کیچ میں اساتذہ کو غیر حاضری کے من گھڑت الزامات پر برطرف کیا گیا تا کہ ضلع میں بی اے پی رہنماؤں کے نااہل رشتے داروں کا بطور اساتذہ تقرر کی راہ ہموار کی جا سکے۔

سابق وزیر اعلیٰ بلوچستان ڈاکٹر مالک بلوچ بھی برطرف اساتذہ کی حمایت کرتے ہوئے اس اقدام کی مذمت کی۔ انہوں نے اس اقدام کو بی اے پی حکومت کی جانب سے سیاسی انتقام قرار دیا۔ یہ محض ایک مثال ہے کہ تعلیم کے سیاست زدہ ہونے کے باعث اس شعبے میں اصلاحات لانا کس قدر مشکل ہے۔

سکولوں کا انفراسٹرکچر

سکولوں کے لیے مناسب عمارتوں کی کمی صوبے کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اور اس حوالے سے شعبہ تعلیم میں کثیر وسائل مختص کیے گئے ہیں۔ تعمیرات سیاستدانوں اور بیوروکریٹس کی ترجیحی سرگرمی ہے کیونکہ اس میں رشوت کا عمل دخل ہوتا ہے۔

اس تناظر میں، وزیر اعلیٰ نے چائنا مشینری انجنیئرنگ کارپوریشن (سی میک) نامی کمپنی کے ساتھ ایک معاہدے پر دستخط کیے تا کہ بلوچستان میں ایک پری فیب یا پیش ترکیبی ٹیکنالوجی استعمال کرتے ہوئے سکول تعمیر کیے جا سکیں۔ اس معاہدے کے تحت سی میک ابتدائی طور پر گوادر اور زیارت کے اسکولوں میں پہلے سے قائم کلاس رومز کی تنصیب کرے گا۔ اس معاہدے پر مارچ میں دستخط کیے گئے لیکن سال کے آخر تک اس پراجیکٹ پر کوئی بڑی پیش رفت نہ ہو سکی۔

سکولوں کی ریئل ٹائم نگرانی کے نظام (آرٹی ایس ایم ایس) — جو اساتذہ کی حاضری اور سرکاری اسکولوں کی کارکردگی کی نگرانی کے لیے جدید معلومات اور کمیونی کیشن ٹیکنالوجی کو استعمال کرتا ہے — پر ایک اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ نے اعلان کیا کہ حکومت نے صوبے کے اسکولوں میں بنیادی سہولیات کی فراہمی کے لیے 20 کروڑ روپے مختص کیے ہیں۔

آرٹی ایس ایم ایس بلوچستان میں گزشتہ پانچ سال سے کام کر رہا ہے لیکن یہ صوبے میں گورنمنٹ ٹیچرز ایسوسی ایشن

بلوچستان

(جی ٹی اے) کی مضبوط لابنگ کی وجہ سے کوئی نمایاں بہتری لانے میں ناکام رہا ہے۔ انہوں نے آر ٹی ایس ایم ایس کے کام میں مداخلت کی اور اس نظام کے ذریعے کوائف کی بروقت رپورٹنگ کو روکا۔

جسمانی سزا

اپریل میں، بلوچستان نے ڈائریکٹر آف اسکول ایجوکیشن کے جاری کردہ ایک نوٹیفکیشن کے ذریعے اسکولوں میں جسمانی سزا پر پابندی عائد کردی۔ ڈائریکٹر نے دعویٰ کیا کہ جسمانی سزا صوبے میں بچوں کے سکول چھوڑ دینے کی بلند شرح کی بنیادی وجہ تھی۔

حکومت نے جسمانی سزا کی جو تعریف کی اس میں طلبا کو تکلیف پہنچانے کے لیے جسمانی طاقت کا استعمال اور انہیں غیر آرام دہ حالت میں رکھنا، اور انہیں نفسیاتی تشدد کا نشانہ بنانا شامل ہے۔ حکومت نے اس پابندی کا صوبے کے نجی اور سرکاری اسکولوں پر اطلاق کیا۔

اعلیٰ تعلیم — داخلہ اور اخراجات

مالی سال 2019-20 میں، وفاقی حکومت نے اعلیٰ تعلیم کے بجٹ میں پچھلے سال کے مقابلے میں 45 فیصد کمی کردی۔ اس کٹوتی نے بلوچستان سمیت ملک بھر کی سرکاری یونیورسٹیوں کے طلبا، نیز وزیر اعظم کے فی ری امبرسمنٹ پروگرام کو متاثر کیا۔ مذکور پروگرام سے غریب طلبا کو فیس ادا کیے بغیر یونیورسٹیوں میں پڑھنے کا موقع ملتا تھا۔

اس کٹوتی سے متاثر ہونے والے کوئٹہ کے طلبا نے مارچ 2019 میں احتجاج شروع کیا۔ انہوں نے احتجاجی مظاہرے

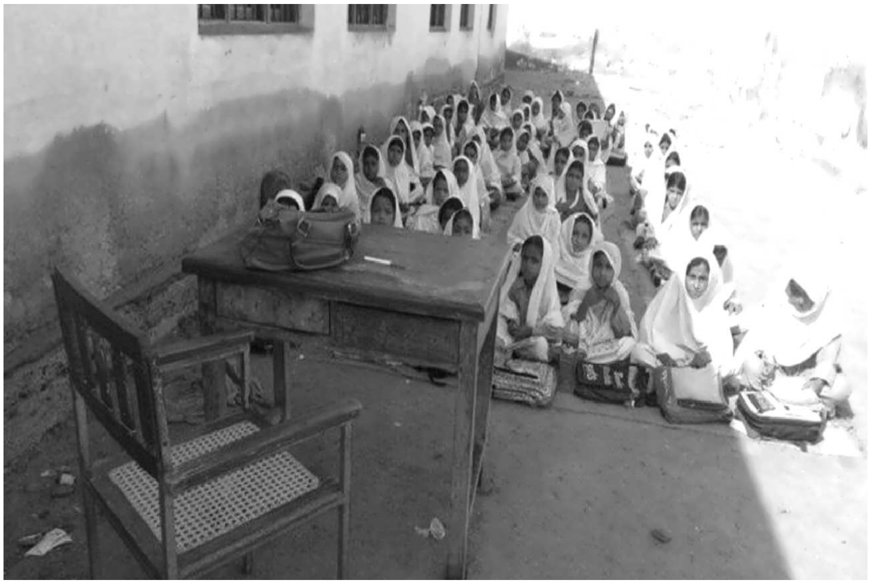

محکمہ تعلیم نے ان 144 اساتذہ کو اظہار وجوہ کے نوٹس جاری کیے جو طویل عرصے سے غیر حاضر تھے لیکن اب بھی تنخواہیں وصول کر رہے تھے

کیے، پریس کانفرنسیں کیں اور سیاست دانوں اور سول سوسائٹی کے رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں۔ تاہم، وفاقی حکومت نے اپنا موقف نہ بدلا۔ بلوچستان حکومت نے وفاقی حکومت کی جانب سے کٹوتی کے بعد صوبے کی مشکلات سے دوچار سرکاری یونیورسٹیوں کی مالی معاونت کے لیے ڈیڑھ ارب روپے مختص کیے۔

صحت

عوام کی صحت

اپریل میں، ینگ ڈاکٹرز نے ایک نجی ہسپتال پر حملے کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے تمام سرکاری ہسپتالوں کو بند کر دیا۔ صوبے بھر سے کوئٹہ آنے والے مریضوں کو کئی دنوں تک شدید مشکلات کا سامنا رہا۔ سرکاری ہسپتالوں کو بند کرنے پر ڈاکٹروں کو مرکزی اور سوشل میڈیا پر شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا کیوں کہ نجی ہسپتال فعال رہے۔ عوام میں ڈاکٹروں کے خلاف بڑھتے ہوئے منفی جذبات کے پیش نظر انہوں نے دو ہفتے بعد ہڑتال ختم کر دی۔

2019 میں سرکاری ہسپتالوں کی انتظامیہ شدید تنقید کی زد میں رہی۔ سینڈیمن پراونشل ہاسپٹل (ایس پی ایچ)، بولان میڈیکل کمپلیکس (بی ایم سی) ہسپتال اور بلوچستان انسٹی ٹیوٹ آف نیفرالوجی اینڈ یورولوجی کوئٹہ (بی آئی این یو کیو) مسلسل انتظامی بحران کا شکار رہے۔

اس تناظر میں، وزیراعلیٰ نے سرکاری ہسپتالوں کے انصرام میں اصلاح اور مالی اور انتظامی اختیارات ہسپتالوں کو منتقل کرنے کا اعلان کیا۔ تاہم، ان اعلانات پر کوئی پیش رفت نہ ہو سکی۔ محکمہ صحت کی حالت اس قدر خراب ہوگئی کہ وزیراعلیٰ نے دسمبر میں وزیر صحت اور سیکریٹری صحت دونوں کو برطرف کر دیا۔

صحت کے لیے بجٹ کی تخصیص

بلوچستان حکومت نے 2019 میں بلوچستان اینڈومنٹ فنڈ پالیسی میں ترمیم کرتے ہوئے صوبے کے نادار افراد کے ملک کے بہترین ہسپتالوں میں علاج کے لیے ایک طریقہ کار تشکیل دیا۔ یہ پالیسی کینسر سمیت سات بڑی بیماریوں کا احاطہ کرتی ہے۔

وزیر سماجی بہبود نے باقاعدہ بنیادوں پر ایک اجلاس کی صدارت کرتے ہیں جس میں فنڈنگ کے کیسز پر بحث ہوتی ہے اور فوری بنیادوں پر فیصلے کیے جاتے ہیں۔ حکومت نے اس فنڈ کے لیے 42 کروڑ 80 لاکھ روپے مختص کیے ہیں۔

قومی پروگرام

2019 میں صحت کا قابل ذکر قومی پروگرام بلوچستان میں ہنگامی طبی مراکز کا قیام تھا۔ اوسطاً، بلوچستان میں سیاسی تشدد کے باعث ہونے والی اموات کے مقابلے میں ہائی وے پر ہونے والے حادثات میں زیادہ لوگ ہلاک ہوتے ہیں۔

ہائی وے پر حادثات میں ہونے والی اموات کی بلند شرح کی وجہ بلوچستان کے یک رویہ تنگ ہائی وے ہیں، جن کے باعث خطرناک اوورٹیکنگ کے دوران میں تصادم کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔

اس تناظر میں، بلوچستان حکومت نے طبی ہنگامی مراکز (ایم ای آر سیز) کے قیام کے منظوری دی۔حکومت نے اس پراجیکٹ کے لیے تین ارب 41 کروڑ روپے مختص کیے ہیں اوراس کے تحت بلوچستان کے آٹھ ہائی ویز پر 25 ہنگامی مراکز قائم کیے جائیں گے۔

بنیادی صحت کے مراکز کے لیے حکومت بلوچستان کی مالی معاونت سے کام کرنے والی ایک غیر منافع بخش کمپنی، پیپلز پرائمری ہیلتھ کیئر انیشیٹیو (پی پی ایچ آئی) ایم ای آر سی پراجیکٹ کے انتظام وانصرام کی ذمہ دار ہے۔

ہنگامی طبی ٹیکنیشنوں کا پہلا بیچ اکتوبر میں لاہور کی ریسکیو 1122 کی اکیڈمی سے پاس آؤٹ ہوااوراسی ماہ ہنگامی مراکز نے کام شروع کر دیا۔تاہم، سال کے آخر تک، اس پراجیکٹ کو دفتری رکاوٹوں کی وجہ سے مشکلات کا سامنا رہا۔اگر اس پراجیکٹ کے لیے وقت پر فنڈز مہیا نہ کیے گئے تو جنوری کے بعد ایم ای آر سی پراجیکٹ ملازمین کی تنخواہیں ادا کرنے کے قابل نہیں ہوگا۔

گاوی، داویکسین الائنس کے عہدے داروں نے ایک اجلاس میں وزیر اعلیٰ کو بتایا کہ بلوچستان میں ویکسی نیشن کی کوریج پاکستان بھر میں سب سے کم ہے۔عہدے داروں نے دعویٰ کیا کہ بلوچستان کو ویکسینیٹروں کی کمی اور بروقت فنڈز نہ ملنے، نیز انتظام وانصرام کی خامیوں کی وجہ سے ان مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔انہوں نے یہ بھی کہا کہ امیونائزیشن کے توسیعی پروگرام کے آپریشنل فنڈز میں کٹوتی سے صوبے میں بیماریوں سے تحفظ کا عمل مزید متاثر ہوگا۔

غذائیت کی کمی

قومی غذائیت سروے (این این ایس) 2018 کے بلوچستان سے متعلق نتائج انتہائی مایوس کن تھے۔سروے کے نتائج کے مطابق، بلوچستان میں پانچ سال سے کم عمر 50 فیصد بچے نشوونما میں رکاوٹ یا سوکھے پن اور 20 فیصد لاغر پن کا شکار تھے۔این این ایس نے یہ بھی کہا کہ پانچ سال سے کم عمر 30 فیصد بچے کم وزن اور 20 فیصد زائد وزن تھے۔اس نے مزید انکشاف کیا کہ بلوچستان میں بالغ لڑکوں اورلڑکیوں میں سے 70 فیصد خون کی کمی کا شکار تھے۔

بدقسمتی سے، بلوچستان غذائیت پروگرام برائے زچہ وبچہ کو انتظامی اور سیاسی مسائل درپیش رہے اور وہ سال کے دوران میں بلوچستان میں غذائیت کی کمی کا مسئلہ حل کرنے میں مؤثر ثابت نہ ہوسکا۔

پولیو

پولیو بلوچستان میں صحت کی مہمات کی توجہ کا بنیادی مرکز ہے۔4,000 سے زائد کارکن پولیو کے قطرے پلانے کے ذمہ دار ہیں اوران میں سے 93 فیصد خواتین ہیں۔ان کارکنوں کو اکثر انسداد پولیو مہمات کے دوران میں دھمکیوں اور

ہراسگی کا سامنا رہتا ہے۔اس کے باوجود انہیں ویکسی نیشن کے لیے 500 روپے یومیہ کا معمولی معاوضہ ادا کیا جاتا ہے۔نیشنل ایمرجنسی آپریشن سنٹر نے یومیہ معاوضہ 750 روپے تک بڑھانے کی منصوبہ بندی کر رکھی ہے، جواب بھی ناکافی ہے۔

اپریل میں، افغان سرحد کے قریب چمن کے علاقے میں ایک حملے میں ایک خاتون پولیو کارکن ہلاک اور ایک زخمی ہوگئی۔اس کے نتیجے میں قلعہ عبداللہ میں پولیومہم عارضی طور پر معطل ہوگئی۔اس تناظر میں، کمشنر کوئٹہ ڈویژن نے ڈویژنل ٹاسک فورس طلب کر لی تا کہ انسداد پولیومہم میں شریک افراد کے تحفظ کو یقینی بنایا جاسکے۔

صوبائی پولیومہمات کے ذمہ دار ایمرجنسی آپریشن سنٹر (ای او سی) نے مذہبی سکالروں کو شامل کرنے اور ان کی حمایت حاصل کرنے کے لیے سخت محنت کی۔ اس کے نتیجے میں، کوئٹہ کے اسلامی اسکالروں نے پولیو ویکسین کے خلاف پراپیگنڈا مسترد کر دیا۔انہوں نے کسی بھی حالات میں پولیومہمات کے حوالے سے فتوے جاری کرنے پر بھی اتفاق کیا۔

دیگر صوبوں کی طرح، پولیو پر قابو پانے میں مشکلات ایک لمحہ فکریہ ہے۔ بلوچستان کے چھ اضلاع میں پولیو کے نو کیس سامنے آئے جن میں سے تین کا تعلق قلعہ عبداللہ اور دو کا ضلع جعفر آباد سے تھا۔ پولیو کے بڑھتے کیسز کے جواب میں ای او سی بلوچستان نے صوبے میں خصوصی انسداد پولیو ویکسی نیشن مہمات شروع کیں۔انسداد پولیو قطرے بس اور ریلوے اسٹیشنوں پر موسم سرما کی چھٹیوں کے لیے اپنے خاندان کے ہمراہ دوسرے شہروں کو جانے والے بچوں کو بھی پلائے گئے۔

ایچ آئی وی

اس سال مئی میں، تربت کے کیچ ایچ آئی وی مراکز میں 310 افراد کے ایچ آئی وی ٹیسٹ مثبت آئے۔ان میں سے 250 کیسز کا تعلق کیچ، 31 کا لسبیلا اور 27 کا گوادر سے تھا۔ان مراکز نے انکشاف کیا کہ وائرس کے پھیلاؤ کی بڑی وجہ منشیات کے ٹیکوں کے لیے وائرس زدہ سرنجوں کا استعمال، اور اس کے بعد غیر محفوظ جنسی اختلاط تھا۔

صوبے کی مختلف جیلوں میں 28 قیدیوں کے ایچ آئی وی ٹیسٹ بھی مثبت آئے۔ ان میں سے 24 کا تعلق گڈانی سنٹرل جیل، چار کا کوئٹہ ڈسٹرکٹ جیل اور ایک کا لورالائی ڈسٹرکٹ جیل سے تھا۔ زیادہ تر کیسز کی وجہ استعمال شدہ سرنجوں کا استعمال تھا۔

کانگو وائرس

بلوچستان میں 25 سے زائد افراد کانگو وائرس سے متاثر ہوئے۔ 45 مریضوں کو فاطمہ جناح چیسٹ ہسپتال لایا گیا اور ان میں سے زیادہ تر کو علاج کے بعد ہسپتال سے فارغ کر دیا گیا۔ بلوچستان میں سال کے دوران میں کانگو کے پانچ مریض علاج کے دوران میں چل بسے۔ زیادہ تر متاثرین مویشیوں کے شعبے سے وابستہ تھے۔

ڈینگی

ستمبر سے نومبر تک تین ماہ کے عرصے کے دوران میں بلوچستان میں ڈینگی کے 3,075 کیسز سامنے آئے۔ مکران ڈویژن ڈینگی وائرس سے بری طرح متاثر ہوا اور زیادہ تر کیسز ضلع کیچ اور گوادر میں سامنے آئے۔

چھاتی کا کینسر

سال 2019 کے لیے چھاتی کے کینسر کے مریضوں کا ڈیٹا دستیاب نہیں تھا۔ تاہم، 2014 سے 2017 کے دوران میں کوئٹہ میں کینسر کے 10,000 کیس سامنے آئے۔ ان میں سے زیادہ تر خواتین تھیں جو چھاتی کے کینسر میں مبتلا تھیں۔

ہیپاٹائٹس

ہیپاٹائٹس کا پھیلاؤ شمالی بلوچستان میں بہت زیادہ ہے۔ گزشتہ تین سال کے دوران میں صوبے کے 28 مراکز میں ہیپاٹائٹس کے 64,000 سے زائد مریضوں کا علاج کیا گیا۔

رہائشی سہولیات، زمینوں پر قبضے اور سرکاری سہولیات

سرکاری رہائشی سکیمیں اور قرضے

وزیراعظم نے نیا پاکستان ہاؤسنگ اسکیم کے تحت کوئٹہ میں 110,000 گھروں کا افتتاح کیا۔ کوئٹہ کے اس دورے کے دوران میں انہوں نے ان ہزارہ افراد کے لیے پانچ فیصد کوٹے کا اعلان کیا جو دہشت گردی کے واقعات میں اپنے خاندانوں سے محروم ہو گئے تھے۔ انہوں نے گوادر کے ماہی گیروں کے لیے بھی گھروں کا اعلان کیا۔

تجاوزات، بے دخلی اور زمینی تنازعات

بلوچستان میں زمینی جھگڑے ایک عام بات ہے۔ زمینوں پر قبضے کے چھوٹے موٹے واقعات اکثر پیش آتے رہتے ہیں۔ نومبر میں، بی این پی کے کارکنوں اور رہنماؤں نے کوئٹہ اور نصیر آباد کے اضلاع میں قبائلی اراضی پر جبری قبضے کے خلاف احتجاج کیا۔ تاہم، صوبے میں بے دخلی کا کوئی بڑا واقعہ پیش نہیں آیا۔

عمارتوں کا منہدم ہونا اور آتش زدگی

بلوچستان میں عمارتیں منہدم ہونے کے دو بڑے واقعات پیش آئے۔ مارچ میں، بلوچستان کے ضلع ہرنائی میں ایک گھر منہدم ہونے کے نتیجے میں ایک خاتون اور اس کے پانچ بچے جاں بحق ہوئے۔ شدید بارشوں اور لینڈ سلائیڈ کو گھر کے منہدم ہونے کی ایک بڑی وجہ قرار دیا گیا۔ نومبر میں، ضلع گوادر کے علاقے پسنی میں ایک گھر کی چھت گرنے کے نتیجے میں چار افراد جاں بحق ہوئے۔

ماحولیات

موسمیاتی تبدیلی

مارچ میں شدید بارشوں اور سیلاب نے بلوچستان کے کئی اضلاع میں تباہی پھیلائی۔ لسبیلا، قلعہ عبداللہ، نصیر آباد، نوشکی اور کیچ کے اضلاع سیلاب سے بری طرح متاثر ہوئے۔

صرف لسبیلا اور قلعہ عبداللہ میں فوج اور ضلعی انتظامیہ نے 1,500 افراد کو ریسکیو کیا۔ وزیر اعلیٰ نے ضلع لسبیلا کے سیلاب سے متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا اور متاثرین کو یقین دلایا کہ حکومت ان کی ہر ممکن مدد کرے گی۔

پانی

پانی کی قلت بلوچستان کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ صوبے بھر کے سروے کے مطابق، بلوچستان کے 33 میں سے 20 اضلاع خشک سالی کا شکار ہیں جن میں 109,000 خاندان متاثر ہوئے ہیں۔ موجودہ خشک سالی لوگوں کی واحد شہری مرکز کوئٹہ کی جانب نقل مکانی کا سبب بنی ہے۔ اقوام متحدہ کی مختلف ایجنسیوں پر مشتمل ایک ٹیم نے فروری میں وزیر اعلیٰ سے ملاقات کی اور انہیں بلوچستان کے 20 اضلاع میں خشک سالی جیسی صورت حال سے نمٹنے کے لیے اپنے مکمل تعاون کا یقین دلایا۔

بلوچستان حکومت پانی کی قلت کے مسئلے کے حل کے لیے کوئٹہ شہر کے اطراف میں کئی ڈیم تعمیر کر رہی ہے۔ اگست میں منعقد ہونے والے ایک اعلیٰ سطح کے اجلاس میں بلوچستان میں ان ڈیموں اور پانی کے منصوبوں کی جلد از جلد تکمیل پر زور دیا گیا۔

صوبائی وزیر آب پاشی نے محققین اور انجینیئر وں سے کہا کہ وہ آب پاشی کے اختراعی اور معنیٰ خیز طریق کار لے کر آئیں تا کہ بلوچستان کے قلیل آبی ذخائر سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جا سکے۔

بلوچستان حکومت کی مسلسل شکایت رہی ہے کہ سندھ حکومت آب پاشی کے لیے اس کے حصے کا پانی نہیں دیتی۔ 2019 میں، ملک میں پانی کے تنازعات کے حل کے لیے وزیر اعظم کی جانب سے قائم کی گئی کمیٹی کے ایک اجلاس میں ایک مرتبہ پھر یہی شکایت دہرائی گئی۔

اٹارنی جنرل کی زیر صدارت ایک کمیٹی کے اجلاس میں بلوچستان حکومت نے دعویٰ کیا کہ سندھ 1992 سے بلوچستان کے حصے کے آب پاشی کے پانی کا ایک بڑا حصہ استعمال کر رہا ہے۔ حکام نے اجلاس میں دعویٰ کیا کہ صوبے کو 2000 سے 2017 کے عرصے کے دوران پانی کی اوسطاً 28 فی صد کمی کا سامنا رہا۔

قابل تجدید توانائی کے ذرائع

اکتوبر میں، وزیر اعلیٰ کی صدارت ایک اجلاس میں مجوزہ قابل تجدید توانائی پالیسی 2019 کا جائزہ لیا گیا اور کہا گیا کہ

بلوچستان میں سورج اور ہوا کے ذریعے بجلی پیدا کرنے کی زبردست صلاحیت ہے۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ بلوچستان کا طویل ساحل قابل تجدید ذرائع سے بجلی پیدا کرنے میں انتہائی کارآمد ثابت ہوسکتا ہے۔

اس کے باوجود، اس موضوع پر کئی اجلاسوں اور مباحث کے علاوہ بلوچستان میں قابل تجدید توانائی کے ذرائع کے حوالے سے کوئی بڑی پیش رفت نہ ہوسکی۔

ثقافتی حقوق

لسانی اور ادبی ورثہ

قوم پرست جماعتوں کے مطالبے کے باوجود بلوچستان کی مقامی زبانیں اب بھی صوبے کے سکولوں کے نصاب کا حصہ نہیں ہیں۔ ماہرین لسانیات کا ماننا ہے کہ مقامی زبانوں نے ابھی اتنی ترقی نہیں کی کہ انہیں اسکولوں میں ذریعہ تعلیم بنایا جائے۔ تاہم، مقامی زبانیں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مضمون کے طور پر پڑھائی جاتی ہیں۔

یونیورسٹی آف لورالائی نے نومبر میں اپنا پشتو زبان کا شعبہ قائم کیا اور اب طلبا پشتو زبان کو علم کے طور پر پڑھ سکتے ہیں۔ یہ یونیورسٹی 2012 میں قائم ہوئی تھی اور یہ بلوچستان کے ضلع ژوب کی واحد یونیورسٹی ہے۔

ریاستی پالیسیاں

بلوچستان میں محکمہ ثقافت تو موجود ہے لیکن ثقافت بلوچستان حکومت کا ترجیحی شعبہ نہیں۔ بلوچستان میں کوئی باقاعدہ عجائب گھر موجود نہیں جسے عوام کے لیے کھولا جا سکے۔ موجودہ چھوٹے چھوٹے عجائب گھر حکومت کی جانب سے کوئی خاص توجہ حاصل نہیں کر پاتے۔

ایسا اکثر دیکھا گیا ہے کہ بلوچستان کے نوادرات اور ثقافتی مصنوعات صوبے سے باہر سمگل کی جاتی ہیں اور ان کی بازیابی اور واپسی کم ہی ہوتی ہے۔

مارچ میں، سندھ حکومت نے 20,675 نوادرات واپس کیے جو بلوچستان میں کھدائی کر کے نکالے گئے تھے لیکن انہیں نیشنل میوزیم کراچی میں رکھا گیا تھا، کیوں کہ بلوچستان میں کوئی مناسب عجائب گھر نہیں تھا۔

سیکریٹری ثقافت کے مطابق، ان نوادرات میں مٹی کے برتن، مہریں، سکے اور دیگر اشیا شامل تھیں جو 2,000 سے 6,000 سال پرانی تھیں۔ تاہم، بلوچستان میں اب بھی کوئی مناسب عجائب گھر موجود نہیں ہے جسے حکومت علاقے کے ثقافتی ورثے سے آگہی کے لیے استعمال کر سکے۔

اسلام آباد دارالحکومت کا علاقہ

اہم نکات

- سات میں سے چھ اراکین اور چیئر مین کے تقرر میں التوا کے باعث قومی کمیشن برائے انسانی حقوق مئی سے غیر فعال رہا
- قومی احتساب بیورو (نیب) کی سرگرمیوں پر تنقید ہوئی اور قومی کمیشن برائے انسانی حقوق نے کہا کہ نیب کا اپنے حراستی مراکز تک رسائی نہ دینا قانون کی خلاف ورزی ہے
- جنوری میں سپریم کورٹ آف پاکستان نے جرگوں اور پنچایت کے نظام اور ان کے کسی حکم یا فیصلہ کو بین الاقوامی وعدوں اور آئین کی روح کے خلاف قرار دیا
- فوجی عدالتوں کی دوسالہ آئینی مدت مارچ میں ختم ہوگئی اور آخر کار انہوں نے کام بند کر دیا
- سپریم کورٹ نے سزائے موت کو کالعدم قرار دینے کی بنیادی وجوہات میں، نا قابل اعتبار گواہیوں، جبراً اور واپس لے لیے جانے والے اعتراف جرم، نا کافی اور جوڑ توڑ سے بنائے گئے ثبوتوں اور ملزم کے جرم کے لیے محرک کے نہ ہونے کا حوالہ دیا
- سابق فوجی حکمران جنرل پرویز مشرف کے خلاف غداری کے مقدمہ میں سزائے موت کے فیصلہ نے ایک طرف عدلیہ اور دوسری طرف فوج، جس کو حکومت کی تائید حاصل تھی، کی رائے کو تقسیم کر دیا
- اقلیتوں کے زبردستی مذہب بدلنے سے تحفظ کے لیے 22 رکنی پارلیمانی کمیٹی کے قیام کا نوٹیفکیشن نومبر میں جاری ہوا، جسے اقلیتی افراد کے زبردستی مذہب بدلنے سے تحفظ کے لیے مسودہ قانون تیار کرنے کا کام سونپا گیا
- ڈان اخبار کے خلاف مشترکہ مہم دوبارہ منظر عام پر آ گئی جب ایک ہجوم نے خفیہ ایجنسی کے حق میں نعرے بازی کرتے ہوئے ان کے دفاتر کا محاصرہ کیا
- اسلام آباد پولیس نے انکشاف کیا کہ دارالحکومت میں خواتین کے خلاف تشدد کے مقدمات 2018 میں 79 سے بڑھ کر 2019 میں 109 ہو گئے۔ ان میں 43 تشدد، 31 اغوا اور 35 عصمت دری کے مقدمات تھے
- مذہبی جماعتوں کے ارکان کے احتجاج کے دوران میں سینٹ نے شادی کے لیے کم سے کم عمر 18 سال کرنے کا ایک بل منظور کیا۔ پاکستان تحریک انصاف نے ووٹ ڈالنے سے احتراز کیا
- رجسٹرڈ افغان مہاجرین کو پہلی بار ملک میں بینک اکاؤنٹس کھولنے اور انہیں برقرار رکھنے کی اجازت دی گئی
- ایک اندازے کے مطابق اسلام آباد میں سکول سے باہر بچوں کی تعداد 30000 ہے
- پولیو کے تصدیق شدہ کیسز کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا اور بتایا گیا کہ اس کی بنیادی وجہ والدین کا اپنے بچوں کو حفاظتی ٹیکے لگوانے سے انکار ہے۔
- وفاقی کابینہ نے بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام (بی آئی ایس پی) سے فائدہ اٹھانے والے 820,165 افراد کو بی آئی ایس پی ڈیٹا بیس سے خارج کرنے کی منظوری دے دی۔ بی آئی ایس پی کے اعداد و شمار سے معلوم ہوا کہ ان میں سے 140000 سرکاری ملازمین یا ان کے شریک حیات تھے باوجود اس کے کہ یہ پروگرام سرکاری ملازمین کے لیے نہیں تھا

قانون کی حکم رانی

قانون اور قانون سازی

حکومت کا کسی بھی آئندہ سینٹ اور قومی اسمبلی کے اجلاس کے انتظار کی بجائے آرڈیننس جاری کرے۔ سارا سال کافی تنقید اور بحث کا موضوع بنا رہا۔ 31 اکتوبر کو صدر نے وفاقی کابینہ کے منظور شدہ آٹھ آرڈیننس جاری کیے۔ نومبر میں ان کو قومی اسمبلی میں جلدی سے منظور کرا لیا گیا لیکن بعد میں ان بلوں کی مخالفت کے بعد حکومت نے ان سے دستبرداری پر اتفاق کیا اور ان سب 11 صدارتی حکم ناموں کو بحث کے لیے دوبارہ پیش کیا جو 7 نومبر کو تحفظات کا خیال کیے بغیر جلدی سے اسمبلی سے گزار دیے گئے تھے۔

قومی کمیشن برائے انسانی حقوق، (این سی ایچ آر)، مئی کے بعد سے غیر فعال رہا کیوں کہ اس کے چیئرمین اور سات اراکین میں سے چھ کی مدت ملازمت ختم ہو گئی تھی۔ ایسے ادارے کو جو ملک میں انسانی حقوق کی پامالیوں کی تحقیقات کرتا ہے کو واضح طور پر ان اسامیوں کو پُر کرنے کو کوئی ترجیح نہیں دی گئی۔

آئی سی ٹی میں منظور کیے گئے قوانین

ضمیمہ دو دیکھیے

عدل و انصاف کی فراہمی

عدلیہ

مئی 2019 میں سپریم کورٹ کی فل کورٹ میٹنگ میں اطمینان کا اظہار کیا گیا کہ اعلیٰ عدالت نے یکم جنوری سے 26 اپریل 2019 تک 7213 مقدمات میں سے 6169 مقدمات کا فیصلہ کیا ہے جبکہ کل 39338 مقدمات زیر التوا ہیں۔ دسمبر میں ایک اجلاس میں، جس کی صدارت چیف جسٹس نے کی، فل کورٹ نے کہا کہ 27 اپریل سے لے کر 20 نومبر تک 7718 مقدمات کا فیصلہ کیا گیا۔ اس کے باوجود کہ اس مدت کے دوران میں مختلف اہم مقدمات کی سماعت کے لیے نسبتاً وسیع تر بنچز تشکیل دیے گئے، یہ نوٹ کیا گیا کہ 41,105 مقدمات اب بھی زیر التوا ہیں۔ اس کا مطلب ہے جنوری سے نومبر 2019 تک کل 13800 سے زیادہ مقدمات کا فیصلہ کیا گیا۔

لا اینڈ جسٹس کمیشن آف پاکستان کے مطابق دسمبر کے آخر میں سپریم کورٹ میں 42582، وفاقی شرعی عدالت میں 176، اسلام آباد ہائی کورٹ میں 15885 اور ضلعی عدلیہ میں 41329 مقدمات زیر التوا تھے۔

اکتوبر میں سپریم کورٹ نے سفارش کی کہ پارلیمنٹ 'دہشت گردی' کی نئے سرے سے تعریف کرے اور اسے ان پرتشدد سرگرمیوں پر مرکوز کرے جن کا مقصد' سیاسی، نظریاتی یا مذہبی مقاصد' حاصل کرنا ہو۔ سات رکنی بینچ نے قرار دیا کہ انسداد دہشت گردی ایکٹ میں کی گئی دہشت گردی کی تعریف بہت وسیع ہے۔ اس کے نتیجے میں انسداد دہشت گردی کی عدالتوں میں ایسے مقدمات کی بھرمار ہوگئی ہے جن کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں اور یوں دہشت گردی کے مقدمات کو تیزی سے نمٹانے میں رکاوٹ پیدا ہوئی۔ عدالت عظمیٰ نے یہ بھی کہا کہ عدالتیں اکثر ایکٹ کی درست تشریح نہیں کرتیں اور ان پر زور دیا کہ وہ جرائم کے اثرات پر کم اور افعال کے پیچھے کارفرما نیت اور محرک پر زیادہ توجہ دیں۔

ایک دہائی بعد قتل کے ملزم اسفندیار خان کو سپریم کورٹ نے یہ کہتے ہوئے بری کر دیا کہ استغاثہ مقدمے کی سماعت کے دوران میں ان پر لگائے گئے الزامات کو ثابت کرنے میں ناکام رہا۔ انسداد دہشت گردی کی عدالت نے 2009 میں سزائے موت دی تھی لیکن لاہور ہائی کورٹ نے اسے عمر قید میں تبدیل کر دیا۔ اسے ایک طالب علم عادل بٹ کے اغوا اور اس کے اہل خانہ کے تاوان کی رقم ادا کرنے میں ناکامی پر قتل کا مجرم ٹھہرایا گیا۔

نظام عدل میں اصلاحات

جنوری میں سپریم کورٹ نے جرگوں اور پنچایتوں کے نظام کو انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ (یو ڈی ایچ آر)، شہری اور سیاسی حقوق سے متعلق بین الاقوامی عہد نامہ (آئی سی سی پی آر) اور خواتین کے خلاف تمام قسم کے امتیازی سلوک کے خاتمے کے کنونشن (سیڈا) کے تحت کیے گئے بین الاقوامی وعدوں کے خلاف قرار دیا۔ فیصلہ خواتین کی حیثیت سے متعلق قومی کمیشن (این سی ایس ڈبلیو) اور خیبر پختونخوا حکومت کی درخواست پر کیا گیا۔

فیصلے میں قرار دیا کہ چونکہ کوئی فرد یا افراد کا گروہ اس اہل نہیں کہ کسی جرگہ یا پنچایت کے نام یا کسی اور نام سے بغیر قانونی

جنوری میں سپریم کورٹ نے جرگے اور پنچائیت کے نظام کو غیر قانونی اور آئین کی روح کے خلاف قرار دیا

اختیار کے کسی سول یا فوجداری عدالت کے اختیارات حاصل کرے، کسی ایسے فرد یا افراد کے گروہ کی طرف سے جاری کوئی بھی حکم، فیصلہ یا ہدایت نامہ غیر قانونی اور آئین کی روح کے منافی ہے۔

فیصلے میں اس قانون کے نفاذ کے رہنما اصول بھی موجود تھے کہ پاکستان کی قانون نافذ کرنے والی تمام ایجنسیز پابند ہیں کہ وہ چوکنا رہیں اور اس امر کو یقینی بنائیں کہ اگر کسی جرم کی شکایت نہ کی گئی ہو تو خود ایف آئی آر درج کریں اور تحقیقات کا عمل شروع کریں۔

فروری میں سپریم کورٹ نے عدالتی افسران کو ہدایات جاری کیں کہ شناختی پریڈ کا انعقاد کیسے کیا جائے لیکن قرار دیا کہ فوجداری مقدمات میں ملزم کی شناخت طے کرنے کے لیے اس طرح کی پریڈ پر انحصار کرنا کافی نہیں۔

ستمبر میں چیف جسٹس نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ 19 لاکھ کی حیران کن تعداد میں مقدمات مختلف سطحوں پر زیر التوا ہونے پر عدلیہ کو ہدف تنقید بنایا گیا حالانکہ صرف وہی مقدمات کے جمع ہونیکی ذمہ دار نہیں۔

ایک سول کیس کی سماعت کے دوران میں چیف جسٹس نے اس حقیقت پر افسوس کا اظہار کیا کہ پاکستان کی عدلیہ میں تقریباً پچیس فیصد اسامیاں خالی ہیں۔ اگر یہ اسامیاں حکومت نے پر کی ہوتیں تو مقدمات کا التوا کافی حد تک کم ہو جاتا۔ بائیس کروڑ افراد پر مشتمل آبادی کے لیے اوپر سے نیچے کی سطح تک صرف تین ہزار ججز اور مجسٹریٹ دستیاب ہیں۔

مارچ میں چیف جسٹس نے مقدمات کو جلد نمٹانے اور بڑے پیمانے پر التوا کو کم کرنے کے لیے ملک کے ہر ضلع میں ماڈل عدالتوں کے قیام کا اعلان کیا۔ یہ اعلان نیشنل جوڈیشل پالیسی میکنگ کمیٹی (این جے پی ایم سی) کے سپریم کورٹ میں اجلاس کے دوران میں کیا گیا۔ کمیٹی نے اس سلسلے میں وفاق کے دائرہ اختیار میں کام کرنے والے انتظامی ٹریبونلز اور خصوصی عدالتوں میں 438 خالی اسامیوں اور صوبائی دائرہ اختیار کے تحت کام کرنے والی خصوصی عدالتوں اور انتظامی ٹریبونلز میں 950 خالی اسامیوں پر بھی تبادلہ خیال کیا۔

ماڈل کرمنل ٹرائل کورٹس (ایم سی ٹی سی) میں مقدمات کی باقاعدہ نگرانی کے لیے نگرانی اور جائزہ سیل بھی قائم کیا گیا۔ انصاف کے فوری اقدام کی نگرانی کرنے اور چیف جسٹس کو براہ راست رپورٹنگ کرنے کے لیے سپریم کورٹ اور اسلام آباد ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج سہیل ناصر کو مانیٹرنگ سیل کا ڈائریکٹر جنرل مقرر کیا گیا۔

جون میں یہ اعلان کیا گیا کہ ملک بھر میں ان 110 ایم سی ٹی سیز نے یکم اپریل سے 15 جون کے درمیان قتل کے 2236 اور منشیات کے 3411 اور کل 5647 مقدمات کا فیصلہ کیا۔ 175 مقدمات میں موت اور 535 مقدمات میں عمر قید کی سزا دی گئی۔

اسلام آباد میں دو ایم سی ٹی سیز نے 88 قتل اور 134 منشیات کے زیر سماعت مقدمات کا فیصلہ کیا۔ ماڈل عدالتوں کے کام سے واقف افراد نے ان اعداد و شمار کے بارے میں تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ زیادہ تر مقدمات کے فیصلے کے قریب ہونے پر ان عدالتوں میں تبادلہ کر دیا گیا تا کہ تیزی سے ان کا فیصلہ کیا جا سکے۔

اگست تک تقریباً پانچ ماہ میں ملک بھر میں 167 ماڈل عدالتوں نے 12584 قتل اور منشیات کے مقدمات کا فیصلہ کیا۔ اس کامیاب اقدام کے بعد، قومی کمیٹی نے ماڈل ٹرائل مجسٹریٹ عدالتوں (ایم ڈی ایم سیز) کے ساتھ ساتھ ماڈل سول اپیلیٹ عدالتیں (ایم سی اے سیز) قائم کرنے کی تجویز پیش کی۔

انصاف کے عمل کو تیز کرنے کے لیے ٹیکنالوجی کے استعمال کی شروعات مئی میں کی گئی۔ پاکستان کی تاریخ میں سب سے پہلے 'ای کورٹ سسٹم' نے، چیف جسٹس کی سربراہی میں کراچی برانچ رجسٹری کے ساتھ ویڈیو لنک کے ذریعے ضمانت کے چار مقدمات کا فیصلہ کیا۔

جون میں، پاکستان بار کونسل نے چاروں صوبوں اور اسلام آباد میں، 'نااہل اور بدعنوان' ججوں کی نشان دہی کرنے اور ان کے خلاف ریفرنس' تیار' کرنے کے لیے خصوصی کمیٹیاں تشکیل دیں۔

چیف جسٹس نے جولائی میں کہا کہ جھوٹی گواہی فوجداری انصاف کے نظام میں خرابیوں کی بنیادی وجہ ہے اور اسے مزید برداشت نہیں کیا جائے گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ چونکہ اس مسئلہ کے بارے میں عدالت عظمیٰ سخت رویہ اپنائے ہوئے ہے، قتل کے تقریباً 15 چشم دید گواہوں کے خلاف ملک کے مختلف حصوں میں جھوٹی گواہی کی بنیاد پر عدالتی کارروائی کی جا رہی ہے۔

احتساب/نیب

قومی کمیشن برائے انسانی حقوق (این سی ایچ آر) نے فروری میں کہا کہ قومی احتساب بیورو قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے حراستی مراکز تک رسائی نہیں دے رہا۔ نیب کی حراست میں پروفیسر کی ہلاکت اور حوالات میں سی سی ٹی وی کیمروں کے الزامات سامنے آنے کے بعد اس سے درخواست کی گئی کہ وہ کمیشن کی ایک ٹیم کو ان مقامات کا معائنہ کرنے کی اجازت دیں۔ این سی ایچ آر نے کہا کہ نیب نے اس کے باوجود اس درخواست کا جواب دینے کی زحمت گوارا نہ کی کہ کمیشن کو ملک بھر کے تمام حراستی اور نظربندی کے مراکز کا دورہ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

فروری میں نیب نے سابق ایم این اے غلام ربانی کھر، سابق وزیرخارجہ حنا ربانی کھر، سابق سیکرٹری، مواصلات اور چیئرمین، این ایچ اے، شاہد اشرف تارڑ، سابق چیئرمین، ای ٹی پی بی، صدیق الفاروق، سابق مینیجنگ ڈائریکٹر، پاکستان بیت المال، بیرسٹر عابد وحید شیخ، اور دوسروں سمیت سربرآوردہ سیاستدانوں اور افسروں کے خلاف پوچھ گچھ اور تفتیش کے احکامات جاری کیے۔

مارچ میں ایک ریٹائرڈ آرمی آفیسر نے خودکشی کر لی۔ نیب اس کے خلاف کئی طرح کی تحقیقات کر رہا تھا۔ اپنے خودکشی کے نوٹ میں افسر ریٹائرڈ بریگیڈیئر اسد منیر نے کہا کہ نیب نے اپریل 2017 سے ان کی زندگی 'اجیرن' بنا رکھی ہے اور وہ تضحیک، ہتھکڑی لگائے جانے اور میڈیا کے سامنے چلائے جانے سے بچنے کے لیے اپنی جان لینے جا رہے ہیں۔ اسی نوٹ میں انہوں نے چیف جسٹس سے 'نیب حکام کے رویہ کا نوٹس لینے' کی درخواست کی تا کہ 'دوسرے سرکاری اہل

کاروں کو ان جرائم کی سزا نہ دی جائے جن کا ارتکاب انہوں نے نہیں کیا'۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے مئی میں اعلان کیا کہ نیب اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کا ملزمان کو جرم ثابت ہونے سے پہلے ہتھکڑی لگانا اور اور میڈیا پر ان کی تضحیک کرنا اسلامی اصولوں اور انسانی وقار کے منافی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ کونسل نے عورتوں سے متعلق مسائل اٹھانے کی اپنی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے، یوم خواتین ریلیوں میں 'نامناسب' نعرے لگائے جانے پر تشویش کا اظہار کیا۔

ازخود مداخلت

مارچ میں سپریم کورٹ آفس نے ایک درخواست واپس لوٹا دی جس میں ازخود نوٹس کے مقدمات یا قانون کے آرٹیکل 184 کی شق 3 کے تحت عوامی اہمیت کے دوسرے معاملات کی سماعت کی براہ راست سٹریمنگ یا انھیں نشر کرنے کے بارے میں ہدایات طلب کی گئی تھیں۔

رجسٹرار آفس نے کہا کہ درخواست پر اس لیے غور نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ درخواست گزار، جو پی بی سی کے ایک سینئر رکن ہیں، نے کسی دوسرے مناسب دستیاب فورم پر پیش کرنے کی بجائے براہ راست عدالت عظمیٰ اسے رجوع کیا ہے۔

فوجی عدالتیں

فوجی عدالتوں کی دو سالہ آئینی مدت مارچ میں ختم ہوگئی اور آخر کار وہ غیر فعال ہوئیں۔ جنوری کے اوائل میں حزب اختلاف اپنے موقف پر متفق تھی کہ ان عدالتوں کی مدت بڑھانے سے پہلے وزیر اعظم کو حزب اختلاف کی دو بڑی جماعتوں پاکستان مسلم لیگ نواز (پی ایم ایل۔این) اور پاکستان پیپلز پارٹی (پی پی پی) سے براہ راست بات کرنا ہو گی۔ وزیر اطلاعات نے اس تقاضے کو یہ کہتے ہوئے مسترد کر دیا کہ وزیر اعظم ان دو جماعتوں کے رہنماؤں سے کبھی بات چیت نہیں کریں گے۔

حکومت فوجی عدالتوں کو 2 سال کی توسیع دینے کے لیے اصولی فیصلہ پہلے ہی کر چکی تھی لیکن اسے پارلیمان کے دونوں ایوانوں میں سے کسی ایک میں قانونی ترمیم کے لیے مطلوب دو تہائی اکثریت حاصل نہ تھی۔ اپریل میں، بل پیش کرنے میں دشواری کے بعد حکومت نے تسلیم کر لیا کہ پارلیمان میں حزب اختلاف کی حمایت کے بغیر فوجی عدالتوں کے لیے قانون کی تجدید نہیں کر سکے گی۔

مذہبی شعائر کی توہین

سپریم کورٹ نے اکتوبر 2018 کے فیصلے پر نظر ثانی کی درخواست نمٹاتے ہوئے آسیہ بی بی کو توہین رسالت کے الزام سے بری کرتے ہوئے آخر کار 28 جنوری 2019 کو آزاد کر دیا۔ 8 مئی 2019 کو آسیہ بی بی نے پاکستان چھوڑ دیا اور اپنے خاندان سے جا ملی۔

مئی میں آرمی میڈیکل کور سے ریٹائر ایک پچاس سالہ شخص کو 14 دن کے عدالتی ریمانڈ پر جیل بھیج دیا گیا۔ گولڑہ شریف پولیس سٹیشن میں دائر کی گئی درخواست کے مطابق، درخواست گزار یاسر قاسمی نے بیان دیا کہ جب بھی اس نے مقدس ہستیوں، بشمول خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم)، ام المومنین (رضی اللہ عنہا) اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے بارے میں اپنے فیس بک صفحہ پر کچھ شیئر کیا تو ملزم نے ہمیشہ توہین آمیز آرا سے جواب دیا۔

آب پارہ پولیس نے ایک شخص کو توہین کے الزام میں حراست میں لے لیا جب عبدالرحمٰن معاویہ نے اس پر فیس بک پر توہین آمیز آرا شیئر کرنے کا الزام عائد کیا۔

اپریل میں شمس کالونی پولیس اسٹیشن میں توہین کا مقدمہ درج ہونے اور گرفتاری کے بعد ایک شخص کا 14 دن کا عدالتی ریمانڈ لیا گیا۔

ستمبر میں سپریم کورٹ نے وجیہہ الحسن کو بری کر دیا۔ وہ 2002 میں توہین کے مقدمہ میں سزائے موت پانے کے بعد اٹھارہ سال سے قید تھا۔ بینچ نے یہ دیکھتے ہوئے کہ استغاثہ کسی شک کے بغیر یہ ثابت کرنے میں ناکام رہا کہ وہ خطوط جو توہین کے الزام کی بنیاد بنے واقعی حسن نے لکھے، مقدمہ خارج کر دیا۔

سزائے موت

اپریل 2019 میں ایک برطانوی این جی او نے قانون اور انصاف کے وزیر کو ایک رپورٹ جمع کرائی جس سے افشا ہوا کہ سپریم کورٹ نے 2010 اور 2018 کے درمیان 310 فیصلوں میں سے 78 فی صد میں بری کرتے ہوئے، سزا کم کرتے ہوئے یا نظر ثانی کے احکامات جاری کرتے ہوئے، سزائے موت کو واپس لے لیا۔

سپریم کورٹ نے بارہا ناقابل اعتبار گواہیوں، جبراً اور واپس لے لیے جانے والے اعتراف جرم، ناکافی اور جوڑ توڑ سے بنائے گئے ثبوتوں اور ملزم کے جرم کے لیے محرک کے نہ ہونے کا سزائے موت کو کالعدم قرار دینے کی بنیادی وجوہات کے طور پر حوالہ دیا۔

سپریم کورٹ نے پولیس کی تحقیقات کے قابل اعتبار ہونے پر بھی شدید شکوک وشبہات کا اظہار کیا، خاص طور پر جہاں ایف آئی آر کے اندراج میں بغیر کسی وجہ کے تاخیر ہوئی اور جہاں ثبوت گھڑے ہوئے، بدلے گئے یا مشکوک دکھائی دیے۔

مئی میں چیف آف آرمی سٹاف نے ایک ریٹائرڈ آرمی افسر اور ایک سول افسر کی سزائے موت، نیز ایک ریٹائرڈ آرمی افسر کو 14 سال کی قید بامشقت کی سزا کی توثیق کی۔ ان پر الزام عائد کیا گیا تھا کہ انھوں نے قومی سلامتی کی دشمن غیر ملکی ایجنسیز کے لیے جاسوسی کی یا انھیں حساس معلومات فراہم کیں۔

ایک خصوصی عدالت نے دسمبر میں سابق فوجی حکمران جنرل پرویز مشرف کو غداری کے الزام میں سزائے موت سنائی۔ (دیکھیں اہم مقدمات)

جنوری میں، آخرکار خدیجہ صدیقی کیس، میں انصاف کر دیا گیا۔ 2017 میں جوڈیشل مجسٹریٹ نے قانون کے طالب علم شاہ حسین کو 21 سالہ ساتھی طالبہ کو چاقو کے 23 وار کرنے پر سات سال قید (جو بعد میں پانچ سال تک کم کر دی گئی) سزا سنائی تھی۔ ثبوت اور گواہوں کے بیانات کو اس فیصلے میں مدنظر رکھا گیا تھا اور بتایا گیا کہ یہ 'بغیر کسی شک و شبہ کے 'قتل کی ایک کوشش تھی۔

لاہور ہائی کورٹ نے 2018 میں ایک متنازعہ فیصلے میں کہا کہ استغاثہ 'معقول شک سے بالاتر جرم ثابت کرنے میں ناکام رہا ہے'۔ شاہ حسین کے والد قانونی برادری کے بااثر رکن تھے۔

سپریم کورٹ نے اس کیس کا از خود نوٹس لیا اور 23 جنوری کو حتمی سماعت پر فیصلہ خدیجہ کے حق میں دے دیا۔ شاہ حسین کو کمرہ عدالت سے سیدھا جیل بھیج دیا گیا۔ تین سال کی جدوجہد کے بعد خدیجہ نے قانون کی ڈگری لے لی۔

فروری میں سپریم کورٹ نے پشاور ہائی کورٹ کی قتل کے ملزم حضرت علی کی بریت ختم کر دی اور اسے ایک 17 سالہ لڑکے کے قتل کے جرم میں عمر قید کی سزا سنا دی۔

سپریم کورٹ نے 2017 کے تحریک لبیک فیض آباد دھرنے پر فروری میں ایک تفصیلی فیصلے میں حکومت کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کے سڑکوں کے استعمال کے حق کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے اور املاک کو نقصان پہنچانے یا تباہ کرنے والے مظاہرین کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کرے۔ سپریم کورٹ نے انٹیلی جنس ایجنسیوں سے بھی کہا کہ وہ تشدد

جون میں ایف آئی نے ایک بار پھر سپریم کورٹ سے استدعا کی کہ ایئر مارشل اصغر خان کیس پر عمل درآمد روک دیا جائے

اور انتہا پسندی کو فروغ دینے والوں کو نظرانداز نہ کریں اور وفاقی حکومت کو ہدایت کی کہ جرم کے مرتکب افراد کو انصاف کے کٹہرے میں لائے۔

سپریم کورٹ نے پولیس کانسٹیبل خضر حیات کے 2007 میں ٹرائل عدالت میں غلط بیان کی بنا پر محمد الیاس کو سزائے موت دیے جانے کے مقدمہ کی سماعت کی۔ مارچ میں عدالت عالیہ نے قرار دیا کہ اب سے فوجداری مقدمات میں ٹرائل کورٹ کے سامنے جھوٹی گواہی دینے پر شدید سزا بھگتنا ہوگی۔

جون میں وفاقی تحقیقاتی ایجنسی (ایف آئی اے) نے سپریم کورٹ کے سامنے اپنی رائے دہرائی کہ ایئر مارشل اصغر خان کیس پر عمل درآمد روک دیا جائے۔ اصغر خان نے انٹر سروسز انٹیلی جنس (آئی ایس آئی) پر 1990 کی دہائی میں سیاست دانوں اور سیاسی جماعتوں کے ایک گروہ کو سہولت فراہم کرنے کا الزام عائد کرتے ہوئے، 1996 میں سپریم کورٹ میں انسانی حقوق کی درخواست درج کروائی تھی۔ 2012 کے تاریخی فیصلے پر عمل درآمد آئین وقانون کے تحت اس وقت کی پیپلز پارٹی حکومت پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ ایف آئی اے نے کہا کہ بڑے ملزم، شکایت کنندہ اور نو دیگر سیاست دانوں، جن پر رقوم وصول کرنے کا الزام عائد کیا گیا تھا، کی وفات کے باعث الزامات کا ثابت کیا جانا ممکن نہیں رہا۔

جون میں سپریم کورٹ نے کریم نواز کو بہن، بھائی اور بھابھی کے قتل میں دی گئی سزائے موت کو کم کر کے عمر قید میں تبدیل کر دیا۔

16 جون کو چیف جسٹس نے ذہنی مریض قیدی غلام عباس کی پھانسی روک دی۔ اسے 18 جون کو پھانسی دی جانا تھی۔ یہ حکم این جی او جسٹس پروجیکٹ پاکستان کی درخواست پر جاری کیا گیا۔ محکمہ داخلہ نے آزاد نفسیاتی ماہرین اور دوسرکاری ڈاکٹروں کے اڈیالہ جیل کا دورہ کرنے اور عباس کا جائزہ لینے کی اجازت واپس لے لی۔ 2004 سے قید عباس کو 31 مئی 2006 کو پڑوسی پر چاقو کے وار کرنے پر ضلعی اور سیشن عدالت نے موت کی سزا سنائی تھی۔

سپریم کورٹ نے اگست 2004 میں قتل کے مجرم شفقت حسین کو ضلع جھنگ میں جمیل حیدر کے قتل پر شک کا فائدہ دیتے ہوئے بری کر دیا۔ لاہور ہائی کورٹ نے اس کی سزائے موت کو عمر قید میں تبدیل کر دیا تھا جس کے بعد مجرم نے اس حکم کو عدالت عظمیٰ میں چیلنج کیا تھا۔

آئین کو معطل کرنے، ہنگامی حالت کا اعلان کرنے، اہم ججوں کو نظر بند رکھنے کے بارہ سال بعد سابق فوجی حکمران جنرل پرویز مشرف کو اسلام آباد کی خصوصی عدالت نے غداری کے جرم میں سزائے موت سنائی۔ دسمبر میں دیے گئے فیصلے نے ایک طرف عدلیہ اور دوسری طرف حکومت کی حمایت یافتہ فوج کو تقسیم کر دیا۔ ایچ آر سی پی نے سزائے موت کے خلاف اپنے موقف کا اعادہ کرتے ہوئے ریاست کے دو اہم اداروں کے مابین بڑھتے ہوئے تناؤ پر تشویش کا اظہار کیا۔ کمیشن نے تمام ریاستی اداروں پر زور دیا کہ وہ آئین کے ساتھ وفاداری اور اپنے لوگوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ کی ریاستی ذمہ داری کے عہد کو یاد رکھیں۔

امن عامہ

جرائم

دسمبر میں قومی اسمبلی کو بتایا گیا کہ یکم اگست 2018 اور 30 ستمبر 2019 کے درمیان افراد اور املاک کے خلاف جرائم میں 18-2017 میں اسی مدت کے مقابلے میں وفاقی دارالحکومت میں دس فیصد کمی ہوئی۔ سٹی زون پولیس نے دعویٰ کیا کہ ان کے موثر اقدامات اور جرائم پیشہ عناصر کے خلاف کریک ڈاؤن کے نتیجے میں جرائم میں کمی واقع ہوئی۔ اسی عرصے کے دوران میں قتل کے واقعات میں 14 فیصد کمی واقع ہوئی یعنی 121 کی تعداد کم ہو کر 104 ہو گئی۔

اگست 2018 سے ستمبر 2019 تک بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے انتیس مقدمات درج کیے گئے۔ ان میں ایک میں ملزم کو سزا سنائی گئی، 24 مقدمات زیر سماعت اور باقی چار واقعات زیر تفتیش تھے۔

ان کے اعداد و شمار کے مطابق پولیس نے قتل کے 97 میں سے 23 کا کھوج لگایا۔ اقدام قتل کے کل 186 واقعات میں سے پولیس نے 93 میں چالان جمع کروائے۔ دارالحکومت میں زیادتی کے 487 واقعات ہوئے لیکن پولیس نے 70 واقعات میں تفتیش مکمل کی۔

فروری میں نچلی عدالتوں میں دو حریف گروپوں کے مابین جھڑپ میں ملوث 15 افراد کو گرفتار کیا گیا۔ کار پارکنگ میں یہ تشدد تب پھوٹ پڑا جب 2013 میں ہونے والے قتل کے ایک مقدمہ کے ملزمان اپنی ضمانت کی توثیق کے لیے عدالت میں حاضر ہوئے۔ ملوث افراد کے پاس سب مشین گنز اور پستول تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے پر فائرنگ شروع کر دی۔ تاہم کوئی شخص ہلاک یا شدید زخمی نہیں ہوا۔

12 دسمبر کو، اسلام آباد ہائی کورٹ نے اسلام آباد ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کے سیکریٹری کو توہین عدالت کا نوٹس جاری کیا جنہوں نے پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی (پی آئی سی) پر حملہ کرنے والے وکلا کے خلاف پولیس کارروائی پر وکلا کو احتجاجاً کمرہ عدالت چھوڑنے اور ہڑتال میں شرکت پر مجبور کیا۔ عدالت نے ان کا لائسنس بھی معطل کر دیا۔ وہ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے کمرہ عدالت میں داخل ہوئے اور وکیلوں کو کمرہ عدالت چھوڑنے پر مجبور کرنے لگے۔

جب پبلک اکاؤنٹس کمیٹی (پی اے سی) کی ذیلی کمیٹی نے اکتوبر میں وزارت داخلہ کو نشان دہی کی کہ سیف سٹی پروجیکٹ کے تحت لگائے گئے آدھے سے زیادہ سیکیورٹی کیمرے خراب ہیں، تو وزارت نے جواب دیا کہ یہ منصوبہ نادرا نے شروع کیا تھا اور بعد ازاں اسے اسلام آباد پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔

ایبٹ آباد سے تعلق رکھنے والے ایک سوشل میڈیا کارکن محمد بلال خان کو جون میں دارالحکومت میں چھری مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ اٹک میں تعینات آرمی افسر میجر محمد لاریب اختر کو نومبر میں اسلام آباد میں دو افراد نے نقد رقم اور قیمتی سامان طلب کرنے کے بعد گولی مار کر ہلاک کر دیا۔

سائبر کرائم

فیڈرل انویسٹی گیشن ایجنسی (ایف آئی اے) نے ستمبر میں کہا کہ اسے گذشتہ 30 ماہ کے دوران میں مبینہ سائبر کرائم کی 30,000 شکایات موصول ہوئی ہیں۔ تاہم یہ نہیں بتایا گیا کہ کتنی شکایات پر تحقیقات یا دادرسی کی گئی۔ ایف آئی اے سائبر کرائم ونگ نے بتایا کہ فیس بک کے غلط استعمال کے حوالے سے 15,433 شکایات درج کی گئیں، ٹویٹر سے متعلق امور پر 6,607 مقدمات درج ہوئے اور 3,000 سے زائد افراد نے واٹس ایپ کے غلط استعمال کی شکایت کی۔

اداروں کے خلاف تشدد

اسلام آباد میں دسمبر میں نامعلوم افراد کے ایک ہجوم نے بینرز اٹھا کر نعرے بازی کرتے ہوئے ڈان آفس کا قریب تین گھنٹے محاصرہ کیا۔ وہ ایک ایسی خبر کے خلاف احتجاج کر رہے تھے جس میں لندن برج حملہ آور کی نسلیت کا انکشاف کیا گیا تھا۔ اس نے دو افراد کو چھریوں کے وار کر کے ہلاک کر دیا تھا۔ چار دن بعد، دوسرا مظاہرہ وفاقی دارالحکومت میں ڈان بیورو کے باہر کیا گیا اور مظاہرین نے اس اخبار کے شمارے بھی نذر آتش کیے اور احتجاج کے ایک اور دور کے آغاز کا اعلان کیا۔ جڑواں شہروں راولپنڈی اور اسلام آباد کے مختلف حصوں سے قریب 100 افراد وینز میں پہنچے اور ڈان آفس کے دروازے پر جمع ہونے سے قبل مرکزی سڑک پر مارچ کیا۔

غیرت کے نام پر قتل

جنوری میں غیرت کے نام پر ایک حملے میں چوبیس سالہ راحیلہ بی بی ہلاک اور اس کا شوہر ظہور احمد زخمی ہوا۔ وہ تین ماہ کی حاملہ تھی۔ اس جوڑے کے اہل خانہ نے تین سال قبل شادی کے ان کے فیصلے کی مخالفت کی تھی اور راحیلہ کے اہل خانہ نے دھمکیاں دی تھیں۔

ستمبر میں فیض آباد کے قریب ایک شخص نے اپنی بہن اور ایک شخص کو مبینہ طور پر غیرت کے نام پر قتل کیا۔ اس نے انہیں گلی میں روک لیا اور فائرنگ کر دی۔ موجود افراد نے بندوق بردار پر قابو پا لیا اور اسے پولیس کے حوالے کر دیا جو کچھ ہی دیر بعد جائے وقوعہ پر پہنچی تھی۔ اسپتال پہنچنے پر جوڑے کو مردہ قرار دیدیا گیا۔

پولیس اصلاحات

مارچ میں ملک بھر کے اعلیٰ پولیس عہدیداروں نے این جے پی ایم سی کے عدالتی افسران کے ایف آئی آر کے اندراج

کے لیے پولیس کو حکم جاری کرنے کے اختیارات واپس لینے کے فیصلے کا خیر مقدم کیا۔ موجودہ قواعد کے تحت سٹیشن ہاؤس آفیسر (ایس ایچ او) کے انکار کی صورت میں ایک ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج ایف آئی آر کے اندراج کے لیے درخواست کو سن سکتا ہے۔ تاہم، اس کے بعد پولیس اصلاحات سے متعلق کمیٹی نے سفارش کی کہ عدالتی افسران کی بجائے سینئر پولیس افسران کو یہ ذمہ داری تفویض کی جائے۔ سٹریٹ کرائم پر قابو پانے اور سڑکوں پر ہنگامی صورتحال میں مدد کی بہتر فراہمی کے لیے دسمبر میں 12 گشتی دستوں کا ایک اضافی یونٹ متعارف کرایا گیا۔

دسمبر میں اعلان کیا گیا کہ چیک پوسٹوں پر تعینات پولیس باڈی کیمرے پہنے گی اور سیف سٹی سسٹم سے منسلک فوٹیج کو عدالت میں ثبوت کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔ پولیس اور قانون نافذ کرنے والے اہل کاروں سے متعلق واقعات کو ریکارڈ کرنے کے لیے ایسے کیمرے ترقی یافتہ ممالک میں معمول کی بات ہیں۔ حکام نے بتایا کہ یہ اقدام پولیس فورس کو بین الاقوامی معیار تک لانے میں معاون ہوگا۔

پولیس جرائم اور ڈیوٹی میں کوتاہی

مئی میں سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے انسانی حقوق نے دس سالہ فرشتہ کے اغوا پر ایف آئی آر درج کرنے میں تاخیر پر پولیس کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ بعد میں بچی کی لاش ملی تھی۔ بتایا جاتا ہے کہ والد ایف آئی آر درج ہونے سے پہلے متواتر چار روز تک پولیس کے پاس جاتا رہا اور وہ بھی واقعہ کو عوامی توجہ حاصل ہونے کے بعد۔ عدالتی تحقیقات کے بعد چار پولیس اہلکاروں، جن میں ایک سابق ایس ایچ او اور تفتیشی افسر شامل تھے، کو جون میں ملازمت سے برطرف کر دیا گیا۔

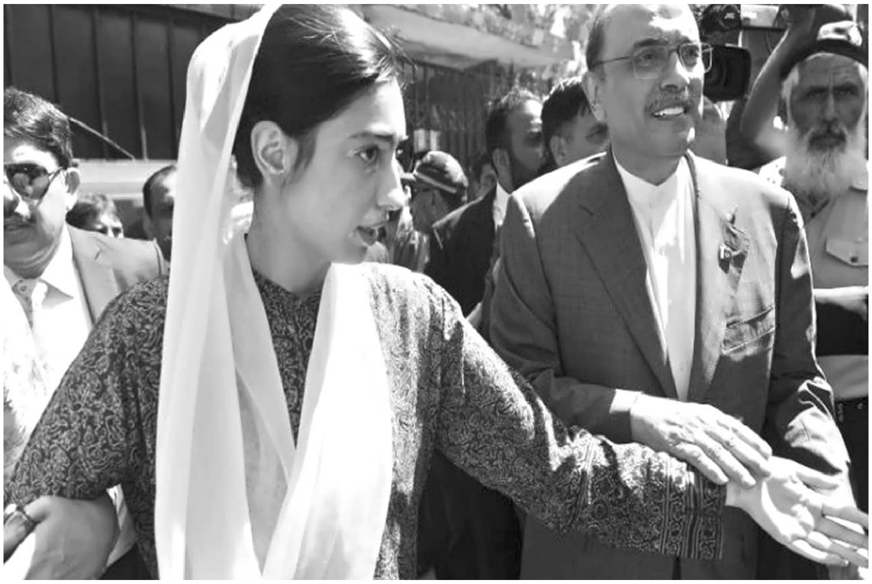

آصفہ بھٹو زرداری کو اپنے والد کو ملنے سے روک دیا گیا اور پولیس نے ان کے ساتھ برا سلوک کیا

مئی میں اسلام آباد ہائی کورٹ نے پولیس حکام کو حکم دیا کہ گولڑہ پولیس سٹیشن کے ایس ایچ او اور ایک اسسٹنٹ سب انسپکٹر (اے ایس آئی) کے خلاف دو بچوں کو اغوا کرنے اور غیر قانونی حراست میں رکھنے پر کارروائی کی جائے۔

تیس اگست کو آصفہ بھٹو زرداری اپنے والد سابق صدر آصف علی زرداری سے ملنے گئیں اور انھوں نے کہا کہ پولیس نے انہیں ملنے سے روکا اور ان سے برا سلوک کیا۔

ایک نوجوان کے ساتھ جنسی زیادتی اور اسے بلیک میل کرنے کے الزام میں اگست میں گرفتار کیے گئے دو افراد میں سے ایک پولیس کانسٹیبل تھا۔ اس میں ملوث تین دیگر افراد ابھی گرفتار نہیں ہوئے تھے۔ یہ معاملہ اس وقت سامنے آیا جب متاثرہ نوجوان کے والد کو ایک شخص کے اس سے ملنے پر شبہ ہوا۔

زیرِحراست اموات

این سی ایچ آر نے ستمبر میں پولیس کی تحویل میں ہلاکتوں کی تازہ لہر کی مذمت کرتے ہوئے نشان دہی کی کہ صرف ایک ہفتے میں پنجاب میں تشدد اور اموات کے 6 واقعات رپورٹ ہوئے ہیں۔ سینیٹ کی عاملہ کمیٹی برائے انسانی حقوق نے پنجاب انسپکٹر جنرل پولیس کو بریفنگ کے لیے طلب کیا۔

جبری غائب/ لاپتا افراد

جنرل ہیڈکوارٹر (جی ایچ کیو) میں لاپتا افراد پر خصوصی سیل کے قیام کا اعلان جولائی میں انٹر سروسز پبلک ریلیشنز (آئی ایس پی آر) کے ڈائریکٹر اور جبری غائب کر دیے جانے والے افراد پر کام کرنے والی ایک غیر سرکاری تنظیم، ڈیفنس آف ہیومن رائٹس کی چیئرپرسن کے درمیان ہونے والی ملاقات کے دوران کیا گیا۔ غائب ہونے والے افراد سے متعلق انکوائری کمیشن (سی او آئی ای ڈی) نے 31 دسمبر تک لاپتا 6,506 افراد میں سے 4,365 افراد کا سراغ لگانے کا دعویٰ کیا۔ کمیشن نے دسمبر میں اسلام آباد میں 533، لاہور میں 68، اور کراچی میں 204 سماعتیں کیں۔ اسلام آباد ہائی کورٹ نے 4 اکتوبر کو راولپنڈی کے بحریہ ٹاؤن سے 27 سالہ الیکٹریکل انجینئر سلیمان فاروق کے لاپتا ہونے کی شکایت پر کمیشن سے رپورٹ طلب کی۔

قیدخانے اور قیدی

قیدخانے

کسی سینٹرل جیل کے بغیر نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزرنے کے بعد بھی اسلام آباد اس جدید سہولتوں سے آراستہ اس ماڈل جیل کا منتظر ہے جس کا اعلان پہلی بار 2011 میں کیا گیا تھا۔ اس کی تعمیر کی منظوری جولائی 2016 میں دی گئی اور لاگت کا تخمینہ 3.9 ارب لگایا گیا تھا۔ اس منصوبہ کو 2019 میں مکمل ہونا تھا لیکن اس کے افتتاح کا اعلان ہونا ابھی

باقی ہے۔ ماڈل جیل اصلاحی مرکز کے منصوبوں میں دو ہزار قیدیوں کی گنجائش، 4 خصوصی عدالت کے کمرے، آئی ٹی لیب، تعلیمی سہولیات، ملاقاتیوں کے کمرے، تفتیش کے لیے کمرے، ازدواجی کمرے اور زیرسماعت قیدیوں کے لیے الگ حصے شامل تھے۔

قیدی

قومی اسمبلی کو اپریل میں بتایا گیا کہ گذشتہ تین سالوں کے دوران میں ملک کی مختلف جیلوں میں مجموعی طور پر 1,126 قیدی ہلاک ہو چکے ہیں۔ پنجاب کی جیلوں میں سب سے زیادہ 884 ہلاکتیں ہوئیں۔ خیبر پختونخوا میں 150، سندھ میں 80 اور بلوچستان میں 13 افراد ہلاک ہوئے۔ 30 نومبر کو وزارت انسانی حقوق نے اسلام آباد ہائی کورٹ کو مطلع کیا کہ عدالت کے حکم کی تعمیل میں ملک بھر میں قیدیوں کی شہری آزادیوں کی جانچ کے لیے ایک کمیشن تشکیل دیا گیا ہے۔

وزیرانسانی حقوق ڈاکٹر شیریں مزاری اس کی چیئرپرسن تھیں اور کمیشن کے مجوزہ ممبران میں سیکرٹری صحت، انسانی حقوق اور داخلہ، ایچ آرسی پی کی سابق چیئرپرسن زہرا یوسف، صحافی غازی صلاح الدین، ایڈووکیٹ ضیاء اعوان، ایف آئی اے کے سابق ڈائریکٹر طارق کھوسہ اور تمام صوبائی چیف سیکرٹریز شامل تھے۔

سپریم کورٹ نے اگست میں کہا کہ عدم ادائیگی پر زیادہ قید کاٹنے کے باوجود مجرموں کو ہونے والے جرمانے اب بھی قابل ادائیگی ہو سکتے ہیں لیکن جرمانہ ادا کرنے کی صورت میں ان کے اثاثوں اور جائیدادوں کو ضبط نہیں کیا جائے گا۔

اپریل میں یہ اطلاع ملی کہ ملک میں قید ذہنی عارضے میں مبتلا افراد کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ جسٹس پراجیکٹ پاکستان کے مطابق ملک بھر میں 4,225 قیدی سزائے موت کے منتظر ہیں اور صرف پنجاب ہی میں 188 ذہنی مریض قید ہیں۔

گنجائش سے زیادہ قیدی

سپریم کورٹ کو نومبر میں وفاقی محتسب اعلیٰ نے بتایا کہ کل 57,742 کی منظور شدہ گنجائش کے مقابلے میں اس سال 114 جیلوں میں مجموعی طور پر 77,275 افراد قید تھے۔ ان میں سے 32,477 کی گنجائش والی پنجاب کی 42 جیلوں میں 47,077 اور سندھ کی 24 جیلوں میں 13,038 کی گنجائش کے مقابلے میں 17,239 قیدی تھے۔ خیبر پختونخوا کی 37 جیلوں میں 9,642 کی گنجائش کے مقابلے میں 10,871 قیدی ہیں۔ صرف بلوچستان میں قیدیوں کی تعداد گنجائش (2,585) کے مقابلے میں (2,088) کم تھی۔ اڈیالہ جیل، جہاں زیادہ تر مشہور افراد قید ہیں، وہاں 1,500 کی گنجائش کے مقابلے میں 4,000 سے زیادہ قیدی رکھے گئے ہیں۔ یہ انکشاف اس وقت ہوا جب اسلام آباد ہائی کورٹ قیدی خادم حسین کی جانب سے طبی علاج کے لیے دائر درخواست کی سماعت کر رہی تھی۔

جیلوں میں ایذا رسانی

ایچ آرسی پی نے تشدد کے خلاف عالمی تنظیم ورلڈ آرگنائزیشن اگینسٹ ٹارچر کے اشتراک سے نومبر میں اقوام متحدہ کے

کنونشن کے نفاذ کے بارے میں ایک قومی مشاورت کا اہتمام کیا۔ اجلاس میں تشدد کے استعمال کے خلاف ایک جامع قانونی ڈھانچے پر زور دیا گیا۔ پیپلز پارٹی کے سینیٹر فرحت اللہ بابر کا تجویز کردہ تشدد، حراستی موت اور حراستی زیادتی کی روک تھام اور سزا کا بل 2015 اس وقت زایدالمیعاد ہوگیا تھا جب گذشتہ قومی اسمبلی نے اپنی پانچ سالہ مدت پوری کی۔ وزارت انسانی حقوق کی طرف سے یہ یقین دہانی کرائی گئی تھی کہ بل پیش کیا جائے گا لیکن ابھی تک اس پر عمل درآمد نہیں ہوا۔

حراستی مراکز

نومبر میں اٹارنی جنرل برائے پاکستان (اے جی پی) نے فوج کے زیرانتظام حراستی مراکز کا دفاع کیا جوان کے بقول بنیادی طور پر مجرموں کی دوبارہ تعلیم اور دہشت گردی کے خاتمے کے لیے قائم کیے گئے تھے۔ اے جی پی، پشاور ہائی کورٹ کے ایکشنز ان ایڈ آف سول پاور آرڈیننس 2019 کو ختم کرنے کے احکامات کے خلاف وفاقی اور خیبر پختونخوا حکومتوں کی درخواستوں کی سماعت کے دوران میں سپریم کورٹ میں پیش ہورہے تھے۔ سپریم کورٹ نے ان مراکز میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر تشویش کا اظہار کیا۔

بتایا جاتا ہے کہ حراست میں لیے گئے افراد سیکڑوں میں تھے۔ سینتالیس افراد کو دو سال سے ان مراکز میں زیرحراست رکھا گیا تھا۔ بعد میں انھیں رہا کر کے گھر بھیج دیا گیا۔ اے جی پی نے کہا کہ اگرچہ کچھ افراد بعض وجوہات کی بنا پر حراست کے دوران میں اپنے اہل خانہ سے نہیں مل سکے، قانوناً زیرحراست افراد اپنے اہل خانہ سے مل سکتے ہیں اور وہ ہر 15 دن بعد گھر خط لکھ سکتے ہیں۔

ایچ آرسی پی کا خیال ہے کہ جن حراستی مراکز سے متعدد جبری طور پر لاپتا افراد کا سراغ لگایا گیا ہے انہیں غیرآئینی قرار دیا جانا چاہئے۔ یہ مراکز بلیک ہولز ہیں اور کسی جمہوری ڈھانچے میں ان کی کوئی جگہ نہیں جو حراست میں رکھے گئے فرد کو یہ جاننے کہ اس پر الزام کیا ہے، منصفانہ مقدمے، اور اپنے اہل خانہ سے رابطے میں رہنے اور قانونی مشورہ کا حق دیتا کرتا ہے۔

آزادی فکر، ضمیر اور مذہب

اقلیتی کوٹا

دسمبر میں معلومات تک رسائی کے قانون 2017 کی خلاف ورزی سے متعلق مقدمہ کی سماعت کے بعد پاکستان انفارمیشن کمیشن نے پاکستان ریلوے کو دس دن کے اندر اقلیتی کوٹے کے بارے میں اعداد و شمار جمع کرانے کی ہدایت کی۔

کہا گیا کہ قانون میں ایسی کوئی شق نہیں جو عوامی معلوماتی دفتر کو اختیار دے کہ وہ کسی (اس معاملے میں ایک مسیحی شہری جس نے اقلیتوں کے ملازمت کے کوٹے سے متعلق معلومات کے لیے درخواست دی تھی) سے مطلوبہ معلومات حاصل کرنے کے لیے ذاتی حیثیت میں حاضر ہونے کا تقاضا کرے۔ 2 اپریل کو قانون و انصاف سے متعلق قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی اقلیتوں کے لیے مخصوص نشستوں میں اضافے کے لیے آئینی ترمیمی بلز پر غور کر رہی تھی جب جے یو آئی (ف) کی قانون ساز اسمبلی کی رکن عالیہ کامران نے اس بنیاد پر خواتین اور اقلیتوں کے لیے مخصوص نشستوں کو ختم کرنے کی تجویز پیش کی کہ مخصوص نشستیں اقلیتوں کو کمزور کر رہی ہیں۔

مذہب کی جبری تبدیلی

اسلام آباد ہائی کورٹ نے اپریل میں ایک پانچ رکنی کمیشن تشکیل دیا تاکہ وہ چھان بین کرے کہ آیا گھوٹکی کے ایک ہندو گھرانے سے تعلق رکھنے والی دو بہنوں نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کیا تھا یا نہیں اور وہ مسلمان مردوں کے ساتھ شادی کے وقت کم سن تھیں یا نہیں۔

چار افراد جنھیں عدالت نے معاونت کے لیے پہلے مقرر کیا وہ تھے انسانی حقوق کی وزیر ڈاکٹر شیریں مزاری، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے چیئرپرسن ڈاکٹر مہدی حسن، نیشنل کمیشن آن دا سٹیٹس آف ویمن کی چیئرپرسن خاور ممتاز اور سینئر صحافی آئی اے رحمٰن۔ عدالت نے نامی اسلامی سکالر مفتی تقی کو پانچویں رکن کے طور پر نامزد کیا۔

مئی میں ہائی کورٹ نے سندھ کی دو نومسلم ہندو لڑکیوں، غلام عائشہ اور دعا فاطمہ، کی طرف سے مرضی سے شادی کے بعد تحفظ کے لیے دائر درخواستوں کو خارج کر دیا اور ان سے سندھ ہائی کورٹ سے رجوع کرنے کو کہا۔

اقلیتوں کو مذہب کی جبری تبدیلی سے بچانے کے لیے 22 رکنی پارلیمانی کمیٹی، جسے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں نے چھ ماہ قبل منظور کیا تھا، کا نوٹیفکیشن بالآخر نومبر میں جاری کر دیا گیا۔ اس کمیٹی کو اقلیتی برادری کے ارکان کے زبردستی

مذہب تبدیل کرنے کے خلاف قانون سازی کا کام سونپا گیا۔ چیئر پرسن کا انتخاب ابھی باقی تھا۔

اکتوبر میں، آخر کار سپریم کورٹ نے اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ اور مذہبی اور معاشرتی رواداری کے کلچر کو فروغ دینے کے اپنے 2014 کے فیصلے پر عمل درآمد کے لیے خصوصی بینچ تشکیل دینے کا فیصلہ کیا۔

اظہار رائے کی آزادی

معلومات کا حق

مارچ میں یہ اطلاع ملی کہ کمیشن آن ایکسیس ٹو انفارمیشن (سی اے آئی) اس کے نوٹیفیکیشن کے چار ماہ بعد بھی حکومتی مالی اعانت کے بغیر غیر فعال تھا۔ چیف انفارمیشن کمشنر اور دو وفاقی انفارمیشن کمشنروں کو تنخواہ نہیں ملی تھی اور وہ انفارمیشن سروس اکیڈمی (آئی ایس اے) کے ایک کمرے سے کام چلا رہے تھے۔ انفارمیشن سیکرٹری نے کہا کہ سی اے آئی کے لیے مالی اعانت کا معاملہ وزارت خزانہ کے پاس بھیجا جائے گا، جب کہ کمشنروں کے معاہدوں کی شرائط کو حتمی شکل دینے کی سمری وزیراعظم آفس کو بھیجی جائے گی۔

پاکستان انفارمیشن کمیشن نے اگست میں رائٹ آف ایکسیس ٹو انفارمیشن ایکٹ 2017 کے تحت وفاقی عوامی اداروں سے معلومات کے حصول کے اخراجات کا شیڈول شائع کیا۔ پہلے دس صفحات کی معلومات بلا معاوضہ مہیا کی جائیں گی، ہر اضافی صفحہ کے ساتھ دو روپے وصول کیے جائیں گے۔ سرکاری خریداری کے ریکارڈ کی بنیاد پر صرف سی ڈی، ڈسکٹ، فلاپی، کیسٹ، ویڈیو، یا کسی دوسرے الیکٹرانک آلہ کی اصل قیمت وصول کی جائے گی۔

میڈیا پر پابندیاں

جنوری میں پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا) آرڈیننس، 2002 کی خلاف ورزی کرنے پر نیوٹی وی پر اوریا مقبول جان کے پروگرام، حرفِ راز نشر کرنے پر 30 دن کی پابندی عائد کردی گئی۔ جان نے افغان طالبان کے ترجمان سے پاکستان حکومت کی قومی اور خارجہ پالیسی کے بارے میں اس کے خیالات جاننے کے لیے ٹیلی فون پر بات کی تھی۔

اسی پروگرام کے لیے ٹی وی چینل کو اظہار وجوہ کا ایک علیحدہ نوٹس دیا گیا جس میں کہا گیا کہ جان نے پختونوں کے خلاف توہین آمیز تبصرے کیے تھے۔

ٹی وی میزبان ڈاکٹر دانش نے فروری میں یہ دعویٰ کیا کہ پیمرا کا 'غلط' الزامات لگانے پر کسی بھی ٹی وی پروگرام میں ان کے شریک ہونے پر ایک ماہ کیلیے پابندی کا فیصلہ غیر قانونی اور یک طرفہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ انہیں کسی شکایت کے بارے میں مطلع نہیں کیا گیا اور نہ ہی ان سے پوچھ گچھ کی گئی ہے۔

ڈان میڈیا گروپ کے اشتہارات پر پابندی کے حکومتی فیصلے کی مئی میں پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس (پی ایف

پیمرا نے کئی سیاسی ٹاک شوز نشر کرنے پر پابندی عائد کردی

یو جے) نے مذمت کی۔اس کا کہنا تھا کہ یہ اقدام تمام جمہوری اصولوں اور اظہار رائے کی آزادی کے ضامن آئین کے آرٹیکل 19 کی خلاف ورزی ہے۔

پریس کی آزادی پر پابندیاں

جولائی میں پی ایف یو جے کی فیڈرل ایگزیکٹو کونسل کے اجلاس، جس میں چاروں صوبوں سے صحافی یونینز نے شرکت کی، میں کہا گیا کہ پریس کی آزادی کو لاحق خطرہ خطرناک حد تک پہنچ گیا ہے۔سیلف سنسر شپ معمول بن چکی ہے اور میڈیا مالکان پر پابندیوں کے نتیجے میں ملازمتیں ختم ہورہی ہیں اور تنخواہوں کی ادائیگی میں تاخیر ہوئی ہے۔

جولائی میں اسلام آباد ہائی کورٹ میں ایڈووکیٹ میر اورنگزیب کی طرف سے میڈیا سنسر شپ اور اپوزیشن سیاست دانوں کو وقت دینے والے کسی بھی نجی ٹیلی وژن چینل کو بند کرنے کے خلاف درخواست دائر کی گئی۔

میڈیا عدالتیں

میڈیا سے متعلق مقدمات کو 90 دن کی مقررہ مدت میں نمٹانے کے لیے حکومت نے ستمبر میں 'میڈیا کورٹس' بنانے کے منصوبے کی منظوری دی۔ یہ منصوبہ وسیع پیمانے پر مذمت اور تنقید کے بعد روک دیا گیا۔

ڈیجیٹل میڈیا

وفاقی کابینہ نے 24 جنوری 2019 کو پاکستان میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پی ایم آر اے) کے قیام کی منظوری دی تاکہ پرنٹ اور الیکٹرانک سمیت تمام ذرائع ابلاغ کا انضباط کرنے والے تمام اداروں کو ایک تنظیم میں ضم کر دیا جائے۔

پیمرا اور پریس کونسل آف پاکستان (پی سی پی) بھی پی ایم آر اے کے تحت آئیں گے۔ آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی (اے پی این ایس)، کونسل آف پاکستان نیوز پیپر ایڈیٹرز (سی پی این ای) اور دیگر نے اس اقدام کو میڈیا کو ریگولیٹ کرنے کے بجائے کنٹرول کرنے کی کوشش قرار دیتے ہوئے اس کی شدید مخالفت کی۔

پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی (پی ٹی اے) نے یہ قرار دیتے ہوئے کہ وہ 'غیر اخلاقی' مواد دکھا رہے ہیں، ایک آن لائن شاپنگ پلیٹ فارم سمیت متعدد مشہور ویب سائٹس تک رسائی تقریباً ایک ہفتہ کے لیے بند کردی۔

پیمرا نے 23 مئی کو نیب کے چیئرمین ریٹائرڈ جسٹس جاوید اقبال کے خلاف بدنیتی پر مبنی مواد نشر کرنے پر جون میں ٹی وی چینل نیوز ون پر دس لاکھ جرمانہ عائد کیا۔ چینل نے دعویٰ کیا کہ بیانات اور کلپس کو عوامی مفاد میں نشر کیا جا رہا ہے لیکن بعد میں یہ کہتے ہوئے کہ یہ مواد غیر تصدیق شدہ تھا، تردید اور معذرت نشر کی گئی۔

یکم جون کو چودہ نیوز چینلز کو اظہار وجوہ کے نوٹسز جاری کیے گئے۔ پیمرا نے یہ قرار دیا کہ انہوں نے سپریم جوڈیشل کونسل (ایس جے سی) سے وابستہ دو سینئر ججوں کے خلاف دائر ریفرینسز کے بارے میں گفت گو نہ کرنے کی سابقہ ہدایت کی خلاف ورزی کی ہے۔

6 جولائی کو یہ خبر ملی کہ پی ایف یو جے نے ملک کے کچھ اعلیٰ صحافیوں کے خلاف سوشل میڈیا پر جاری بدنیتی پر مبنی اور 'جان لیوا' مہم کا نوٹس لیا۔ اس نے ایک قرارداد منظور کی جس میں حکومت سے اس مہم کے ذمہ داروں کے خلاف کارروائی کی اپیل کی گئی جس میں بعض صحافیوں کے 'غیر ملکی ایجنٹ' ہونے کے من گھڑت الزامات آن لائن عائد کیے گئے تھے۔

پی ٹی اے نے سینیٹ کی قومی اتحاد سے متعلق قائمہ کمیٹی کو جولائی میں سوشل میڈیا مانیٹرنگ کے لیے الیکٹرانک جرائم کی روک تھام کے قانون، 2016 کے تحت قواعد بنانے کی حکومتی ہدایت کے بارے میں بریفنگ دی۔ کہا جاتا ہے کہ گستاخانہ مواد کی ویب سائٹوں کی نگرانی کے لیے ایک سیل قائم کیا گیا تھا اور عوام کو اس طرح کے مواد کی اطلاع دہندگی کی ترغیب کے لیے اخبار اور موبائل ایس ایم ایس کے ذریعے ایک مہم چلائی جا رہی ہے۔ ستمبر میں یہ اطلاع ملی کہ 900,000 یو آر ایل کو ریاست، عدلیہ، یا مسلح افواج کے خلاف مبینہ طور پر توہین آمیز اور فحش مواد/ یا جذبات رکھنے کے الزام میں بلاک کردیا گیا۔

دھمکیاں، ڈرانا دھمکانا اور پریس ایڈوائس

خواتین کے عالمی دن کے موقع پر منعقدہ عورت مارچ کے منتظمین کا کہنا تھا کہ اس پروگرام کے بعد کچھ قدامت پسند گروہوں کی طرف سے شکایات کے بعد انہیں سوشل میڈیا پر موت اور عصمت دری کی دھمکیاں دی گئیں۔ ڈیجیٹل رائٹس فاؤنڈیشن کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر نے کہا کہ مارچ کے منتظمین آن لائن ہراساں کیے جانے کے بارے میں ایف آئی اے کے پاس شکایت درج کروانے پر غور کر رہے ہیں۔

پیمرا نے مئی کے مہینے میں دو ٹی وی چینلز کو اس کے مطابق فرشتہ قتل واقعے کو سنسنی خیز بنانے اور ضابطہ اخلاق کی خلاف

ورزی کرنے پر اظہار وجوہ کا نوٹس جاری کیا۔

جولائی میں، وفاقی کابینہ نے میڈیا پر مجرم یا زیر سماعت قیدی سیاست دانوں کو کوریج دینے اور ان کے انٹرویوز کو روکنے کا فیصلہ کیا اور پیمرا کو ہدایت کی کہ وہ الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ ایسے پروگراموں کی نشریات کی حوصلہ شکنی کے لیے اپنی 'ذمہ داری' پوری کرے۔

نومبر میں، پیمرا نے، ٹیلی ویژن کے اینکر پرسنز کے دوسرے ٹاک شوز میں ماہرین کے طور پر شریک ہونے پر پابندی عائد کرتی ایک 'گمراہ کن' ایڈوائزری جاری کرنے پر اسلام آباد ہائی کورٹ کو غیر مشروط معافی نامہ پیش کیا۔ یہ ہدایت نامہ سابق وزیر اعظم نواز شریف کی کسی خفیہ معاہدے کے تحت ضمانت کی منظوری میں عدالت کے ملوث ہونے کا حوالہ دینے پر عدالت کی طرف سے 5 اینکرز کی سرزنش کے بعد جاری کیا گیا تھا۔ عدالت نے پیمرا کو ٹی وی چینلز کی نگرانی نہ کرنے اور عدلیہ کو بدنام کرنے سے نہ روکنے پر بھی ڈانٹا تھا۔ تاہم عدالت نے پابندی کے بارے میں کوئی حکم جاری نہیں کیا تھا۔ پیمرا نے اسی ہدایت نامہ میں ٹیلیویژن اینکرز سے کہا تھا کہ وہ 'رائے' دینے سے پرہیز کریں اور اپنے کردار کو 'موڈریٹر' تک محدود رکھیں۔

فریڈم نیٹ ورک نے اکتوبر میں اعلان کیا کہ پاکستان میں گذشتہ چھ برسوں میں صحافت کے کام کی وجہ سے کم از کم 33 صحافیوں کو قتل کیا گیا۔ ان میں گذشتہ ایک سال (نومبر 2018 سے اکتوبر 2019 تک) قتل کیے جانے والے سات صحافی شامل ہیں۔ 'قاتلوں کے لیے 100 فی صد استثنا، مقتول صحافی کے لیے 0 فیصد انصاف: پاکستانی صحافت کی دنیا میں جرم و سزا' کے عنوان کے تحت اس رپورٹ کو ہر سال 2 نومبر کو اقوام متحدہ کی جانب سے منائے جانے والے صحافیوں کے خلاف جرائم کے لیے استثنا ختم کرنے کے عالمی دن سے پہلے شائع کیا گیا تھا۔

آرا اور اختلاف رائے پر پابندی

فروری میں نیشنل پریس کلب کے باہر دو درجن سے زیادہ پشتون تحفظ موومنٹ (پی ٹی ایم) کے کارکنوں کو اس وقت گرفتار کیا گیا جب وہ پارٹی کے سینئر رکن ارمان لونی کی موت پر احتجاج کر رہے تھے۔

انسانی حقوق کی کارکن گلالئی اسماعیل کو اسلام آباد ہائی کورٹ کے حکم پر مارچ میں ایگزٹ کنٹرول لسٹ (ای سی ایل) سے ہٹا دیا گیا۔ تاہم آئی ایس آئی کی سفارشات کی روشنی میں، عدالت نے وزارت داخلہ کو پاسپورٹ ضبط کرنے سمیت دوسری مناسب کارروائی کرنے کی اجازت دیدی۔

اکتوبر میں ایک ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن عدالت نے قومی اداروں کو بدنام کرنے سے متعلق ایک کیس میں مس اسماعیل کے ناقابل ضمانت گرفتاری وارنٹ جاری کیے۔ تب تک ان کے امریکا میں سیاسی پناہ لینے کی اطلاع آ چکی تھی۔

سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے انسانی حقوق نے مئی میں ملک عطا اللہ کی شہریت چیلنج کرنے کو سیاسی انتقام قرار دیا۔

عطاء اللہ اور ان کے بیٹے حکمت اللہ، جن کے کمپیوٹرائزڈ قومی شناختی کارڈ (سی این آئی سی) بلاک کر دیے گئے تھے، کو

کمیٹی کے اجلاس میں اپنا معاملہ پیش کرنے کی اجازت دی گئی تھی جس کے دوران میں ایک رکن نے کہا کہ قومی ڈیٹا بیس اینڈ رجسٹریشن اتھارٹی (نادرا) کو ان افراد کو ڈرانے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے جو 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' کے خلاف بات کرتے تھے۔ کمیٹی کو بتایا گیا کہ عوامی نیشنل پارٹی کے سابق ضلعی صدر عطا اللہ نے دہشت گردوں سے تعاون سے انکار پر بیٹے سمیت کنبہ کے افراد کو کھو دیا تھا۔

اسلام آباد ہائی کورٹ نے اکتوبر میں نادرا کی جمعیت علمائے اسلام فضل (جے یو آئی-ف) کے رہنما حافظ حمد اللہ کی شہریت واپس لینے کی کارروائی معطل کر دی۔ نادرا نے انہیں غیر ملکی قرار دے دیا تھا اور پیمرا نے اس کے بعد ٹیلی ویژن شوز میں ان کی شرکت پر پابندی عائد کر دی تھی۔

تجزیہ کار حفیظ اللہ نیازی کو پیمرا نے اکتوبر میں کسی بھی ٹی وی چینل پر 30 دن تک آنے سے روک دیا۔ نیازی نے جولائی میں جیو نیوز کے ایک پروگرام میں ایک سینیٹر کے خلاف کچھ الزامات عائد کیے تھے۔ شکایات کونسل نے چینل کو ان تبصروں کی تصدیق کرنے کا موقع فراہم کیا لیکن وہ کوئی تسلی بخش جواب دینے میں ناکام رہا۔

نقل و حرکت کی آزادی

سرکاری پابندیاں

جنوری میں سینیٹ نے قانون اور انصاف سے متعلق قائمہ کمیٹی کی ایک رپورٹ کو اپنایا، جس میں ای سی ایل کے علاوہ بلیک لسٹ اور لوگوں کو بیرون ملک جانے سے روکنے کے دیگر اقدامات ختم کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

دو علیحدہ علیحدہ فہرستوں، قومیت کی شناخت کی فہرست اور بلیک لسٹ، جنہیں دونوں طرف کے اراکین نے نقل و حرکت کی آزادی سے متعلق آئین کے آرٹیکل 15 کے منافی سمجھا، پر بحث کے دوران میں پارلیمانی امور کے وفاقی وزیر نے دلیل دی کہ قانون نافذ کرنے والوں کو کسی آلے کی ضرورت ہے جسے وہ دہشت گردوں اور مجرموں کے ملک چھوڑنے سے روکنے کے لیے مختصر نوٹس پر استعمال کر سکیں۔ تاہم انہوں نے یہ دعویٰ کرتے ہوئے کہ دونوں فہرستوں پر آرٹیکل 15 کا اطلاق نہیں ہو سکتا، یہ بھی کہا کہ وہ ای سی ایل کا دفاع کر رہے ہیں اور کسی بھی دوسری فہرست کی موجودگی سے لاعلم ہیں۔

ایگزٹ کنٹرول لسٹ

ای سی ایل میں نام ڈالنا یا اس سے نکالنا اکثر صوابدیدی لگتا ہے۔ 7 جنوری کو سپریم کورٹ نے حکم دیا کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین بلاول بھٹو زرداری اور وزیر اعلیٰ سندھ سید مراد علی شاہ کے نام 35 ارب کے جعلی بینک اکاؤنٹس اسکینڈل سے متعلق مشترکہ تحقیقاتی ٹیم (جے آئی ٹی) کی رپورٹ اور ای سی ایل سے فوری طور پر نکال دیے جائیں۔

دس جنوری کو وزیر اعظم کی زیر صدارت وفاقی کابینہ کے اجلاس میں آصف علی زرداری، بلاول بھٹو زرداری، فریال تالپور

،اور وزیراعلیٰ سندھ پر سفری پابندی جاری رکھنے کا فیصلہ کیا گیا۔

بیس فروری کو وفاقی کابینہ نے قومی اسمبلی میں اپوزیشن رہنما شہباز شریف کا نام ای سی ایل میں رکھنے کے لیے نیب کی سمری کی منظوری دی۔

ستائیس فروری کو اسلام آباد ہائی کورٹ نے آئی ایس آئی کے سابق ڈائریکٹر جنرل، ریٹائرڈ لیفٹیننٹ جنرل اسد درانی کی جانب سے انہیں ای سی ایل میں رکھنے کے فیصلے پر نظر ثانی کے لیے پیش کی گئی درخواست کا فیصلہ وفاقی حکومت پر چھوڑ دیا۔

سابق وفاقی وزیر برائے بندرگاہ اور جہاز رانی کامران مائیکل اور ہزارہ برادری سے تعلق رکھنے والی انسانی حقوق کی کارکن جلیلہ حیدر پر سفری پابندی عائد کرنے کے لیے 15 مارچ کو فیصلہ کیا گیا۔

چھبیس اپریل کو حکومت نے سابق وزیراعظم شاہد خاقان عباسی، سابق وزیر خزانہ مفتاح اسماعیل اور پانچ دیگر افراد پر مائع قدرتی گیس (ایل این جی) کی درآمد کے ٹھیکے سے متعلق کئی ارب روپے کے معاملے میں مبینہ طور پر ملوث ہونے پر سفری پابندی عائد کردی۔ سابق وزیراعظم نواز شریف کا نام ای سی ایل سے ہٹانے کا فیصلہ ضمانتی مچلکے مانگنے پر کافی تذبذب اور غیر یقینی صورتحال کے بعد لیا گیا۔

احتجاج اور رکاوٹیں

سابق صدر آصف علی زرداری اور ان کی بہن فریال تالپور کی 28 مارچ کو عدالت میں پیشی کے موقع پر دارالحکومت پولیس نے پیپلز پارٹی کے کارکنوں کی رسائی کو روکنے کے لیے اسلام آباد ہائی کورٹ کے آس پاس کے علاقے کو سیل کر دیا۔ پی پی پی کے تین کارکنوں کو گرفتار بھی کیا گیا۔

جمعیت علمائے اسلام (جے یو آئی) کے آزادی مارچ سے قبل دارالحکومت میں سڑکوں کو سیل کرنے کے لیے شپنگ کنٹینرز ضبط کرنے کے خلاف گڈز ٹرانسپورٹ کمپنی کی درخواست کی سماعت کے دوران میں اسلام آباد ہائی کورٹ نے اکتوبر میں ڈپٹی کمشنر اور سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس (ایس ایس پی) کو طلب کیا۔

جے یو آئی-ایف نے نومبر میں اپنے حکومت مخالف احتجاج کے دوران میں سڑکوں کی ناکا بندی ختم کرنے کے لیے حزب اختلاف کی جماعتوں کے دباؤ کو تسلیم کرلیا۔ اسلام آباد دھرنا جے یو آئی-ف کے مرکزی سڑکوں اور شاہراہوں کو روکنے کے 'پلان بی' کے اعلان پر اچانک ختم ہو گیا۔

جنگجوئی اور شورش کے خاتمے کے لیے اقدامات

مارچ میں وزارت داخلہ نے کالعدم تنظیم جماعت الدعوۃ (جے یو ڈی)، فلاحِ انسانیت فاؤنڈیشن (ایف آئی ایف) اور جیش محمد (جے ای ایم) سے وابستہ گیارہ تنظیموں کو غیر قانونی قرار دے دیا۔ جے ای ایم سے وابستہ دو کالعدم تنظیمیں،

صفائی کے کارکنان اپنی تنخواہوں کی عدم ادائیگی پر سی ڈی اے کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے

رحمت ٹرسٹ آرگنائزیشن، بہاولپور اور الفرقان ٹرسٹ، کراچی تھیں۔ وزیراعظم کی سربراہی میں قومی سلامتی کمیٹی نے فروری میں جے یوڈی اور ایف آئی ایف پر پابندی عائد کرنے کا فیصلہ کیا۔

نیشنل کاؤنٹر ٹیررازم اتھارٹی (نیکٹا) نے اگست میں دو مزید تنظیموں - حزب الاحرار اور بلوچستان راجی اجوئی - آر سنگر (بی آر اے ایس) پر انسداد دہشت گردی ایکٹ کے سیکشن بی - 11 کے تحت پابندی عائد کی اور ان کے اراکین اور سرگرمیوں کو نگرانی میں رکھا گیا۔

اکتوبر میں آزادی مارچ پر حکومت اور اپوزیشن مذاکرات سے ایک دن قبل، وفاقی حکومت نے صوبوں کو جمعیت علمائے اسلام فضل (جے یو آئی - ایف) کی خاکی پوش رضا کار فورس، انصار الاسلام پر پرائیویٹ ملٹری اور گنائزیشن ایکٹ 1974 کے تحت پابندی عائد کرنے کا اختیار دیا۔ 28 اکتوبر کو ہائی کورٹ نے وزارت داخلہ سے انصار الاسلام پر اسے سنے جانے کا موقعہ دیے بغیر پابندی عائد کرنے پر وضاحت طلب کی۔

اکتوبر میں پاکستان فنانشل ایکشن ٹاسک فورس (ایف اے ٹی ایف) سے بلیک لسٹ ہونے سے بچ گیا۔ اس کے فوراً بعد ہی حکومت نے انکشاف کیا کہ دہشت گردوں کی مشتبہ مالی معاونت کے 700 سے زیادہ کیسوں کی تحقیقات، جو عالمی نگران تنظیم کے ایکشن پلان کا حصہ ہے، مکمل ہونے کے قریب ہے۔ اقتصادی امور کے وزیر نے کہا کہ وہ اس پر مزید کوئی تبصرہ نہیں کر سکتے کیونکہ 'استغاثہ اور سزا عدلیہ کا دائرہ کار ہے'۔

نقل وحرکت اور سفر

حکومت نے جنوری میں ایک نئی ویزا پالیسی لاگو کی۔ پچاس ممالک کو آمد پر ویزا کی اجازت دی گئی جو پچھلی تعداد سے دوگنا سے بھی زیادہ تھی۔ 175 ممالک کو ای ویزا کی سہولت دی گئی۔

ایف آئی اے ایئرپورٹ کے تین ملازمین کے بارے میں انکشاف ہوا کہ وہ ٹریول ایجنٹس کی ملی بھگت سے شناخت چوری میں ملوث تھے۔ سفری معلومات، جیسے پاسپورٹ اور شناختی کارڈ نمبر جو موبائل فون کے اندراج کرنے کے لیے ضروری ہوتے ہیں کھلی مارکیٹ میں فروخت کی جارہی تھیں تاکہ کسٹم ادائیگی کے بغیر موبائل فونز کو کھولا جاسکے۔

جوہری سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے دسمبر میں ملک بھر میں آزادانہ نقل وحرکت سمیت اپنے بنیادی حقوق کے نفاذ کے لیے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی۔ لاہور ہائی کورٹ نے اسی طرح کی ایک درخواست کو 25 ستمبر کو اس بنیاد پر مسترد کر دیا تھا کہ ریاست کی طرف سے ان کے تحفظ کے لیے کیے گئے خصوصی حفاظتی اقدامات کے پیش نظر وہ اس کے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔

انجمن سازی کی آزادی

سٹوڈنٹ یونینز

نومبر میں سٹوڈنٹ ایکشن کمیٹی کے زیر اہتمام ملک بھر سے سیکڑوں طلبا اور حامیوں نے طلبا یکجہتی مارچ میں حصہ لے کر طلبہ یونینوں کی بحالی کا مطالبہ کیا۔ دسمبر میں قومی اسمبلی میں دونوں جانب کے اراکین پابندی ختم کرنے کے حزب اختلاف کیا یک نجی ممبر کے بل کی حمایت میں متحد ہوگئے۔ اس بل کو متعلقہ کمیٹی کو مزید غور کے لیے بھیجا گیا۔

آئی این جی اوز

سیکریٹری خارجہ تہمینہ جنجوعہ نے جنوری میں غیر ملکی سفیروں کو بتایا کہ بین الاقوامی غیر سرکاری تنظیموں (آئی این جی اوز) کو غربت کے خاتمے، صحت، پیشہ ورانہ تعلیم اور تربیت، سائنس اور ٹیکنالوجی، ماحولیاتی تحفظ، ڈیزاسٹر مینجمنٹ، کھیل اور ثقافت سمیت قومی ترقیاتی ترجیحی شعبوں میں کام کرنے کی ترغیب دی جارہی ہے۔

آئی این جی اوز کی تازہ رجسٹریشن کا ایک دور 2015 میں شروع کیا گیا تھا۔ نئی پالیسی کے تحت رجسٹریشن کے لیے مجموعی طور پر 141 آئی این جی اوز میں سے 74 کی درخواستوں کو منظور اور 41 کو مسترد کر دیا گیا۔

وزارت داخلہ نے اگلے ہی دن قومی اسمبلی کو بتایا کہ اندراج کے عمل پر نظر ثانی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ آسٹریلیا، سوئٹزرلینڈ، کینیڈا، امریکا، جاپان اور ناروے کے علاوہ یورپی یونین کے رکن ممالک نے بھی وزیراعظم کو مشترکہ طور پر خط لکھا تھا جس میں آئی این جی اوز کی رجسٹریشن کی کارروائی اور مسترد ہونے پر تشویش کا اظہار کیا گیا تھا۔

سماجی تحریکیں اور سیاسی وابستگیاں

صحافیوں، میڈیا کارکنوں، سول سوسائٹی کے کارکنوں، سیاست دانوں، مزدور رہنماؤں اور طلبا نے دسمبر میں ڈان اخبار کے لیے اپنی حمایت کا اظہار کیا۔ ڈان کے خلاف ایک وفاقی وزیر کے ٹویٹ کے چوبیس گھنٹے بعد، ایک ہجوم نے عجیب و غریب طور پر ایک خفیہ ایجنسی کے حق میں نعرے بازی کرتے ہوئے اخبارات کے دفاتر کا محاصرہ کیا تھا۔

اجتماع کی آزادی

اجتماعات پر پابندی

چودہ جنوری کو دارالحکومت انتظامیہ نے شہر میں آتشیں اسلحہ کی نمائش، وال چاکنگ، پوسٹر لگانے، ساؤنڈ سسٹم کے استعمال، اجتماعات، پہاڑی دھماکے اور غیر مجاز ہاؤسنگ سوسائٹیز کے خلاف آپریشن ایسی چند سرگرمیوں پر پابندی میں توسیع کی۔

دارالحکومت انتظامیہ کے عہدیداروں کے مطابق، پانچ یا زیادہ لوگوں کے اکٹھا ہونے پر پابندی ڈیڑھ دہائی سے عائد تھی، اور پچھلے دو سالوں سے ساؤنڈ سسٹم، پہاڑی دھماکے اور وال چاکنگ بھی ممنوع تھے۔

مقامی عدالت نے اکتوبر میں بیسک ایجوکیشن کمیونٹی سکولز پروگرام (بی ای سی ایس) کے 223 رضا کار اساتذہ کی ضمانت منظور کی جنھیں دھرنے کے الزام میں جناح ایونیو سے گرفتار کیا گیا تھا۔ وکلاء نے جج سے استدعا کی تھی کہ ان کے مالی حالات کے پیش نظر اساتذہ کو بغیر کسی ضمانتی مچلکوں کے رہا کردیں کیونکہ وہ وکلا کی فیس بھی ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ تاہم جج نے دو دو ہزار کے مچلکوں پر بعد از گرفتاری ضمانت منظور کی۔

لاگت شماری

نومبر میں دارالحکومت میں جے یو آئی-ایف کی آزادی مارچ کے بارے میں بتایا گیا کہ 13 روزہ دھرنے کے دوران میں سکیورٹی انتظامات کے لیے ٹھیکیداروں اور خدمات فراہم کرنے والوں کو حکومت کو 240 ملین روپے دینا پڑے۔ دوسرے اضلاع سے بلائی گئی پولیس کے لیے رہائش، کھانے اور نقل وحمل کے انتظامات کیے گئے تھے۔

شہریوں پر اثر انداز سیاسی پیش رفت

وفاقی کابینہ نے نومبر میں کیپٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی (سی ڈی اے) کو میئر کے ماتحت لانے کے لیے اس کی تنظیم نو کی منظوری دی۔ بتایا گیا کہ کابینہ نے ہدایت کی کہ اسلام آباد میں اصلاحات کا عمل تین ماہ کے اندر مکمل کیا جائے اور پنجاب کی طرح دارالحکومت میں بھی بلدیاتی نظام متعارف کروانے کے لیے عبوری انتظامات کیے جائیں۔ نومبر میں یہ بھی اطلاع ملی کہ اسلام آباد کے ڈومیسائل سرٹیفکیٹ کے اجرا کے عمل کو مزید سخت کیا جا رہا ہے تاکہ یہ دستاویز ملک کے دیگر حصوں سے آنے والے لوگوں کو جاری نہ کیا جا سکے۔ چند سال قبل، اسلام آباد سے باہر کے 80 کے قریب افراد نے جعلی دستاویزات جمع کروا کر ڈومیسائل سرٹیفکیٹ حاصل کیے تھے۔ ایک نئے معیاری طریقہ کار (ایس او پی) کو حتمی شکل دی جا رہی ہے جس کے تحت صرف اسلام آباد کے ووٹرز ڈومیسائل سرٹیفکیٹ کے اہل ہوں گے۔

ای سی پی میں تبدیلیاں

دو ہزار اٹھارہ کے عام انتخابات میں درپیش مسائل کے بعد، اپریل میں الیکشن کمیشن آف پاکستان (ای سی پی) نے انتخابی عمل کے قانونی ڈھانچے میں نمایاں تبدیلیاں لانے کا مطالبہ کیا۔ ایک تفصیلی رپورٹ میں محصولات کے محکموں کی جانب سے حد بندی کمیٹی کو غلط نقشوں کی فراہمی اور محصولات کے ریکارڈ میں بے ضابطگیوں کو بڑے مسائل قرار دیا گیا۔

دوسرے مسائل میں پاکستان ادارہ شماریات (پی بی ایس) کا مقررہ ٹائم لائن کے چھ ماہ بعد ڈیٹا فراہم کرنا اور نادرا سے جاری شناختی کارڈز پر نامکمل پتے جو ووٹرز کی تصدیق میں رکاوٹ بنے، شامل ہیں۔ خواتین ووٹرز کو شناختی کارڈ کا اجرا نہ کیا جانا مرد اور خواتین ووٹرز کے مابین پائے جانے والے (ایک کروڑ پچیس لاکھ) فرق کی سب سے بڑی وجہ بتایا گیا۔ وفاقی حکومت سے بھی کہا گیا کہ وہ نادرا کو ہدایت کرے کہ وہ خواتین، معذوری کے ساتھ جیتے افراد (پی ڈبلیو ڈیز)، اقلیتوں اور ٹرانسجینڈر افراد کی رجسٹریشن میں اضافے کے لیے کسی بھی رکاوٹ کو دور کرے اور خاص طور پر یہ حکم جاری کرے کہ پی ڈبلیو ڈیز کو معذوری کا سرٹیفکیٹ اور معذوری والے لوگو کے ساتھ شناختی کارڈ حاصل کرنے میں سہولت فراہم کی جائے۔

ای سی پی کی تشکیل

چیف الیکشن کمشنر (سی ای سی) اور کمیشن اراکین کے عہدوں کے لیے نامزد امیدواروں کے انتخاب پر کھینچا تانی گذشتہ سال کے آخر تک ختم نہ ہو سکی کیوں کہ وزیر اعظم اور اپوزیشن لیڈر کسی معاہدے تک پہنچنے میں ناکام رہے۔ قائم مقام سی ای سی کا تقرر دسمبر میں کیا گیا اور ای سی پی کے دو اراکین کے عہدے ایک سال سے خالی ہیں۔

خواتین

قانون سازی

اپریل میں، خواتین پارلیمنٹیرینز نے ملک میں قانون سازی اور ترقی میں زیادہ موثر کردار ادا کرنے کے لیے قائمہ کمیٹیوں کی چیئر پرسنز کے ساتھ ساتھ کابینہ میں کوٹا بڑھانے کا مطالبہ کیا۔قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے قانون و انصاف نے نومبر میں خواتین اور بچوں سے متعلق تمام قوانین کو اکٹھا کرنے کا فیصلہ کیا تا کہ ان کی تشریح اور ان پر عمل درآمد یکساں طور پر ہو سکے۔کہا جاتا ہے کہ خواتین کے حقوق سے متعلق 100 مکمل قوانین اور مختلف قوانین میں شقیں ہیں، اور 30 سے زیادہ قانون بچوں کے حقوق سے متعلق ہیں۔سول سوسائٹی سے کمیٹی کے ساتھ اس سلسلے میں تعاون کو کہا جائے گا۔

مذہبی اقلیتوں کی خواتین اور لڑکیوں کو متاثر کرنے والے قوانین

مئی میں پیپلز کمیشن برائے اقلیتی حقوق (پی سی ایم آر) اور سنٹر فار سوشل جسٹس کے زیر اہتمام منعقدہ ایک سیمینار میں مذہب کی جبری تبدیلی پر ریاستی ردعمل نہ ہونے پر افسوس کا اظہار کیا گیا۔

پی سی ایم آر کے چیئرمین پیٹر جیکب نے کہا کہ اس معاملے کو قانون کے مطابق نمٹا نہیں گیا کیوں کہ حکام نے ان لڑکیوں کی عمر کی تصدیق کی کوشش نہیں کی جو لاپتا ہو گئیں تھیں اور بعد میں پتا چلا کہ ان کی شادی ایک مسلمان سے ہوئی ہے اور انہوں نے اسلام قبول کیا ہے۔کمیشن نے ایسے 110 مقدمات کی تفصیلات اکٹھی کیں۔سولہ لڑکیاں اپنے گھروں کو لوٹی تھیں اور اس وقت ان کے معاملات کو سنجیدگی سے نہیں لیا گیا تھا۔

'چینی دلھنوں' کے بارے میں پی سی ایم آر کے ایک رکن کی تحقیقات سے پتا چلا کہ 1000 سے 1200 پاکستانی خواتین نے چینی مردوں سے شادی کی ہے۔تقریباً700 خواتین مسیحی تھیں اور 300 سے 500 کے درمیان مسلمان۔ مردوں نے مسیحیت یا اسلام قبول کر لیا تھا اور جعلی مسیحی علما نے زیادہ تر شادیاں کرائیں۔ حکام کی طرف سے دیا گیا ردعمل اس بات پر منحصر تھا کہ شکایت کسی مسلمان نے کی یا غیر مسلم نے۔

خواتین کے خلاف تشدد

سسٹینیبل سوشل ڈویلپمنٹ آرگنائزیشن (ایس ایس ڈی او) کی حق اطلاعات کی درخواست کے ذریعے اسلام آباد پولیس سے حاصل کردہ اعداد وشمار کے مطابق دارالحکومت میں خواتین کے خلاف تشدد کے واقعات کی تعداد 2018 میں 79 سے بڑھ کر 2019 میں 109 ہوگئی۔ 43 واقعات خواتین کے خلاف تشدد کے تھے، 31 واقعات اغوا کے تھےاور 35 واقعات عصمت دری کے۔

مختار مائی کی دیرینہ لڑائی صرف ان مردوں کے خلاف نہیں ہے جنہوں نے گاؤں کی پنچایت کے حکم پر جون 2002 میں اس کے ساتھ اجتماعی زیادتی کی تھی۔ چھوٹے بھائی پر ایک حریف قبیلے کی خاتون کے ساتھ ناجائز تعلقات کے الزام میں وحشیانہ انداز میں سزا دیے جانے کے بعد وہ 17 سال سے انصاف طلب کر رہی ہے۔

ایک نچلی عدالت نے 14 ملزمان میں سے 6 کو سزائے موت سنائی اور دیگر کو رہا کر دیا۔ جب مجرموں نے فیصلے پر اپیل کی تو ایک اعلیٰ عدالت نے ان میں سے پانچ کو بری اور چھٹے کو عمر قید دیدی۔ ان کی بریت کے خلاف مختار مائی کی اپیل کو سپریم کورٹ نے 2011 میں مسترد کر دیا تھا۔ آٹھ سال بعد، مارچ 2019 میں، عدالت نے اپنے پچھلے فیصلے پر نظر ثانی کی درخواست کی سماعت کی لیکن ملزمان کو وکیل تلاش کرنے کی اجازت دیتے ہوئے 20 دن کے لیے عدالت برخاست کر دی۔

آخر کار عدالت نے درخواست کی سماعت دوبارہ شروع کر دی اور 13 جون کو اس بنیاد پر اسے خارج کر دیا کہ سپریم کورٹ کے فیصلے میں کسی سقم کو اجاگر نہیں کیا گیا تھا۔ اسی مہینے میں چیف جسٹس نے کہا کہ پاکستان کے ہر ضلع میں

2019 میں سپریم کورٹ نے مختار مائی کی مبینہ عصمت دری کرنے والے افراد کی بریت کے خلاف درخواست مسترد کر دی

خواتین کے خلاف تشدد کے واقعات سے نمٹنے کے لیے ایک ہزار خصوصی عدالتیں قائم کی جائیں گی۔

بائیس سے 30 سال کے درمیان عمر کے تین بھائیوں کو مارچ میں اپنی 15 سالہ بہن کے ساتھ مبینہ زیادتی کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔ بتایا جاتا ہے کہ مشتبہ افراد میں سے ایک مذہبی عالم تھا جو آن لائن خطبات بھی دیتا تھا جب کہ دیگر دو مزدور تھے۔

مئی میں دارالحکومت میں ایک جرمن شہری لاپتہ ہو گئی۔ 18 سالہ لڑکی اپنے چچا کے گھر رہ رہی تھی جس کی شکایت پر پولیس نے پاکستان پینل کوڈ (پی پی سی) کی دفعہ 365بی (عورت کو شادی کے لیے اغوا یا مجبور کرنا) کے تحت مقدمہ درج کیا۔

ایک 18 سالہ لڑکی کے اہل خانہ اس کی لاش اسپتال لائے اور کہا کہ اس نے خودکشی کر لی ہے۔ اس کے سر اور سینے پر گولی کے تین زخم تھے لیکن جائے وقوعہ پر کوئی ہتھیار نہیں ملا۔ کنبہ کے افراد پولیس کے سوالات پر تسلی بخش جواب دینے سے قاصر رہے اور قتل کا مقدمہ درج کر لیا گیا۔

عورتیں اور کام

سپریم کورٹ نے فروری میں کام کی جگہ پر خواتین کو ہراساں کیے جانے سے تحفظ کے قانون کی تشریح اور اس پر عمل درآمد پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو ہراساں کرنے کے خلاف قانون کو مستحکم کرنے کا حکم دیا۔

ایڈیشنل اٹارنی جنرل نے عدالت کو بتایا کہ وفاقی حکومت اس قانون کی جانچ کر رہی ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس میں مزید ترامیم لائی جائیں۔ عدالت نے نشان دہی کی کہ حکومت کو شکایات درج کرانے کا طریق کار بھی آسان بنانا چاہئے۔

جولائی 2019 میں ہائی کورٹ نے اس قانون کے تحت تین افراد کے خلاف اس بنیاد پر شکایات خارج کر دیں کہ محتسب اعلیٰ کے ذریعہ مقدمات کی سماعت نہیں کی جانا چاہئے تھی کیوں کہ 'مبینہ فعل، طرز عمل یا رویے جنسی نوعیت کے نہیں تھے'۔ عدالت نے کہا کہ قانون میں ہراسانی واضح طور پر، ایسے افعال، پیش قدمی، درخواستیں، رویے، سلوک وغیرہ' تک محدود ہے' جو جنسی نوعیت کے ہوں'۔

عورتوں کے خلاف سائبر کرائم

پولیس سروس آف پاکستان (پی ایس پی) کے 18 گریڈ کے ایک افسر کو اپنی سابقہ اہلیہ کو سائبر ہراساں کرنے کے الزام میں جنوری میں ملازمت سے برخاست کر دیا گیا۔

بچے

قانون سازی میں پیش رفت اور بچوں کے تحفظ کا نظام

وزارت انسانی حقوق نے جنوری میں بچوں سے زیادتی کے بڑھتے ہوئے واقعات پر سینیٹ کی خصوصی کمیٹی کو بتایا کہ

بچوں کا تحفظ ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ پاکستان میں صرف 30 فی صد بچوں کا اندراج ہوا جس کی وجہ سے موت اور دیگر معاملات میں بچوں کی شناخت مشکل ہوگئی۔ وزارت نے صوبوں سے بچوں سے متعلق واقعات کا ڈیٹا طلب کیا لیکن کسی نے جواب نہیں دیا۔ وہ ایک قابل اعتماد ڈیٹا بیس تیار کرنا چاہتے تھے لیکن انھیں نجی طور پر مرتب کردہ ڈیٹا پر انحصار کرنا پڑا۔ ایک تخمینے کے مطابق پچھلے سال، این جی اوز نے بچوں سے زیادتی کے 3445 واقعات ریکارڈ کیے تھے۔

دا زینب الرٹ، ریکوری اینڈ رسپانس بل، 2019 کو اپریل میں قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے انسانی حقوق کو ارسال کیا گیا اور ایوان میں پیش کیا گیا لیکن یہ سال کے آخر تک زیر التوا تھا۔ جس بچی کا نام بل پر ہے اسے قصور میں اغوا کیا گیا، اس کے ساتھ زیادتی کی گئی اور اسے قتل کر دیا گیا، لیکن یہ قانون بظاہر صرف اسلام آباد دارالحکومت کے علاقے ہی میں لاگو کرنے کے لیے تیار کیا گیا تھا کیوں کہ امن و امان ایک صوبائی موضوع ہے۔ نومبر میں اسلام آباد ہائی کورٹ نے بچوں کے جنسی استحصال کے واقعات کی تحقیقات کے لیے رہنما اصول تیار کیے، جن میں لازمی قرار دیا گیا کہ اس طرح کے جرائم اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ آف پولیس (اے ایس پی) کے عہدے اور اس سے اوپر کے پولیس افسران سنبھالیں۔

بچوں کے خلاف تشدد

پندرہ مئی کو گم شدگی کی اطلاع دیے جانے کے بعد پولیس کی بے عملی کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے 10 سالہ فرشتہ کے اہل خانہ نے 20 مئی کو اسلام آباد میں ترامری چوک بلاک کر دیا۔ چار دن بعد اس کی لاش برآمد ہوئی۔ دارالحکومت پولیس نے 22 جون کو اعلان کیا کہ انہوں نے مرکزی مشتبہ شخص کو گرفتار کر لیا ہے جس کے بارے میں فرشتہ کی والدہ نے پولیس کو بتایا تھا کہ انہوں نے گمشدگی سے قبل اپنی بیٹی کے قریب دیکھا تھا۔ پانچ دن بعد مبینہ طور پر اس خاندان کو دارالحکومت پولیس کہیں لے گئی اس سے پہلے کہ وہ پریس کانفرنس کر سکیں۔

نو جولائی کو جنسی حملہ اور قتل کی کوشش سے بچ جانے والی 4 سالہ بچی کو انتہائی تشویش ناک حالت میں پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز (پمز) کے بچوں کے انتہائی نگہداشت یونٹ (آئی سی یو) لے جایا گیا۔ اس کے والد نے الزام لگایا کہ اسے کئی گھنٹوں تک شہر کے دو سرکاری اسپتالوں میں علاج سے انکار کیا جاتا رہا۔ آخر کار وہ اس حد تک صحت یاب ہوگئی کہ اسے سکول جانے کی اجازت دے دی گئی لیکن اس کے اہل خانہ کو اسے تکلیف دہ یادوں سے بچانے کے لیے اس علاقے سے دور جانا پڑا جہاں ملزم بھی رہتا تھا۔ بعد میں اگست میں والد نے اس معاملے کی دوبارہ تحقیقات کی درخواست کی۔ اس نے کہا کہ اسے تفتیش سے آگاہ نہیں رکھا گیا اور شک کا اظہار کیا کہ جس طرح سے اس معاملے سے نمٹا گیا ہے یہ مشتبہ شخص کے حق میں جائے گا۔

ایک مدرسہ کے طالب علم دس سالہ احمد کی لاش ایک نجی ہاسٹل کی چھت پر نومبر میں ملی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ نویں جماعت کے ایک 16 سالہ طالب علم کے ساتھ رہتا تھا۔ جب ہاسٹل کے عملے نے دیکھا کہ وہ لاپتا ہے تو تلاشی لی گئی۔ اس کے

ہاتھ بندھے ہوئے تھے، اس کے گلے کے گرد ایک پھندا تھا اور اس کے سر اور چہرے پر چوٹیں تھیں۔ ہاسٹل کی سی سی ٹی وی فوٹیج میں وہ ایک اور طالب علم کے ساتھ اوپر کی طرف جاتا نظر آیا۔

جنسی زیادتی کا شکار 11 سالہ بچہ جو 17 نومبر کو گم ہوا چھ دن بعد بازیاب کیا گیا۔ بعد میں لڑکے کو مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کیا گیا جہاں سے اسے کنبہ کے حوالے کر دیا گیا۔

بچوں کی فحش نگاری

خواتین کو بلیک میل کرنے کے الزام میں جولائی میں گرفتار دو مردوں نے بچوں کی فحش نگاری میں ملوث ہونے کا اعتراف کیا۔

کم عمری کی شادی

سینیٹ نے 29 اپریل کو شادی کی کم سے کم عمر 18 سال مقرر کرنے کا بل منظور کیا۔ مذہبی جماعتوں کے اراکین کے شور مچانے پر احتجاج شروع ہو گیا اور تحریک انصاف نے ووٹنگ سے پرہیز کیا۔

چائلڈ میرج ریسٹرینٹ (ترمیمی) بل، 2018 ابھی قومی اسمبلی میں بحث کا منتظر ہے۔

مزدور

کم از کم اجرت

اگست میں دارالحکومت انتظامیہ نے غیر ہنر مند اور نابالغ کارکنوں کے لیے 673 روپے کی کم سے کم یومیہ اور 17500 روپے کی کم سے کم ماہانہ اجرت مقرر کی۔ ہنر مند، نیم ہنر مند اور غیر ہنر مند کارکنوں کی روزانہ اجرت بھی بالترتیب 990 روپے، 770 روپے اور 675 روپے طے کی گئی۔

صفائی کے کارکنوں کی تنخواہیں

دسمبر میں یہ اطلاع ملی کہ صفائی کے کارکن کئی ماہ سے اپنی تنخواہوں کی ادائیگی میں تاخیر پر احتجاج کر رہے ہیں۔ صفائی کی نظامت کیپٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی کا حصہ تھا، لیکن میٹروپولیٹن کارپوریشن اسلام آباد (ایم سی آئی) کو منتقل کر دیا گیا، جو فنڈز کی کمی کا دعویٰ کر رہی تھی۔ مبینہ طور پر ایم سی آئی کے کھاتوں میں 2 ارب روپے کے قریب رقم موجود ہے لیکن وہ مالی قواعد کی عدم موجودگی میں رقم استعمال نہیں کر سکی۔

بزرگ شہری

پالیسیز اور قانون سازی

جولائی میں بتایا گیا کہ کابینہ نے اسلام آباد کیپیٹل ٹیریٹری سینئر سٹیزن ویلفیئر بل 2019 کی منظوری دے دی ہے تا کہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ ریاست سینئر شہریوں کی دیکھ بھال کرے۔ مجوزہ قانون کا مقصد ان کے بنیادی حقوق کے تحفظ اور معاشرے میں ان کے تحفظ کو یقینی بنانا ہوگا۔ ایک سینئر سٹیزنز کونسل بھی تشکیل دی جائے گی جو اپنے کام کا آغاز اولڈ ایج ہاؤس کے مقام سے کرے گی۔

ریٹائرمنٹ کی عمر

جون میں حکومت نے وفاق کے ساتھ ساتھ پنجاب اور خیبر پختونخوا کے ملازمین کی ریٹائرمنٹ کی عمر میں اضافے کے اپنے ارادے کا اشارہ دیا، اور متعلقہ حکام کو اس منصوبے کے مالی اور انتظامی مضمرات کا مشترکہ جائزہ لینے کا کہا۔ اس اقدام کے مقصد کی وضاحت نہیں کی گئی لیکن افسران نے بتایا کہ اس کا مقصد پنشن اور واجبات کا بوجھ کم کرنا ہوسکتا ہے کیوں کہ وفاقی اور صوبائی حکومت کے ملازمین کی بڑی تعداد ہر سال ریٹائر ہوجاتی ہے۔

بزرگوں کے لیے خدمات

نادرا نے دسمبر میں بتایا کہ اس نے بزرگوں سمیت جسمانی طور پر معذوری کے ساتھ جیتے افراد کو ان کے گھروں پر اندراج کی ملک گیر خدمات کا آغاز کیا ہے۔ نادرا کے ملازمین ان کے شناختی کارڈ بھی ان تک پہنچائیں گے۔ کہا گیا کہ یہ منصوبہ عوام تک خدمات کی فراہمی میں بہتری کے وزیر اعظم کے وژن کے مطابق ہے۔

پینشنز

پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن ایمپلائز ٹرسٹ (پی ٹی ای ٹی) نے اپریل میں کہا کہ اگر اسے اضافی فنڈز موصول نہ ہوئے تو وہ پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن کمپنی (پی ٹی سی ایل) کے ہزاروں پنشنرز کو 40 ارب روپے بقایاجات کی ادائیگی نہیں کر سکے گا۔ ٹرسٹ نے کہا کہ اسے پنشن کی مد میں 116 ارب روپے ادا کرنا ہیں اور اس کا خسارہ 7 ارب روپے ہے۔ 40 ارب کے بقایاجات 116 ارب روپے کے علاوہ ہیں۔ سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے انفارمیشن ٹیکنالوجی اور ٹیلی مواصلات کی ایک ذیلی کمیٹی کو معاملے کی تحقیقات کا کام سونپا گیا۔ اس نے ستمبر میں اپنی رپورٹ میں پی ٹی سی ایل اور پی ٹی ای ٹی کو بدانتظامی اور بدعنوانی کا مرتکب قرار دیا۔

معذوری کے ساتھ جیتے افراد

پالیسیز اور قانون

انسانی حقوق کی وزارت کی جانب سے سال کے اوائل میں پیش کردہ آئی سی ٹی رائٹس آف پرسنز وِدڈِس ایبلیٹیز بل 2018 کا کارکنوں نے ایک مثبت اقدام کے طور پر خیر مقدم کیا لیکن اس کی زبان اور شمولیت دونوں پر تشویش پائی گئی۔ سال کے آخر تک اسے قومی اسمبلی میں پیش نہیں کیا گیا تھا۔

صحت اور سہولیات

وزیراعظم نے اگست میں معذوری کے ساتھ جیتے افراد (پی ڈبلیوڈیز) اور ان کے اہل خانہ کے لیے ایک صحت سہولت پروگرام شروع کیا۔ سماجی صحت کے تحفظ کے اقدام کے تحت، پی ڈبلیوڈیز اور ان کے اہل خانہ کو کمپیوٹرائزڈ طریق کار سے نامزد ہسپتالوں سے 720,000 روپے مالیت کی صحت کی دیکھ بھال کی خدمات کے لیے بلا معاوضہ صحت انشورنس ملے گی۔ دیگر صوبوں اور اضلاع کے مخصوص اسپتالوں میں بھی خدمات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ سفری اخراجات کے لیے 1,000 روپے بھی ہسپتال سے مریض کے فارغ ہونے پر فراہم کیے جائیں گے۔ اسپتال میں موت کی صورت میں 10,000 روپے تدفین کے اخراجات کے لیے دیے جائیں گے۔ یہ دعویٰ کیا گیا کہ یہ غربت کے خاتمے

وزیراعظم نے اگست میں معذوری کے ساتھ جیتے افراد اور ان کے خاندانوں کے لیے صحت سہولت پروگرام کا آغاز کیا

کی طرف ایک بڑا قدم ہے کیوں کہ اس پروگرام میں ایسے تمام بڑے امراض کے علاج کا احاطہ کیا گیا ہے جن سے کمزور خاندانوں پر بہت بڑا مالی بوجھ پڑتا تھا۔

سپریم کورٹ نے جون میں پی ڈبلیو ڈیز کے حقوق سے متعلق مقدمہ کی سماعت کے بعد فیصلہ دیا کہ معذوری کی بنا پر نوکری کے کوٹے کے وفاقی اور صوبائی قوانین کا اطلاق سرکاری اور نجی دونوں شعبوں پر ہوتا ہے۔ اس سے قبل عدالت نے سرکاری افسران سے کہا تھا کہ وہ ایک معینہ مدت کے ساتھ ایک مفصل لائحہ عمل مرتب کریں تا کہ معذوری کے ساتھ جیتے افراد کے لیے تین فی صد ملازمت کے کوٹے پر عمل درآمد ہو سکے۔

پناہ گزین اور آئی ڈی پیز

افغان پناہ گزینوں کے بینک اکاؤنٹ

حکام کو فروری میں وزیرِاعظم نے ہدایت کی کہ رجسٹرڈ افغان مہاجرین کو ملک میں بینک اکاؤنٹ کھولنے اور برقرار رکھنے کی اجازت دی جائے۔ لاکھوں افغان مہاجرین کئی دہائیوں سے پاکستان میں مقیم ہیں لیکن یہ پہلا موقع ہے جب انہیں بینک اکاؤنٹ کھولنے کی اجازت دی گئی ہے۔ کچھ عرصہ قبل، افغان مہاجرین کے بچوں کو پاکستانی شہریت دینے کے بارے میں وزیرِاعظم کے بیان پر ایک تنازع کھڑا ہوا تھا۔

وطن واپسی کا معاہدہ

پاکستان، افغانستان اور اقوام متحدہ کے ہائی کمشنر برائے مہاجرین (یو این ایچ سی آر) نے جون میں ایک 12 نکاتی مشترکہ اعلامیہ پر اتفاق کیا جس میں پاکستان میں مقیم افغان شہریوں کی رضاکارانہ وطن واپسی پر موجودہ سہ فریقی معاہدے میں توسیع کے عہد کا اظہار کیا گیا، جو وفاقی کابینہ کی منظوری سے مشروط ہوگا۔

سماجی اور معاشی حقوق

تعلیم

خواندگی

دسمبر میں عالمی بینک کے تعاون سے قائد اعظم یونیورسٹی میں لڑکیوں کی تعلیم اور خواتین کو معاشی طور پر بااختیار بنانے کے لیے ایک 100 روزہ قومی پروگرام کا آغاز کیا گیا۔ 'لڑکیاں سیکھیں، خواتین کمائیں' (جی ایل ڈبلیوای) مہم کا مقصد سیکھنے میں کمی سے نمٹنے کے لیے بیداری، وکالت اور عملی اقدامات اور اس طرح خواتین کے معاشی اختیار کو فروغ دینا ہے۔ کوئی بھی ادارہ مشیروں کے آزاد پینل کے طے شدہ اندراج کے معیار کو پورا کر کے جی ایل ڈبلیوای چیمپئن بننے کے لیے سائن اپ کر سکتا ہے۔

سکولوں سے باہر بائیس اعشاریہ آٹھ ملین بچوں میں سے پچپن فیصد لڑکیاں ہیں اور ملک کی لیبر فورس میں صرف 26 فیصد خواتین سرگرم ہیں۔ عالمی بینک کی ایک حالیہ رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ پاکستان میں سیکھنے کی کمی کی شرح 75 فیصد ہے جو کہ جنوبی ایشیائی اوسط 58 فی صد سے کافی زیادہ ہے۔

تعلیم پر سرکاری اخراجات

فیڈرل ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن (ایف ڈی ای) کے زیر انتظام سکولوں کے طلبا کے بارے میں کہا گیا کہ وہ اپنے

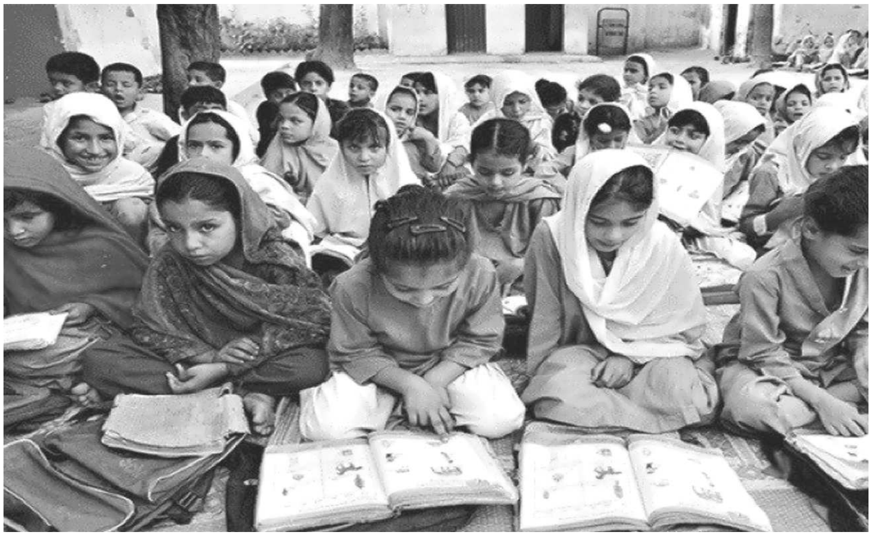

سکول سے باہر بائیس اشاریہ آٹھ ملین بچوں میں سے پچاس فیصد لڑکیاں ہیں اور ملک کی لیبر فورس میں صرف 26 فیصد خواتین ہیں

اسلام آباد/ دارالحکومت کا علاقہ

اداروں میں نامکمل تزئین و آرائش اور تعمیراتی کام کی وجہ سے مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں۔ وزیر اعظم کے تعلیمی اصلاحات پروگرام کے دوسرے مرحلے میں ایف ڈی ای کے تحت چلنے والے 200 سکولوں کی تزئین و آرائش پر کام بظاہر کئی مہینوں سے تعطل کا شکار تھا۔ وفاقی حکومت نے مئی میں کہا کہ اس نے جاری کام کو مکمل کرنے کیلیے 422 ملین روپے جاری کر دیے ہیں۔

داخلہ اور اس کو برقرار رکھنا

جنوری 2019 میں ایف ڈی ای نے اپنی مہم کے پہلے مرحلے میں 11000 سے زیادہ بچوں کے سکولوں میں داخلہ لینے کی تصدیق کی۔ ایک اندازے کے مطابق اسلام آباد میں سکول سے باہر بچوں کی تعداد 30000 ہے۔

طلبہ کی تعلیم و تدریس کا معیار

حکومت نے ڈائرکٹوریٹ جنرل برائے مذہبی تعلیم (ڈی جی آر ای) کے قیام کے لیے اکتوبر میں ایک نوٹیفکیشن جاری کیا جس کے تحت ملک بھر میں مدارس کے اندراج اور ان کی سہولت کے لیے 16 علاقائی دفاتر ہوں گے۔

سکول کا بنیادی ڈھانچا

بتایا گیا کہ وزارت تعلیم کی ڈپارٹمنٹل ڈویلپمنٹ ورکنگ پارٹی (ڈی ڈی ڈبلیو پی) نے دسمبر میں دارالحکومت میں سکولوں اور کالجوں کی تعمیر کے لیے چار منصوبوں کی منظوری دی۔ یہ منصوبے جی-13 / 2 اور مارگلہ ٹاؤن میں ماڈل کالج فار بوائز، جی۔14 / 4 میں لڑکیوں کے لیے ماڈل کالج، ایک ماڈل سکول گھوڑا شاہاں، اور اسلام آباد ماڈل کالج فار گرلز، آئی۔8 / 3 میں برقرار رکھنے والی چار دیواری کی تعمیر اور سائٹ ڈیولپمنٹ تھے۔

نصاب

وزارت تعلیم اور پیشہ ورانہ تربیت بھی ملک کے تمام سکولوں اور مدارس کے لیے یکساں نصاب تیار کرنے پر کام کر رہی تھی۔ وفاقی کابینہ نے 30000 مدارس سمیت ملک کے تمام تعلیمی اداروں کے لیے یکساں نصاب کی منظوری دی۔

نجی سکول

سپریم کورٹ نے فروری میں تبصرہ کیا کہ کیسے مہنگے نجی سکولوں نے تعلیم کو کاروبار میں تبدیل کر دیا ہے اور سکولوں کی فیسوں میں 20 فی صد کٹوتی کیحکم کی تعمیل پر دو نجی سکولوں سے جواب طلب کیا۔

عدالت نے والدین اور سرپرستوں کو لکھے انتہائی توہین آمیز خطوط مبینہ طور پر گردش کرنے کے الزام میں دو سکولوں کے خلاف توہین عدالت کی کارروائی شروع کی۔

ستمبر میں، وفاقی تعلیم و پیشہ ورانہ تربیت سے متعلق قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی کی ایک ذیلی کمیٹی نے نجی تعلیمی اداروں کی

ریگولیٹری اتھارٹی (پی ای آر اے) کو ہدایت کی کہ سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق 2017 کے نرخوں پر فیس وصول کرنے پر پانچ فیصد سالانہ اضافے کے ساتھ عمل درآمد کیا جائے۔

اپریل میں، سپریم کورٹ نے پاک ترک فاؤنڈیشن (پی ٹی ای ایف) کے سکول اور دیگر اثاثے ترکیئی معارف فاؤنڈیشن کے حوالے کرنے کے متعلق دسمبر 2018 کے فیصلے کا جائزہ لینے کی درخواست مسترد کر دی۔ پی ٹی ای ایف کی بنیادی تنظیم کو ترک حکومت نے دہشت گرد تنظیم قرار دیا تھا۔

اعلیٰ تعلیم

وائس چانسلرز کمیٹی نے اگست میں مطالبہ کیا کہ 10 ارب روپے جامعات کے لیے ضمنی گرانٹ کے طور پر جاری کیے جائیں کیوں کہ بجٹ میں کٹوتی کے باعث اعلیٰ تعلیم کا شعبہ مشکل سے دوچار ہے۔

ہائیر ایجوکیشن کمیشن (ایچ ای سی) نے بھی اکتوبر میں حکومت سے اپیل کی کہ وہ اس حقیقت پر غور کریں کہ پاکستان ہر سال فی طالب علم 50,000 روپے کی معمولی رقم خرچ کر رہا ہے۔ ایچ ای سی کے سربراہ نے کہا کہ جامعات کو فنڈز مہیا کرنے والے انضباطی ادارے کو 50 ارب کی کمی کا سامنا ہے۔ ملک بھر کی جامعات کے پاس عملے کو دسمبر کی تنخواہیں دینے کے لیے بھی پیسے نہیں تھے۔ ایچ ای سی نے کہا کہ دو جامعات کے عملے کی تنخواہوں کی ادائیگی کے لیے انہوں نے دوسرے اخراجات کم کر دیے ہیں۔

دسمبر میں یہ اطلاع ملی کہ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں ایک پروگرام کے انعقاد پر دو گروپوں کے درمیان تصادم میں ایک طالب علم ہلاک اور متعدد زخمی ہو گئے۔

صحت

پالیسیز اور اور قانون

نیشنل ہیلتھ سروسز (این ایچ ایس) سے متعلق سینیٹ کی قائمہ کمیٹی نے متفقہ طور پر کمپلسری ویکسینیشن اینڈ پروٹیکشن آف ہیلتھ ورکرز بل کی جولائی میں منظوری دی۔ اگر یہ قانون بنتا ہے تو بچوں کی امیونائزیشن لازمی ہو جائے گی اور حفاظتی ٹیکوں سے متعلق پروگراموں میں شامل صحت کارکنوں کو تحفظ حاصل ہوگا۔ اکتوبر میں آرڈیننس کے ذریعے پاکستان میڈیکل اینڈ ڈینٹل کونسل (پی ایم ڈی سی) کی تحلیل کو اسلام آباد ہائی کورٹ میں چیلنج کیا گیا۔

اسلام آباد کی ضلعی انتظامیہ اور پولیس کے توسط سے قومی وزارت خدمات صحت نے پی ایم ڈی سی عمارت پر قبضہ کر لیا۔ سینیٹ نے اگست میں اس کے خلاف ووٹ دیا تھا لیکن صدر نے ایک بار پھر ایک اور مماثل پی ایم ڈی سی آرڈیننس 2019 جاری کر دیا۔ پی ایم ڈی سی ملازمین کی خدمات بغیر شنوائی کے ختم کر دی گئیں۔

عوامی صحت

نومبر میں اپنے پہلے اجلاس میں، اسلام آباد ہیلتھ کیئر ریگولیٹری اتھارٹی کے بورڈ نے تمام سرکاری اور نجی اسپتالوں، کلینکس، نرسنگ ہومز اور لیبارٹریوں کے لیے لائسنس لازمی قرار دے دیے۔ صحت کے ہزاروں مراکز اس اتھارٹی کے سامنے جواب دہ ہوں گے اور وہ اندراج، معائنہ، اور لائسنس کے بغیر کام نہیں کر سکیں گے۔ اتھارٹی عوام کے ساتھ ساتھ عملے کی حفاظت اور تحفظ کو بھی یقینی بنائے گی۔

صحت کے لیے بجٹ

نیشنل اکنامک کونسل (ایکنک) کی ایگزیکٹو کمیٹی نے جنوری 2019 میں پولیو کے خاتمے کے لیے نظرثانی شدہ ہنگامی منصوبے کے لیے جنوری 2019 میں نو سو چھیاسی ملین امریکی ڈالر کی منظوری دی۔ اس منصوبے میں ملک بھر میں حفاظتی ٹیکوں کی اضافی سرگرمیاں (ایس آئی ایز) اور پولیو وائرس کی منتقلی کی روک تھام کے لیے ماحولیاتی نگرانی شامل ہوں گی۔ جنوری میں ایک لاکھ پولیو ورکرز کے معاوضے میں بھی 25 فیصد تک اضافہ کیا گیا۔ عام علاقوں میں روزانہ الاؤنس 400 روپے سے 500 روپے کر دیا گیا جب کہ سخت علاقوں میں روزانہ الاؤنس 750 روپے سے 850 روپے کر دیا گیا۔

حفاظتی ٹیکوں کی مہم کے اختتام پر اپریل میں جاری ہونے والی ایک رپورٹ میں کہا گیا کہ والدین کے انکار یا بچوں کی عدم دستیابی کی وجہ سے تقریباً 9353 بچوں کا احاطہ نہیں کیا جا سکا۔ سوشل میڈیا پر یہ افواہیں پھیلنے پر کہ پشاور میں بچوں کو قطرے پلائے جانے کے بعد بچے بیمار ہو گئے تھے دارالحکومت کے دیہی اور شہری علاقوں میں کافی تعداد میں والدین نے اپنے بچوں کو پولیو سے بچاؤ کے قطرے پلانے سے انکار کر دیا۔

غربت اور غذائیت کی کمی

وفاقی کابینہ نے دسمبر میں 820,165 افراد کو 'غیر مستحق' قرار دے کر بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام سے فائدہ اٹھانے والوں کی فہرست سے نکال دیا۔

گو کہ یہ پروگرام سرکاری ملازمین کے لیے نہیں تھا، بی آئی ایس پی ڈیٹا سے انکشاف ہوا کہ ان میں سے 140,000 سرکاری ملازم یا ان کے شریک حیات تھے۔

ڈینگی

نیشنل ہیلتھ سروسز کی وزارت کی ایک رپورٹ میں انکشاف کیا گیا کہ دارالحکومت میں 2019 کے دوران میں ڈینگی بخار کے 13,000 سے زیادہ کیسز اور 22 اموات کی اطلاع ملی۔

رہائش، زمین پر قبضہ اور عوامی سہولیات

رہائش

دسمبر میں نادرا کے اعداد وشمار سے ظاہر ہوا کہ نیا پاکستان ہاؤسنگ پروگرام کے لیے انیس لاکھ سے زائد درخواستیں دی جا چکی ہیں۔ اسلام آباد میں، پروگرام کے دوسرے مرحلے میں، سب سے زیادہ 259276 درخواستیں دی گئیں۔ درخواست دہندگان میں 184,355 کچی آبادی میں رہنے والے، 34,654 بیوائیں، 9,325 طلاق یافتہ خواتین، 5,500 ٹرانس جینڈر افراد اور 715,473 مزدور افراد شامل ہیں۔

ایک رپورٹ کے مطابق اسلام آباد ہائی کورٹ نے اکتوبر میں قرار دیا کہ کیپیٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی (سی ڈی اے) اور فیڈرل گورنمنٹ ایمپلائز ہاؤسنگ فاؤنڈیشن (ایف جی ای ایچ ایف) نے غیر مراعات یافتہ افراد کو نظر انداز کرتے ہوئے مراعات یافتہ افراد کے لیے رہائشی سکیمیں تیار کیں۔ عدالت نے لازمی حصول، جس کے ذریعے سی ڈی اے اور ایف جی ای ایچ ایف نے زمین حاصل کی، کے بارے میں کہا کہ وہ مٹھی بھر لوگوں کے مفاد میں ہے۔ عدالت نے دارالحکومت میں رہائشی سکیموں کے لیے حاصل کی گئی زمین کے اصل مالکان کو درپیش مشکلات کو بھی اجاگر کیا۔

بے جا تصرف

جنوری میں اطلاع ملی کہ الہدیٰ انٹرنیشنل ویلفیئر فاؤنڈیشن اربوں روپے کی اراضی پر ایک نفع بخش اسکول چلا رہی ہے جو سی ڈی اے نے عورتوں اور لڑکیوں کے مدرسہ کے لیے 33 سالہ لیز پر مفت میں الاٹ کی تھی۔ وزارت وفاقی تعلیم کے مطابق فاؤنڈیشن ماہانہ 7,000 روپے اور 10,900 روپے کے حساب سے فیس وصول کر رہی تھی۔

ماحولیات

جنگلات کی کٹائی

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے اگست میں 80 درخت کاٹنے کا علم ہونے پر میٹرو پولیٹن کارپوریشن اسلام آباد (ایم سی آئی) کے ماحولیاتی شعبے نے چھاپہ مارا۔ یہ واقعہ ایسے وقت پر ہوا جب ایکنیک نے ملک بھر میں درخت لگانے کے 125 ارب کے منصوبے کی منظوری دی۔

آبی آلودگی

اگست میں وفاقی حکومت نے کورنگ دریا میں سیوریج آلودگی کی تحقیقات کے لیے دارالحکومت کے ماسٹر پلان پر نظر ثانی کے لیے بنائے گئے کمیشن کے دائرہ کار میں توسیع کی۔

فضائی آلودگی

پاکستان انوائرمنٹ پروٹیکشن ایجنسی (پاک-ای پی اے) نے دسمبر میں کہا کہ اس نے دارالحکومت میں آلودگی اور ہوا کے معیار کی بہتر پیمائش کے لیے فضائی معیار کیتین نئے مانیٹرز کی منظوری کے لیے وزارت موسمیاتی تبدیلی سے

کورنگ دریا میں گندے پانی کی آلودگی

درخواست کی ہے۔ ای پی اے کے پاس اس وقت دو سے تین کلومیٹر کے دائرے میں ہوا کے معیار کو جانچنے کی صلاحیت رکھنے والے دو مانیٹر، فکسڈ اور موبائل، موجود تھے۔

پلاسٹک کے تھیلے

دسمبر میں دارالحکومت میں ایک بار استعمال کے پلاسٹک بیگ ان پر پابندی عائد ہونے کے چار ماہ بعد ہی واپس آ گئے۔ کارنر شاپس، گروسری سٹورز اور پھل اور سبزی فروش جو کاغذ کے تھیلوں میں سامان دینے لگ گئے تھے پھر سے پلاسٹک بیگ استعمال کرنے لگ گئے۔

آزاد جموں و کشمیر

آزاد جموں و کشمیر

اہم نکات

- اے جے کے میں انسانی حقوق سے متعلق کوئی خاص دستاویز دستیاب نہیں جس سے وہاں انسانی حقوق کی صورت حال کا باقاعدہ جائزہ لیا جا سکے کیوں کہ وہاں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں یا پامالیوں پر نظر رکھنے کے لیے انسانی حقوق کے باقاعدہ ادارے یا افراد موجود نہیں۔
- بھارتی مقبوضہ کشمیر کے حالات نے پورے خطے میں غم و غصے کو جنم دیا اور ایل او سی کے اطراف شدید فائرنگ کا سبب بنے۔ اس کے نتیجے میں جان و مال کو بہت زیادہ نقصان پہنچا اور ہزاروں لوگ اپنے گھروں سے بے دخل ہونے پر مجبور ہوئے۔
- حکومتِ پاکستان کی طرف سے لوگوں کو محفوظ مقامات فراہم کرنے کی غرض سے بحالی نو اور نئے بنکرز کی تعمیر کی مد میں دی جانے والی معاشی مدد کے باوجود، کہا جاتا ہے کہ زیادہ تر اموات صحت کی مناسب سہولیات جیسے کہ ابتدائی طبی امداد اور ایمبولینس کی فوری فراہمی نہ ہونے کی وجہ سے ہوتی ہیں۔
- سال کے دوران میں، آزاد جموں و کشمیر میں انسانی حقوق کی بیشتر خلاف ورزیاں ہوئیں جن میں احتجاجی مظاہروں اور ٹریڈ یونین کی رکنیت پر جبر بھی شامل تھا۔
- عورتوں کو معیشت اور سیاست میں بہت کم مواقع دستیاب ہیں، اور پالیسی سازی کی سطح پر انہیں قائدانہ عہدوں تک رسائی نہیں ہے۔
- 80 فی صد آبادی دیہی علاقوں میں رہتی ہے جہاں جنسی زیادتی کے واقعات پولیس کو بہت کم رپورٹ ہوتے ہیں چنانچہ حقیقی تعداد رپورٹ شدہ نو واقعات سے زیادہ ہو سکتی ہے۔ ایل او سی کے ساتھ رہنے والی عورتیں زیادہ غیر محفوظ ہیں۔
- مقامی حکومتوں کے آخری انتخابات 1991 میں ہوئے تھے۔
- حقِ معلومات پر قانون سازی ہونا ابھی باقی ہے۔ لہٰذا، اے جے کے کے سرکاری اداروں سے ان کے کام اور مالیاتی اخراجات کے بارے میں معلومات لینے کا کوئی باقاعدہ نظام موجود نہیں۔

آزاد جموں وکشمیر

آزاد جموں وکشمیر (اے جے کے) میں انسانی حقوق کی صورت حال شاید ہی کبھی جانچ پڑتال کے عمل سے گزری ہو۔ پاکستان کے انتظامی، مالیاتی اور سیکیورٹی دائرہ کار کے اندر رہ کر کام کرنے کے باوجود، اسے ملک کے آئینی یا باضابطہ صوبے کی بجائے ایک خود مختار علاقہ تصور کیا جاتا ہے۔

اے جے کے میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر نظر رکھنے کی ذمہ داری انسانی حقوق کے کسی ادارے یا فرد کو نہیں سونپی گئی۔ قومی ذرائع ابلاغ محدود ہیں اور زیادہ تر بغیر معاوضے کے کام کرتے ہیں، لہٰذا، اے جے کے میں پیش آنے والے واقعات کو کم ہی اجاگر کرتے ہیں۔ نتیجتاً، ایسی کوئی اہم دستاویزات نہیں ہیں جن سے اے جے کے میں انسانی حقوق کی صورت حال کا اندازہ ہو سکے۔

اے جے کے کی سیاسی اور سماجی زندگی مسئلہ کشمیر اور بھارتی مقبوضہ کشمیر (آئی ایچ کے) کی حالیہ صورت حال کے ساتھ بہت زیادہ جڑی ہوئی ہے۔ بھارتی حکومت کی طرف سے آرٹیکل 370 کی منسوخی نے پورے خطے میں غم و غصے کو جنم دیا۔ یہ لائن آف کنٹرول (ایل او سی) کے آر پار وسیع پیمانے پر فائرنگ کے تبادلے کا بھی سبب بنی جس نے جان و مال کا ضیاع کرنے کے علاوہ ہزاروں لوگوں کو اپنا گھر بار چھوڑنے پر مجبور کیا۔ سیاسی گروہوں نے ہندوستانی حکومت کے ظلم و ستم جو لاک ڈاؤن، کرفیو کے اطلاق اور انٹرنیٹ کی بندش کی صورت میں ہمارے سامنے آیا، کے خلاف عوام کو متحرک کیا۔ قوم پرست گروہ سڑکوں پہ نکلے اور ایل او سی کو عبور کرنے کی غرض سے اس کا رخ کیا۔ ان ریلیوں کے دوران میں، پولیس اور مظاہرین کی جھڑپیں ہوئیں جن میں مظفر آباد میں ایک شخص جاں بحق جب کہ کئی دیگر زخمی ہوئے۔

سیاسی تناؤ میں اس وقت اضافہ ہوا جب فروری 2019 میں بھارت کے زیرِ انتظام وادی کشمیر کے ضلع پلوامہ میں ایک خودکش حملے نے بھارت۔ پاکستان کے بیچ شدید بحران کو جنم دیا اور دونوں ملکوں کو جنگ کے دہانے پہ لا کھڑا کیا۔

نتیجتاً، اے جے کے، اور خاص طور پر ایل او سی نے جنگ جوئی کے میدان کی صورت اختیار کر لی۔ ایل او سی پر تشدد سے خطے کا سیاسی ماحول بری طرح متاثر ہوا۔ اس تناظر میں، 2019 کا سال اے جے کے کی حالیہ تاریخ میں سب سے مشکل سال ثابت ہوا۔

امن عامہ

اے جے کے عمومی طور پر پُرامن اور مستحکم علاقہ تصور کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس وقت بھی ایسا ہی تھا جب پورا پاکستان دہشت گردی کے خلاف جنگ لڑ رہا تھا۔ اے جے کے پولیس پر بنیادی طور پر 13,297 مربع کلومیٹر پر پھیلے اور

4.045 ملین افراد پر مشتمل علاقے میں امن عامہ کو برقرار رکھنے کی ذمہ داری ہے۔ 9,047 اہل کاروں پر مشتمل اور 46 پولیس سٹیشنوں سے کام کرنے والی پولیس فورس نے نگرانی کا بڑا موئژ نظام قائم کر رکھا ہے۔

اس کے باوجود، گذشتہ برسوں کے دوران میں جُرم کی شرح میں اضافہ ہوا ہے۔ اگرچہ 62 کی تعداد کے ساتھ قتل کے واقعات نسبتاً کم ہیں مگر چوری، املاک میں بے جا گھسنے، جنسی زیادتیوں، اور اغوا کے واقعات بڑھے ہیں۔ دوسرا پریشان کن رجحان منشیات کے استعمال میں اضافہ ہے جس کے 1,030 واقعات رپورٹ ہوئے۔ اطلاعات کے مطابق، منشیات کی فراہمی کا جال پھل پھول رہا ہے، اور نوجوان نسل اس کا آسان ہدف ہے۔

پاکستان کے نیشنل ایکشن پلان (این اے پی) پر عمل درآمد اے جے کے میں بھی نظر آیا۔ 2019 کے دوران میں، اس کے تحت درج 305 مختلف مقدمات میں ملوث ہونے کے شبہے میں 522 افراد کو گرفتار کیا گیا۔ ذرائع ابلاغ نے یہ اطلاعات بھی دیں کہ اے جے کے کے مختلف علاقوں میں مختلف کالعدم مذہبی تنظیموں کے کم از کم 12 مراکز بھی این اے پی کے تحت بند کیے گئے۔

آئینی خلاف ورزیاں

تیرہویں آئینی ترمیم 2018 (اے جے کے کے آئین میں) کے تحت مرکزی اختیارات کشمیر کونسل سے اے جے کے کونسل اور حکومت کو منتقل ہوئے ہیں۔ تیرہویں ترمیم ہی اس کے باعث اے جے کے مقامی انتخابات کے انعقاد کی آئینی ذمہ داری الیکشن کمیشن پر ہے۔ البتہ، حکومت اے جے کے نے انتخابات کے انعقاد کے لیے کسی قسم کے ٹھوس اقدامات نہیں کیے۔ آخری انتخابات 1991 میں ہوئے تھے۔ اس وقت سے اب تک، حکمران جماعت کے اتحادیوں کو آئین کے برخلاف، مقامی اداروں کا سربراہ بنایا جا رہا ہے۔ آئین کہتا ہے، "ریاست مقامی حکومت کے اداروں کی حوصلہ افزائی کرے گی جو متعلقہ علاقوں کے منتخب نمائندوں پر مشتمل ہوں گے اور ان اداروں میں کسانوں، مزدوروں اور عورتوں کو خصوصی نمائندگی دی جائے گی"۔

سول سوسائٹی کے کئی مقامی کارکنوں کا بھی مطالبہ ہے کہ انتخابات منعقد کیے جائیں اور یہ کہ انتظامی و مالیاتی اختیارات مقامی حکومت کو منتقل کیے جائیں مگر حکام اے جے کے اسمبلی کے اراکین، جن کا بنیادی کام قانون سازی ہے نہ کہ ترقیاتی کام سنبھالنا، کی مدد سے ترقیاتی منصوبے چلا رہے ہیں۔

تیرہویں ترمیم کی رو سے، حکومت حقِ معلومات قانون منظور کرنے کی پابند ہے۔ یہ ایک قانونی حق ہے جس کی آئین میں ضمانت دی گئی ہے، مگر اسے ابھی تک عملی جامہ نہیں پہنایا گیا۔ اے جے کے میں سرکاری اداروں سے ان کے کام اور مالیاتی اخراجات کے متعلق معلومات لینے کا کوئی باضابطہ طریقہ کار موجود نہیں۔ اے جے کے کا آئین کہتا ہے: 'قانون کے مروّجہ ضابطوں اور معقول پابندیوں کے تابع، ہر ریاستی باشندے کو تمام عوامی معاملات کے متعلق معلومات لینے کا حق ہے۔'

سیاسی احتجاج

اے جے کے سیاسی لحاظ سے سرگرم اور ٹیکنالوجی کے علم کے زیور سے آراستہ لوگوں، خاص طور پر نوجوانوں جو کل آبادی کا 60 فیصد ہیں، کا مسکن ہے۔ یہ نوجوان دس لاکھ سے زائد سمندر پار افراد، جو زیادہ تر یورپ، خاص طور پر برطانیہ میں مقیم ہیں، سے جڑے ہوئے ہیں۔

لہذا، لوگ ناقص نظم ونسق اور سیاسی حقوق پر آواز اٹھانے کے علاوہ، اپنے مسائل ومطالبات سامنے لانے کے لیے اکثر سڑکوں کا رخ کرتے ہیں۔ گذشتہ برس ہونے والے زیادہ تر احتجاج آئی ایچ کے میں تیزی سے بگڑتی ہوئی صورت حال کے ردِعمل میں ہوئے تھے، خاص طور پر 5 اگست کے بعد جب بھارت نے آرٹیکل 370 منسوخ کر کے جموں و

اے جے کے کے عوام نے بھارتی مقبوضہ کشمیر میں ہونے والے مظالم کے خلاف کئی احتجاجی مظاہرے کیے

کشمیر کی ریاستی حیثیت ختم کی اور اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

2019 کے دوران میں، اے جے کے میں کُل 1,959 مظاہرے، ہڑتالیں اور دھرنے دیے گئے جن کا مقصد آئی ایچ کے کے عوام کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کرنا اور بجلی کی بندش کے خلاف احتجاج کرنا تھا۔ احتجاجی مظاہروں سے نبٹنے کا کام پولیس اور مقامی انتظامیہ نے کیا۔

کوہالا پاور پراجیکٹ

'دریا بچاؤ کمیٹی' نے 1124 میگاواٹ کوہالا ہائیڈرو پاور پراجیکٹ کی تعمیر کے خلاف بڑے طاقتور اور پائیدار احتجاج کی قیادت کی جو لگ بھگ تین ماہ تک جاری رہنے والے دھرنے پر منتج ہوا۔ 16 جون کو پولیس نے اسے طاقت کے زور پر ختم کیا۔ کہا جاتا ہے کہ پولیس نے کم از کم 60 احتجاجی مظاہرین کو گرفتار کیا اور مظفرآباد میں احتجاج کرنے والے

کارکنوں کے ساتھ بدسلوکی کی۔

مقامی لوگوں کا مطالبہ تھا کہ پراجیکٹ کا ڈیزائن تبدیل کر کے ماحولیاتی نقصانات کو کم کیا جائے کیوں کہ مجوزہ سرنگ دریا کے بہاؤ کا رخ موڑ دے گی۔ سول سوسائٹی کے کارکن فیصل جمیل نے اسے 'ریاست کا پیدا کردہ ماحولیاتی بحران' قرار دیا۔ مظفر آباد کے لوگ اب بھی مقامی آبادیوں پر اس کے منفی ماحولیاتی اثرات سے خائف ہیں۔ نیلم ۔ جہلم ہائیڈرو پاور پراجیکٹ کی بدولت بھی دریائے نیلم کے بہاؤ کا رخ موڑا گیا ہے جس نے ایک بڑے ماحولیاتی بحران اور مظفر آباد کے علاقے، خاص طور پر مرکزی شہر میں، پانی کی قلت کو جنم دیا ہے۔

قید خانوں کی حالت

اے جے کے کے تقریباً تمام بڑے قصبوں میں قید خانے ہیں جن میں سنٹرل جیل مظفر آباد، سنٹرل جیل میرپور، ڈسٹرکٹ جیل کوٹلی، ڈسٹرکٹ جیل پلندری، ڈسٹرکٹ جیل راولاکوٹ اور باغ شامل ہیں۔ ان جیلوں میں اس وقت، لگ بھگ 900 افراد قید ہیں۔

البتہ، جیل کا انفراسٹرکچر قیدیوں کے ضروریات پوری کرنے کے لیے ناکافی ہے۔ زیادہ تر جیلیں پرانی عمارتوں میں ہیں اور جیلوں کے اندر قیدیوں کے لیے مخصوص جگہیں ناکافی ہیں۔ مظفر آباد سنٹرل جیل کی عمارت ابھی تک زیر تعمیر ہے اور ڈسٹرکٹ جیل باغ اور راولاکوٹ کی عمارتیں سرمائے کی کمی کی وجہ سے اچھی طرح تعمیر نہیں ہوسکیں۔ سرمائے اور جگہ کی کمی نے اے جے کے میں قیدیوں کے بحالی نو کا کام مشکل بنا دیا ہے۔

اختلافی آوازوں کو خاموش کرنے کا عمل

سال کے دوران میں، اے جے کے میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے متعدد واقعات پیش آئے۔ 19 جنوری کو، جامعہ آزاد جموں وکشمیر کے طالب علموں نے مظفر آباد میں پارکنگ کے معاملے پر احتجاجی مظاہرہ کیا اور پولیس نے ان کے خلاف آنسو گیس اور لاٹھی چارج کا استعمال کیا۔ درجنوں طالب علم زخمی ہوئے۔ طالب علموں کے خلاف، ریاستی اداروں کے خلاف نعرے بازی کرنے، شاہراہ کو بند کرنے، سرکاری املاک کو نقصان پہنچانے، اور ریاست کے خلاف نفرت پھیلانے کے جرم میں مقدمات درج ہوئے۔

ایک سرکاری حکم نامے نے سرکاری ملازمین کو یونین بنانے یا ملازمین کی یونین کا حصہ بننے سے روکا۔ ملازمین کے مشترکہ اتحاد، یونائٹڈ فرنٹ نے حکم نامے کو اے جے کے کی عدالتِ عالیہ میں چیلنج کیا اور اس کی منسوخی کا مطالبہ کیا۔ جب عدالت نے ان کے خلاف فیصلہ دیا تو یونائیٹڈ فرنٹ نے فیصلے کو عدالتِ عظمیٰ اے جے کے میں چیلنج کیا جس نے عدالتِ عالیہ کے فیصلے کو برقرار رکھتے ہوئے انہیں تنظیم بنانے کے حق سے محروم رکھا۔ یہ فیصلے آزاد جموں وکشمیر کے عبوری آئین 1974 کے منافی ہیں جو فرد کے انجمن سازی یا یونین بنانے کے حق کی تائید کرتا ہے۔

آزاد جموں وکشمیر

21 جنوری کو ڈائریکٹوریٹ جنرل، شعبہ توانائی اے جے کے نے نان گزیٹڈ ٹیکنیکل ملازمین کے ادارے کی صدر کو ملازمین کے حقوق کے لیے آواز اٹھانے کی پاداش میں برطرف کر دیا۔ 2 فروری کو ملازمین نے نوٹیفکیشن کے خلاف احتجاج کیا جس کے بعد کلرکس ایسوسی ایشن کے چیئرمین سردار امتیاز کی جبری ریٹائرمنٹ کا فرمان جاری ہو گیا۔ لہٰذا، تمام ملازمین کو پیغام دیا گیا کہ ہڑتال یا احتجاج پر جانے یا یونین بنانے کی کوشش کرنے کا نتیجہ ملازمت سے برطرفی نکل سکتا ہے۔

راولاکوٹ کی حدود میں واقع گاؤں جنڈالی کا 25 سالہ عمر خورشید 20 فروری کو راولپنڈی سے اچانک غائب ہو گیا۔ 24 فروری کو، اس کے والد محمد خورشید کی درخواست پر، راولپنڈی کے پولیس سٹیشن نیو ٹاؤن میں اس کی گمشدگی کی ایف آئی آر درج ہوئی۔ اس کے اہل خانہ کو پولیس نے غیر سرکاری طور پر بتایا کہ اسے محکمہ انسداد دہشت گردی یا سیکیورٹی اہل کاروں نے اٹھایا ہے اور جلد ہی چھوڑ دیا جائے گا۔

تاہم، پانچ ماہ بعد، 25 جون کو، ایک نجی ٹی وی چینل پر، خبروں کے دوران میں، محکمہ انسداد دہشت گردی کا ذکر کرتے ہوئے، بتایا گیا کہ عمر خورشید کو بہاول نگر سے گرفتار کیا گیا تھا۔ بتایا گیا کہ اسلحے اور دھما کا کرنے والے مواد کی بھاری مقدار اس کے قبضے سے برآمد ہوئی تھی۔ اس طرح کے کئی واقعات پیش آتے ہیں مگر رشتہ دار خوف کے مارے ذرائع ابلاغ سے گفتگو سے گریز کرتے ہیں۔

جموں کشمیر نیشنل سٹوڈنٹس فیڈریشن (جے کے این ایس ایف) جو کہ آزاد کشمیر کا حامی ہے، کے ایک گروپ کو 15 مارچ کو لیاقت باغ پریس کلب میں ایک احتجاجی اجلاس کرنے سے روک دیا گیا۔ پریس کلب کے سامنے، 30 سے زائد نوجوانوں کو پولیس نے گرفتار کر لیا اور راولپنڈی کے مختلف پولیس اسٹیشنوں میں بند کر دیا۔ انہیں چار دن تک بری طرح مارنے کے بعد اور ان کے خلاف کوئی مقدمہ درج کیے بغیر رہا کر دیا گیا۔

یکم مئی کو، جے کے عوامی نیشنل پارٹی اور جے کے این ایس ایف کے رہنماؤں نے ایل او سی کے نیلم سیکٹر جو کہ مظفر آباد کے شمال اور شمال مشرق میں واقع ہے، کی جانب احتجاجی مارچ کرنے کی کوشش کی۔ مارچ کے شرکا کو مظفر آباد میں پنج گراں کے مقام پر روکا گیا۔ پولیس نے درجنوں کارکنوں کو مارا پیٹا اور 41 کے خلاف مقدمہ درج کرتے ہوئے گرفتار کر لیا۔

27 جون کو، جموں کشمیر لبریشن فرنٹ (صغیر گروپ) اور جے کے ایس ایل ایف (جموں کشمیر سٹوڈنٹس لبریشن فرنٹ) نے راولاکوٹ میں ایک کنونشن کا انعقاد کیا۔ چھ کارکنوں کے خلاف بغاوت، جارحانہ نعرے لگانے اور تقاریر کرنے کے الزامات میں مقدمہ درج اور تین کو گرفتار کر لیا گیا۔ گرفتاریوں کے خلاف راولاکوٹ اور کوٹلی میں احتجاجی مظاہرے ہوئے۔ تب، ان پر امن مظاہروں میں شرکت کرنے والے رہنماؤں کے خلاف راولاکوٹ اور کوٹلی میں مقدمے درج کر لیے گئے۔ کوٹلی میں قائدین شاہد ہاشمی اور خلیق بیگ کو گرفتار کر لیا گیا۔

جے کے ایل ایف کے ہزاروں کارکن پونچھ۔ اے جے کے میں ایل او سی کراسنگ پوائنٹ تتری نوٹ کی طرف لانگ

مظاہرین اور پولیس کے درمیان تصادم میں کئی افراد زخمی ہوئے اور ایک شخص ہلاک ہوا

مارچ اور احتجاجی ریلی کر رہے تھے کہ پولیس کی بھاری نفری نے 07 ستمبر کو انہیں تحصیل ہیڈ کوارٹر ہجیرہ سے 10 کلومیٹر دور دورندی کے مقام پر روک لیا۔ مارچ کے شرکا کو واپس دھکیلنے کے لیے لاٹھی چارج اور آنسو گیس کا استعمال کر کے درجنوں کارکنوں کو زخمی کر دیا گیا۔ بعدازاں، آدھی رات کے وقت، ہجیرہ بازار سے 39 کارکنوں کو گرفتار کر کے ان کے خلاف مقدمہ درج کیا گیا۔

اسی دن، پولیس اہل کاروں کی بھاری تعداد نے، کوٹلی بازار سے چند کلومیٹر کی مسافت پر دریائے پونچھ کے پل پر کوٹلی سے آنے والے جلوسوں کو روکا جو جے کے ایل ایف کے مارچ میں شرکت کے لیے آ رہے تھے۔ پولیس کے لاٹھی چارج اور آنسو گیس سے تقریباً دو درجن کارکن زخمی ہوئے اور چھ کو گرفتار کر لیا گیا۔ احتجاج میں شریک دو کارکنوں نے پولیس کے تشدد سے بچنے کے لیے دریائے پونچھ میں چھلانگ لگا دی جن میں سے ایک ہلاک ہو گیا۔

22 اکتوبر کو، 17 سے زائد جماعتوں کے اتحاد نے مظفر آباد میں آزاد و خود مختار کشمیر کے حق میں احتجاجی ریلی نکالی۔ ریلی کے شرکا نے یونیورسٹی کے احاطے سے اسمبلی سیکرٹریٹ تک پر امن مارچ کرنا تھا، مگر پولیس نے انہیں احاطے کے باہر روکا اور آنسو گیس اور لاٹھی چارج استعمال کر کے منتشر کر دیا۔ آنسو گیس کا نشانہ بن کر ایک بوڑھا راہگیر ہلاک ہو گیا جب کہ 85 سے زائد کارکنان زخمی ہوئے۔ پولیس نے اس دن، سنٹرل پریس کلب مظفر آباد پر بھی حملہ کیا اور قوم پرست جماعتوں کے اتحاد، پیپلز نیشنل الائنس کے قائدین کو گرفتار کر لیا۔ صحافیوں پر تشدد کیا گیا۔ اور پولیس شیلنگ کر رہی تھی جبکہ سیاسی کارکنان اس پر پتھر پھینک رہے تھے جس کی وجہ سے پریس کلب کی عمارت کو بھی نقصان پہنچا۔

اساتذہ، جامعات کے جونیئر عملے کے اراکین، اور دیگر محکموں میں کام کرنے والے نان گزیٹڈ عملے سمیت سرکاری ملازمین کو مختلف احتجاجوں میں شریک ہونے پر نوٹس بھیجے گئے۔ ان کا پس منظر اور خیالات وغیرہ جاننے کے بعد ان کے

خلاف محکمانہ تحقیقات شروع کی گئی۔

26 اکتوبر کو، ڈائریکٹر ایڈمنسٹریشن جموں کشمیر لبریشن سیل نے ایک مراسلہ جاری کیا جس میں ہدایات کی گئیں کہ آزادی کے نعروں اور پاکستان مخالف نعروں سے گریز کیا جائے، ایڈیشنل سیکرٹری ایلیمنٹری اور سیکنڈری ایجوکیشن کی ہدایات پر متبادل نعرے بھی تجویز کیے گئے۔ایک فرمان کے ذریعے تنبیہ کی گئی کہ آئندہ سرکاری تعلیمی اداروں میں پاکستان مخالف نعرے نہ لگائے جائیں۔یہ طالب علموں کے بنیادی انسانی حقوق کی شدید خلاف ورزی ہے۔

قتل وغارت کی لائن

اگرچہ لائن آف کنٹرول 1990 سے بھارت اور پاکستان کے مابین کشیدگی کی وجہ بنی ہوئی ہے مگر یہ سال سب سے برا ثابت ہوا۔پچھلے برسوں کے برعکس، بھاری گولا باری اور ٹینک شکن مزائلوں نے ایل اوسی کے اے جے کے والے حصے پر شدید تباہی ڈھائی۔اے جے کے حکام کے مطابق، ایل اوسی کے ساتھ 5 کلومیٹر کے علاقہ میں چھ لاکھ افراد رہتے ہیں۔بعض مقامات پر، یہاں تک کہ فوج کی چوکیاں بھی عام آبادی کے پیچھے بنی ہوئی ہیں۔ان دو ممالک کے بیچ جب کبھی کشیدگی جنم لیتی ہے، اس کا پہلا نشانہ یہی عام لوگ بنتے ہیں۔

2019 میں، حالات بگڑنے کے نتیجے میں ہونے والی اموات اور معاشی نقصانات کا سب سے بڑا نشانہ ضلع کوٹلی اور وادی نیلم بنی۔آزاد جموں وکشمیر سٹیٹ ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی (ایس ڈی ایم اے) صرف اے جے کے کے اندر اموات، زخمیوں اور املاک کے نقصانات کی جامع تفصیل پیش کرتی ہے۔

2018 میں، وادی نیلم میں ہلاکت یا املاک کو نقصان کا ایک بھی واقعہ رپورٹ نہیں ہوا تھا اور اس سال تقریباً دس لاکھ سیاحوں نے وادی کا رخ کیا تھا۔2019 میں، وادی نیلم میں 15 لاکھ سیاحوں کے آنے کی توقع تھی مگر 5 اگست کے بعد بہت کم سیاح آئے جس سے علاقہ معاشی نقصان اور بے روزگاری سے دوچار ہوا ہے۔وادی نیلم میں گیسٹ ہاؤسز کے مالکان کا دعویٰ ہے کہ انہیں دس لاکھ سے زیادہ سیاحوں کے آنے کی توقع تھی جس کے باعث انہوں نے انفراسٹرکچر اور سیاحوں کی سہولیات پر بھاری سرمایہ لگایا تھا۔سٹیٹ ڈیزاسٹر ڈیپارٹمنٹ مظفر آباد کے مطابق، 2019 کے دوران میں، کئی اضلاع میں 59 مرد اور عورتیں ہلاک اور 259 افراد زخمی ہوئے۔717 گھروں کو جزوی یا مکمل نقصان پہنچا اور 83 دکانیں نقصان سے دوچار ہوئیں۔سکولوں اور دیگر عمارتوں، نیز گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں کو بھی نقصان پہنچا۔مال مویشیوں کی بڑی تعداد بھی ہلاک ہوئی۔

جون 2019 میں جھڑپیں شروع ہوئیں تو حکومت نے غیر محفوظ آبادی کو محفوظ مقامات کی فراہمی، بحالی نو اور نئے بنکرز کی تعمیر کی مد میں تین ارب پاکستانی روپے کی معاشی امداد کا اعلان کیا۔تاہم، مقامی لوگوں کی شکایت ہے کہ زیادہ تر اموات صحت کی مناسب سہولیات جیسے کہ ابتدائی طبی امداد اور فوری ایمبولینس سروس کی عدم دستیابی کی وجہ سے ہوتی ہیں۔وفاقی حکومت نے، مثبت قدم کے طور پر، ایل اوسی کے قریب واقع علاقوں کے تمام باشندوں کو بلا امتیاز 'صحت

انصاف کارڈ' فراہم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

تعلیمی ادارے بھی ایل او سی کے اطراف سے ہونے والی فائرنگ کا نشانہ بنتے ہیں۔ حکام کی طرف سے فراہم شدہ کوائف کے مطابق، چھ سکول اور کالج جزوی یا مکمل طور پر تباہ ہوئے۔ مقامی آبادیوں کی شکایت ہے کہ ان کے بچے اپنے گھروں سے بے دخلی یا کلاسز کے تعطل کے سبب تعلیم کے حصول سے محروم ہیں۔ اطلاعات کے مطابق، محکمہ تعلیم اور اساتذہ طالب علموں کی زندگیوں کو بچانے کی خاطر سکول یا کالج کھولنے کے لیے آمادہ نہیں ہیں۔ یہ صورت حال 1990 اور 2001 کے درمیانی دور کی یاد تازہ کرتی ہے جب وادی نیلم کو تقریباً ہر روز فائرنگ کا نشانہ بننا پڑتا تھا۔ وادی نیلم کے باشندوں کی ایک پوری نسل تعلیم کے حصول سے محروم ہوئی تھی۔

بین الاقوامی سیاحت

حکومتِ پاکستان نے یکم جنوری 2019 کو نئی سیاحتی پالیسی کا اعلان کیا جس کی رو سے اے جے کے کو بین الاقوامی سیاحوں کے لیے کھولا گیا جو علاقے میں عدم اعتراض سرٹیفکیٹ (این او سی) کے بغیر داخل ہو سکتے ہیں۔ اس اقدام کو اے جے کے کو ایک بڑا سیاحتی مقام بنانے کے لیے بہت بڑی پیش رفت قرار دیا گیا۔

سرکاری نوٹیفکیشن میں کہا گیا ہے، 'غیر ملکیوں کو کھلے کنٹونمنٹس میں جانے کی اجازت ہے ماسوائے نمایاں سائن بورڈ کے ساتھ ممنوع علاقوں کے۔ سرحدوں کی کراسنگز کھلی اور غیر ممنوعہ ہوں گی۔ اے جے کے، گلگت-بلتستان اور چترال کے علاقے بھی غیر ممنوعہ ہوں گے۔ البتہ، سیاحوں کو بتایا گیا تھا کہ ایل او سی کے ساتھ 5 کلومیٹر کی حدود میں آنے والے علاقوں میں جانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ سفری پابندی اٹھنے سے کئی عالمی سیاحوں بشمول نیویارک ٹائمز کے رپورٹر کے لیے اے جے کے کئی دلکش مقامات پر جانا ممکن ہوا، جس کے متعلق صرف چند برس قبل سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ اے جے کے حکام کا دعویٰ ہے کہ سال کے دوران میں لگ بھگ 200 غیر ملکی سیاحوں نے اے جے کے کا دورہ کیا ہے۔ البتہ، کشمیر کے معاملے پر بھارت اور پاکستان کے مابین کشیدگی اور ایل او سی کے اطراف سے ہونے والی فائرنگ نے شعبہ سیاحت کو بری طرح متاثر کیا ہے۔

عورتوں کے حقوق

محدود معاشی مواقع، سیاست میں شمولیت کے کم امکانات اور پالیسی سازی میں قائدانہ کردار والے عہدوں تک رسائی میں کمی میں اے جے کے کی عورتوں کا حال پاکستان کے دیگر علاقوں کی عورتوں جیسا ہی ہے۔ سیاسی جماعتوں نے اپنی جماعتوں کے اندر عورتوں کو بامعنیٰ و مؤثر عہدوں سے دور رکھا ہوا ہے۔ زیادہ تر سیاسی جماعتیں خواتین سیاسی کارکنوں کو صرف محدود اور مصنوعی کردار دیتی ہیں۔ اے جے کے کی قانون ساز اسمبلی میں عورتوں کے لیے پانچ مخصوص نشستیں بے معنیٰ ہیں کیونکہ یہ نشستیں سیاسی اثر و رسوخ کی بدولت ملتی ہیں۔ پالیسی سازی کی سطح پر عورتوں کی نمائندگی کے بغیر، صنف

آزاد جموں و کشمیر

2019 میں بگڑتی صورتحال نے ضلع کوٹلی اور وادی نیلم کو شدید متاثر کیا

سے متعلق حساس پالیسی اور اقدامات اے جے کے کی عورتوں کے لیے ایک چیلنج ہی رہے گا۔

اسی طرح، پاکستان کے برعکس، ایسا کوئی قانون نہیں جو خاندانوں کو اپنی بیٹیوں کو ان کا جائز وراثتی حق دینے کا پابند بنا سکے۔ اگرچہ ایسا کوئی سروے نہیں ہوا جس سے معلوم ہو سکے کہ کتنی عورتیں اپنے حصے سے محروم نہیں مگر عام خیال یہی ہے کہ اے جے کے میں ایسی عورتوں کی تعداد بہت ہی کم ہے جنہیں ان کا قانونی حصہ ملا ہو۔

2019 میں جنسی زیادتی اور اجتماعی جنسی زیادتی کے نو واقعات منظرِ عام پر آئے۔ البتہ، حقیقی تعداد زیادہ ہو سکتی ہے کیونکہ 80 فیصد آبادی دیہی علاقوں میں رہتی ہے جہاں خاندان کی عزت عورت سے زیادہ اہم تصور کی جاتی ہے۔ جنسی زیادتی کے واقعات پولیس کو شاذونادر ہی رپورٹ ہوتے ہیں۔ ایل او سی کے ساتھ اور دور دراز علاقوں میں رہنے والی عورتیں دیگر علاقوں کی نسبت زیادہ غیر محفوظ ہیں۔

گلگت بلتستان

گلگت بلتستان

اہم نکات

- وفاقی حکومت کے نافذ شدہ گلگت۔بلتستان حکومت آرڈر 2018 ، نے پہلے سے محرومیوں کے شکار گلگت۔بلتستان میں ریاست کے انتظامی بازو کو اور زیادہ طاقتور بنایا اور سیاسی جماعتوں اور عوام کی کڑی تنقید کا نشانہ بنا۔
- عدالتی شعبے میں جنم لینے والا تنازع جاری رہا۔ اور گلگت بار ایسوسی ایشن کا دعویٰ تھا کہ عدلیہ انتظامیہ کے دباؤ میں رہ کر کام کر رہی ہے۔ جس کے نتیجے میں قواعد و ضوابط کی خلاف ورزیوں اور اسامیوں کی بھرتی میں وسیع پیمانے کی اقربا پروری اور بدعنوانی کو فروغ ملا ہے۔
- سرکاری و غیر سرکاری اداروں اور تجارتی حلقوں کی طرف سے اراضی ہتھیانے کے عمل کو سی پیک کے بعد تقویت ملی ہے اور اراضی کے معاملے پر احتجاجی مظاہروں اور جھڑپوں کی کافی زیادہ اطلاعات موصول ہوتی رہیں۔ ہنزہ، نگر، غذر اور چلاس کے اضلاع میں غیر تصفیہ شدہ اراضی کا بندوبست رواجی قوانین جب کہ تصفیہ شدہ اضلاع میں اراضی کا بندوبست ریاست کے قوانین کے ذریعے ہوتا ہے۔
- جیلوں کے حالات افسوس ناک تھے۔ گلگت شہر کے مضافات میں ایک نئی جیل تو تعمیر کر دی گئی ہے مگر وہاں قیدیوں کے لیے کسی قسم کی سہولیات موجود نہیں۔ جیلوں میں بند عورتوں اور بچوں کو الگ بارکوں اور دیگر سہولتوں کی قلت کی وجہ سے شدید مشکلات درپیش ہیں۔
- ملک کے دیگر علاقوں کی طرح، گلگت بلتستان کے انسانی حقوق کے دفاع کاروں کو بھی ریاستی و غیر ریاستی عناصر کی دھمکیوں کا سامنا رہا ہے۔
- صحت کی سہولیات کی عدم دستیابی سے بیشتر لوگ علاج معالجے کے لیے ایبٹ آباد اور کراچی کا سفر کرنے پر مجبور ہوتے رہے۔
- ماحول کے تحفظ کے لیے مؤثر منصوبہ بندی، پالیسیوں اور قوانین کے فقدان کی بدولت، مقامی آبادیوں کے لیے قدرتی آفات کے خطرات بڑھ گئے ہیں۔ زیرِ نظر برس کے دوران میں، قدرتی آفات سے درجنوں ہلاکتوں کی اطلاعات موصول ہوئیں۔

قانون سازی اور پالیسیاں

گلگت بلتستان قانون ساز اسمبلی (جی بی ایل اے) نے سال کے دوران میں 11 قوانین منظور کیے۔ (ضمیمہ 2 دیکھیں)۔

قانون کی حکمرانی: سیاسی حیثیت

گلگت بلتستان واحد علاقہ ہے جو 1947 میں کشمیر کے ڈوگروں کے خلاف ایک الگ مسلح جدجہد کی بدولت پاکستان کا حصہ بنا۔ گذشتہ 72 برسوں سے، گلگت بلتستان کے لوگ پاکستان کا آئینی حصہ بننے کے خواہاں ہیں مگر کشمیر کے تنازعے نے ان کی شناخت کو غیر معینہ مدت کے لیے غیر یقینی صورتحال کا شکار بنا کر رکھا ہوا ہے۔

یہاں تک کہ الجہاد ٹرسٹ بنام وفاق پاکستان 1999 ایس سی ایم آر 1379 نامی مقدمے میں عدالتِ عظمیٰ نے سابق شمالی علاقہ جات کی آئینی حیثیت پر جو تاریخ ساز فیصلہ دیا، وہ کہتا ہے کہ "ملک کے وسیع تر مفاد میں، شمالی علاقہ جات کے لوگوں کو پارلیمان میں نمائندگی نہیں دی جا سکتی کیوں کہ (وہاں) اقوامِ متحدہ کی سرپرستی میں استصواب رائے ہونا ہے"۔

اسی فیصلے میں پاکستان کی عدالتِ عظمیٰ نے قرار دیا کہ 'شمالی علاقہ جات کے لوگوں کو اپنے علاقے کے نظم ونسق میں شریک ہونے اور من جملہ دیگر امور کے، بنیادی حقوق کے نفاذ کے لیے خودمختار عدلیہ رکھنے کا حق ہے۔' عدالتِ عظمیٰ نے پاکستان کے وفاق کو ہدایت کی کہ 28 مئی 1999 سے چھ ماہ کے اندر، آئین/ متعلقہ قوانین/حکم ناموں/ ضابطوں/نوٹیفکیشن/نوٹیفکیشنوں میں ضروری قانون سازی کے لیے مناسب انتظامی/ قانونی اقدام کیا جائے تاکہ شمالی علاقہ جات کے عوام اپنے بنیادی حقوق سے لطف اندوز ہو سکیں۔۔۔

فیصلے کو 20 برس بیت چکے ہیں، مگر اسے اس کی روح کے مطابق نافذ کرنے کے لیے کسی قسم کے ٹھوس اقدامات نہیں کیے گئے۔ اس فیصلے سے قبل، جی بی کے عوام کو شہریوں کی بجائے باشندوں کے طور پر حقوق حاصل تھے۔ 1999 کے اس فیصلے میں زور دیا گیا کہ جی بی کے عوام کو بطور شہری حقوق دیے جائیں۔ فیصلے نے بعدازاں آنے والی حکومتوں کو نظم ونسق میں ترامیم پر مجبور کیا۔ البتہ، فیصلے پر مکمل طور پر عمل درآمد نہ کیا گیا اور علاقے کا بندوبست اب بھی صدارتی فرمان کے ذریعے کیا جا رہا ہے۔

جی بی (خودمختاری وحکومت خوداختیاری) آرڈر 2009 نے اسے صوبے سے ملتی جلتی حیثیت دی جس کا اپنا وزیراعلیٰ اور گورنر ہوگا اور شمالی علاقہ جات کو' گلگت بلتستان' کا نام دیا گیا۔مگر جی بی آرڈر 2018 نے ان معمولی اختیارات کی بھی نفی کر دی جو 2009 کے عدالتی فیصلے نے علاقے کو منتقل کیے تھے؛اس نے جی بی کونسل کو ختم کر دیا جو مقامی نمائندگی کا ذریعہ تھی،اور ملک کے وزیراعظم کو بہت زیادہ اختیارات سے نوازدیا۔

پاکستان مسلم لیگ نواز (پی ایم ایل۔ن) کے سوا علاقے کی تمام بڑی سیاسی جماعتوں نے آرڈر 2018 پر تنقید کی۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے حکومتِ جی بی آرڈر 2018 کو 2009 کے آرڈر کی نسبت رجعت پسند قدم قرار دیا۔

2019 کے دوران میں علاقے کی سیاسی حیثیت میں کوئی تبدیلی رونما نہ ہوئی۔2019 میں جی بی آرڈر 2018 بحث مباحثے اور قانونی جنگ کی لپیٹ میں رہا۔

ہندوستانی حکومت نے 05 اگست کو آرٹیکل 370 کو منسوخ کر دیا جس کی بدولت جموں وکشمیر کو خصوصی حیثیت حاصل تھی۔پھر وزارتِ خارجہ ہندوستان نے ایک بیان جاری کیا جس میں جی بی کو ہندوستان کا حصہ قرار دیا گیا۔

اس سے جی بی کے حوالے سے پاکستان کا مؤقف کمزور پڑ گیا کیوں کہ ہندوستانی مقبوضہ جموں وکشمیر کے برعکس جی بی کو نہ تو خصوصی حیثیت حاصل تھی نہ ہی آئینی تحفظ حاصل تھا۔

جی بی کے بعض حلقوں کے مطابق، بھارتی مقبوضہ کشمیر کی خصوصی حیثیت کے خاتمے پر پاکستان کا اعتراض عجیب تھا کیوں کہ خود پاکستان نے اس کے ایک حصے (جی بی) کو خصوصی حیثیت نہیں دی۔

اس مسئلے کو ختم کرنے کے لیے، چیئرمین کشمیر کمیٹی سید فخر امام نے 02 اگست 2019 کو حکومتِ پاکستان سے جی بی میں سٹیٹ سبجیکٹ رول (ایس ایس آر) کی بحالی پر غور کرنے کی سفارش کی۔

مہاراجا کشمیر نے 1927 میں موروثی سٹیٹ سبجیکٹ آرڈر (ایس ایس آر) متعارف کیا تھا۔اس نظام میں ریاستی شعبوں اور غیر ریاستی شعبوں کی تعریف اور درجہ بندی کی گئی تھی۔اس نظام کی رو سے جموں وکشمیر میں حکومتی دفتر، اراضی کے استعمال اور ملکیت کا حق صرف ریاستی عوام کو دیا گیا تھا۔

غیر ریاستی لوگوں کو ان حقوق سے خارج رکھا گیا تھا۔اراضی و وسائل کے حق کی آوازیں اور آبادکاروں کے خلاف مظاہرے زور پکڑ رہے ہیں کیونکہ سیاسی جماعتیں اور سول سوسائٹی کی تنظیمیں عوام کے حقوق ومفادات کو بیرونی طاقتوں اور آبادکاروں سے تحفظ فراہم کرنے کے لیے ایس ایس آر کی بحالی کا مطالبہ کر رہی ہیں۔

جنوری 2019 میں عدالتِ عظمیٰ نے وفاقی حکومت کو ہدایت کی کہ ترمیم شدہ جی بی آرڈر 2018 کو دو ہفتوں کے اندر اندر نافذ کیا جائے۔حکومت نے یہ دلیل پیش کرتے ہوئے اعلیٰ عدالت سے مزید مہلت طلب کی کہ اسے ایک پارلیمانی قانون کے ذریعے آرڈر کی منظوری لینے کی ضرورت ہے۔مگر ایسا کچھ بھی نہ ہو سکا اور علاقے کا بندوبست قدیم اور جدید

آرڈر کے بیچ خلا کی صورت حال میں چلتا رہا ہے۔

قانونی برادری اور سیاسی تجزیہ کاروں کا خیال ہے کہ نئے آرڈر نے حالات میں بہتری لانے کے بجائے نظم ونسق کے بحران کو اور زیادہ گھمبیر بنا دیا ہے۔

مثال کے طور پر، سپریم اپیلٹ کورٹ جی بی نے اپنے فیصلے میں نئے آرڈر کو کالعدم قرار دیا۔ تاہم، سپریم کورٹ نے قرار دیا کہ سپریم اپیلٹ کورٹ خود آرڈر کی تخلیق ہے، لہٰذا اسے اس آرڈر کے متعلق فیصلے کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

اعلیٰ عدالت نے واضح کیا کہ 'آئین پاکستان 1973 کے کسی بھی حصے کو باقاعدہ قانون سازی کے بغیر ختم یا تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔' اس سے مراد یہ ہے کہ آئینی ترمیم ہونے تک، علاقے کے باشندوں جن کا مطالبہ ہے کہ علاقے کو پاکستان کا حصہ قرار دیا جائے' کی خواہش کے برخلاف، اس علاقے کا بندوبست صدارتی حکم نامے کے ذریعے ہوتا رہے گا۔ چونکہ علاقے کا عدالتی نظام پاکستان کے دیگر حصوں سے مختلف ہے، اس لیے عدالتی معاملات ہمیشہ سے سیاسی اور متنازعہ صورت اختیار کرتے چلے آرہے ہیں۔

عدلیہ اور انصاف

فروری 2019 میں، سید ارشاد حسین کی سپریم اپیلٹ کورٹ کے چیف جج کے طور پر تعیناتی پر تنازع اٹھ کھڑا ہوا۔ جی بی بھر میں نوجوان کارکنوں، طالب علموں، سیاسی و سماجی تنظیموں، جی بی بار کونسل، سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن، ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن، اور تمام اضلاع نے ایک متنازعہ شخص کو علاقے کا چیف جج تعینات کرنے پر احتجاج کیا۔

بار ایسوسی ایشنوں نے اس فیصلے کے خلاف 17 اور 18 مئی 2019 کو ہڑتال کی۔ پامیر ٹائمز کی ایک رپورٹ کے مطابق، جی بی ایل نے تعیناتی کے خلاف ایک متفقہ قرارداد بھی منظور کی۔

جی بی کی اعلیٰ بارز نے سپریم کورٹ میں ایک آئینی پٹیشن دائر کی۔ اپیلٹ کورٹ کا کردار اور اس میں تعیناتیاں ہمیشہ سے ایک متنازعہ معاملہ رہا ہے جس کی وجہ سیاسی اقربا پروری اور مقامی لوگوں کو نظرانداز کرنا ہے۔

ایچ آر سی پی نے اپنی 2017 کی رپورٹ 'گلگت بلتستان: شناخت و ادغام کی جستجو' میں بھی کہا تھا کہ سپریم اپیلٹ کورٹ عدلیہ کی خودمختاری کے اصولوں پر پورا نہیں اتر رہی، اور اس کے چیف جج کو اکثر پاکستان کے دیگر علاقوں سے لیا جاتا ہے۔

علاقے کی عدلیہ کا تنازعات کی لپیٹ میں آنے کا سلسلہ جاری ہے۔ سپریم اپیلٹ کورٹ میں دو اسامیاں گزشتہ کچھ برسوں سے خالی ہیں اور عدالت تین ججوں کے مکمل کورم کے بغیر ہی کام کر رہی ہے۔ اس سے انصاف کی فراہمی کا عمل براہ راست متاثر ہو رہا ہے۔

عدالت کے اندرونی ذرائع کے بقول، سینکڑوں مقدمات ابھی تک زیرِالتوا ہیں جس میں بابا جان اور ہنزہ سے تعلق

سیدارشاد حسین کی بطور سپریم اپیلٹ کورٹ چیف جج تعیناتی نے تنازع کھڑا کیا

رکھنے والے دیگر سیاسی قیدیوں کی نظر ثانی کی پٹیشنیں بھی شامل ہیں۔

گلگت بار ایسوسی ایشن کا کہنا ہے کہ علاقے کی عدالت ریاست کے انتظامی شعبے کے زیرِ اثر ہے جس سے قواعد وضوابط اور تقرریوں میں اقربا پروری اور بدعنوانی کو فروغ ملا ہے۔ جی بی کی قانونی برادری کا کہنا ہے کہ ایسا عدالتی طریق کے ذریعے ججوں کا تقرر کرنے والے عدالتی کمیشن کی عدم موجودگی کی وجہ سے ہے۔

ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن جی بی نے غیر قانونی تقرریوں کے خلاف 4 سے 12 دسمبر 2019 تک احتجاج کیا اور جی بی کے تمام اضلاع میں عدالتی کارروائیوں کا بائیکاٹ کیا۔

سیاسی معاملات

یہ ثابت شدہ حقیقت ہے علاقے کے ہر انتخاب میں وہی سیاسی جماعت جیتے گی جس کی وفاق میں حکومت ہوگی۔ اس رجحان کے خاتمے کے لیے، بعض حلقوں کا مطالبہ ہے کہ جی بی میں انتخابات پاکستان کی قومی اسمبلی کے انتخابات کے ساتھ ہی منعقد کیے جائیں۔

جی بی ایل اے-6 ہنزہ کی نشست 2019 میں خالی رہی۔ لوگوں کی نظر میں، خالی نشست پر ضمنی انتخابات کا نہ ہونا وادی کو فیصلہ سازی کے عمل اور قانون ساز اداروں سے دور رکھنے کے مترادف ہے۔ اپریل 2018 میں، سپریم اپیلٹ کورٹ نے بینک کے قرضے کی عدم ادائیگی پر میر سلیم خان کو نااہل قرار دیا تھا جس کے بعد یہ نشست خالی ہوئی۔ وہ ہنزہ کے شاہی خاندان کے سپوت ہیں اور سابق گورنر جی بی میر غضنفر علی خان کے فرزند ہیں۔

اراضی کے معاملے پر خاندان کا داخلی تنازع میر سلیم کی نااہلی کا سبب بنا اور اطلاعات کے مطابق، ہنزہ میں ان کے

داخلے پر بھی پابندی عائد کردی گئی جو نقل وحرکت کے حق کے برخلاف ہے۔ وہ اپنے والد کی خالی ہونے والی نشست پر 2016 میں ہونے والے ضمنی انتخاب میں منتخب ہوئے تھے۔

ڈان میں چھپنے والی ایک رپورٹ کے مطابق، انتخابات کے دوران میں، مخالف امیدوار، ریٹائرڈ کرنل عبید نے اس بنا پر ان کی نااہلی کی پٹیشن دائر کی تھی کہ وہ نیشنل بینک پاکستان کے نادہندہ ہیں۔ البتہ، دو رکنی انتخابی ٹربیونل نے میر سلیم کو انتخاب لڑنے کی اجازت دے دی تھی۔

ایک اور امیدوار، بابا جان کو 40 برس قید کی سزا کی بدولت انتخاب میں حصہ لینے سے روک دیا گیا۔ عوامی ورکرز پارٹی کے مطابق، یہ سیاسی مخالفین کے استحصال اور طاقت پر براجمان لوگوں کی بے جا مدد کی واضح مثال ہے۔

اراضی کے حقوق

دوسرا معاملہ جسے بہت کم اجاگر کیا گیا ہے، وہ اراضی کی خرید اور اراضی پر قبضہ ہے۔ سرکاری اور دیگر اداروں اور تجارتی حلقوں کی طرف سے اراضی پر قبضے کے رجحان میں چین۔ پاکستان معاشی راہداری (سی پیک) کے بعد سے تیزی آئی ہے۔ اراضی ہتھیانے، قبضے، اور جابرانہ و پوشیدہ ہتھکنڈوں سے اراضی کی خرید کے خلاف وقتاً فوقتاً مظاہرے ہوتے رہتے ہیں جو اس رجحان کے خلاف عوامی مخالفت کی عکاسی کرتے ہیں۔ گھانچے، سکردو، ہنزہ، نگر، غذر اور گلگت کے اضلاع سے اراضی کے معاملے پر احتجاج اور تصادم کی اطلاعات موصول ہوتی رہتی ہیں۔

تصفیہ شدہ اضلاع میں اراضی کا بندوبست باضابطہ قوانین کے ذریعے ہوتا ہے جہاں ریاست کے قوانین کی رو سے

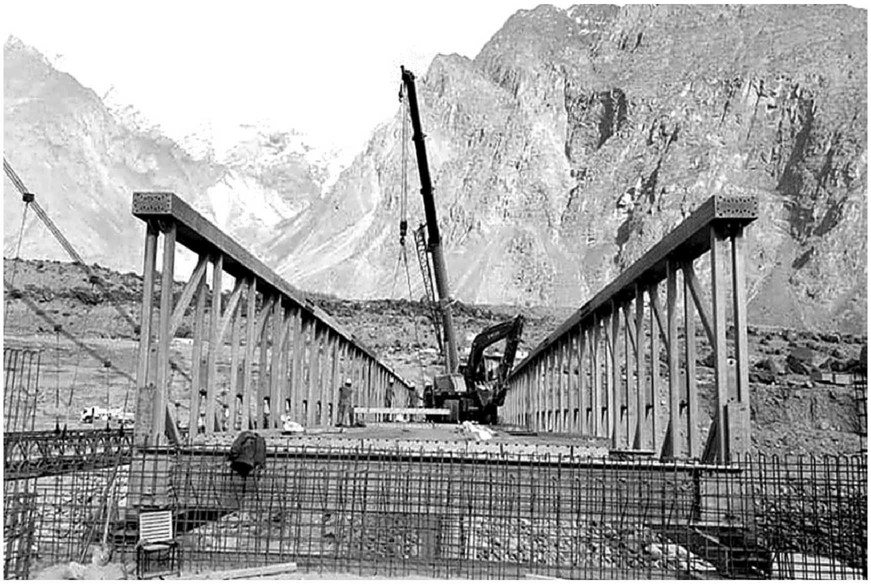

ریاستی اداروں پر الزام ہے کہ انہوں نے سیاحتی مقامات کی تعمیر کے لیے بڑے کاروباری حلقوں کو مقامی لوگوں کی زمینوں پر قبضے کی اجازت دے رکھی ہے

قدرتی وسائل اور اراضی کی تقسیم ہوتی ہے۔ غیر تصفیہ شدہ علاقوں جیسے کہ ہنزہ، نگر، غذر اور چلاس کے اضلاع میں اراضی کا بندوبست رواجی قوانین کے ذریعے ہوتا ہے، جنہیں صدیوں پر محیط عرصہ میں مقامی آبادیوں نے ترویج دیا۔

جہاں تک مشترکہ اراضی کا تعلق ہے، خاندان، قبیلے، اور یہاں تک کہ علاقائی تناظر میں اپنی شناخت کروانے والے افراد کے گروہ ایسی اراضی کے مالک ہوتے ہیں اور انہیں اس کے استعمال کا حق ہوتا ہے۔ اراضی کا کوئی بھی استعمال سماج کی متفقہ رائے یا کم از کم سماج کے نامزد نمائندوں کی منظوری کے تابع ہوتا ہے۔

مقامی آبادیوں نے حکومت پر لوگوں کے مطالبات اور آرزوؤں کو روندنے کا الزام عائد کیا۔ سماج کی مجموعی اراضی پر ریاست کی بڑھتی ہوئی بے جا مداخلت کو سرکار کی جانب سے مقامی آبادیوں کے حقوق پر غاصبانہ قبضہ تصور کیا جاتا ہے۔

عطا آباد جھیل کے کناروں پر سیاحتی مقامات کی تعمیر کو ریاستی مشینری اور فوج کی طرف سے رواجی قوانین کی پامالی کی مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اور اس امر کی نشان دہی کے لیے بھی کہ بڑے کاروباروں کو جبر یا کارندوں کے ذریعے مقامی لوگوں کی اراضی پر قبضے کی اجازت دی گئی ہے۔

سماج کی اجتماعی اراضی پر عوام کے حق کے تحفظ کے لیے قوانین کی عدم موجودگی میں ایسے الزامات سامنے آ رہے ہیں کہ جی بی کی حکومت اور وفاقی حکومت غیر شفاف طریقے بروئے کار لا کر غیر مقامی لوگوں کو سینکڑوں ٹھیکے دے رہی ہے۔

پاکستان پیپلز پارٹی جی بی نے مقامی لوگوں کے اراضی کے حقوق کے تحفظ کے لیے 'ملکیت اور سرکاری حقوق کی تحریک' چلائی۔

اراضی کا معاوضہ لوگوں اور حکومت کے درمیان دوسرا بڑا تنازع ہے جو ابھی تک حل طلب ہے۔ تنازع کی وجہ بڑے منصوبوں اور سرکاری اداروں کی جانب سے بغیر کسی معاوضے کے مقامی لوگوں کی اجتماعی زمینوں پر قبضہ ہے۔

انتظامی مسائل

جی بی کے وزیر اعلیٰ حفیظ الرحمان نے اپریل 2019 میں، دیامر ڈویژن میں دو اور اضلاع بنانے کا اعلان کیا۔ اگرچہ ان اضلاع کے لوگوں نے فیصلے کو سراہا مگر بعض حلقوں نے اسے ہدف تنقید بناتے ہوئے اسے محض انتظامی مشینری میں اضافہ قرار دیا جس کی کارکردگی بہت زیادہ انتظامی اخراجات کے باوجود پہلے ہی غیر تسلی بخش ہے۔

جون 2019 میں، جی بی حکومت نے چار نئے اضلاع کا نوٹیفکیشن جاری کیا: گلگت ڈویژن میں گوپس یاسین، بلتستان ڈویژن میں ضلع روندو، اور دیامر واستور ڈویژن میں ضلع داریل اور ضلع تانگیر۔

نئے اضلاع سے اب کل اضلاع کی تعداد 14 ہو گئی ہے۔ نئے اضلاع کے قیام نے فنڈز کی قلت کی وجہ سے کئی مشکلات کو جنم دیا ہے۔

سی پیک سیاسی قیادت، پالیسی و فیصلہ ساز اداروں کی مرکزی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ سال کے دوران میں، وزیر اعظم عمران

خان نے گلگت کا دورہ کیا۔ ان کی تقریر میں سی پیک اور مسئلہ کشمیر کے عمومی حوالے شامل تھے مگر علاقے کے لیے کسی بڑے منصوبے کا ذکر نہیں تھا۔ اسی طرح، 2019 میں، سی پیک کے تحت بھی کوئی منصوبہ شروع نہیں ہو سکا۔

امن عامہ

2019 میں، جی بی انسداد دہشت گردی ایکٹ کے چوتھے شیڈول سے 43 نام ہٹائے گئے۔ یہ ایک ایسا قانون ہے جس کے تحت پولیس ایسے لوگوں پر کڑی نظر رکھتی ہے جن پر کالعدم گروہوں کے ساتھ مبینہ تعلق کا شبہ ہو یا انہیں کسی دہشت گردانہ سرگرمی میں ملوث ہونے سے روکنا مقصود ہو۔

ایک نئی رپورٹ کے مطابق، جی بی میں تقریباً 140 افراد کو چوتھے شیڈول میں شامل کیا گیا۔ ہٹائے گئے 43 ناموں میں سے، 39 کا تعلق ضلع گلگت سے، ایک کا غذر سے، ایک کا خرمنگ سے، اور دو کا شگر سے تھا۔

جنوری میں، ڈپٹی انسپکٹر جنرل (ڈی آئی جی) جی بی جنید ارشاد کو اپنی سابق شریکِ حیات کی 'غیر اخلاقی' تصاویر سوشل میڈیا پر چڑھانے پر برطرف کیا گیا۔ وفاقی محتسب نے ان پر دس لاکھ پاکستانی روپے کا جرمانہ بھی عائد کیا۔ پانچ لاکھ روپے بطورِ معاوضہ شکایت دہندہ کو ادا کیا جائے گا۔ یہ جرم سوشل میڈیا پر سرزد ہونے والے ان جرائم میں سے ایک تھا جن میں مجرموں کو سزا کا سامنا کرنا پڑا۔

سال کے دوران میں جی بی سے جبری گمشدگی کے دو واقعات رپورٹ ہوئے۔ ایک وقوعے میں، سادہ کپڑوں میں ملبوس کچھ نامعلوم اہل کاروں نے گلگت شہر سے کوئی 12 کلومیٹر دور واقع گاؤں اوشِجند اس سے چار افراد کو اٹھایا۔

مقامی آبادی نے واقعے کے خلاف احتجاج کیا۔ بعدازاں، اِن میں سے تین کو رہا کر دیا گیا جبکہ ایک ابھی تک لا پتا ہے۔ افواہیں ہیں کہ کئی لوگوں کو اٹھا کر غائب کیا گیا ہے مگر لوگ ڈر کے مارے تفصیلات بتانے سے گریزاں ہیں۔

جی بی حکومت کو ضلع کوہستان، خیبر پختونخوا کے ساتھ متصل غذر کی وادی ہندراب میں ایک متنازعہ چراگاہ کے معاملے پر کوئی کارروائی نہ کرنے پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔

کے پی کے ضلع کوہستان سے تعلق رکھنے والے چار مسلح افراد نے 17 جولائی 2017 کو چار چرواہوں، اکرم، علی شیر، عامر ولی اور عالمگیر کو بندوق کی نوک پر اغوا کر لیا اور انہیں وادی کے دوسری طرف کوہستان منتقل کر دیا۔

کوہستان میں ضلعی انتظامیہ نے اغوا کیے گئے لوگوں کے خلاف ابتدائی اطلاعاتی رپورٹ (ایف آئی آر) درج کی۔ بعدازاں، مختلف فریقین کی مداخلت سے ان کی رہائی ممکن ہوئی اور مرکزی ملزم ملک آفرین خان کے خلاف ایف آئی آر درج ہوئی۔ واقعے نے ضلع غذر کے مختلف علاقوں میں مشتعل احتجاجی مظاہروں کو جنم دیا۔

08 فروری 2019 کو بلورستان نیشنل فرنٹ (حمید گروپ) کے رہنما عبدالحمید خان نے 20 برس کی جلاوطنی کے بعد خود کو پاکستانی حکام کے حوالے کیا جو کہ ایک اہم پیش رفت تھی۔ وہ جلاوطنی کے دوران میں، بلورستان نیشنل فرنٹ (حمید

گروپ) کی قیادت کر رہے تھے۔

حکومت و ایجنسیوں کا حمید خان پر بھارتی خفیہ ایجنسیوں کی سرپرستی میں کام کرنے اور علاقے میں علیحدگی پسند خیالات پھیلانے کا الزام عائد کیا۔ اطلاعات کے مطابق، وہ، بی ایف ایف کے کارکن شیر نادر شاہی کے ہمراہ، پاکستان کے خفیہ اداروں کی تحویل میں ہیں۔

حکومتِ پاکستان نے سی پیک سے متعلق منصوبوں کو سبوتاژ کرنے اور جی بی میں پاکستان مخالف جذبات کو ہوا دینے کی کوشش کرنے والے نیٹ ورک کو توڑنے میں اسے ایک اہم پیش رفت قرار دیا۔ البتہ، ان کی جماعت اتنی کمزور ہے کہ وہ موجودہ نظام میں کوئی دراڑ ڈالنے یا انتخابات میں سیاسی جماعتوں کو نقصان پہنچانے کی اہلیت نہیں رکھتی۔

ایک پریشان کن رجحان لوگوں کو مذہب کی تضحیک کے مقدمات میں ملوث کرنا ہے۔ مذہب کی تضحیک کے ایک رپورٹ کیے گئے اور ایک رپورٹ نہ کیے گئے واقعے کے بارے میں علم ہوا ہے۔ ضلع غذر کے علاقے گاہکوچ میں واقع غذر پبلک سکول کی ایک استانی کو مذہب کی تضحیک کے مقدمے میں گرفتار کیا گیا۔ وہ ابھی تک جیل میں ہیں۔

مقامی عدالتوں نے ان کے وکیل کی طرف سے دائر ہونے والی ضمانت کی درخواست مسترد کر دی تھی۔ گذشتہ تین برسوں میں، سات سے زائد انسانی حقوق کے دفاع کاروں، سماجی و سیاسی کارکنوں کے خلاف مذہب کی تضحیک کے قوانین کی مختلف دفعات کے تحت مقدمات درج کیے گئے ہیں۔

قید خانے اور قیدی

اطلاعات کے مطابق، گلگت جیل میں عمر قید کا ایک قیدی دل کا دورہ پڑنے سے ہلاک ہو گیا۔ رحمت علی کو 2005 میں جی بی میں فرقہ ورانہ جھڑپوں کے دوران میں رینجر پر گولیاں برسانے کے الزام میں ایک فوجی عدالت نے سزا سنائی تھی۔ ان کی موت جی بی کی جیلوں میں مخدوش صورت حال کی محض ایک مثال ہے۔ کئی درخواستوں کے باوجود، ہنزہ سے تعلق رکھنے والے دو بیمار سیاسی قیدیوں کو اسلام آباد میں علاج کرانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ گلگت شہر کے مضافات میں ایک نئی جیل تو تعمیر ہو گئی ہے مگر اس میں کسی قسم کی سہولیات دستیاب نہیں۔

عورتوں اور بچوں کے لیے جیلوں میں الگ بارکوں اور دیگر سہولیات کی عدم موجودگی کے باعث انہیں شدید مشکلات درپیش ہیں۔ جی بی اسمبلی میں حزبِ اختلاف کے رہنما نے شکایت کی کہ سپیکر اسمبلی نے ان کی درخواست پر جیل کے معائنے کے لیے اسمبلی کے اراکین پر مشتمل کمیٹی قائم کی تھی مگر حکومت نے کمیٹی کو جیل کے دورے کی اجازت نہ دی۔ ان کا کہنا تھا کہ قیدیوں کو نئی جیل میں منتقل کر دیا گیا ہے حالانکہ اس کی تعمیر ابھی مکمل نہیں ہوئی۔

ہنزہ کے قیدیوں کو خوف و ہراس اور ایذا رسانی کا سامنا ہے۔ انہیں جیل میں علاج معالجے کی سہولیات اور دیگر حقوق حاصل نہیں۔ 2019 کے دوران میں، قیدی راشد منہاس نے جیل حکام اور انتظامیہ کے برے سلوک کے خلاف بھوک ہڑتال کی۔ بعدازاں، کراچی کے ایک ہسپتال میں اُن کے دل کا آپریشن ہوا۔ بابا جان اور دیگر قیدیوں کو صحت

بابا جان اور ہنزہ سے تعلق رکھنے والے دیگر قیدی عطا آباد جھیل کے باعث اپنی املاک کھو جانے کا معاوضہ مانگنے کے لیے احتجاج کرنے کی پاداش میں جیلوں میں پڑے رہے

کے مسائل کا سامنا ہے مگر انہیں اسلام آباد یا کراچی کے کسی اچھے ہسپتال میں علاج کروانے کی اجازت نہیں۔

بابا جان کو سیاسی قیدی کے بجائے ایک مجرم کے طور پر لیا جا رہا ہے۔ لہٰذا، وہ ان تمام حقوق سے محروم ہیں جو ایک سیاسی قیدی کو حاصل ہوتے ہیں۔ انہیں رشتہ داروں سے بات چیت کرنے یا اخبارات پڑھنے کی اجازت نہیں۔ 2019 میں، انہیں اپنے چچا کے جنازے میں شرکت کے لیے پیرول پر رہائی دینے سے انکار کیا گیا۔ بابا جان کے خاندان نے حکومت پر الزام عائد کیا ہے کہ وہ انہیں ہراساں کر رہی ہے۔

بابا جان سمیت 12 سیاسی قیدیوں کے رہائی کے لیے احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ 2019 میں جاری رہا۔ اس تحریک کے لیے عوام کی ہمدردیاں بڑھ گئی ہیں کیونکہ پاکستان تحریکِ انصاف (پی ٹی آئی)، پی ایم ایل-این، پاکستان پیپلز پارٹی، عوامی ورکرز پارٹی اور مجلسِ وحدتِ مسلمین سمیت تمام سیاسی جماعتوں، نیز، ہنزہ ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن، سماجی تنظیموں، اور قیدیوں کے رشتہ داران احتجاجی مظاہروں اور ریلیوں میں شریک ہوتے رہے ہیں۔

تعلیم

تعلیم کے معیار کے حوالے سے، ضلع دیامر کا درجہ جی بی کے تمام اضلاع سے نیچے ہے اور پاکستان میں یہ 10 پس ماندہ ترین اضلاع میں شامل ہے۔ 2019 میں لڑکیوں کے ایک سکول میں فرنیچر اور کتابیں جلانے کا ایک واقعہ پیش آیا۔ گذشتہ برس، دیامر میں شرپسندوں نے لڑکیوں کی تعلیم کے 14 سکول نذر آتش کر دیے تھے۔ بجٹ میں کٹوتی نے

قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی (کے آئی یو) گلگت کے اعلیٰ تعلیم کے واحد ادارے کو متاثر کیا۔ طالب علموں نے کے آئی یو میں فیسوں میں اضافے کے خلاف دسمبر میں بڑے پیمانے پر احتجاجی مظاہرے کیے۔

انجمن سازی کی آزادی

جی بی میں انسانی حقوق کے دفاع کاروں کو ریاستی و غیر ریاستی عناصر سے خطرات کا بدستور سامنا رہا ہے۔ ان میں سے کئی سے قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں نے رابطہ کیا اور ان سے پوچھ گچھ کرتی رہیں۔ 2019 کے اواخر میں، سماجی کارکنوں حسنین رمل، مولانا شاہ رئیس، آصف ناجی ایڈووکیٹ اور دیگر کو گرفتار کیا گیا، اور بعدازاں سول سوسائٹی کے احتجاج پر انہیں رہائی ملی۔ وزیر فرمان اور بشارت ایڈووکیٹ سمیت بعض سینیئر وکلا کے خلاف سکردو اور جی بی کے دیگر علاقوں میں مقدمات درج کیے گئے۔ اکتوبر میں، چند نامعلوم افراد نے گلگت میں ایک وکیل کو ان کے سوشل میڈیا ایکٹوزم کی وجہ سے تشدد کا نشانہ بنایا۔

خواتین

ستمبر میں سکردو سے ایک کمسن بچی کو ونی کیے جانے کی اطلاع ملی۔ سول سوسائٹی کی تنظیموں اور سماجی کارکنوں کی مداخلت کے باعث 12 لوگ گرفتار ہوئے اور مقامی پولیس کے ایس ایچ او کو بھی معطل کر دیا گیا۔

جی بی میں عزت کے نام پر قتل اور خودکشیوں کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے۔ جی بی میں واحد خاتون وزیر کو ضلع دیامر جہاں مذہبی رہنما عورتوں کی تعلیم کے خلاف ہیں، میں لڑکیوں کی تعلیم کے لیے آواز اٹھانے پر برطرف کر دیا گیا۔

جی بی کابینہ عورتوں کی نمائندگی کی حامی نہیں ہے۔ کام کے مقامات پر عورتوں کی ہراسانی، وراثت اور جائیداد کے حقوق سے انکار، اور عورتوں کی خودکشیاں علاقے میں عام ہیں۔

پاکستان کے دیگر حصوں کی طرح، مضبوط پدرشاہی نظام اور قبائلی ثقافت کی وجہ سے خواتین معاشرے کا غیر محفوظ طبقہ ہیں۔

بچے

فروری میں، ضلع غذر میں 14 سالہ بچے کو اغوا کے بعد زیادتی کا نشانہ بنا کر قتل کر دیا گیا۔ بعدازاں، ایک دریا سے لڑکے کی نعش برآمد ہوئی۔ وادی میں واقعے کے خلاف شدید احتجاج ہوا۔ 16 اپریل کو جی بی کی انسداد دہشت گردی کی عدالت نے چار مجرموں کو سزائے موت سنائی۔

اگست 2019 میں، گلگت شہر سے ایک 11 سالہ لڑکی کے اغوا اور جنسی زیادتی کی اطلاع ملی۔ لڑکی کے خاندان کے مطابق، بچی کے والد نے اپنی بیٹی کی بازیابی کے لیے پولیس سے مدد مانگی مگر پولیس مجرموں کو گرفتار کرنے میں ناکام رہی۔

بطورِ احتجاج، اس نے گلگت بلتستان اسمبلی کے سامنے دریائے گلگت میں چھلانگ لگا کر خودکشی کر لی۔ ایک سینئر پولیس افسر نے مبہم بیانات دے کر اغوا اور جنسی زیادتی کے معاملے کو متنازعہ بنا دیا۔

اظہار کی آزادی

جی بی کی مردم شماری کے نتائج جاری نہ ہونے پر عوام اور سول سوسائٹی میں بے چینی کی لہر کا مشاہدہ کیا گیا۔

پاکستان کے تمام صوبوں سے متعلق 2017 کی مردم شماری کے کوائف جاری کر دیے گئے۔ جی بی کے کوائف جاری نہ کیے جانے کو معلومات کے حق کی واضح خلاف ورزی تصور کیا گیا۔

اگست 2019 میں، سادہ کپڑوں میں ملبوس کچھ اہلکاروں نے گلگت پریس کلب کے صدر خورشید احمد پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں ان کے سر پر چوٹیں لگیں۔ گذشتہ تین برسوں میں مقامی صحافیوں کو درپیش خطرات میں اضافہ ہوا ہے۔ مقامی اخبارات کو دھمکی دی گئی کہ انہوں نے مقامی انتظامیہ کی ہدایات پر عمل درآمد نہ کیا تو انہیں اشتہارات دینے کا سلسلہ بند کر دیا جائے گا۔

اشتہارات کی تقسیم میں امتیازی سلوک کی وجہ سے مقامی اخبارات کو مالیاتی مسائل کا بدستور سامنا رہا اور صحافیوں اور اخبارات کے مالکان نے الزام عائد کیا کہ حکومت اپنی پالیسیوں پر عملدرآمد کے لیے اشتہارات کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کر رہی ہے۔ اخبارات کے مالکان پر بھی الزام تھا کہ وہ مالیاتی فوائد یا ذاتی تعلقات کی خاطر خودساختہ زبان بندی کا راستہ اختیار کر رہے ہیں۔

معذوریوں کے ساتھ جیتے افراد

اگرچہ معذوریوں کے ساتھ جیتے افراد (پی ڈبلیوڈیز) کو اپنے حقوق کے لیے قانون سازی کے ضمن میں کامیابی ملی مگر ان قوانین کا نفاذ ابھی تک یقینی نہیں بن سکا۔ انہیں سرکاری مدد حاصل نہ ہونے کی بدولت صحت کے مسائل کا بھی سامنا ہے۔

فروری میں، جی بی الائنس آف سپیشل پرسنز نے سرکاری محکموں میں روزگار کے مواقع نہ ہونے کے خلاف احتجاج کیا۔

صحت

صحت تمام مقامی افراد کے لیے ایک بڑا مسئلہ ہے۔ صحت کی سہولیات اور تجربہ کار طبی عملے کی قلت لوگوں کی اکثریت کو علاج کی خاطر اسلام آباد، ایبٹ آباد اور کراچی کا رخ کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ اس سے ان کی آمدنی اور وسائل شدید متاثر ہوتے ہیں۔

7 نومبر 2019 کو شائع ہونے والی ایک رپورٹ میں، برطانوی روزنامہ دی گارڈین نے الزام عائد کیا کہ پولیو کے خاتمے پر مامور پاکستانی اہل کاروں نے خاص طور پر ضلع دیامر میں پولیو کیسز کے پھیلاؤ پر پردہ ڈالا ہے۔

مقامی آبادی کے لیے صحت بڑا مسئلہ ہے اور پولیو کا خاتمہ ابھی تک ایک چیلنج ہے

کہا جاتا ہے کہ سرکار نے پولیو کی ویکسینیشن میں غفلت کا مظاہرہ کیا جس کے نتیجے میں پی 2 وائرس، جو وائرس کی عام اقسام سے زیادہ خطرناک ہے، نے کئی بچوں کو اپاہج بنا دیا ہے۔ الزامات کے کھیل کے دوران میں، یہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جہاں پی 2 وائرس موجود ہے۔

ماحول

ماحولیاتی اعتبار سے، جی بی ایک غیر مستحکم اور حساس علاقہ ہے۔ یہ قدرتی آفات اور موسمی تبدیلیوں کے خطرات سے دوچار ہے۔ ماحول کے تحفظ کے لیے مناسب منصوبہ بندی، پالیسیوں اور قوانین کے نہ ہونے کے باعث مقامی لوگوں کے لیے قدرتی آفات کا خطرہ بڑھ گیا ہے۔

رواں برس، قدرتی آفات سے درجنوں ہلاکتوں کی اطلاع موصول ہوئی۔ آغا خان ایجنسی برائے ہیبیٹیٹ کے مطابق، 2019 میں 20 آفات وقوع پذیر ہوئیں: ملبے کے بہاؤ کے تین، فلیش فلڈ کے 3، سیلاب کا 1، زمین کے سرکاؤ کے 2، دریائی دراڑ کے 2، چٹان کے گرنے کے 2، اور برفانی طوفان کے 5 واقعات پیش آئے۔ ان آفات میں سات افراد ہلاک اور 13 زخمی ہوئے۔

ضلع غذر کو سب سے زیادہ 21 آفات کا سامنا کرنا پڑا جبکہ ہنزہ کو چار، دیامر، نگر، اور گلگت ہر ایک میں قدرتی آفت کا ایک ایک واقعہ پیش آیا۔

ضمیمے

ضمیمہ - 1

پاکستان کی آئینی وقانونی ذمہ داریاں

قوانین اور قانون سازی

جس میں بنیادی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی جائے۔ان حقوق میں سماجی مساوات،مساوی مواقع کی فراہمی،سب کے لیے یکساں قانون،سماجی،معاشی اور سیاسی انصاف،فکروضمیر اوراظہار رائے کی آزادی،ایمان،عقیدے،عبادت اور تنظیم سازی کی آزادیاں بھی شامل ہیں۔ یہ حقوق اور آزادیاں قانون اور اخلاق عامہ کی حدود کے تابع ہوں گی....
تا کہ پاکستان کے عوام ترقی کرسکیں اوراقوامِ عالم میں جائزاور پروقار مقام حاصل کرسکیں اور عالمی امن اور ترقی اور انسانیت کی خوشی میں مکمل کردار ادا کرسکیں۔

آئینِ پاکستان

افتتاحیہ

جبکہ فطری وقاراورانسانی کنبے کے تمام افراد کے مساوی اور غیر منقسم حقوق دنیا میں آزادی،انصاف اورامن کی اساس ہیں۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

افتتاحیہ

انصاف کی فراہمی

قانون کا تحفظ اور قانون کے مطابق سلوک،ہرشہری کا چاہے وہ جہاں بھی ہو،ناقابل تنسیخ حق ہےاور ہراس شخص کا بھی جو فی الوقت پاکستان میں موجود ہے۔خاص طور پر (الف) کسی شخص کی زندگی،آزادی،جسم،وقار یا جائیداد کے خلاف کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا جائے گا جونقصان دہ ہوسوائے ایسے قدم کے جوقانون کے عین مطابق ہو(ب) کسی شخص کوایسا کوئی کام سرانجام دینے سے نہیں روکا جائے گا جس کی قانون ممانعت نہیں کرتا اور (ج) کسی شخص کوایسا کوئی کام کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا،جس کی قانون اجازت نہیں دیتا۔

آئین پاکستان

آرٹیکل-4(1)-اور(2)

کسی شخص کو اس کی زندگی یا آزادی سے محروم نہیں کیا جائے گا سوائے قانون کی مطابقت میں۔

[آرٹیکل-9]

تمام افراد قانون کے سامنے مساویانہ حیثیت کے مالک ہیں اور مساویانہ قانونی تحفظ کے حق دار ہیں۔

آرٹیکل-25(1)

محض صنف کی بنا پر کسی کے خلاف کوئی امتیازی سلوک روا نہیں رکھا جائے گا۔

آرٹیکل25(2)

ریاست سستے اور فوری انصاف کے حصول کو یقینی بنائے گی۔

آرٹیکل37(2)

کسی جائیداد کو جبراً حاصل یا اس پر قبضہ نہیں کیا جائے گا ماسوائے قومی سطح پر کسی مقصد کے لیے اور ماسوائے قانون کی اجازت سے۔

آرٹیکل24-(2)

تمام انسانوں کے وقار اور ان کے مساویانہ اور ناقابل تنسیخ حقوق کو تسلیم کرنا، دنیا میں امن اور انصاف اور آزادی کی بنیاد رکھنے کے مترادف ہے۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

افتتاحیہ

ہر شخص کو قانون کے روبرو اپنی شناخت بطور انسان تسلیم کروانے کا حق حاصل ہے۔

آرٹیکل6

ہر شخص قانون کے روبرو مساویانہ حیثیت رکھتا ہے اور بغیر کسی تمیز کے مساویانہ قانونی تحفظ کا حق رکھتا ہے۔

آرٹیکل7

قانون یا آئین کی طرف سے عطا کردہ حقوق کی خلاف ورزی کے خلاف ہر شخص کو بااختیار قومی ٹریبونلز کے ذریعے مؤثر دادرسی کا حق حاصل ہے۔

آرٹیکل-8

ہر شخص کو اپنے حقوق اور ذمہ داریوں یا اپنے خلاف عائد کیے گئے کسی بھی فوجداری الزام کے تعین کے لیے، ایک خودمختار اور غیر جانبدار ٹریبونل کے ذریعے، مکمل مساویانہ حیثیت میں منصفانہ اور کھلی سماعت کا حق حاصل ہے۔

آرٹیکل-10

کسی شخص کو بے جا طور پر اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

آرٹیکل-17(2)

موجودہ اختیاری پروٹوکول (سزائے موت کے خاتمے کے لیے) کی فریق کوئی ریاست اپنی حدود میں کسی شخص کو سزائے موت نہیں دے گی۔ ہر فریق ریاست اپنے دائرہ اختیار میں موت کی سزا کے خاتمے کے لیے تمام ضروری اقدامات کرے گی۔

آئی سی سی پی آر کا دوسرا اختیاری پروٹوکول

آرٹیکل-1

امن و امان کی صورت حال

کسی شخص کو جسے گرفتار کیا گیا ہو، مذکورہ گرفتاری کی وجوہ سے، جس قدر جلد ہو سکے، آگاہ کیے بغیر نہ تو نظر بند رکھا جائے گا اور نہ اسے اپنی پسند کے کسی قانون پیشہ شخص سے مشورہ کرنے اور اس کے ذریعہ صفائی پیش کرنے کے حق سے محروم کیا جائے گا۔

ہر اس شخص کو جسے گرفتار کیا گیا ہو اور نظر بند رکھا گیا ہو، مذکورہ گرفتاری سے چوبیس گھنٹہ کے اندر کسی مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنا لازم ہوگا۔

آئین پاکستان

آرٹیکل 10(1) اور (2)

انسانی وقار، گھر اور چار دیواری کی حرمت کی، قانون کے مطابق، ہر قیمت پر حفاظت کی جائے گی۔
کوئی شہادت یا ثبوت حاصل کرنے کے لیے کسی شخص کو تشدد کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔

آرٹیکل 14(1) اور (2)

ہر شخص کو زندہ رہنے، آزادی اور جان و مال کے تحفظ کا حق حاصل ہے۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

آرٹیکل 3

کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔

آرٹیکل 5

ہر اس شخص کو جس پر کوئی قابل سزا الزام عائد کیا جائے، یہ حق حاصل ہے کہ جب تک قانون کے تحت اس کو ایک کھلی عدالت میں، جہاں اسے اپنے دفاع کی تمام سہولتیں حاصل ہوں، مجرم ثابت نہیں کیا جاتا، اسے بے قصور تصور کیا جائے گا۔

آرٹیکل-11(1)

کسی شخص کی خلوت یا تنہائی، خاندانی زندگی، گھر یا اس کی خط وکتابت میں، من مانے طور پر مداخلت نہیں کی جائے گی۔ نہ ہی اس کے وقار اور اس کی شہرت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی جائے گی۔ ہر شخص کو اس قسم کی مداخلت اور کوششوں کے خلاف قانونی تحفظ حاصل ہوگا۔

آرٹیکل 12

کسی شخص کو جسے گرفتار کیا گیا ہو، مذکورہ گرفتاری کی وجوہ سے، جس قدر جلد ہو سکے، آگاہ کیے بغیر نہ تو نظر بند رکھا جائے گا اور نہ اسے اپنی پسند کے کسی قانون پیشہ شخص سے مشورہ کرنے اور اس کے ذریعہ صفائی پیش کرنے کے حق سے محروم کیا جائے گا۔

ہر اس شخص کو جسے گرفتار کیا گیا ہو اور نظر بند رکھا گیا ہو، مذکورہ گرفتاری سے چوبیس گھنٹہ کے اندر کسی مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنا لازم ہوگا۔

آئین پاکستان

آرٹیکل 10(1) اور (2)

کسی شخص کو بے جا گرفتاری، حراست یا جلاوطنی کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔

آرٹیکل-8

اس معاہدے کے اغراض ومقاصد کے لیے، 'جبری گمشدگی' سے مراد ریاستی اہلکاروں یا ریاست کی اجازت، معاونت یا رضامندی سے افراد یا افراد کے گروہوں کی جانب سے کسی فرد کی گرفتاری، حراست، اغواء یا آزادی سے محرومی کی کوئی بھی شکل ہے جس کے بعد اس شخص کی آزادی سے محرومی کے وقوعے سے انکار کیا جائے یا گمشدہ فرد کی حالت زار یا اتا پتا کو چھپایا جائے جس سے وہ فرد قانونی تحفظ کے دائرہ کار سے محروم ہو جائے۔

تمام افراد کو جبری گمشدگی سے تحفظ فراہم کرنے کا عالمی معاہدہ

آرٹیکل۔2

قیدی اور قید خانے

کسی بھی شخص کو جسے گرفتار کیا جاتا ہے' گرفتاری کی وجوہات بتائے بغیر حراست میں نہیں رکھا جائے گا۔ اسے اپنی مرضی کے وکیل سے مشورہ کرنے اور قانونی تحفظ حاصل کرنے کے حق سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ ہر وہ شخص جسے گرفتار کرنے کے بعد حراست میں رکھا گیا ہے، گرفتاری کے 24 گھنٹے کے اندر مجسٹریٹ کے روبرو پیش کیا جائے گا۔

آئین پاکستان

آرٹیکل 10(1) اور (2)

ہر انسان کا احترام اور وقار اور قانون کے تابع رہتے ہوئے خلوت اور تنہائی نا قابل دخل اندازی ہے۔

کوئی معلومات، شہادت، ثبوت حاصل کرنے کی خاطر، کسی شخص کو تشدد کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔

آرٹیکل-14(1) اور (2)

کسی شخص کو اذیت رسانی یا ظالمانہ، غیر انسانی یا رسوا کن سلوک یا سزا کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

آرٹیکل-5

کسی شخص کو بے جا گرفتاری، حراست یا جلاوطنی کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔

آرٹیکل-8

ہر فریق ریاست اپنے زیر انتظام علاقوں میں ایذا رسانی پر قابو پانے کے لیے مؤثر قانونی، انتظامی اور دیگر اقدامات کرے گی۔

ایذا رسانی اور دیگر ظالمانہ، غیر انسانی یا تضحیک آمیز سلوک یا سزا کے خلاف عالمی معاہدہ

آرٹیکل-2

ہر فریق ریاست ایذا رسانی کو فوجداری قانون کے تحت جرم قرار دے گی۔ یہ قانون ان تمام افراد پر لاگو ہو گا جو کسی کو ایذا رسانی کا نشانہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں یا کوئی ایسا اقدام کرتے ہیں جس سے ثابت ہو کہ وہ ایذا رسانی کے عمل میں شریک ہوئے ہیں۔

ہر فریق ریاست جرم کی سنگینی کو مدنظر رکھتے ہوئے، ان جرائم کو مناسب سزاوں کے ذریعے قابل تعزیر ٹھہرائیں گی۔

ایذا رسانی اور دیگر ظالمانہ، غیر انسانی یا تضحیک آمیز سلوک یا سزا کے خلاف عالمی معاہدہ

آرٹیکل-4

فکر وضمیر اور مذہب کی آزادی

...... پاکستان کے عوام کی خواہش ہے کہ ایک ایسا نظام وجود میں لایا جائے، جس میں بنیادی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی جائے۔ ان حقوق میں سماجی مساوات، مساوی مواقع کی فراہمی، سب کے لیے یکساں قانون، سماجی، معاشی اور سیاسی انصاف، فکر وضمیر اور اظہار رائے کی آزادی، ایمان، عقیدے، عبادت اور تنظیم سازی کی آزادیاں بھی شامل ہیں۔ یہ حقوق اور آزادیاں قانون اور اخلاق عامہ کی حدود کے تابع ہوں گی۔

آئین پاکستان

دیباچہ

قانون، امن عامہ اور اخلاقیات کی حدود کو ملحوظ رکھتے ہوئے، الف: ہر شہری کو اپنے مذہب پر قائم رہنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق حاصل ہوگا، ب: ہر مذہبی گروہ، فرقے اور مسلک کو حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے مذہبی ادارے قائم کرے، انھیں برقرار رکھے اور چلائے۔

آئین پاکستان

آرٹیکل-20

تمام انسان آزاد پیدا ہوئے ہیں، سب کی عزت اور حق برابر ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل عطا کیے گئے ہیں، انھیں ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ سلوک اور رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

آرٹیکل-1

ہر شخص کو فکر، ضمیر اور مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے کی آزادی بھی شامل ہے، اور یہ آزادی بھی، کہ کوئی شخص تنہا یا کچھ افراد مل کر اجتماعی طور پر، نجی حدود میں یا سرعام، تعلیم و تبلیغ، اعمال و عبادات کے ذریعے اپنے مذہب کا اظہار کریں۔

آرٹیکل-18

کسی شخص پر اس طرح کا دباؤ نہیں ڈالا جائے گا کہ اس کا عقیدہ اور مذہب اختیار کرنے کی آزادی مجروح ہو۔

کسی ریاست، ادارے، افراد کے گروہ یا فرد کی طرف سے کسی شخص کے ساتھ اس کے مذہب اور عقیدے کے باعث کوئی امتیازی سلوک روا نہیں رکھا جائے گا۔

مذہب یا عقیدے کی بنیاد پر ہر طرح کی عدم برداشت اور امتیازی سلوک کے خاتمے لیے اقوام متحدہ کا اعلامیہ

آرٹیکل 1(2) اور 2(1)

اظہارِ رائے کی آزادی

ہر شہری کو تقریر کرنے اور آزادی سے اپنی رائے ظاہر کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ پریس آزاد ہوگا۔ یہ آزادیاں ان معقول پابندیوں کے تابع ہوں گی، جو عظمت اسلام، ملک کی سالمیت یا ملکی دفاع یا غیر ممالک سے دوستانہ تعلقات یا امن عامہ یا اخلاقیات کے تحفظ یا توہین عدالت یا جرم کے ارتکاب کو روکنے، یا اس کی ترغیب کے امکانات کے پیش نظر قانون کے مطابق عائد کی جائیں گی۔

آئین پاکستان

آرٹیکل-19

قانون کے ذریعے عائد کردہ ضابطے اور مناسب پابندیوں کے تابع، ہر شہری کو عوامی اہمیت کے تمام معاملات کی معلومات تک رسائی کا حق حاصل ہے۔

آرٹیکل-19 (الف)

ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور ظاہر کرنے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ ہر شخص آزادی کے ساتھ، بغیر کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہ سکے اور جس ذریعے سے بھی چاہے، ملکی سرحدوں سے بالاتر ہو کر خیالات و معلومات کی جستجو کر سکے، وصول کر سکے، ارسال کر سکے۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

آرٹیکل-19

۔۔۔ رائے اور اظہار کی آزادی کے حق کے استعمال کو فروغ دیں، بشمول معلومات کے میدان میں صحافیوں اور دیگر پیشہ ور ماہرین کے حق کو ایک بڑی ترجیح کے طور پر۔

خصوصی مندوب کا اختیار

یو این کونسل برائے انسانی حقوق

نقل و حرکت کی آزادی

ہر شہری کو پاکستان میں رہنے، داخل ہونے اور آزادانہ پورے ملک میں گھومنے پھرنے، ملک کے کسی بھی حصے میں رہائش اختیار کرنے یا مستقل طور پر آباد ہونے کا حق حاصل ہے۔ البتہ یہ حق قانون کے تحت مفاد عامہ میں جائز طور پر عائد کی گئی کسی بھی پابندی سے مشروط ہے۔

آئین پاکستان

آرٹیکل-15

ہر شخص کو کسی بھی ریاست کی حدود میں گھومنے، پھرنے، سفر کرنے اور رہائش اختیار کرنے کا حق حاصل ہے۔
ہر شخص کو اپنے ملک سمیت، کسی بھی ملک کو چھوڑنے اور اپنے ملک واپس آنے کا حق حاصل ہے۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

آرٹیکل۔17 (2,1)

1۔ کسی ملک کی حدود میں قانونی طور پر رہائش پذیر ہر شخص کو ان حدود کے اندر آزادانہ نقل و حرکت اور آزادی کے ساتھ اپنی رہائش گاہ منتخب کرنے کا حق ہوگا۔

2۔ ہر شخص اپنے ملک سمیت کوئی بھی ملک چھوڑنے کے لیے آزاد ہوگا۔

3۔متذکرہ حقوق کسی پابندی سے مشروط نہیں ہوں گے سوائے ان پابندیوں کے جو قانون کے تحت عائد کی جائیں اور جن کا مقصد قومی سلامتی، امن عامہ، صحت عامہ، اخلاق عامہ، یا دوسرے لوگوں کی آزادی کا تحفظ ہوگا۔ وہ پابندیاں ان حقوق کے مطابق ہوں گی جو موجودہ میثاق میں تسلیم کیے گئے ہیں۔

4۔کسی شخص کو حکام کی مرضی کے تحت اپنے ملک میں داخل ہونے کے حق سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

شہری وسیاسی حقوق کا عالمی میثاق

آرٹیکل-12

انجمن سازی کی آزادی

ہر شہری کو تنظیم سازی اور یونین سازی کا حق حاصل ہوگا، بشرطیکہ اس سلسلے میں پاکستان کے اقتدار اعلیٰ، ملک کی سالمیت، امن عامہ یا اخلاق کے مفاد میں قانون کے تحت کوئی معقول پابندی عائد نہ کی گئی ہو۔

آئین پاکستان

آرٹیکل-17

ہر شخص کو پرامن اجتماع کرنے اور تنظیم بنانے کی آزادی ہے۔ کسی شخص کو کسی تنظیم میں شامل ہونے کے لیے مجبور نہیں کیا جانا چاہیے۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

آرٹیکل 20(1,20)

ہر شخص کو دوسروں کے ساتھ مل کر انجمن سازی کا حق ہوگا۔ اس میں اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے ٹریڈ یونین بنانے اور اس میں شامل ہونے کا حق بھی شامل ہے۔

آئی سی سی پی آر

آرٹیکل-22

مزدور اور آجر بغیر کسی قسم کی تفریق کے، صرف متعلقہ تنظیم کے اصولوں کے تابع، بغیر کسی پیشگی منظوری کے اپنی مرضی سے کسی بھی تنظیم کا حصہ بن سکتے ہیں۔

آئی ایل او کنونشن 87

آرٹیکل 2

مزدوروں کو ان کی ملازمت کے حوالے سے یونین مخالف امتیازی سلوک سے مناسب تحفظ فراہم کیا جائے گا۔

آئی ایل او کنونشن 98

آرٹیکل-1

اجتماع کی آزادی

ہر شخص کو پرامن طور پر بغیر کسی ہتھیار کے' اجتماع کرنے کا حق حاصل ہوگا' بشرطیکہ اس سلسلے میں مفادِ عامہ کے پیشِ نظر کوئی معقول قانونی پابندی عائد نہ کر دی گئی ہو۔

آئین پاکستان

آرٹیکل-16

ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ آزادی سے پرامن اجتماع منعقد کرے اور تنظیم بنائے۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

آرٹیکل 20-(1)

۔۔۔ یہ کہ پرامن اجتماع (اور انجمن سازی) جمہوریت کے لازمی اجزاء ہیں اور ان کی بدولت شہریوں کو اپنی سیاسی آراء کے اظہار، ادبی، فنکارانہ، ثقافتی، معاشی اور سماجی سرگرمیوں میں مشغول ہونے، مذہبی عبادات یا دیگر عقائد کی سرگرمیاں انجام دینے، ٹریڈ یونینیں اور کوآپریٹوز بنانے اور اس میں شامل ہونے اور اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے اپنے نمائندے منتخب کرنے اور انہیں جوابدہ ٹھہرانے سمیت ایسے دیگر حقوق سے مستفید ہونے کے انمول مواقع ملتے ہیں۔

کونسل برائے انسانی حقوق کا افتتاحیہ

قرارداد 21/15

سیاسی عمل میں شرکت

......ریاست اپنے اختیارات عوام کے منتخب نمائندوں کے ذریعے استعمال کرے گی۔

آئین پاکستان

دیباچہ

......جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور سماجی انصاف کے اصولوں کا جو تصور اسلام نے پیش کیا ہے، اس کی مکمل پاسداری کی جائے گی۔

دیباچہ

بنیادی حقوق کی مکمل ضمانت دی جائے گی جہاں تک کہ قانون اور اخلاق عامہ اس کی اجازت دیں۔

دیباچہ

ریاست علاقائی سطح پر منتخب نمائندوں کے ذریعے مقامی حکومت کے اداروں کی حوصلہ افزائی کرے گی، اوران اداروں میں کسانوں، مزدوروں اور عورتوں کو خصوصی نمائندگی دینے کا اہتمام کیا جائے گا۔

آرٹیکل-32

...... یہ ضروری ہے کہ انسانی حقوق کو قانون کی عمل داری کے ذریعے یقینی بنایا جائے، ورنہ انسان عاجز آ کر جبر واستبداد اور ظلم کے خلاف خود بغاوت پر مجبور ہو جائے گا۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

دیباچہ

تمام انسان آزاد اور حقوق وعزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوتی ہے۔ انھیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔

آرٹیکل-1

1۔ ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طریقے سے منتخب کیے گئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق حاصل ہے۔

2۔ ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق حاصل ہے۔

3۔ عوام کی مرضی حکومت کے اختیار واقتدار کی بنیاد ہوگی۔ اس مرضی کے اظہار کے لیے متعین مدت کے بعد ایسے حقیقی انتخاب منعقد کرائے جائیں گے، جن میں عام اور مساوی حق رائے دہی کا استعمال خفیہ رائے شماری یا اس جیسے کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے شماری کے ذریعے کیا جائے گا۔

آرٹیکل-21

ہر شہری کو شق 2 میں مذکور کسی تفریق اور غیر مناسب پابندی کے بغیر درج ذیل آزادیاں اور مواقع حاصل ہوں گے:

(الف) مملکت کے امور میں براہ راست یا منتخب نمائندوں کے ذریعے حصے لینے کی آزادی اور مواقع؛

(ب) مقررہ مدت میں ہونے والے ان انتخابات میں ووٹ ڈالنے یا منتخب ہونے کی آزادی اور مواقع جو عام رائے شماری کی بنیاد پر یا خفیہ رائے شماری کے ذریعے ہوں گے اور جن میں رائے دہندگان کو آزادی کے ساتھ اپنی رائے دینے کا حق حاصل ہوگا؛

(ج) مساوات کے عام اصولوں کی بنیاد پر اپنے ملک کی سرکاری ملازمت میں جانے کی آزادی اور مواقع۔

شہری وسیاسی حقوق کا عالمی معاہدہ

آرٹیکل-25

فریق ریاستیں اپنے ملک کی سیاسی واجتماعی زندگی کی سطح پرعورتوں کے خلاف ہونے والے امتیازی سلوک کے خاتمے اور تدارک کے لیے تمام موزوں اقدامات کریں گی اور بالخصوص مردوں کے ساتھ برابری کی بناء پرعورتوں کے حسب ذیل حقوق کو یقینی بنائیں گی:

(الف) تمام انتخابات اور رائے شماری میں رائے دینے کا حق اور انتخاب کے ذریعے قائم ہونے والے تمام اداروں کا انتخاب لڑنے کا حق؛

(ب) سرکاری حکمت عملی کی تیاری اور تعمیل میں شریک ہونے، سرکاری عہدہ حاصل کرنے اور سرکاری سطح پر جملہ سرگرمیوں میں فرائض منصبی انجام دینے کا حق؛

(ج) ملک کی سیاسی اور اجتماعی زندگی سے تعلق رکھنے والی انجمنوں اور غیر سرکاری تنظیموں میں شرکت کرنے کا حق۔

عورتوں کے خلاف امتیاز کی تمام شکلوں کے خاتمے کا معاہدہ

آرٹیکل-7

خواتین

تمام شہری قانون کے روبرو، مساویانہ حیثیت رکھتے ہیں اور مساویانہ قانونی تحفظ کے حق دار ہیں، محض جنس کی بنا پر کسی شہری کے خلاف امتیازی سلوک روانہیں رکھا جائے گا۔

اس آرٹیکل میں مذکور کوئی امر ریاست کی جانب سے خواتین اور بچوں کے تحفظ کے لیے خصوصی انتظامات کیے جانے میں مانع نہیں ہوگا۔

کسی بھی شہری کو، جو پاکستان کی سروسز میں تقرری کی اہلیت رکھتا ہے، محض جنس کی بناپر اسے تقرری کے سلسلے میں امتیازی سلوک کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔

شق (1) میں مذکور کوئی امر ریاست کی جانب سے خواتین اور بچوں کے لیے خصوصی انتظامات کیے جانے میں مانع نہیں ہوگا۔

قومی زندگی کے تمام شعبوں میں، خواتین کی شرکت کو یقینی بنانے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے۔ ریاست، ازدواجی زندگی، خاندان اور ماں کو تحفظ فراہم کرے گی۔

آئین پاکستان

آرٹیکل نمبر 25-27-35-37

تمام انسان آزاد پیدا ہوئے ہیں اور وقار اور حقوق کے سلسلے میں مساویانہ حیثیت کے حامل ہیں۔

اس اعلان میں جن آزادیوں اور حقوق کا ذکر ہے، ہر انسان ان پر بغیر کسی قسم کی تفریق کے حق رکھتا ہے۔

تمام انسان قانون کے روبرو مساویانہ حیثیت رکھتے ہیں اور بغیر کسی تفریق کے، مساویانہ قانونی تحفظ کے مستحق ہیں۔

ہر بالغ مرد اور عورت، شادی کے دوران اور شادی کے خاتمہ کے سلسلے میں مساویانہ حقوق رکھتا ہے۔

شادی مرد و زن کی آزادانہ اور مکمل رضامندی کے مطابق طے پانی چاہیے۔

ہر فرد کو اپنے ملک کی پبلک سروس تک مساویانہ رسائی کا حق حاصل ہے۔

ماں اور بچہ خصوصی سلوک اور مدد کے مستحق ہیں۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

آرٹیکل 2-1-7-16-21(2)-25-(2)

بچے

چودہ برس سے کم عمر بچے کو کسی فیکٹری یا دکان یا کسی دوسرے خطرناک پیشے میں ملازم نہیں رکھا جائے گا۔

آئین پاکستان

آرٹیکل-11(3)

ریاست اس بات کو یقینی بنانے کے لیے تمام ضروری اقدامات کرے گی۔۔۔ کہ بچوں کو ان پیشوں میں ملازم نہیں رکھا جائے گا جو ان کی عمر سے مطابقت نہیں رکھتے۔

آئین پاکستان

آرٹیکل 37(ہ)

بچپن خاص توجہ اور مدد کا مستحق ہے۔

بچوں کے حقوق کے متعلق اقوام متحدہ کا میثاق

دیباچہ

بچوں کے متعلق عمل میں لائی گئی تمام کارروائیوں میں، چاہے وہ سرکاری یا نجی سوشل ویلفیئر اداروں کی طرف سے عدالتوں، انتظامیہ سے تعلق رکھنے والے حکام یا قانون ساز اداروں کی طرف سے عمل میں لائی گئی ہوں، بچوں کے بہترین مفادات کو اولین فوقیت دی جائے گی۔

بچوں کے حقوق کے متعلق اقوام متحدہ کا میثاق

آرٹیکل 3(1)

فریق ریاستیں بچے کے اس حق کو تسلیم کرتے ہوئے کہ وہ معاشرے میں میسر صحت کی اعلیٰ ترین خدمات اور سہولتوں،

بیماریوں کے علاج اور صحت کی بحالی کے ذرائع سے استفادہ کرنے کا حق رکھتا ہے، اس امر کو یقینی بنانے کے لیے کوشش کریں گی کہ کوئی بچہ/ بچی صحت کی خدمات تک رسائی کے اس حق سے محروم نہ رہے۔

بچوں کے حقوق سے متعلق اقوام متحدہ کا معاہدہ

آرٹیکل **24**

پیدائش کے فوراً بعد بچے کا اندراج کرایا جائے گا اور اس کا نام رکھا جائے گا، اسے قومیت کا حق حاصل ہوگا اور جہاں تک ممکن ہوا سے اپنے والدین کو جاننے اور ان کے زیر سایہ پرورش پانے کا حق ہوگا۔

بچوں کے حقوق سے متعلق اقوام متحدہ کا میثاق

آرٹیکل **7**

فریق ریاستیں بچے کے اس حق کو تسلیم کرتی ہیں کہ اسے معاشی استحصال، خطرناک سرگرمیوں اور تعلیم میں رکاوٹ بننے والے کاموں میں شمولیت سے محفوظ رکھا جائے یا ایسے کاموں سے بھی دور رکھا جائے جو ان کی صحت یا جسمانی، ذہنی، روحانی، اخلاقی یا سماجی ترقی کے لیے نقصان دہ ہوں۔

بچوں کے حقوق سے متعلق اقوام متحدہ کا معاہدہ

آرٹیکل **32**

فریق ریاستیں اس عزم کا اظہار کرتی ہیں کہ وہ بچوں کو جنسی استحصال اور جنسی بدسلوکی یا زیادتی کی تمام شکلوں سے تحفظ فراہم کریں گی۔

بچوں کے حقوق سے متعلق اقوام متحدہ کا معاہدہ

آرٹیکل **34**

محنت کش

غلامی نہ تو موجود ہے اور نہ اس کی اجازت ہے۔ کوئی بھی قانون کسی بھی شکل میں، پاکستان میں اس کی اجازت فراہم نہیں کرے گا اور نہ ہی اسے پاکستان میں متعارف کرانے کی کوشش کرے گا۔ ہر قسم کی جبری مشقت اور انسانوں کی تجارت پر پابندی عائد ہے۔ چودہ سال سے کم عمر کے کسی بھی بچے کو کسی فیکٹری یا کان یا کسی دوسرے خطرناک پیشے میں ملازم نہیں رکھا جائے گا۔

آئین پاکستان

آرٹیکل **-11(3-1)**

ہر شہری کو تنظیم سازی اور یونین سازی کا حق حاصل ہوگا۔ سوائے اس کے کہ، پاکستان کے اقتدار اعلیٰ اور سالمیت کے

مفاد میں، یا امن عامہ اور اخلاق کے تحفظ کے لیے قانون کے تحت معقول پابندیاں عائد کی جائیں۔

آئین پاکستان

آرٹیکل 17(1)

ریاست منصفانہ اور مشفقانہ شرائط کار متعارف کرانے کی پابند ہوگی۔

آئین پاکستان

آرٹیکل-37

ریاست جنس، ذات، رنگ اور نسل سے بالاتر ہوکر عوام کی فلاح و بہبود کو یقینی بنائے گی اور دولت کے ارتکاز اور تقسیم اور پیداوار کے ذرائع کو، چند ہاتھوں میں سمٹنے سے روک کر، عوام کا معیار زندگی بہتر بنائے گی۔ ریاست، آجر اور ملازم، جاگیردار اور مزارع کے حقوق کے درمیان منصفانہ توازن قائم کرنے کی کوشش کرے گی اور ملک کے وسائل کے مطابق تمام شہریوں کو کام اور روزگار اور آرام کے مناسب مواقع سے روشناس کرائے گی اور ان کی تفریح کے لیے مواقع کی فراہمی کو بھی یقینی بنائے گی۔ ریاست، حکومت پاکستان کی ملازمت یا دوسرے اداروں میں خدمات سرانجام دینے والے تمام افراد کو لازمی بیمہ یا دیگر ذرائع سے سماجی تحفظ فراہم کرے گی اور جنس، ذات، رنگ اور نسل سے بالاتر ہوکر ان تمام افراد کو ضروریات زندگی مثلاً خوراک، لباس، رہائش، تعلیم اور طبی سہولیات فراہم کرے گی جو بے روزگاری، بیماری یا معذوری کی بنا پر مستقل یا عارضی طور پر روزی کمانے کے قابل نہیں۔۔۔ اور افراد کی آمدنیوں کے درمیان پائے جانے والے تفاوت کو کم کرنے کی کوشش کرے گی۔

آئین پاکستان

آرٹیکل-38 (الف تا ہ)

کسی بھی شخص کو نہ تو غلام بنایا جائے گا نہ اس سے بیگار لی جائے گی۔

انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ

آرٹیکل 4

معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے۔

انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ

آرٹیکل 22

ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب و معقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق حاصل ہے۔ ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر کام کی نوعیت کے مطابق معاوضہ حاصل کرنے کا حق ہے۔

کام کرنے والا ہر شخص ایسے مناسب ومعقول مشاہرے کا حق دار ہے جو اس کے اور اس کے اہل وعیال کے لیے با عزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جا سکے۔ ہر شخص کو اپنے مفاد کے تحفظ کے لئے انجمن سازی کرنے اور کسی بھی انجمن میں شامل ہونے کا حق حاصل ہے۔

آرٹیکل **23(4-1)**

ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے۔جس میں کام کے وقت کا تعین اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات بھی شامل ہیں۔

آرٹیکل **24**

ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی صحت اور فلاح و بہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق حاصل ہے اس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپے اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس فرد کے قبضہ سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق حاصل ہے۔

آرٹیکل **25(1)**

فریق ریاستیں بچے کے اس حق کو تسلیم کرتی ہیں کہ اسے معاشی استحصال، خطرناک سرگرمیوں اور تعلیم میں رکاوٹ بننے والے کاموں میں شمولیت سے محفوظ رکھا جائے یا ایسے کاموں سے بھی دور رکھا جائے جو ان کی صحت یا جسمانی، ذہنی، روحانی، اخلاقی یا سماجی ترقی کے لیے نقصان دہ ہوں۔

بچوں کے حقوق کا عالمی کنونشن

آرٹیکل **32(1)**

معمر افراد

قانون کی نظر میں تمام شہری برابر اور قانون کے مساوی تحفظ کے حق دار ہیں۔

آئین پاکستان

آرٹیکل **25(1)**

اس آرٹیکل میں مذکور کوئی امر حسب ذیل کے جواز پر اثر انداز نہیں ہوگا:

کوئی قانون جو حسب ذیل غرض کے لیے کسی قسم کی جائیداد کے حصول کی اجازت دیتا ہو۔۔۔

ان لوگوں کو نان نفقہ مہیا کرنے کے لیے جو بے روزگاری، بیماری، کمزوری یا ضعیف العمری کی بناء پر اپنی کفالت خود کرنے کے قابل نہ ہوں۔

آئین پاکستان

آرٹیکل **24(3)(ہ)(iii)**

معذوری کا شکار افراد

قانون کی نظر میں تمام شہری برابر اور قانون کے مساوی تحفظ کے حق دار ہیں۔

آئین پاکستان

آرٹیکل 25(1)

پیدائشی وقار، انفرادی خود مختاری کا احترام بشمول اپنی مرضی کا انتخاب کرنے کی آزادی، اور افراد کی آزادی؛ عدم امتیاز؛ معاشرے میں مکمل اور مؤثر شرکت اور شمولیت؛ معذوری کا شکار افراد کے فرق اور قبولیت کا احترام جو انسانی تنوع اور انسانیت کا حصہ ہے؛ مساوی مواقع؛ رسائی؛ مردوں اور خواتین کے درمیان برابری؛ معذوری کا شکار بچوں کی ارتقائی صلاحیتوں کا احترام اور معذوری کا شکار بچوں کے اپنی شناخت کے تحفظ کا احترام۔

معذوری کا شکار افراد کے حقوق کا معاہدہ

آرٹیکل 3- عام اصول

فریق ریاستیں ہر سطح پر ایک جامع نظام تعلیم کو یقینی بنائیں گی۔۔۔فریق ریاستیں اس بات کو یقینی بنائیں گی کہ معذوری کا شکار افراد کو معذوری کی بنیاد پر عمومی نظام تعلیم سے خارج نہ کیا جائے، اور یہ کہ معذوری کا شکار بچوں کو معذوری کی بنیاد پر مفت اور لازمی بنیادی تعلیم یا ثانوی تعلیم سے محروم نہ رکھا جائے۔

معذوری کا شکار افراد کے حقوق کا معاہدہ

آرٹیکل 24(2)(1)(الف)

فریق ریاستیں تسلیم کرتی ہیں کہ معذوری کا شکار افراد کو معذوری کی بنیاد پر امتیاز کے بغیر صحت کے اعلیٰ ترین قابل حصول معیارات سے مستفید ہونے کا حق حاصل ہے

معذوری کا شکار افراد کے حقوق کا معاہدہ

آرٹیکل 25

فریق ریاستیں تسلیم کرتی ہیں کہ کسی ذہنی یا جسمانی طور پر معذور بچے کو ایک مکمل اور باوقار زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے، ایسے حالات میں جو وقار کو یقینی بنائیں، خود انحصاری کو فروغ دیں اور بچے کی کمیونٹی میں مؤثر شرکت کو آسان بنائیں۔

معذوری کا شکار افراد کے حقوق کا معاہدہ

آرٹیکل 23(1)

ہر فریق ریاست، ملکی حالات، رجحانات اور امکانات کو مدنظر رکھتے ہوئے، معذوری کا شکار افراد کی فنی تربیت اور

ملازمت سے متعلق ایک قومی پالیسی تشکیل دے گی، اس پر عمل درآمد کرے گی اور اس کا مرحلہ وار جائزہ لے گی۔

آئی ایل او کنونشن 159

آرٹیکل 2

مہاجرین اور آئی ڈی پیز

کسی بھی شخص کو عقیدے کی بناء پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور وہاں زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

آرٹیکل 14 (ا)

کوئی بھی فریق ریاست کسی شخص کو کسی ایسی ریاست کے حوالے نہیں کرے گی یا اسے واپس نہیں لوٹائے گی جہاں اس بات کے ٹھوس شواہد موجود ہوں کہ وہاں اسے ایذا رسانی کا نشانہ بنایا جائے گا۔

ایذا رسانی اور دیگر ظالمانہ، غیر انسانی یا تضحیک آمیز سلوک کے خلاف میثاق

آرٹیکل نمبر 3

تعلیم

ریاست قانون کے تجویز کردہ طریقہ کار کے مطابق 5 سے 16 برس کے تمام بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرے گی۔

آئین پاکستان

آرٹیکل 25 (الف)

......ناخواندگی کا خاتمہ کرے گی اور ممکنہ حد تک کم سے کم عرصہ میں مفت و لازمی ثانوی تعلیم فراہم کرے گی۔

آرٹیکل 37 (ب)

قانون کی عائد کردہ معقول پابندیوں اور ضوابط کے تابع رہتے ہوئے تمام شہریوں کو عوامی اہمیت کے تمام معاملات میں معلومات لینے کا حق حاصل ہے۔

آئین پاکستان

آرٹیکل 19 (الف)

صحت

جنس، ذات، رنگ اورنسل کے امتیاز سے بالاتر، ریاست عوام کی فلاح اور بہبود کو یقینی بنائے گی اور ایسے تمام افراد کو بنیادی ضروریات زندگی۔۔۔مثلاً طبی سہولیات۔۔۔فراہم کرے گی جو بے روزگاری، بیماری یا معذوری کی بنا پر مستقل یا عارضی طور پر روزی کمانے کے قابل نہیں۔

آئین پاکستان

آرٹیکل **38**-(الف)اور(د)

ہر شخص ایک معقول معیار زندگی پر حق رکھتا ہے جو اس کی اور اس کے خاندان کی صحت اور فلاح و بہبود کی ضمانت فراہم کر سکے۔جس میں خوراک،لباس، رہائش،صحت برقرار رکھنے کی سہولیات،ضروری سماجی خدمات [بجلی، پانی،گیس وغیرہ[اور بے روزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپے یا ایسے حالات کے تحت جو اس کے بس سے باہر ہوں اور عدم روزگار کی کسی بھی صورت کے خلاف ضمانتیں بھی شامل ہیں۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

آرٹیکل **25**(**1**)

رہائش اراضی پر قبضے

ریاست،جنس،ذات، رنگ اورنسل سے بالاتر ہوکر معیار زندگی بہتر کر کے،عوام کی فلاح و بہبود کو یقینی بنائے گی۔۔۔

آئین پاکستان

آرٹیکل **38**(الف)

ہر شخص ایک معقول معیار زندگی کا حق رکھتا ہے۔ جو اس کے خاندان کی صحت اور فلاح اور بہبود کی ضمانت فراہم کر سکے۔۔۔جس میں رہائش کی سہولتیں بھی شامل ہیں۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

آرٹیکل **25**(**1**)

موجودہ میثاق کی توثیق کرنے والے تمام رکن ممالک ہر شہری کے اپنے اور اپنے خاندان کے لئے معقول معیار زندگی......بشمول مناسب خوراک،لباس اور ہاؤسنگ کے حق کو تسلیم کرتے ہیں۔اس کے ساتھ ہی حالاتِ زندگی میں مسلسل بہتری لانے کے اس کے حق کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔۔۔

معاشی،سماجی اور ثقافتی حقوق کے بارے میں بین الاقوامی معاہدہ

آرٹیکل **11**-(**1**)

ماحولیات

تمام انسان، ایسے ماحول کا بنیادی حق رکھتے ہیں، جوان کی صحت اور فلاح و بہبود کے تمام تقاضوں کو پورا کرے۔

تمام ممالک، ماحول کا تحفظ کریں گے اور قدرتی وسائل کو، موجودہ اور آنے والی نسلوں کی بہتری کے لیے استعمال کریں گے۔

تمام ممالک، ماحول کے تحفظ کے سلسلے میں مناسب اور موزوں معیار قائم کریں گے اور ماحولیاتی معیار اور قدرتی وسائل کے استعمال میں آنے والی تبدیلی کو مانیٹر اور متعلقہ اعداد و شمار کو منظر عام پر لائیں گے۔

ماحولیاتی تحفظ اور قابل توثیق ترقی کے لیے مجوزہ قانونی اصول

آرٹیکل **1-2** اور **4**

موجودہ اور آئندہ نسلوں کی بھلائی کے لیے فریق ریاستیں منصفانہ بنیادوں پر اپنی مشترکہ مگر ممتاز ذمہ داریوں اور استعداد کے مطابق ماحولیاتی نظام کا تحفظ یقینی بنائیں گی۔

ماحولیاتی تبدیلی پر اقوام متحدہ کا فریم ورک کنونشن

آرٹیکل **3** - رہنما اصول

ماحولیاتی تبدیلی سے متعلق تعلیم، تربیت اور شعور عامہ کو فروغ دیا جائے، اور باہمی تعاون کیا جائے، اس عمل میں غیر سرکاری تنظیموں سمیت عام شرکت کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

آرٹیکل **4(1(i)**

عہد و پیمان

ضمیمہ - 2

2019 کے دوران قانون سازی

2019 میں، پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں نے کل 107 قوانین منظور کیے: چھ وفاق کی سطح پر جبکہ 101 صوبائی سطح پر منظور ہوئے۔ منظور شدہ قوانین میں سے بیشتر ترامیم تھیں۔

وفاقی قوانین

- مغربی پاکستان سینما گھروں میں سگریٹ نوشی کی روک تھام (منسوخی) ایکٹ 2019 نے سینما گھروں میں سگریٹ نوشی کی روک تھام آرڈیننس 1960 کو منسوخ کیا۔
- انتخابات (ترمیمی) ایکٹ 2019 نے انتخابات ایکٹ 2017 میں ترمیم کی۔
- مالیات ضمنی (دوسرا ترمیمی) ایکٹ 2019 نے ٹیکسز اور محصولات سے متعلق بعض قوانین کو تبدیل کیا۔
- انتخابات (دوسرا ترمیمی) ایکٹ 2019 نے انتخابات ایکٹ 2017 میں مزید ترمیم کی۔
- فنانس ایکٹ 2019 نے یکم جولائی 2019 کو شروع ہونے والے سال کے لیے وفاقی حکومت کی مالیاتی تجاویز کو منظوری عطا کی۔
- ہیوی انڈسٹریز ٹیکسلا بورڈ (ترمیمی) ایکٹ 2019 نے ہیوی انڈسٹریز ٹیکسلا بورڈ ایکٹ 1997 کی بعض دفعات کو تبدیل کیا۔

صوبائی قوانین

بلوچستان

ذیل میں بلوچستان اسمبلی کے منظور شدہ 11 قوانین کا خلاصہ ہے:

- بلوچستان ریونیو اتھارٹی (ترمیمی) ایکٹ 2019 نے بلوچستان ریونیو اتھارٹی ایکٹ 2015 میں ترمیم کی ہے۔
- بلوچستان سیلز ٹیکس آن سروسز اتھارٹی (ترمیمی) ایکٹ 2019 نے بلوچستان سیلز ٹیکس آن سروسز اتھارٹی ایکٹ 2015 میں ترمیم کی ہے۔

- بلوچستان انفراسٹرکچر ڈیویلپمنٹ سیس ایکٹ 2019 کا مقصد بذریعہ ریل، سڑک، فضا یا سمندر صوبے میں داخل اور صوبے سے باہر جانے والی اشیاء یا بیرون ملک جانے والی اشیاء پر محصول لگانا ہے۔
- بلوچستان مقامی حکومت (ترمیمی) ایکٹ 2019 نے بلوچستان مقامی حکومت ایکٹ 2010 میں مزید ترمیم کی ہے۔ دفعہ 7 اور دفعہ 10 میں ترامیم کی گئیں۔
- بلوچستان فنانس ایکٹ 2019 نے صوبہ بلوچستان میں کئی لگان اور محصولات کو جاری رکھا اور بعض پر نظر ثانی کی، اس کا اطلاق یکم جولائی سے ہوا۔
- بلوچستان خیرات (اندراج، باضابطگی اور سہولت کاری) ایکٹ نمبر XI بابت 2019 نے بلوچستان میں خیراتی اداروں کے اندراج، باضابطگی اور سہولت کاری کے قوانین کو قانونی حیثیت دی، ان قوانین کو بدلا اور مستحکم کیا۔
- بلوچستان بورڈ آف انٹرمیڈیٹ وسیکنڈری تعلیم ایکٹ نمبر X بابت 2019 نے بلوچستان میں بورڈ آف انٹرمیڈیٹ وسیکنڈری تعلیم کی تعمیر نو اور تشکیل کی ہے۔
- بلوچستان ذہنی صحت ایکٹ، 2019 نمبر IX بابت 2019 نے بلوچستان 'ذہنی طور پر متاثرہ افراد" سے متعلق قوانین کو مرتکز اور تبدیل کیا ہے تاکہ ان کی نگہداشت، علاج اور ان کی املاک و معاملات کا بندوبست ہو سکے، اور سماج کو ایسے لوگوں کی دیکھ بھال کی ترغیب دی جا سکے۔
- بلوچستان سول کورٹ (ترمیمی) ایکٹ نمبر VIII بابت 2019 نے بلوچستان سول کورٹس آرڈیننس 1962 میں ترمیم کی۔
- حدود (بلوچستان ترمیمی) ایکٹ نمبر VII بابت 2019 نے حدود ایکٹ 1908 میں ترمیم کی ہے۔
- بلوچستان لازمی تعلیمی خدمات ایکٹ نمبر VI 2019 نے بلوچستان میں تعلیمی خدمات کو "لازمی خدمات" قرار دیا اور بلوچستان میں تعلیم کو پیشہ ورانہ، منظم، مؤثر اور جوابدہ بنانے کے لیے تعلیمی خدمات کے بہتر نظم ونسق کا بندوبست کیا ہے۔

خیبر پختونخوا

کے پی اسمبلی کے منظور کردہ 47 قوانین کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

- خیبر پختونخوا شعبہ کان کنی نظم ونسق (ترمیمی) ایکٹ، 2019 نے کے پی شعبہ کان کنی نظم ونسق ایکٹ 2017 میں ترمیم کی۔
- خیبر پختونخوا مقامی حکومت (دوسرا ترمیمی) ایکٹ، 2019 نے کے پی مقامی حکومت ایکٹ 2013 میں مزید ترمیم کی۔

- خیبرپختونخواانسانی حقوق کافروغ،تحفظ ونفاذ (ترمیمی) ایکٹ 2019 نے خیبرپختونخواانسانی حقوق کافروغ، تحفظ ونفاذ ایکٹ 2014 کی دفعات 2، 3اور 5 سے 12 تک میں ترمیم کی۔
- خیبرپختونخواانسانی حقوق کافروغ،تحفظ ونفاذ (ترمیمی) ایکٹ 2019 اسی نام سے منظور ہونے والے اپریل 2019 کے ابتدائی ایکٹ کے بعد دوسرے ایکٹ نے 'محکمہ' کی وضاحت کی اور علاقائی دفاتر قائم کیے۔
- خیبرپختونخواعورتوں کے جائیداد کےحقوق کے ایکٹ 2019 کا مقصد کے پی میں عورتوں کے جائیداد کے حق کو تحفظ فراہم کرنا ہے۔
- خیبرپختونخوا جرنلسٹ ویلفیئر اینڈومنٹ فنڈ (ترمیمی) ایکٹ 2019 نے خیبرپختونخوا جرنلسٹ ویلفیئر اینڈومنٹ فنڈ ایکٹ 2014 کی بعض دفعات میں ترامیم کی ہیں۔
- خیبرپختونخوا قانونی امداد ایکٹ، 2019 نے غریب لوگوں کو قانونی امداد فراہم کرنے کے لیے قانونی امداد کی ایجنسی کے قیام کا بندوبست کیا ہے۔
- جانشینی (خیبرپختونخوا) (ترمیمی) ایکٹ، 2019 نے جانشینی ایکٹ 1925 میں ایک نئی دفعہ شامل کی ہے تاکہ نادرا، خانگی رجسٹریشن سرٹیفکیٹ کی مطابقت میں، متوفی/متوفیہ کے قانونی ورثا کو ایڈمنسٹریشن اور جانشینی کے سرٹیفکیٹ جاری کر سکے۔
- مجموعہ ضابطہ تعزیرات (خیبرپختونخوا) (ترمیمی) ایکٹ، 2019 نے مجموعہ ضابطہ تعزیرات 1898 کی دفعہ 14 -الف میں ترمیم کی ہے۔
- خیبرپختونخوا مجموعہ ضابطہ دیوانی (ترمیمی) بل 2019 نے مجموعہ ضابطہ دیوانی 1908 میں ترمیم کی ہے۔
- خیبرپختونخوا خصوصی پولیس افسران (ملازمتوں کی مستقلی) ایکٹ 2019 نے معاہدے کی بنیاد پر یا طے شدہ تنخواہ پر بھرتی ہونے والے خصوصی پولیس افسران کی ملازمتوں کو مستقل کیا ہے۔
- خیبرپختونخوا سیاحت ایکٹ، 2019 نے کے پی میں ثقافت اور سیاحت کے فروغ کا خاطر قانونی طریق کار فراہم کیا ہے۔
- خیبرپختونخوا علاقائی وضلعی صحت حکام بل 2019 نے کے پی میں صحت کا مؤثر نظام فراہم کیا اور کے پی میں صحت کے مراکز کی تنظیم نو کر کے علاقائی وضلعی سطح کو اختیار اور جوابدہی کی منتقلی یقینی بنائی ہے۔
- خیبرپختونخوا ایمپلائز ٹرانسپورٹ و ماس ٹرانزٹ ڈیپارٹمنٹ (ملازمتوں کی مستقلی) 2019 نے کے پی ڈائریکٹوریٹ ٹرانسپورٹ و ماس ٹرانزٹ میں گاڑیوں کے معائنے کے لیے عارضی طور پر بھرتی ہونے والے ملازمین اور گاڑیوں کے اخراج کے معائنہ سٹیشنوں میں طے شدہ تنخواہ پر بھرتی ہونے والے ملازمین کی ملازمت کو مستقل کیا ہے۔

- خیبر پختونخوا لیویز فورس ایکٹ، 2019 نے کے پی لیویز فورس کو برقرار رکھنے اور اسے کے پی پولیس میں منتقل کرنے کا بندوبست کیا ہے۔
- خیبر پختونخوا خاصہ دار فورس ایکٹ، 2019 نے سابق فاٹا اور اب کے پی کے ضم شدہ اضلاع میں خاصہ دار فورس کو باضابطہ بنانے اور برقرار رکھنے کا بندوبست کیا ہے۔
- خیبر پختونخوا جوڈیشل اکیڈمی (ترمیمی) ایکٹ، 2019 نے خیبر پختونخوا جوڈیشل اکیڈمی ایکٹ 2012 میں ترمیم کی ہے۔
- نیشنل ڈیزاسٹر مینجمنٹ (خیبر پختونخوا) (ترمیمی) ایکٹ، 2019 نے نیشنل ڈیزاسٹر مینجمنٹ ایکٹ 2010 میں ترمیم کی ہے۔
- خیبر پختونخوا منشیات آور اشیاء پر کنٹرول ایکٹ، 2019 نے منشیات اور منقلب نفسی اشیاء کو کنٹرول کرنے کا بندوبست کیا ہے تاکہ کے پی کے عوام کی فلاح و بہبود کے لیے منشیات کو مؤثر طریقے سے ختم کیا جاسکے۔
- خیبر پختونخوا خیرات ایکٹ، 2019 نے خیراتی اداروں کے اندراج وضابطگی اور خیراتی فنڈز کے اکٹھا کرنے کا بندوبست کیا ہے۔
- خیبر پختونخوا ایجوکیشن مانیٹرنگ اتھارٹی ایکٹ، 2019 نے کے پی میں تعلیم کے سرکاری شعبے میں پرائمری و ثانوی تعلیم فراہم کرنے والے اداروں کی مانیٹرنگ کے مؤثر نظام کے لیے ایک اتھارٹی قائم کی ہے تاکہ مطلوبہ نتائج حاصل کیے جاسکیں، جوابدہی کا نظام مستحکم ہو، شفافیت کو فروغ ملے اور رقم کی قدر یقینی ہو سکے۔
- خیبر پختونخوا صوبوں کے زیرِ انتظام (ماضی میں) قبائلی علاقہ جات میں قوانین کا تسلسل ایکٹ 2018 نے ماضی میں صوبوں کے زیرانتظام قبائلی علاقہ جات جواب صوبہ کے پی میں ضم ہیں، میں قوانین کے تسلسل کا بندوبست کیا ہے۔
- خیبر پختونخوا ایمپلائز ٹرانسپورٹ ڈیپارٹمنٹ (ملازمتوں کی مستقلی) (ترمیمی) ایکٹ 2018 نے خیبر پختونخوا ایمپلائز ٹرانسپورٹ ڈیپارٹمنٹ (ملازمتوں کی مستقلی) ایکٹ 2017 میں ترمیم کی ہے۔
- خیبر پختونخوا ایمپلائز آف ایلیمنٹری و ثانوی تعلیم ڈیپارٹمنٹ (تقرری و ملازمتوں کی مستقلی) (ترمیمی) ایکٹ، 2018 نے خیبر پختونخوا ایمپلائز آف ایلیمنٹری و ثانوی تعلیم ڈیپارٹمنٹ (تقرری و ملازمتوں کی مستقلی) (ترمیمی) ایکٹ، 2017 میں ترمیم کی ہے۔
- خیبر پختونخوا ایجوکیشن ایمپلائز فاؤنڈیشن ایکٹ، 2018 نے محکمہ تعلیم کے ملازمین کی ترقی اور ان کی اور ان کے اہلِ خانہ کی بہبود، مدد، سہولت اور مفاد کے لیے کے پی ایجوکیشن ایمپلائز فاؤنڈیشن کے قیام کا بندوبست کیا ہے۔
- خیبر پختونخوا میڈیکل ٹیچنگ انسٹی ٹیوشنز (ترمیمی) ایکٹ، 2018 نے کے پی میڈیکل ٹیچنگ ادارہ جاتی

اصلاحات ایکٹ 2015 میں ترمیم کی ہے۔

- خیبر پختونخوا احتساب کمیشن (منسوخی) ایکٹ، 2019 نے خیبر پختونخوا احتساب کمیشن ایکٹ 2014 کو منسوخ کیا ہے۔
- خیبر پختونخوا خصوصی ریلیف (ترمیمی) ایکٹ، 2019 نے خصوصی ریلیف ایکٹ 1877 میں ترمیم کی ہے۔
- مجموعہ ضابطہ دیوانی (خیبر پختونخوا) (ترمیمی) ایکٹ، 2019 نے مجموعہ ضابطہ دیوانی ایکٹ 1908 میں ترمیم کی ہے۔
- خیبر پختونخوا امور نوجواناں نا قابل انتقال املاک کا بندوبست وتصفیہ ایکٹ، 2019 نے محکمہ کھیل، ثقافت، سیاحت، امور نوجواناں، آثاریات اور عجائب گھر کی نا قابل انتقال جائیداد کے نظم ونسق کا بندوبست کیا ہے۔
- خیبر پختونخوا دیوانی عدالتیں (ترمیمی) ایکٹ 2019 نے مغربی پاکستان دیوانی عدالتیں آرڈیننس 1962 میں مزید ترمیم کی ہے۔
- خیبر پختونخوا پاور آف اٹارنی (ترمیمی) ایکٹ 2019 نے پاور آف اٹارنی ایکٹ 1882 میں ترمیم کی ہے۔
- خیبر پختونخوا پبلک پروکیورمنٹ انضباطی اتھارٹی ایکٹ 2019 نے خیبر پختونخوا پبلک پروکیورمنٹ ریگولیٹری اتھارٹی ایکٹ 2012 میں ترمیم کی ہے۔
- خیبر پختونخوا پبلک پروکیورمنٹ انضباطی اتھارٹی (دوسرا ترمیمی) ایکٹ 2019 نے خیبر پختونخوا پبلک پروکیورمنٹ ریگولیٹری اتھارٹی ایکٹ 2012 کی دفعہ 14 میں ترمیم کی ہے۔
- پاک۔آسٹریا فیکو چ شول انسٹیٹیوٹ آف اپلائڈ سائنسز وٹیکنالوجی، ہری پور ایکٹ، 2019 نے انجنیئر نگ، سائنسز اور ٹیکنالوجی کے شعبوں میں تعلیم وتحقیق کے لیے پاک۔آسٹریا فیکو چ شول انسٹیٹیوٹ آف اپلائڈ سائنسز وٹیکنالوجی، ہری پور کی بنیاد رکھی۔
- خیبر پختونخوا صوبائی عمارات (بندوبست، کنٹرول، الاٹمنٹ) ایکٹ، 2019 نے خیبر پختونخوا صوبائی عمارات ایکٹ 2018 میں ترمیم کی ہے۔
- خیبر پختونخوا انرجی ڈویلپمنٹ آرگنائزیشن (ترمیمی) ایکٹ، 2019 نے خیبر پختونخوا انرجی ڈویلپمنٹ آرگنائزیشن ایکٹ 1993 کی دفعہ 18 میں ترمیم کی ہے۔
- خیبر پختونخوا اربن ماس ٹرانزٹ (ترمیمی) ایکٹ 2019 نے خیبر پختونخوا اربن ماس ٹرانزٹ ایکٹ 2016 میں ترمیم کی ہے۔
- خیبر پختونخوا حصول اراضی (کانیں) (ترمیمی) ایکٹ 2019 نے حصول اراضی (کانیں) ایکٹ 1885 کی دفعہ 12 میں ترمیم کی ہے۔

- خیبر پختونخوا سٹیمپ (ترمیمی) ایکٹ 2019 نے سٹیمپ ایکٹ 1899 کی دفعہ 62 میں ترمیم کی۔
- خیبر پختونخوا جامعات (ترمیمی) ایکٹ 2019 نے خیبر پختونخوا جامعات ایکٹ 2012 کے شیڈول 1 میں ترمیم کی ہے۔
- خیبر پختونخوا یوتھ ڈویلپمنٹ کمیشن ایکٹ 2019 نے خیبر پختونخوا یوتھ ڈویلپمنٹ کمیشن قائم کیا ہے۔
- خیبرّ پختونخوا حصول اراضی (ترمیمی) ایکٹ، 2019 نے حصول اراضی ایکٹ 1894 کی دفعہ 46 میں ترمیم کی ہے۔
- خیبر پختونخوا صوبوں کے زیرانتظام (ماضی میں) قبائلی علاقہ جات میں قوانین کا تسلسل ایکٹ 2019 نے ماضی میں صوبوں کے زیرانتظام قبائلی علاقہ جات میں قوانین کے تسلسل کا بندوبست کیا ہے۔
- خیبر پختونخوا مقامی حکومت (ترمیمی) ایکٹ، 2019 نے خیبر پختونخوا مقامی حکومت ایکٹ 2013 کو مزید تبدیل کیا ہے۔
- خیبر پختونخوا یوتھ ویلفیئر انڈومنٹ فنڈ ایکٹ، 2019 نے خیبر پختونخوا یوتھ ویلفیئر انڈومنٹ فنڈ کے قیام کا بندوبست کیا ہے۔
- خیبر پختونخوا فنانس ایکٹ 2019 نے بعض محصولات اور ٹیکسز کو برقرار رکھا، بعض پر نظرثانی کی اور بعض سے چھوٹ دی ہے۔

خیبر پختونخوا سول سرونٹس (ترمیمی) ایکٹ 2019 نے خیبر پختونخوا سول سرونٹس ایکٹ 1973 کی دفعہ 13 میں ترمیم کی ہے۔

پنجاب

ذیل میں پنجاب اسمبلی کے منظور شدہ 27 قوانین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

- پنجاب فنانس ایکٹ 2019 نے پنجاب میں بعض محصولات اور فیسوں اور دیگر جڑے ہوئے معاملات میں ردوبدل کیا اور انہیں معقول بنایا ہے۔
- پنجاب سرکاری خدمات تک رسائی ایکٹ 2019 نے طے شدہ وقت کے اندر عوام کو سرکاری خدمات کی فراہمی کی ہدایت کی ہے اور فرائض کی ادائیگی میں ناکامی کی صورت میں سرکاری ملازمین کی ذمہ داریوں کا تعین کیا ہے اور انتظامیہ کی کارگزاری بہتر کرنے پر زور دیا ہے۔
- پنجاب گھریلو ملازمین ایکٹ 2019 گھریلو ملازمین کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے، ان کی شرائط ملازمت، ملازمت کے حالات کا تعین کرتا ہے، انہیں سماجی تحفظ فراہم کرتا اور ان کی بہبود کو یقینی بناتا اور دیگر متعلقہ امور سے

نمٹتا ہے۔

- نمل انسٹیٹیوٹ میانوالی ایکٹ 2019 نے نجی شعبے میں نمل انسٹیٹیوٹ میانوالی کے قیام کا بندوبست کیا ہے جس کا بنیادی مقصد الیکٹریکل انجنیئرنگ، الیکٹرونکس انجنیئرنگ اور کمپیوٹر سائنسز میں تربیت کی فراہمی ہے۔
- پنجاب پیشہ ورانہ تحفظ وصحت ایکٹ 2019 خطرات کے تدارک کے لیے پیشہ ورانہ تحفظ وصحت کو یقینی بناتا ہے اور ملازمین کی جسمانی وذہنی ضروریات کو مدِنظر رکھتے ہوئے کام کے محفوظ وصحت مند ماحول کو فروغ دیتا ہے۔
- پنجاب مفادات کے ٹکراؤ کا تدارک ایکٹ 2019 نے پنجاب مفادات کے ٹکراؤ کے تدارک واخلاقیات کمیشن قائم کیا ہے تاکہ سرکاری عہدوں پر براجمان افراد کے نجی مفادات اور سرکاری فرائض میں ٹکراؤ کو روکا اور کم کیا جاسکے۔
- پنجاب سکلز ڈویلپمنٹ اتھارٹی ایکٹ 2019 نے فنی تعلیم اور پیشہ ورانہ تعلیم کے شعبے کے فروغ اور انتظام و انصرام کے لیے پنجاب سکلز ڈویلپمنٹ اتھارٹی قائم کی ہے۔
- صوبائی اسمبلی پنجاب سیکرٹریٹ سروسز ایکٹ 2019 نے صوبائی اسمبلی پنجاب سیکرٹریٹ میں تعینات ہونے والے لوگوں کی تعیناتی اور ملازمت کی شرائط کا تعین کیا ہے۔
- میر چاکر خان رِند یونیورسٹی آف ٹیکنالوجی ڈیرہ غازی خان، ایکٹ 2019 نے تحقیق کا بیڑہ اٹھانے اور اعلیٰ معیار کے فنی انسانی سرمائے کے فروغ وتخلیق کے لیے یونیورسٹی قائم کی ہے۔
- پنجاب گردہ وجگر ادارہ وتحقیق مرکز ایکٹ 2019 نے طبی وجراحی نگہداشت کے میدان میں، عالمی معیار کا مرکزِ فضیل (Centre of Excellence) قائم کیا ہے۔
- پنجاب آبِ پاک اتھارٹی ایکٹ 2019 نے پانی میں آلودگی کے سروے اور پانی کی دستیابی اور پانی کو آلودگی سے پاک کرنے کے پلانٹ نصب کرنے کی منصوبہ بندی اور قابلِ عمل اصول وضع کرنے کا بندوبست کیا ہے۔
- پنجاب مقامی حکومت ایکٹ 2019 نے پنجاب میں مقامی حکومتوں کی تشکیلِ نو کی ہے، جس کا مقصد مقامی حکومتوں کو پنجاب کو شہری و دیہی علاقوں میں تقسیم کرنے، حدود کی نشاندہی کرنے، اور ہر مقامی علاقے کی درجہ بندی کرنے اور انہیں نام دینے کے اختیار اور فرائض سونپ کر پنجاب میں سرکاری خدمات کی مؤثر فراہمی کرنا ہے۔ خود کو مسلمان ظاہر کرنے اور مقامی حکومت کے کسی عہدے کے لیے انتخاب میں حصہ لینے والے افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے کاغذات نامزدگی کے ساتھ چھٹے شیڈول کے تحت ایک اعلان نامہ جمع کروائیں۔
- پنجاب ولیج پنچائیت ونیبرہوڈ کونسل ایکٹ 2019 نے پنجاب میں غیر سیاسی عمل کے لیے شہریوں کی شمولیت کو ادارہ جاتی شکل دی اور استحکام بخشا ہے۔ خود کو مسلمان ظاہر کرنے اور مقامی حکومت کے کسی عہدے کے لیے انتخاب میں حصہ لینے والے افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے کاغذات نامزدگی کے ساتھ آٹھویں شیڈول کے تحت ایک اعلان نامہ جمع کروائیں۔

- پنجاب تنازعہ کا متبادل حل ایکٹ 2019 نے سستے وفوری انصاف کو یقینی بنایا ہے، بشمول ان تنازعات کے جو ناقابلِ انتقال جائیداد، خانگی جائیداد سے تعلق رکھتے ہیں جیسے کہ کمسن بچوں کی سرپرستی وتحویل جیسے معاملات، اور وراثت سے متعلقہ مقدمات۔
- پنجاب سزایابی ایکٹ 2019 کی رُو سے عدالتوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ فوجداری مقدمات میں سزا کے دورانیے کے ضمن میں، سزا کو سنگین بنانے یا کم کرنے کے لیے مطلوبہ عوامل پر غور کریں اوران کا ذکر کریں۔سب سے اہم یہ ہے کہ، عدالت دیکھے گی کہ کیا جرم کا محرک نسل، رنگ، قومیت، مذہب، صنفی شناخت، جنسی رجحان، عمر یا معذوری سے مخالفت کی وجہ سے نیز 14 سال سے کم عمر بچے کے خلاف سنگین تشدد جیسے معاملات سے تعلق رکھتا ہے۔
- پنجاب اینیمل ہیلتھ ایکٹ 2019 کا مقصد جانوروں کی بیماریوں کی روک تھام، ان پر کنٹرول پانا اوران کا تدارک کرنا ہے تاکہ جانوروں اور جانوروں کی اشیاء کی درآمد وبرآمد کے عالمی اصولوں کی پاسداری کی جاسکے۔
- پنجاب پروبیشن وپیرول سروس ایکٹ 2019 نے پروبیشن وپیرول سروس کا مؤثر نظام وضع کیا ہے تاکہ ایسے مجرموں کا جائزہ لیا جاسکے اوران کو سنبھالا جاسکے جو پروبیشن یا پیرول پر ہیں یا جنہیں پروبیشن یا پیرول پر بھیجا جا سکتا ہے۔مزید برآں اس ایکٹ کا مقصد فوجداری نظام انصاف میں بہتری لانا بھی ہے۔
- پنجاب آب ایکٹ 2019 نے پانی کے وسائل کو محفوظ اور پائیدار بنانے کے لیے ان کے بہتر بندوبست کو یقینی بنایا ہے۔
- جامعہ میانوالی ایکٹ 2019 نے جامعہ میانوالی قائم کی ہے۔
- پنجاب کم ازکم مقررہ اجرت ایکٹ 2019 نے مختلف شعبوں کے مزدوروں کے کم ازکم معاوضے سے متعلقہ قوانین کو اکٹھا کیا ہے۔
- پنجاب سرکاری نجی شراکت ایکٹ 2019 نے سرکاری نجی شراکت کے ذریعے پنجاب کی ترقی میں نجی شعبے کی شمولیت سے ایک سازگار ماحول پیدا کرنے کی سعی کی ہے۔
- پنجاب ضبط شدہ اور منجمد شدہ مراکز (ہسپتال وڈسپنسریاں) ایکٹ 2019 نے ضبط شدہ ومنجمد شدہ 'مراکز کے نظم وضبط اور ایسے اداروں کے ملازمین کو مرکزی دھارے میں لانے کے لیے ایک انتظامی بورڈ تشکیل دیا ہے۔
- پنجاب ضبط شدہ اور منجمد شدہ ادارے (مدارس وسکول) ایکٹ 2019 نے ضبط شدہ ومنجمد شدہ 'اداروں کے نظم و ضبط اور ایسے اداروں کے طالبعلموں کو مرکزی دھارے میں لانے کے لیے ایک انتظامی بورڈ تشکیل دیا ہے۔
- پنجاب کھال پنچایت ایکٹ 2019 نے ان علاقوں میں جہاں نہروں کا نظم ونسق حکومت کے پاس ہے، میں کھال پنچایتیں بنائی ہیں، اوراس حوالے سے حقوق وفرائض کا تعین کیا ہے۔
- پنجاب میڈیکل ٹیچنگ انسٹی ٹیوشنز (اصلاحات) ایکٹ 2019 نے طبی تعلیم میں بہتری لائی ہے اور طبی تعلیم

کے اداروں میں صحت کی سہولیات کو بہتر و مؤثر کیا ہے۔

- پنجاب ورکرز ویلفیئر فنڈ ایکٹ 2019 نے مزدوروں کی مدد کے لیے ورکرز ویلفیئر فنڈ کے قیام کا بندوبست کیا ہے۔
- راولپنڈی ویمن یونیورسٹی راولپنڈی ایکٹ 2019 نے گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج فار ویمن، سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی کو راولپنڈی ویمن یونیورسٹی راولپنڈی کا درجہ دیا ہے۔

سندھ

ذیل میں سندھ اسمبلی کے منظور شدہ 16 قوانین کا خلاصہ بیان ہے۔

- سندھ ادارہ برائے امراض قلب ایکٹ، 2018 (2018 میں منظور ہوا) نے ادارے کے قیام بندوبست کیا۔
- سندھ زکوۃ وعشر (ترمیمی) ایکٹ 2018 (2019 میں منظور ہوا) نے سندھ زکواۃ وعشر ایکٹ 2011 میں ترمیم کی ہے۔
- شہید محترمہ بے نظیر بھٹو ٹراما انسٹی ٹیوٹ کراچی ایکٹ 2018 (2019 میں منظور ہوا) نے ادارے کے قیام کی راہ ہموار کی۔
- سندھ مقامی حکومت (ترمیمی) ایکٹ 2019 نے سندھ مقامی حکومت ایکٹ 2013 میں ترمیم کی۔
- سندھ ادارہ برائے چائلڈ ہیلتھ و نیونیٹولوجی ایکٹ 2018 نے سندھ ادارہ برائے چائلڈ ہیلتھ و نیونیٹولوجی ایکٹ قائم کیا اور اس کی ذمہ داریوں اور ڈھانچے کا تعین کیا ہے۔
- سندھ زخمی افراد کے لازمی طبی علاج (امل عمر) ایکٹ 2019 نے ہنگامی حالت میں زخمی افراد کی طبی مدد اور علاج کا بندوبست کیا ہے۔
- مجموعہ ضابطہ دیوانی (سندھ ترمیمی) ایکٹ 2018 نے مجموعہ ضابطہ دیوانی میں مزید ترمیم کی ہے۔
- سندھ مقامی حکومت (دوسرا ترمیمی) ایکٹ 2019 نے سندھ مقامی حکومت ایکٹ 2013 کی دفعہ 26 میں ترمیم کی۔
- سندھ فنی تعلیم و پیشہ ورانہ تربیت اتھارٹی (ترمیمی) ایکٹ 2019 نے سندھ فنی تعلیم و پیشہ ورانہ تربیت اتھارٹی ایکٹ 2009 کی دفعہ 5 میں ترمیم کی۔
- سندھ جیل خانہ جات اور اصلاحی خدمات ایکٹ 2019 نے جیل خانہ جات اور اصلاحی مراکز کے قیام، بندوبست، کنٹرول وتحفظ، قیدیوں کی تحویل اور متعلقہ معاملات سے نبٹنے کا بندوبست کیا ہے۔
- سندھ (پولیس ایکٹ 1861 کی منسوخی اور پولیس آرڈر 2002 کی بحالی) (ترمیمی) ایکٹ 2019 نے پولیس ایکٹ 1861 کو منسوخ اور پولیس آرڈر 2002 کو بحال کیا ہے۔

- سندھ فنانس ایکٹ، 2019 نے صوبہ سندھ میں محصولات کو معقول بنایا، اور بعض محصولات میں اضافہ کیا اور بعض قوانین میں ترامیم کیں۔
- سندھ چیریٹیز رجسٹریشن وریگولیشن ایکٹ، 2019 نے خیراتی اداروں کے اندراج وضابطگی اور خیراتی فنڈز کے حصول اور استعمال کا بندوبست کیا ہے۔
- سندھ انسٹیٹیوٹ آف آفتھالمالوجی و وژوئل سائنسز (ترمیمی) ایکٹ، 2019 نے سندھ انسٹیٹیوٹ آف آفتھالمالوجی ووژوئل سائنسز ایکٹ میں ترمیم کی۔
- سندھ تولیدی صحت حقوق ایکٹ، 2019 نے سندھ میں تولیدی صحت کی سہولیات اور صحت کے حقوق کو فروغ دیا ہے۔
- صوبائی موٹر وہیکلز (ترمیمی) ایکٹ، 2019 نے صوبائی موٹر وہیکلز آرڈیننس 1965 میں ترمیم کی تا کہ کچھ تبدیلیاں کی جا سکیں جیسے کہ قانون میں ("نقص یا معذوری" کے بعد "سماعت کی معذوری کے حامل مختلف انداز سے قابل افراد سمیت" بعض الفاظ شامل کیے جا سکیں۔

انتظامی علاقہ جات

گلگت-بلتستان

- گلگت۔ بلتستان انسداد بدعنوانی (ترمیمی) ایکٹ، 2019
- گلگت۔ بلتستان سرکاری نجی شراکت ایکٹ، 2019
- گلگت۔ بلتستان معذوریوں کے حامل افراد کا ایکٹ 2019
- گلگت۔ بلتستان بورڈ آف سرمایہ کاری وتجارت ایکٹ، 2019
- گلگت۔ بلتستان سول سرونٹ (ترمیمی) ایکٹ، 2019
- گلگت-بلتستان ماتحت عدلیہ سروس ٹربیونل ایکٹ، 2019
- گلگت-بلتستان (ایس اے پی سکول ٹیچرز کی بھرتی ومستقلی) ایکٹ، 2019
- گلگت-بلتستان استغاثہ (ذمہ داریاں واختیارات) ایکٹ، 2019
- گلگت-بلتستان بچوں کی ملازمت کی ممانعت ایکٹ، 2019
- گلگت-بلتستان سروس ٹربیونل (ترمیمی) ایکٹ، 2019
- گلگت-بلتستان کم از کم معاوضہ ایکٹ، 2019

ضمیمہ - 3

آئین کی پاسداری کی ثقافت

آئین وقانون کی پاسداری ہر شہری کا لازمی فریضہ ہے وہ جہاں کہیں بھی مقیم ہو، اور ہر اس فرد کا بھی جو فی الوقت پاکستان میں مقیم ہو۔

آئینِ پاکستان کا شق 5(2)

آئین کو بالعموم "ریاست کے بنیادی ڈھانچے سے متعلق مرکزی رہنما دستاویز سمجھا جاتا ہے جو شہریوں اور ریاست کے مابین سماجی معاہدے کے خدوخال مہیا کرتی ہے، قوم کی روح کا تعین کرتی ہے اور اداروں کی عمارت سازی کا خاکہ کھینچتی ہے۔ آئین پاکستان 1973 اپنے مواد کے لحاظ سے قانونی حیثیت کا حامل ہے جبکہ اپنی نوعیت اور نقطہ نظر کے اعتبار سے ایک ضابطہ ہے جس میں ہمیں متعدد سلسلہ وار اقدامات کے احکامات کا ذکر ملتا ہے۔ مگر ہمارے یہاں، آئین کی پاسداری پر نظر رکھنے کی ثقافت معدوم ہے۔

2019 کے دوران، آئین کی پاسداری کے ضمن میں دو مثبت پیش رفتیں ہوئیں۔ اوّل، 17 دسمبر کو، پاکستان میں پہلی مرتبہ کسی سابق فوجی حکمران، جنرل پرویز مشرف کو، آئین کے شق 6 کی رُو سے، سنگین غدّاری کیس میں سزا سنائی گئی۔ شق 6، اگر اسے 12 (2) واحد شق کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے، آئین کی واحد شق ہے جس کی سزا مؤثر بہ ماضی ہونے کی حیثیت سے، 23 مارچ 1956، جب پاکستان ایک جمہوری ریاست بنا، سے لاگو ہوتی ہے۔

آئینی حکم کی پاسداری کی دوسری مثال ہمیں 20 جولائی 2019 کو دیکھنے کو ملی جب خیبر پختونخوا کی صوبائی اسمبلی میں ضم شدہ قبائلی اضلاع (ماضی میں وفاق کے زیرِ انتظام علاقہ جات) کی نشستوں کے تاریخ میں پہلی بار انتخابات منعقد ہوئے۔ 31 مئی 2018 کو منظور ہونے والی پچیسویں آئینی ترمیم کی شق 106 (1 الف) کا تقاضا تھا کہ 25 جولائی 2018 کو منعقد ہونے والے عام انتخابات کے ایک برس کے اندر یہ انتخابات منعقد ہونا ضروری ہیں۔

افسوسناک پہلو یہ ہے کہ آئینِ پاکستان کی ایسے کئی شقیں ہیں جنہیں یا تو جان بوجھ کر نظرانداز یا پامال کیا گیا ہے۔ آئین کی رُو سے، کئی آئینی اداروں جیسے کہ کونسل برائے مشترکہ مفادات (شقات 153 سے 155)، قومی معاشی کونسل (شق نمبر 156) کے سلسلہ وار اجلاس منعقد کرنا اور پارلیمان میں ان کی سالانہ رپورٹیں پیش کرنا ریاست کا آئینی فریضہ ہے۔ قومی مالیاتی کمیشن کی تشکیل (شق نمبر 160) اور اِس کی ششماہی رپورٹیں پیش کرنے کی واضح ہدایات موجود ہیں۔

کونسل برائے مشترکہ مفادات

2019 کے دوران، کونسل برائے مشترکہ مفادات نے صرف ایک اجلاس منعقد کیا—22 دسمبر 2019 کو— تقریباً 13 ماہ بعد، بجائے اس کے کہ وہ شق نمبر 154(3) کی پیروی کرتے ہوئے چار سہ ماہی اجلاس منعقد کرتی۔ بدقسمتی سے، وفاقی اکائیوں نے بھی کسی انتہائی اہم معاملے پر اجلاس کے لیے دستیاب آئینی دریچے سے فائدہ نہیں اٹھایا۔

اِسی طرح، 2010 میں منظور ہونے والی اٹھارہویں ترمیم کے ذریعے، آئین نے سی سی آئی کا مستقل مرکزی دفتر بنانے کا حکم بھی صادر کیا تھا مگر اس حوالے سے کوئی خاطرخواہ پیش رفت نہیں ہوئی۔ فی الوقت، صوبوں کے مابین رابطوں کی وفاقی وزارت کونسل کے مرکزی دفتر کا کام دے رہی ہے۔ کونسل پارلیمان کے دونوں ایوانوں کو جوابدہ ہے اور انہیں اپنی سالانہ رپورٹیں پیش کرنے کی پابند ہے۔ آخری رپورٹ 2016-2017 کی پیش ہوئی تھی، مطلب یہ کہ کم از کم دو رپورٹیں ابھی تک التواء کا شکار ہیں۔ 2017 میں ہونے والی ملک گیر مردم شماری کو حتمی شکل دینے کا معاملہ بھی 2019 کے دوران سی سی آئی میں زیرالتواہی رہا۔

قومی معاشی کونسل

آئین کا تقاضا ہے کہ قومی معاشی کونسل (این ای سی) ملک کی مجموعی معاشی حالت کے جائزے کے لیے سال میں کم از کم دو بار اجلاس منعقد کرے اور مالیاتی، تجارتی، سماجی اور معاشی پالیسیوں کے بارے میں وفاقی وصوبائی حکومتوں کی رہنمائی کے لیے منصوبہ بندی کرے۔ ایسی منصوبہ بندی کرتے وقت، یہ، دیگر عوامل کے علاوہ، آئین کے پالیسی کے اصولوں میں فراہم کردہ رہنمائی کی پیروی کرتے ہوئے، متوازن ترقی اور علاقائی مساوات کو یقینی بنائے گی (شق 160)۔

2019 کے دوران، این ای سی کا، 29 مئی 2019 کو محض ایک مختصر اجلاس منعقد ہوا، جس کا مقصد 2019-2020 کے مالیاتی سال کے لیے بجٹ کی منظوری تھا۔ این ای سی پارلیمان کے سامنے اپنی رپورٹیں رکھنے کی پابند ہے۔ آخری رپورٹ جو این ای سی نے پارلیمان کے سامنے رکھی وہ 2016-2017 کے سال کی تھی۔ اِس غیرفعالیت کی بدولت قوم اور وفاقی اکائیاں ملک کے معاشی حالات پر غوروخوض کے لیے ایک اہم آئینی ادارے سے استفادہ کرنے سے محروم ہیں۔

13 جون 2019 کو ایک حیران کن پیش رفت میں، وزیراعظم نے قومی ترقیاتی کونسل کے نام سے ایک انتظامی ادارہ قائم کیا جو اپنے اختیار اور ساخت کے لحاظ سے این ای سی جیسا ہی ہے، مگر مسلح افواج کے سربراہ (سی او اے ایس) کے اضافے کے ساتھ۔

قومی مالیاتی کمیشن

شق 160 کے تحت، قومی مالیاتی کمیشن (این ایف سی) کی کہانی بھی اس سے ملتی جلتی ہے۔ آئین ہر پانچ برس بعد این

ایف سی ایوارڈ کا تقاضا کرتا ہے، اورآخری ایوارڈ ساتواں این ایف سی ایوارڈ تھا جو دسمبر 2009 میں جاری ہوا تھا۔

وفاق اور وفاقی اکائیوں میں مالیاتی وسائل کی تقسیم کے نئے فارمولے پر، جولائی 2015 سے اتفاق نہیں ہو پا رہا۔ این ایف سی کی ششماہی رپورٹیں بھی پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں میں پیش ہونی چاہئیں۔ بدقسمتی سے، جون 2018 تک 16 رپورٹیں پیش ہونے کے بعد سے اب تک اس آئینی فریضے کی، بغیر کسی وضاحت کے، ادائیگی نہیں کی جا رہی۔

2019 کے دوران، این ایف سی کے دو اجلاس ہوئے مگر 31 دسمبر 2019 تک نیا ایوارڈ متعارف کرنے کے اعلانیہ وعدے کے باوجود، ابھی تک کوئی ٹھوس پیش رفت نہیں ہوئی۔ آئینی اداروں کو متروک نہ بھی سہی مگر غیر مؤثر اور غیر متعلقہ رکھنے کا عمل پاکستان وفاق کے لیے نیک شگون نہیں ہے جو پہلے ہی تحفظات و شکایات کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے۔ جہاں تک آئین کے عوامی حصے کی بات ہے تو اس حوالے سے پالیسی کے اصول (شق 29 سے 40) نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔ این ایف سی نہ صرف ان پر مفصّل بحث کرنے اور ان کے بارے میں مؤثر منصوبہ بندی کرنے میں ناکام ہے، بلکہ انتظامیہ بھی سالانہ رپورٹ پارلیمان و صوبائی اسمبلیوں میں پیش کرنے کے اپنے آئینی فریضے میں ناکام دکھائی نظر آتی ہے ہے۔ پارلیمان میں پیش ہونے والی آخری رپورٹ 2015-2016 کی تھی۔

بنیادی حقوق

آئین میں ضمانت شدہ بنیادی حقوق کا باب (شق 8 سے 28 تک) کہتا ہے کہ ریاست ایسا کوئی قانون نہیں بنائے گی جس سے یہ عطا کردہ حقوق ختم یا مختصر ہوتے ہوں اور اس دفعہ کے منافی بننے والا کوئی بھی قانون کالعدم تصور ہوگا۔ 2012 تک، ان معاملات کا تعین اعلیٰ عدالت کرتی رہی ہے۔ البتہ، قومی کمیشن برائے انسانی حقوق ایکٹ 2012 کی منظوری کے بعد یہ ذمہ داری کمیشن کو سونپی گئی۔

پہلے کمیشن (2015-2019) نے اس حوالے سے بمشکل ہی کوئی پیش رفت کی مگر مئی 2019 سے اس کا سربراہ ہی نہیں ہے، حالانکہ قانون کی رو سے، نشستوں کو 60 دنوں کے اندر پر کرنا ضروری ہے۔

بنیادی حقوق سے متعلق باب میں، درج ذیل 13 قانونی شرائط کے ساتھ، 24 حقوق شامل ہیں:

قانون کے تابع

- شق 14: فرد کا وقار اور گھر کی خلوت
- شق 20: مذہب کی پیروی اور مذہبی اداروں کے بندوبست کی آزادی
- شق 22: مذہب کے حوالے سے تعلیمی اداروں کا تحفظ
- شق 24: املاک کے حقوق کا تحفظ
- شق 25۔الف: تعلیم کا حق

- شق 28: زبان، رسم الخط اور ثقافت کا تحفظ

قانون کی عائد کردہ معقول پابندیوں کے تابع

- شق 15: نقل وحرکت کی آزادی
- شق 16: اجتماع کی آزادی
- شق 17: انجمن سازی کی آزادی
- شق 19: تقریر وغیرہ کی آزادی
- شق 19 الف: معلومات کا حق
- شق 23: املاک کا بندوبست

قانون کے تجویز شدہ ضابطے کے تحت

- شق 18: تجارت، کاروبار یا پیشے کی آزادی

بدقسمتی سے، متعدد بنیادی حقوق کی راہ میں حائل متروک قوانین کو جمہوریت پسند بنانے کے لیے ابھی تک بہت معمولی پیش رفت ہوئی ہے۔ کوٹہ سسٹم کی فراہمی والی آئینی شرط کی میعاد 2013 میں ختم ہوگئی تھی مگر اس پر ابھی تک عمل درآمد ہو رہا ہے۔

پاکستانی بچوں کی مفت ولازمی تعلیم کی فراہمی کی خاطر شق 25-الف کے تحت منظور ہونے والے حقِ تعلیم کے قوانین پر ابھی تک عملدرآمد نہیں ہوسکا۔

شق نمبر 19 الف کی مطابقت میں بننے والا حقِ معلومات کمیشن 2019 میں بھی وسائل سے محروم رہا۔

مقامی حکومت سے متعلق شق نمبر 140 کی پاسداری بھی نہ ہوسکی۔ بلوچستان، خیبر پختونخوا اور کنٹونمنٹس بورڈ میں مقامی حکومتوں نے اپنی مدت پوری کی جبکہ پنجاب میں انہیں ہمیشہ کے لیے گھر بھیج دیا گیا۔ انتخابی ایکٹ 2017 کی رُو سے، 120 ایام کے اندر مقامی انتخابات ہونا ضروری ہیں مگر انہیں طویل التوا کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔

آخر میں، 2019 کے دوران، حکومت اور پارلیمان شق نمبر 215 (4) کی پاسداری میں ناکام رہی ہیں جو الیکشن کمیشن پاکستان کے کسی رکن کی نشست خالی ہونے کے 45 دنوں کے اندر نئی تقرری پر زور دیتی ہے۔

اصل مسئلہ بذاتِ خود آئین کے اندر ہے، مثال کے طور پر شق نمبر 254 کہتی ہے کہ "جب کوئی فعل یا امر دستور ایک خاص مدت میں کرنا مطلوب ہو اور اس مدت میں نہ کیا جائے تو اس فعل یا امر کا کرنا صرف اس وجہ سے کالعدم نہ ہوگا یا بصورت دیگر غیر مؤثر نہ ہوگا کہ یہ مذکورہ مدت میں نہیں کیا گیا تھا۔" وقت آ گیا ہے کہ انتظامیہ اور پارلیمان کی جانب سے برتی جانیوالی تاخیر کو وقت کی حد بندیوں کے تابع کیا جائے۔

ضمیمہ - 4

انسانی حقوق سے متعلق اعدادوشمار

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) انگریزی و اردو اخبارات میں چھپنے والی اطلاعات کی بنیاد پر انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں اور انسانی حقوق کے دیگر معاملات سے متعلق اعدادوشمار کو جمع کرتا اور ان تک آن لائن رسائی یقینی بناتا ہے۔ اس کے علاوہ، یہ پولیس، کمیشن برائے قانون وانصاف جیسے اداروں کے سرکاری کوائف اور ملکی و غیر ملکی تنظیموں کے جاری کردہ اعدادوشمار اکٹھا کرتا ہے۔ کئی واقعات میں، یہ اعدادوشمار اندازے ہوتے ہیں اور کسی رجحان کی عکاسی کرتے ہیں۔ حقیقی تعداد، خاص طور پر عورتوں و بچوں کے خلاف تشدد کے واقعات میں، زیادہ ہوسکتی ہے کیونکہ ایسے واقعات کا رپورٹ نہ ہونا غیر معمولی نہیں ہے۔

انصاف کا انتظام وانصرام

عدلیہ، زیرِ سماعت مقدمات

پاکستان کمیشن برائے قانون وانصاف کے مطابق، دسمبر 2019 کے اختتام پر، ملک بھر کی عدالتوں (نچلی، خصوصی اور اعلیٰ عدالتوں) میں 1,826,651 مقدمات زیرِ سماعت تھے۔ گذشتہ برس یہ تعداد تقریباً 19 لاکھ تھی (ایچ آر سی پی، 2018 میں انسانی حقوق کی صورتِ حال)

2018 میں 41,910 مقدمات اگلے برس منتقل ہونے کے علاوہ، عدالتِ عظمیٰ میں 1,557 مزید مقدمات درج ہوئے جبکہ عدالت نے 888 مقدمات کا تصفیہ کیا۔ (پاکستان کمیشن برائے قانون وانصاف) [1]

اعلیٰ عدالت میں، 2018 کے مقابلے میں، اس برس زیرِ سماعت مقدمات میں 2,800 مقدمات کا اضافہ ہوا ہے۔ ذیل میں بیان جدول الف-1 میں چاروں عدالت ہائے عالیہ، عدالتِ عظمیٰ پاکستان اور وفاقی شرعی عدالت میں زیرِ سماعت مقدمات کی تعداد بتائی گئی ہے۔ ضلعی عدالتوں میں، دسمبر 2019 کے اختتام پر، 1,460,530 مقدمات تھے: پنجاب میں 1,113,948؛ سندھ میں 93,960، خیبر پختونخوا میں 197,515، بلوچستان میں 13,778 اور اسلام آباد میں 41,329 مقدمات زیرِ سماعت تھے (پاکستان کمیشن برائے قانون وانصاف)

[1] اس میزان اور جدول الف-1 میں بیان مقدمات میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ مقدمات منتقل ہوئے، دوبارہ کھلے، یا بحال ہوئے یا جہاں ریمانڈ یا اپیل کی اجازت دی گئی۔

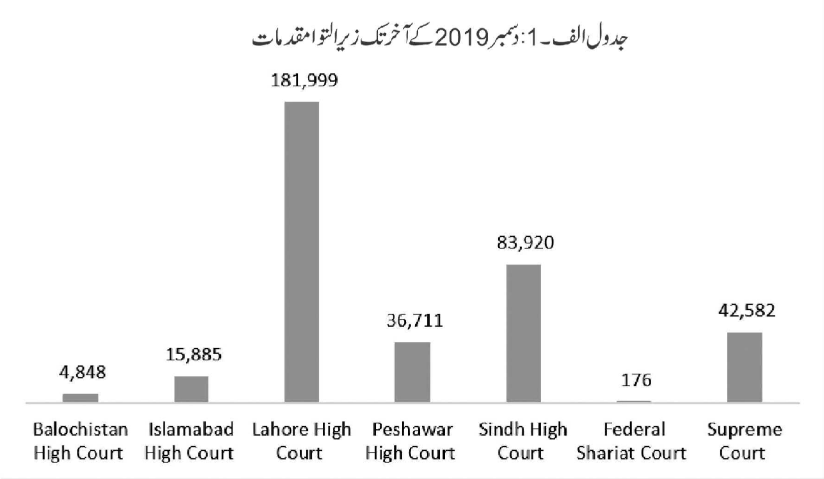

ذریعہ: پاکستان کمیشن برائے قانون وانصاف (http://ljcp.gov.pk/nljcp/assets/dist/news_pdf/courts.pdf)

ماڈل عدالتیں

پاکستان میں مقدمات کے بروقت تصفیے کے لیے 2017 میں ماڈل فوجداری عدالتیں قائم ہوئیں۔ 2019 میں ان کی کارکردگی کا جائزہ نیچے جدول الف-1 میں دیا گیا ہے۔

جدول الف-**1**:**2019** میں ماڈل عدالتوں نے کتنے مقدمات کا تصفیہ کیا

مقدمات کی تعداد	
پاکستان میں مقدمات کی کل تعداد	30,049
قتل کے مقدمات کی تعداد	10,121
منشیات کے مقدمات کی تعداد	19,928

ذرائع: ڈائریکٹر جنرل، عدالت عظمیٰ مانیٹرنگ سیل *https://www.pakistantoday.com.pk/2020/01/03/model-courts-disposed-of-30049-cases-in-2019/)*

قومی احتساب بیورو

قومی احتساب بیورو کو 2019 میں 51,591 شکایات موصول ہوئیں (2018 میں یہ تعداد 44,315 تھی)، جن میں سے 46,123 کا تصفیہ ہوا۔ تصدیق کے لیے منظور ہونے والی 1,464 شکایات میں سے 1,362 کی تصدیق ہوئی۔ نیب نے 574 انکوائریاں منظور کیں، 658 مکمل کیں اور 859 پر کام جاری رکھے گا۔ اس نے 221 تحقیقات منظور کیں، جن میں سے 217 مکمل ہوئیں؛ اور 335 تحقیقیات پر کام جاری تھا۔ 2019 کے اختتام پر، مختلف احتساب عدالتوں میں بدعنوانی کے 1,275 ریفرنسز سماعت کے مختلف مراحل پر تھے۔

سزائے موت

2018 میں سزائے موت کی قیدیوں کی تعداد 4,688 تھی جو 2019 میں کم ہوکر 4,225 تک آ گئی ہے (ایچ آر سی پی، 2018 میں انسانی حقوق کی صورتِ حال؛ جسٹس پراجیکٹ پاکستان)۔ ذرائع ابلاغ سے حاصل ہونے والے کوائف بتاتے ہیں کہ 2019 میں کم ازکم 584 افراد کوسزائے موت سنائی گئی، جبکہ 15 کوتختہ دار پرلٹکایا گیا، جن میں سے 12 پنجاب سے تھے۔ مرکز برائے سماجی انصاف سے حاصل ہونے والے کوائف بتاتے ہیں کہ دسمبر 2019 کے اختتام پر، 17 افرادتوہینِ رسالت کے جرم میں سزائے موت کے قیدی کی حیثیت سے جیل میں بند تھے۔

امن عامہ

جرم

پنجاب میں، پولیس کے اعداد وشمار ظاہر کرتے ہیں کہ 2019 میں کُل 490,341 جرائم رپورٹ ہوئے۔ ان میں سے 51,401 (10.5 فیصد) جرائم افراد کے خلاف، 116,608 (23.8 فیصد) جرائم املاک کے خلاف، 154,044 مقامی یا خصوصی قوانین کی خلاف ورزیاں (31.4 فیصد)، اور 168,288 (34.3 فیصد) 'متفرق' جرائم تھے۔ یہ تعداد رپورٹ ہونے والے جرائم میں نمایاں اضافے کی عکاسی کرتی ہے۔ 2018 میں یہ تعداد 409,030 تھی۔ جرائم میں زیادہ تر اضافہ آخری تین اقسام کے جرائم میں ہوا ہے، جبکہ افراد کے خلاف 918 جرائم پچھلے برس کی نسبت زیادہ رپورٹ ہوئے ہیں۔

2018 اور 2019 کے اعداد وشمار کے موازنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رپورٹ ہونے والے قتل کے واقعات میں معمولی سی کمی آئی ہے، یہ 4,146 سے 4,060 تک آئے ہیں؛ اقدامِ قتل کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے، 4,980 سے 5,341 تک بڑھے ہیں؛ اور جنسی زیادتی کے واقعات میں نمایاں اضافہ ہوا ہے، 3,300 سے 3,881 تک بڑھے ہیں (ایچ آر سی پی، 2018 میں انسانی حقوق کی صورتِ حال)

نیچے جدول الف-2 میں پنجاب میں افراد واملاک کے خلاف سرزد ہونے والے جرائم کی تعداد بتائی گئی ہے

جدول الف-**2**: پنجاب میں **2019** میں جرائم کے کوائف

افراد کے خلاف جرائم	رپورٹ ہونے والے جرائم کی تعداد
قتل	4,060
اقدام قتل	5,341
ضرب	14,961
اغوا	15,025

اغوا/تاوان	71
جنسی تشدد	3,881
اجتماعی تشدد	190
دیگر	7,872
کل	51,401
املاک کے خلاف جرائم	جرائم کی تعداد
ڈکیتی	951
رہزنی	18,253
نقب زنی	12,643
مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 382 کے تحت چورک	1,601
گاڑیوں کی چوری	25,741
گاڑیاں چھننے کے واقعات	4,273
مویشیوں کی چوری	7,003
دیگر	46,143
کل	116,608

ذریعہ: پنجاب پولیس (https://www.punjabpolice.gov.pk/crimestatistics)

سندھ میں، پولیس کے اعداد وشمار ظاہر کرتے ہیں کہ جنوری سے وسط اکتوبر 2019 تک کل 70,499 جرائم درج ہوئے۔ ان میں سے 11,025 جرائم افراد کے خلاف، 13,286 جرائم املاک کے خلاف، 24,195 متفرق جرائم اور 21,231 مقامی یا خصوصی قوانین کی خلاف ورزیاں، 710 حادثات، اور توہینِ مذہب کے 32 واقعات (2018 میں یہ تعداد 28 تھی) درج ہوئے۔ اگرچہ یہ اعداد وشمار 2019 کے اختتام سے چھ ہفتے قبل کے ہیں، مگر یہ جرائم میں اضافے نشاندہی کرتے ہیں۔

ذرائع ابلاغ کو دی جانی والی پولیس رپورٹ کے مطابق، سندھ میں جنوری 2019 کے اختتام اور جنوری 2020 کے اختتام کے دوران انسانی حقوق کے خلاف ورزیوں کے 2,093 واقعات رپورٹ ہوئے جبکہ 2,115 مشتبہ افراد کو گرفتار کیا گیا۔ رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ 735 واقعات میں فردِ جرم عائد ہوئی، 863 زیرِ تحقیقات ہیں، اور 749 عدالتوں میں زیرِ سماعت تھے۔

خیبر پختونخوا پولیس سے سرکاری کوائف دستیاب نہیں ہوئے مگر ذرائع ابلاغ کی اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ 2018 اور 2019 کے پہلے آٹھ ماہ کا موازنہ کیا جائے تو جرائم کی تعداد 138,200 سے کم ہو کر 131,344 تک آئی ہے۔

نیچے جدول الف-3 میں دونوں برسوں کے پہلے آٹھ ماہ کے اعداد وشمار کا موازنہ پیش کیا گیا ہے۔

جدول الف-3: خیبر پختونخواہ میں 2019 میں جرائم کے کوائف

جرم	2018 (جنوری سے ستمبر)	2019 (جنوری سے ستمبر)
قتل	1,860	1,853
اقدام قتل	2,028	1,974
جنسی زیادتی	170	172
اغوا (بچوں کا)	33	30
اغوا	717	667
ڈکیتی	46	40
رہزنی	266	263
نقب زنی	622	589
چوری	815	809
گاڑیوں کی چوری	216	192
گاڑیوں کو چھیننا	37	30
مہلک حادثات	856	850
دہشت گردی کے واقعات	86	73

ذریعہ: فرنٹیئر پوسٹ سے حاصل ہونے والے کوائف

بلوچستان پولیس نے 2019 میں کل 9,185 درج کیے۔ (2018 میں ان کی تعداد 8,763 تھی)۔ ان میں خودکش حملوں، بم دھماکے، ٹارگٹ/فرقہ وارانہ قتل کے 18 واقعات شامل ہیں۔

دارالحکومت اسلام کی پولیس نے 2018 کے مقابلے میں اس برس سنگین جرائم کی شرح میں 16.5 کمی رپورٹ کی ہے۔ 2019 میں کل 668 افراد سنگین جرائم میں گرفتار ہوئے ہیں جبکہ 2018 میں ایسے افراد کی تعدا606 تھی۔ ذیل میں جدول الف-4 2018 اور 2019 کے موازنے کے طور پر اعداد وشمار پیش کرتا ہے۔ عورتوں کے خلاف تشدد بھی ملاحظہ کریں۔

جدول الف-4: 2018 اور 2019 میں اسلام آباد میں جرائم کے کوائف

جرم	2018	2019
قتل	119	106
اغوا برائے تاوان	2	1

ڈکیتی	40	28
رہزنی	398	367
قتل، زخمی یا حراست میں رکھنے کی تیاریاں کرنے کے بعد چوری (دفعہ 382)	108	71
نقب زنی	365	279
مہلک حادثات	158	142
کل	1,190	994

ذریعہ: اسلام آباد پولیس

(http://islamabadpolice.gov.pk/ipwe/crime-statistics)

انسانی اسمگلنگ

وفاقی تحقیقاتی ایجنسی کا دعویٰ ہے کہ 2019 میں انسانی اسمگلنگ کے 4,500 واقعات رپورٹ ہوئے اور کم از کم 1,600 مجرم گرفتار ہوئے۔ ایسوسی ایٹڈ پریس نے رپورٹ کیا کہ 2018 سے، پاکستان بھر سے کم از کم 629 لڑکیاں اور عورتیں چینی شہریوں کو دلہن کے طور پر فروخت کر کے چین بھیجی گئیں۔

کشیدگی سے متعلق تشدد

سنٹر فار ریسرچ وسیکیورٹی اسٹڈیز کے مطابق، پاکستان میں 2019 میں دہشت گردانہ حملوں اور انسداد دہشت گردی کی کارروائیوں میں 1,444 افراد نشانہ بنے، جن میں سے 679 ہلاک اور 765 زخمی ہوئے تھے۔

یہ تعداد پچھلے برس سے کافی کم ہے جب اس ادارے نے ایسے واقعات کی تعداد 2,333 بتائی تھی۔

سب سے زیادہ متاثر بلوچستان ہوا جہاں 621 (کُل نشانہ بننے والوں کا 43 فیصد) لوگ نشانہ بنے، جس کے بعد 283 متاثرین کے ساتھ خیبر پختونخوا، 251 متاثرین کے ساتھ سابق فاٹا، 148 متاثرین کے ساتھ پنجاب، اور 123 متاثرین کے ساتھ سندھ متاثرہ صوبوں میں شامل تھا۔

بلوچستان اور خیبر پختونخوا (بشمول سابق فاٹا) لگ بھگ 63 فیصد واقعات کے ساتھ سب سے زیادہ متاثر ہونے والے صوبے ہیں (سی آر ایس ایس کی سلامتی پر سالانہ رپورٹ)۔

پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف پیس اسٹڈیز کے کوائف بتاتے ہیں کہ فرقہ وارانہ اور قوم پرست گروہوں نے 2019 میں دہشت گردی کے 229 حملے کیے جن میں 357 افراد ہلاک اور 729 زخمی ہوئے۔

یہ تعداد 2018 میں ایسے حملوں سے 40 فیصد کمی کی عکاسی کرتی ہے۔ ان میں سے زیادہ تر حملے خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں پیش آئے تھے۔

ان میں نصف سے زائد حملوں (118) کا ہدف سلامتی وقانون کے نفاذ کے ادارے، جبکہ 39 حملوں کا ہدف عام شہری تھے۔

اس قسم کے 11 دیگر حملوں میں شیعہ برادری، بنیادی طور پر ہزارہ برادری کو نشانہ بنایا گیا جن میں 32 لوگ ہلاک اور 72 زخمی ہوئے، پانچ حملے سنی برادری اور نو حملے سیاسی رہنماؤں اور کارکنوں پر کیے گئے۔

صنف کی بنیاد پر تشدد

ایچ آر سی پی کے کوائف بتاتے ہیں کہ 'عزت' کے جرائم بلاک روک ٹوک جاری رہے (نقشہ الف-2) اور سب سے زیادہ جرائم پنجاب سے سامنے آئے۔

سندھ پولیس کے کوائف معمولی حدتک مختلف ہیں جن میں دکھایا گیا کہ 2019 میں کم از کم 108 عورتیں 'عزت' کے نام پر قتل ہوئیں۔ نقشہ الف-3 سندھ میں عورتوں کے خلاف تشدد کی دیگر اقسام کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے۔ اس کے علاوہ، سندھ پولیس کے کوائف بتاتے ہیں کہ 2019 میں کام کے مقامات پر عورتوں کی ہراسانی کے 35 واقعات رپورٹ ہوئے۔

اگرچہ جدول الف-4 میں جرائم کے دیے گئے اعدادوشمار میں صنف کی بنیاد پر تشدد کے وہ واقعات شامل نہیں جو دارالحکومت اسلام آباد میں پیش آئے، مگر اسلام آباد پولیس سے علیحدہ طور پر لیے گئے کوائف ظاہر کرتے ہیں کہ عورتوں کے خلاف جرائم میں 2018 کی نسبت 2019 میں 38 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ 2018 میں یہ تعداد 79 تھی جبکہ 2019 اس قسم کے 109 واقعات پیش آئے جن میں اغواء کے 31 اور جنسی تشدد کے 35 واقعات شامل تھے۔

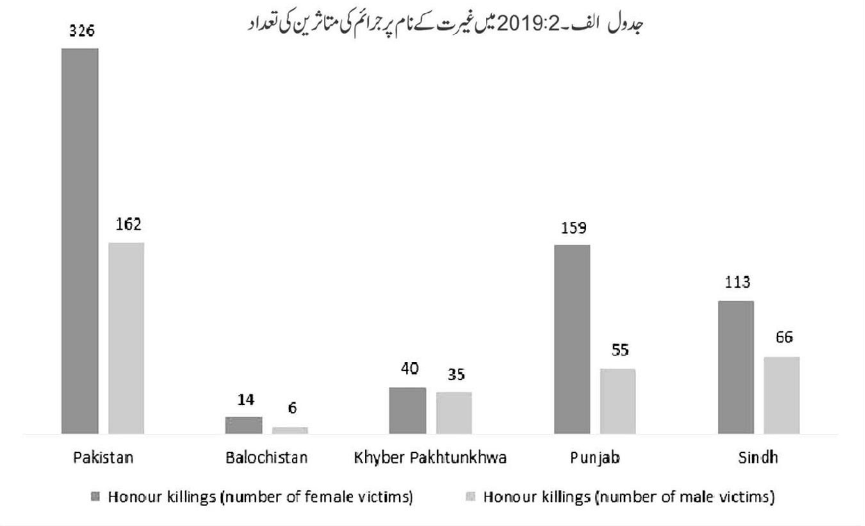

ذرائع: ایچ آر سی پی مانیٹر، اخبارات کی اطلاعات کی بنیاد پر

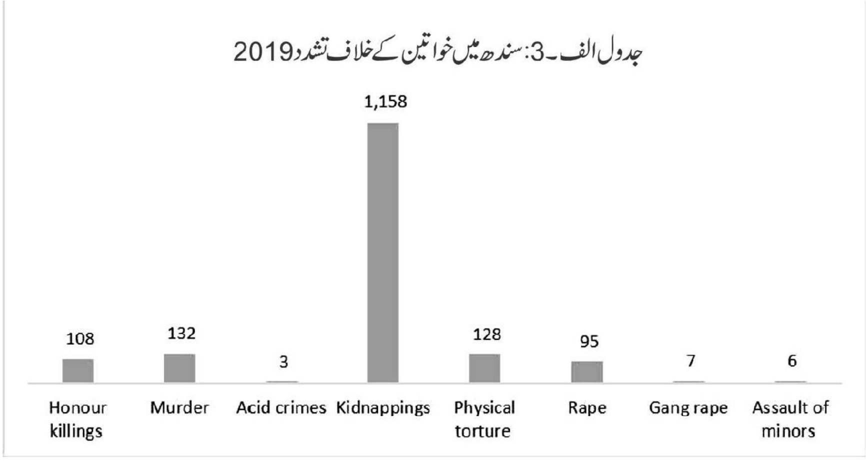

نوٹ: اغوا کے مقدمات میں 249 مقدمات پر تحقیقات بند کردی گئیں کہ ان واقعات میں عورتوں نے اپنی پسند کی شادی کر لی تھی۔

ذریعہ: سندھ پولیس کے کوائف

پنجاب اور خیبر پختونخوا میں جنسی تشدد کے اعداد وشمار کے لیے جدول الف-2 اور الف-3 ملاحظہ کریں۔

بچوں کے خلاف تشدد

این جی او ساحل نے 2019 میں بچوں کے خلاف تشدد کے 2,846 واقعات قلمبند کیے۔ 2018 میں ایسے واقعات کی تعداد 3,832 تھی۔ 64 فیصد (1,816) واقعات دیہی علاقوں سے اور 36 فیصد (1,030) شہری علاقوں سے رپورٹ ہوئے۔

صنف کی بنیاد پر درجہ بندی کریں تو معلوم ہوگا کہ 1,524 (54 فیصد) واقعات میں متاثرین بچیاں تھیں؛ 1,322 (46 فیصد) واقعات میں متاثرین بچے تھے۔

سب سے زیادہ متاثرہ بچوں میں 6 سے 15 برس کی عمر کے بچے تھے جو کل رپورٹ ہونے والے 54 فیصد واقعات کا نشانہ بنے۔

جدول الف-4 میں سب سے زیادہ رپورٹ ہونے والی آٹھ اقسام میں بچوں کے خلاف تشدد کے واقعات کا ذکر ہے۔

ساحل کے مطابق، 2019 میں شناخت ہونے والے 3,722 مجرموں میں سے (2,222) تقریباً 60 فیصد ان بچوں کو جانتے تھے جن کا انہوں نے استحصال کیا تھا۔

ساحل کے صوبائی سطح پر پیش آنے والے واقعات سے متعلق کوائف ظاہر کرتے ہیں کہ کل 2,846 واقعات میں سے نصف سے زائد (53 فیصد) پنجاب سے، 30 فیصد سندھ سے، 7 فیصد اسلام آباد سے، 6 فیصد خیبر پختونخوا سے، 2

جدول الف۔4: 2019 میں بچوں کے خلاف تشدد

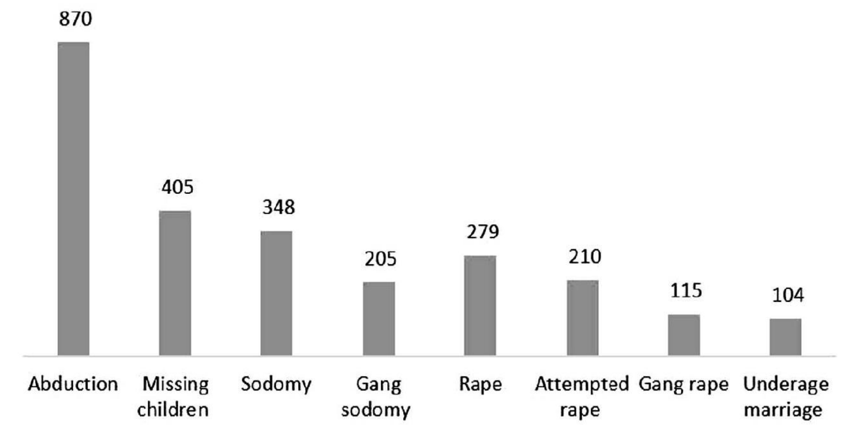

ذریعہ: ساحل، ظالمانہ اعداد 2019

فیصد بلوچستان سے اور 2 فیصد سے کم واقعات آزاد جموں وکشمیر اور گلگت بلتستان سے رپورٹ ہوئے ہیں۔

یہ بات دہرانے کے قابل ہے کہ یہ تمام اعداد وشمار اخبارات میں رپورٹ ہونے والے واقعات کی تعداد پر مبنی ہیں جو کہ صوبوں کے اعداد وشمار میں فرق کی وجہ ہو سکتی ہے۔

سائبر کرائم

سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے انفارمیشن وٹیکنالوجی کو پیش کی گئی ایک رپورٹ میں، وفاقی تحقیقاتی ایجنسی (ایف آئی اے) نے کہا کہ اسے سائبر کرائم کی 56,000 شکایات موصول ہوئی مگر صرف 32 تحقیقات پر کام جاری تھا۔

ایف آئی اے نے نشاندہی کی کہ اندازاً 27,000 شکایات موصول ہوئیں اور 11,000 سے زائد کی تحقیقات کی گئیں۔

قید خانے اور قیدی

پاکستان میں قید خانے تشویشناک حد تک پُرہجوم رہے جہاں 2019 میں قیدیوں کی شرح 133.8 فیصد تھی (نقشہ الف-5 ملاحظہ کریں)۔ کل قیدیوں کے مقابلے میں قبل از سماعت/ ریمانڈ والے قیدیوں کی شرح 62.1 فیصد تھی۔ (ورلڈ پرزن بریف)

جیسے کہ ذیل میں جدول الف-5 میں دکھایا گیا ہے، زیرِ سماعت قیدیوں کی تعداد سزا یافتہ قیدیوں سے بہت زیادہ ہے۔

جدول الف۔5:صوبے کے لحاظ سے 2019 میں جیلوں میں گنجائش سے زائد قیدی

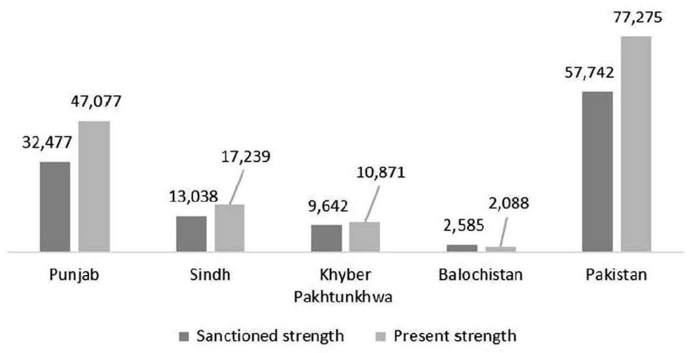

ذریعہ: وفاقی محتسب نے عدالتِ عظمیٰ پاکستان میں عملدرآمد کی جو چوتھی سہ ماہی (نومبر 2019) رپورٹ پیش کی

جدول الف-5: صوبوں کے لحاظ، سے 2019 میں قیدیوں کی تعداد

صوبہ	سزا یافتہ	زیر سماعت
پنجاب	17,056	26,725
سندھ	4,808	12,431
خیبر پختونخواہ	2,794	7,668
بلوچستان	798	1,184

ذریعہ: وفاقی محتسب نے عدالتِ عظمیٰ پاکستان میں عملدرآمد کی جو چوتھی سہ ماہی (نومبر 2019) رپورٹ پیش کی۔

قیدیوں کی بہت بڑی تعداد مردوں پر مشتمل ہے (جدول الف-6)

جدول الف-6: صنف کے لحاظ، سے 2019 میں قیدیوں کی تعداد

صوبہ	مرد قیدی	خواتین قیدی
پنجاب	45,646	769
سندھ	16,852	214
خیبر پختونخواہ	10,340	201
بلوچستان	798	20

ذریعہ: وفاقی محتسب نے عدالتِ ظمیٰ پاکستان میں عملدرآمد کی جو چوتھی سہ ماہی (نومبر 2019) رپورٹ پیش کی۔

وزارتِ داخلہ کے مطابق، 2019 میں لگ بھگ 11,000 پاکستانی بیرون ملک جیلوں میں بند تھے جن میں سے

3,200 سعودی عرب اور 2,500 متحدہ عرب امارات میں قید تھے۔ دیگر 366 قیدی، دسمبر 2019 کے اختتام پر، بھارتی جیلوں میں قید تھے۔

فروری 2019 میں، سعودی عرب نے اعلان کہ وہ 2,107 پاکستانی قیدیوں کو رہا کر دے گا۔ اکتوبر 2019 تک، 579 قیدیوں کے رہا ہونے کی اطلاع ملی تھی۔

2019 میں 30 پاکستانیوں کو پھانسی لگائی گئی، جن میں ایک عورت بھی شامل تھی جو کہ ملک میں گذشتہ پانچ برسوں میں پھانسی لگنے والی پہلی پاکستانی عورت تھی۔

جبری گمشدگیاں

جبری گمشدگیوں پر انکوائری کمیشن کے سرکاری کوائف کے مطابق، دسمبر 2019 کیا ختتام پر، جبری گمشدگیوں کے 2,141 کیسز تصفیہ طلب تھے۔

کمیشن کو 2011 میں اپنے قیام سے لےکر اب تک 6,505 کیسز موصول ہوئے جن میں سے اس نے 4,365 کا تصفیہ کیا۔

صوبائی لحاظ سے، کیسز کی حالت کے بارے میں معلومات جدول الف-7 میں دی گئی ہے۔

جدول الف-7: جبری گمشدگی کے انکوائری کمیشن کو رپورٹ ہونے والے جبری گمشدگی کے واقعات

			دسمبر 2019 تک نمٹائے گئے کیسز						
صوبہ	دسمبر **2019** تک موصول ہونے والے واقعات	دسمبر **2019** تک کتنے کیسز کا تصفیہ ہوا	حراستی مراکز میں پائے گئے	جیل میں تھے	نعشیں ملیں	جن کا سراغ ملا	جو کیسز ہذف کردیئے گئے	تصفیہ شدہ کل کیسز	دسمبر **2019** تک بقیہ کیسز
پنجاب	1,359	634	78	138	61	911	142	1,053	306
سندھ	1,586	630	32	234	52	948	371	1,319	267
کے پی	2,472	394	615	63	46	1,118	157	1,275	1,197
بلوچستان	472	151	-	6	28	185	132	317	155
اسلام آباد	275	119	17	26	7	169	43	212	63
سابق فاٹا	278	40	66	23	9	138	8	146	132

اے جے کے	56	9	1	11	2	23	14	37	19
گلگت بلتستان	8	-	1	-	-	1	5	6	2
کل	**6,506**	**1,977**	**810**	**501**	**205**	**3,493**	**872**	**4,365**	**2,141**

ذریعہ: جبری گمشدگیوں کا انکوائری کمیشن

اگرچہ ان اعدادوشمار سے جبری گمشدگیوں کے مسئلے کی کچھ حد تک نشاندہی تو ضرور ہوتی ہے مگر یہ کیسز کی سطح یا تقسیم کی درست نشاندہی کرنے سے قاصر ہیں کیونکہ بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں حقیقی تعداد کہیں زیادہ ہو سکتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ لاپتہ افراد کے کئی خاندان انتقامی کارروائی کے خوف سے کیسز رپورٹ نہیں کرتے۔

عورتیں

خواتین، امن اور سلامتی کے گوشوارے 2019 میں 167 ممالک میں سے پاکستان کا درجہ 164 تھا۔

جدول الف-**8**:**2019** کے دوران پاکستان میں عورتوں کی شمولیت، انصاف و سلامتی کے اشاریے

شمولیت	
تعلیم کے ذرائع (25 یا زائد عمر کی عورتوں کی تعلیم کے برس)	3.7
روزگار کی شرح (25 برس یا زائد اس سے زائد عمر جو باروزگار ہیں ان کی شرح فیصد)	24.2
مالیاتی شمولیت (15 برس یا زائد عمر کی عورتوں کی شرح فیصد جن کا گذشتہ برس کسی بینک میں انفرادی یا مشترکہ اکاؤنٹ تھا یا جنھوں نے موبائل نقدی سروس کا استعمال کیا تھا)	7
پارلیمانی نشستوں کا حصہ (قومی پارلیمان کے زیریں اور بالائی ایوان میں عورتوں کی نشستوں کی شرح فیصد	20
موبائل فون کا استعمال (15 برس یا زائد عمر کی عورتیں کی شرح فیصد جنھوں نے بتایا کہ وہ ذاتی کالیں کرنے اور موصول کرنے کے لیے موبائل استعمال کرتی ہیں)	34
انصاف	
امتیازی اقدار (15 برس یا زائد عمر کی عورتیں جو اس بیان سے اتفاق نہیں کرتیں: 'یہ آپ کے خاندان میں کسی بھی خاتون کے لیے مکمل طور پر قابل قبول ہے کہ اگر وہ چاہے تو گھر سے باہر با معاوضہ ملازمت کر سکتی ہے۔	73
بیٹے کا تعصب (پیدائش کے وقت صنف کی شرح کی حد۔۔۔ پیدا ہونے والی لڑکیوں کی تعداد کے مقابلے پیدا ہونے والے لڑکوں کی تعداد کی شرح۔۔۔1.05 قدرتی شماریاتی شرح سے بڑھ جاتی ہے)	1.09

38	عورتوں کے خلاف قانونی امتیاز (ایسے قوانین وضوابط کی مجموعی شرح فیصد جو سماج اور معیشت میں عورتوں کی شراکت کو روکتے ہیں یا مردوں اور عورتوں میں فرق روا رکھتے ہیں)
	تحفظ
1.82	منظم تشدد (فی ریاستی، غیر ریاستی اور یک طرفہ تصادموں سے ہونے والی اموات کی کل تعداد)
63.2	سماجی تحفظ کے بارے میں عورتوں کا تاثر (15 برس یا زائد عمر کی لڑکیاں جنہوں نے بتایا کہ وہ 'رات کے وقت یا اپنے علاقے میں اکیلی پیدل چلتے وقت خود کو محفوظ تصور کرتی ہیں')
14.5	حالیہ قریبی ساتھی کی طرف سے تشدد (گذشتہ 12 ماہ کے دوران عورتیں جنہوں نے اپنے شریک حیات کے جسمانی یا ذہنی تشدد کا سامنا کیا ان کی شرح فیصد)

ذریعہ: جارج ٹاؤن انسٹی ٹیوٹ آف ویمن، پیس وسیکیورٹی کے کوائف
(https://giwps.georgetown.edu/country/pakistan/)

عالمی معاشی فورم کے صنفی تفاوت کے گوشوارے 2019 کے مطابق، پاکستان کا 153 ممالک میں 151 درجہ ہے۔ 2006 میں پاکستان 112 ویں درجے پر تھا۔

گوشوارے نے پاکستان کو عورتوں کی معاشی شمولیت کے حوالے سے 150 ویں درجے پر، تعلیم تک رسائی کے حوالے سے 143 ویں درجے پہ، صحت وبقاء کے ضمن میں 149 ویں درجے پر جبکہ سیاسی خودمختاری کے حوالے سے 93 ویں درجے پر رکھا ہے۔

کھیلوں کے مراکز اور پناہ گاہوں تک عورتوں کی رسائی کے حوالے سے، این جی او شرکت گاہ نے بتایا کہ جون 2019 تک، پنجاب کے تمام 36 اضلاع میں عورتوں کے لیے سرکاری پناہ گاہیں، نیز ملتان میں عورتوں پر تشدد کے خلاف مرکز تھا۔

البتہ، سندھ میں صرف پانچ درالامان، خیبر پختونخوا میں پانچ فعال دارلامان اور بلوچستان میں صرف دو دارالامان تھے۔

بچے

غربت کے عالمی گوشوارے 2019 میں، چار عوامل ناکافی خوراک، چائلڈ ویسٹنگ (قد کے حساب سے وزن کی کمی)، نشوونما میں کمی، اور بچوں کی اموات کی بنیاد پر پاکستان 117 ممالک کی فہرست میں 94 ویں درجے پر تھا۔ بچوں میں ویسٹنگ اور کم نشوونما کا پھیلاؤ بالترتیب 7.1 اور 37.6 فیصد کم ہوا ہے۔ پانچ برس سے کم عمر بچوں میں اموات کی شرح 2019 میں 7.5 فیصد کم ہوئی ہے۔ تعلیم بھی ملاحظہ کریں۔

محنت کش

بھٹہ مزدور: الجزیرہ کے بقول، پاکستان میں تقریباً 45 لاکھ افراد اینٹوں کے بھٹوں پر کام کرتے ہیں؛ ان میں اندازاً

ایک تہائی بچے ہیں۔

دیہی مزدور عورتیں: یواین ویمن کے 2018 کے اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ دیہی مزدور عورتوں کی شرح عام طور پر کم بتائی جاتی ہے اور یہ شرح 60 فیصد تک ہو سکتی ہے۔ اس کے باوجود، شعبہ محنت میں ان کی آمدنی کا اندراج بہت کم ہے: صرف 19 فیصد تنخواہ دار ملازمت کرتی ہیں اور 60 فیصد تک خاندان کے زیر ملکیت کھیتوں یا کاروباروں میں معاوضے کے بغیر محنت کرتی ہیں۔

گھروں میں کام کرنے والے بچے: اگست 2019 میں گارڈین میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق، اندازاً 264,000 بچے گھروں میں مشقت کرتے ہیں۔

گروی مشقت: غلامی کے عالمی سروے 2018 کے مطابق، اندازاً 3,186,000 افراد جدید غلامی کی لپیٹ میں ہیں۔

لیبر انسپکشن: ہیومن رائٹس واچ نے کہا ہے کہ 2017 میں، ملک بھر کے 350,000 سے زائد کارخانوں میں 547 لیبر انسپکٹر تھے، اور ایک اندازے کے مطابق، ان میں سے صرف 17 خواتین تھیں۔

کانوں میں حادثات: پاکستان سنٹرل مائنز لیبر فیڈریشن کے اندازے کے مطابق، 2019 میں حادثات میں کم از کم 120 کان کن ہلاک ہوئے۔

عمر رسیدہ لوگ

برطانوی کونسل کے کوائف کے مطابق، جون 2019 تک، پاکستان کی سات فیصد آبادی اندازاً ایک کروڑ، پچپس لاکھ افراد ساٹھ برس سے زائد عمر کے لوگوں پر مشتمل تھی۔

معذوریوں کے حامل افراد

اگرچہ 2017 کی مردم شماری ظاہر کرتی ہے کہ صرف 0.48 فیصد پاکستانی معذوریوں کا شکار (پی ڈبلیو ڈیز) ہیں، مگر اسے اکثر بہت کم تعداد قرار دے کر ہدف تنقید بنایا جاتا ہے۔

نمونے کی بنیاد پر کیے گئے سرووں سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان میں پی ڈبلیو ڈیز کی شرح تقریباً 12 فیصد ہے یا اس سے کچھ زیادہ ہے۔

مہاجرین

یواین ایچ سی آر نے پاکستان میں دسمبر 2019 کے اختتام تک، مہاجرین سے متعلق جو کوائف جاری کیے انہیں جدول الف-9 بیان کیا گیا ہے

جدول الف-9: 2019، پاکستان میں مہاجرین کے کوائف

رجسٹرڈ مہاجرین جو یکم مارچ سے 20 نومبر 2019 کے دوران افغانستان واپس چلے گئے	6,220
افغان مہاجرین جن کی پیدائش کا یکم جنوری سے 31 دسمبر کے دوران اندراج ہوا	22,093
افغان مہاجرین جنہوں نے یکم جنوری سے قانونی امداد لی	31,231
افغان مہاجرین جن کے پاس رجسٹریشن کا ثبوت ہے (پی او آر)	1,416,078
افغان مینڈیٹ مہاجرین (پی او آر کارڈز کے بغیر)	3,006
سومالی مہاجرین	181
دیگر قومیتوں کے مہاجرین	341
پناہ کے درخواست گزار	8,541

ذریعہ: یو این سی ایچ آر

یو این سی ایچ آر کے اندازوں کے مطابق، پاکستان میں 71 فیصد افغان مہاجرین عورتیں اور بچے ہیں، 48 فیصد بچے ہیں، 54 فیصد مرد اور 46 فیصد عورتیں ہیں۔

جدول الف-10: صوبوں/ علاقوں میں افغان مہاجرین کی تعداد

صوبہ/ علاقہ	افغان مہاجرین کا تناسب	افغان مہاجرین کی تعداد
خیبر پختونخوا	58	822,429
بلوچستان	23	324,778
پنجاب	12	166,205
سندھ	5	64,188
اسلام آباد	2	34,174

یو این ایچ سی آر

تعلیم

یونیسف کے اندازوں کے مطابق، پاکستان ان ممالک کی فہرست میں دوسرے نمبر پر ہے جہاں سکول نہ جانے والے بچوں (او او ایس سی) کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ پاکستان میں 5 سے 6 برس کی عمر کے تقریباً دو کروڑ، اٹھائیس لاکھ (22.8 ملین بچے) سکول نہیں جاتے جو کہ اس عمر کے گروپ کی کل آبادی کا 44 فیصد بنتے ہیں۔

پانچ سے نو برس کی عمر کے پچاس لاکھ بچے سکول سے باہر ہیں، اور پرائمری سکول کی عمر کے بعد، او او ایس سی کی تعداد دگنی

ہو جاتی ہے کیونکہ 10 سے 14 برس کی عمر کے ایک کروڑ، چودہ لاکھ (11.4 ملین) نوعمر بچے رسمی تعلیم حاصل نہیں کر رہے۔

صنف، سماجی ومعاشی حیثیت اور جغرافیائی بنیادوں پر فرق نمایاں ہے؛ سندھ میں 52 فیصد غریب ترین بچے (58 فیصد عورتیں) سکول سے باہر ہیں، اور بلوچستان میں 78 فیصد لڑکیاں سکول نہیں جاتیں۔

لگ بھگ ایک کروڑ، سات لاکھ لڑکے اور چھیاسی لاکھ لڑکیاں پرائمری سطح پر داخل ہیں۔ ثانوی سطح پر یہ تعداد 36 لاکھ لڑکوں اور 28 لاکھ لڑکیوں تک رہ جاتی ہے۔

صحت

جدول الف۔ 11 میں پاکستان کے صحت کے نظام کے متعلق کوائف ہیں۔ یہ کوائف پاکستان کے معاشی سروے 2019/2018 سے لیے گئے ہیں

جدول الف–**201811** میں صحت کے مراکز اور شعبہ صحت کے رجسٹرڈ پیشہ ور ماہرین کی تعداد

سرکاری ہسپتال	1,279
بنیادی ہیلتھ یونٹ	5,527
دیہی ہیلتھ سنٹرز	686
ڈسپنسریاں	5,671
ہسپتالوں میں بستر	132,227
ڈاکٹر	220,829
دندان ساز	22,595
نرسیں	108,474

ذرائع: پاکستان معاشی سروے 2019/2018
(http://www.finance.gov.pk/survey/chapters_19/11-Health%20and%20Nutrition.pdf).

کوائف یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ 2018 میں 963 افراد کے لیے ایک ڈاکٹر، 9,413 افراد کے لیے ایک دندان ساز، اور 1,608 افراد کے لیے ہسپتال میں ایک بستر دستیاب تھا۔

پولیو: 2019 میں رپورٹ ہونے والے 135 واقعات میں سے 91 خیبر پختونخوا سے، 25 سندھ سے، 11 بلوچستان سے اور 8 پنجاب سے رپورٹ ہوئے۔

خسرہ: نومبر 2019 کے اختتام پر، پاکستان میں خسرہ کے 1,978 مصدقہ کیسز تھے۔

تپ دق: تپ دق کے حوالے سے، 2018/19 میں، فی 100,000 افراد واقعات اور ہلاکتوں کی شرح، بالترتیب 348,276 اور 34 تھی۔(پاکستان معاشی سروے 2018/2019)

ڈینگی: ڈبلیو ایچ او کے اندازے کے مطابق، 8 جولائی سے 12 نومبر 2019 تک، چاروں صوبوں (خیبر پختونخوا، پنجاب، بلوچستان، اور سندھ، اسلام آباد اور اے جے کے) سے ڈینگی 47,120 کیسز سامنے آئے جن میں سے 75 لوگ ہلاک ہو گئے تھے۔

ذیابیطس: 2019 میں، ایک اندازے کے مطابق، پاکستان میں کل ایک کروڑ، 90 لاکھ افراد ذیابیطس کا شکار تھے۔ ان میں سے تقریبا 85 لاکھ کی تشخیص نہیں ہوئی تھی، اور نتیجتاً، ذیابیطس کے خاص خطرے سے دوچار تھے۔

ملیریا: پاکستان سالانہ ملیریا رپورٹ، 2019 کے مطابق، وفاقی ڈائریکوریٹ کو صحت کے سرکاری مراکز اور ملیریا کے حوالے سے زیادہ تعداد والے اضلاع میں صحت کے نجی کلینکوں نے ملیریا کے کل 374,513 مصدقہ کیسز رپورٹ کیے تھے۔

ایچ آئی وی/ایڈز: یو این ایڈز کی 2019 کی رپورٹ نے پاکستان کو 13 فیصد کی شرح کے ساتھ، ایچ آئی وی/ایڈز کے بلند ترین شرح والے 11 ممالک میں شامل کیا ہے۔

ڈبلیو ایچ او کے اندازوں کے مطابق، اپریل سے جون 2019 تک، ایچ آئی وی کے لیے کل 30,192 افراد کا معائنہ ہوا جن میں سے 876 کا نتیجہ مثبت آیا تھا۔ ان میں سے 82 فیصد (719/876) 15 برس سے کم عمر تھے۔

خودکشی: ملک میں خودکشی کی شرح کے ضمن میں ایک اندازے کے مطابق، فی 100,000 افراد میں خودکشی کی شرح 1.4 ہے۔ خودکشی کے ساتھ جڑی تہمت اور اس کی مجرمانہ نوعیت کے پیش نظر، امکان یہی ہے کہ اصل تعداد اس سے زیادہ ہے۔

ہاؤسنگ

کراچی اربن لیب کے اعداد و شمار کے مطابق، پاکستان بھر میں رسمی شہری رہائشی سہولیات کی طلب ساڑھے تین لاکھ یونٹ ہے، جبکہ رسد صرف ڈیڑھ لاکھ یونٹ ہے۔

رہائش کی اس طلب میں سے، 62 فیصد کم آمدنی والے طبقوں، 25 فیصد نچلی متوسط آمدنی والے طبقوں، اور 10 فیصد بالائی اور بالائی متوسط آمدنی والے طبقوں کی طرف سے ہے۔

مجموعی طور پر، پاکستان میں 85 لاکھ رہائشی یونٹوں کا فقدان ہے جس میں ہر برس دو لاکھ یونٹوں کا اضافہ ہو رہا ہے۔

ماحولیات

ورلڈ ائیر کوالٹی رپورٹ 2019 کے مطابق، فضا میں پی ایم 2.5 کی موجودگی کے حوالے سے، دنیا کے آلودہ ترین

ممالک میں پاکستان دوسرے نمبر پر ہے۔

دسمبر 2019 میں، صرف لاہور دنیا میں ہوا کے بدترین معیار والے پہلے دس شہروں میں شامل تھا۔ ورلڈ ایئر کوالٹی انڈیکس 2019 نے ہوا میں پائے جانے والے انتہائی مضرِ صحت مادے کی بنیاد پر، نو پاکستانی شہروں کو دنیا بھر میں آلودہ ترین 250 شہروں کی فہرست میں شامل کیا ہے۔ پشاور اور کراچی کے علاوہ، ان میں سے بیشتر شہر پنجاب میں ہیں۔ گوجرانوالہ اوسطاً 205 پی ایم اسکور 105.3 کے ساتھ ہوا کے معیار کے حوالے سے دنیا کا تیسرا آلودہ ترین شہر تھا۔ فیصل آباد 104.6 کی اوسط کے ساتھ دنیا بھر میں آلودہ ترین شہروں میں چوتھے نمبر پر تھا، جبکہ رائے ونڈ (92.2) اور لاہور (89.5) آلودہ شہروں کی فہرست میں بالترتیب آٹھویں اور بارہویں نمبر پر تھے۔

ایچ آر سی پی کی سرگرمیاں

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے 2019 میں، بنیادی حقوق و آزادیوں کے متعلق عوامی شعور اجاگر کرنے، انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے ایڈووکیسی کرنے اور پالیسی سازوں کو انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی روک تھام کے لیے ضروری اقدامات اٹھانے پر قائل کرنے کے لیے کئی سرگرمیوں کا اہتمام کیا۔

احتجاجی مظاہروں، سیمینارز، فلموں کی سکریننگ اور مہمات کے علاوہ، ایچ آر سی پی نے اٹھارویں ترمیم کے تحفظ، مذہبی اقلیتوں کے لیے قومی کمیشن کی ضرورت، اظہار رائے پر بڑھتی ہوئی پابندیوں، طالبعلموں اور انسانی حقوق کے محافظین پر بڑھتے ہوئے ریاستی دباؤ، مذہبی کی جبری تبدیلی کے بڑھتے ہوئے واقعات، فرقہ وارانہ تشدد، کوئلے کی کانوں میں پیش آنے والے حادثات اور پاکستان کے ماحولیاتی بحران سے متعلق ذرائع ابلاغ پر کئی بیانات بھی جاری کیے۔

ایچ آر سی پی نے گلگت-بلتستان، بلوچستان، خیبر پختونخوا (بشمول ماضی میں وفاق کے زیر انتظام علاقہ جات)، اور سندھ میں انسانی حقوق کی صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے اعلیٰ سطح کے چار فیکٹ فائنڈنگ مشن بھی مکمل کیے۔

ایچ آر سی پی نے عالمی وفاق برائے انسانی حقوق (ایف آئی ڈی ایچ) کے ساتھ مل کر، ایک فیکٹ فائنڈک مشن کی بنیاد پر، غریب ترین اور درماندہ لوگوں کے خلاف سزائے موت کے استعمال پر نتائج بھی شائع کیے۔

اس کے ساتھ ساتھ، مقامی سطح پر انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں بشمول ساہیوال میں ایک پولیس 'مقابلے' میں ایک خاندان کے ماورائے عدالت قتل، نارووال میں کرتارپور راہداری کی تعمیر کے نتیجے میں اپنی اراضی سے بیدخل ہونے والے مقامی لوگوں کے حقوق، گھوٹکی میں دو بہنوں کے مذہب کی مبینہ جبری تبدیلی، جنوبی پنجاب میں مذہبی اقلتیوں کے تحفظات، اور کئی شہروں میں مذہبی اقلیتوں کی عبادت گاہوں کی بندش کے معاملے کی چھان بین کے لیے چھوٹی سطح کے کئی فیکٹ فائنڈنگ مشن بھیجے گئے۔

ایچ آر سی پی نے گروی مشقّت کے خلاف مہم جاری رکھی اور پنجاب و سندھ میں متعلقہ فریقین کے ساتھ کئی مشاورتوں اور فوکس گروپ بحثوں کا اہتمام کیا جن کا مقصد محنت کشوں سے متعلق قوانین کے نفاذ، خاص طور پر گروی مشقّت (خاتمہ) ایکٹ 1992 اور بعدازاں ہونے والی ترامیم کے نفاذ پر گفتگو کرنا تھا۔

اس کے علاوہ، ایچ آر سی پی نے صحافیوں، وکلاء، سول سوسائٹی کے کارکنوں، عالمی معاہدوں کے نفاذ کے لیے قائم اداروں کے اراکین کے لیے ورکشاپیں منعقد کیں تاکہ انسانی حقوق سے متعلق پاکستان کی ذمہ داریوں پر نظر رکھنے اور

ان کے بارے میں رپورٹنگ کرنے کی اُن کی صلاحیت بہتر ہو۔

ایذا رسانی کے خلاف عالمی اتحاد (او ایم سی ٹی) کے تعاون سے، ایچ آر سی پی نے ایذا رسانی کے خلاف معاہدے کے تحت عائد ذمہ داریوں کی انجام دہی سے متعلق پاکستان کی کاوشوں کا جائزہ لینے کے لیے قومی سطح کی مشاورت اور ورکشاپ کا اہتمام کیا۔ ورکشاپ کے اختتام پر ایذا رسانی پر ایک قومی ورکنگ گروپ تشکیل دینے کی تجویز پیش کی گئی۔

دیگر معاملات میں اظہار کی آزادی کا حق؛ سماجی شہریت اور انسانی حقوق کے درمیان تعلق؛ سزائے موت کا خاتمہ؛ عوامی مقامات کی واگذاری اور مذہب یا عقیدے کی آزادی، بشمول قومی بین العقائد ورکنگ گروپ جو ایچ آر سی پی نے 2018 میں قائم کیا تھا، کے باقاعدگی کے ساتھ ہونے والے اجلاس شامل تھے۔

2019 کے دوران ایچ آر سی پی کی سرگرمیوں کی فہرست درج ذیل ہے۔

ورکشاپس، سیمینارز، اجلاس اور پریس کانفرنسیں

- 1 جنوری، ملتان: محنت کشوں کے حالات جاننے کے لیے بھٹہ مزدوروں کے ساتھ ایک اجلاس۔
- 4 جنوری، اسلام آباد۔ معذوریوں کے حامل افراد کے حقوق کے میثاق پر گفتگو۔
- 23 جنوری، اسلام آباد۔ ایچ آر سی پی نے پاک- بھارت پیپلز فورم برائے امن و جمہوریت کی مقامی شاخ کے اجلاس کی میزبانی کی۔
- 11 فروری، کوئٹہ، تربت، ملتان اور پشاور: ایچ آر سی پی کی شریک بانی عاصمہ جہانگیر کی یاد میں تقریب۔
- 18 فروری، کراچی: مذہبی وابستگی اور غربت کی سطحوں کے درمیان تعلق کا جائزہ لینے کے لیے ہندو برادری کے مردوں اور عورتوں کے ساتھ فوکس گروپ بحث۔
- 20 فروری، اسلام آباد: ایچ آر سی پی کی شریک بانی عاصمہ جہانگیر کی یاد میں تقریب منعقد ہوئی جس کے دوران جمہورت اور عوام کے حقوق کو درپیش مشکلات پر ایک پینل بحث کا اہتمام کیا گیا۔
- 8 مارچ، تربت: عورتوں کے عالمی دن پر سول سوسائٹی کی تنظیموں کے ساتھ مل کر ایک مشترکہ سیمینار کا اہتمام۔
- 15 مارچ، کراچی: پلوامہ وقوعہ کے بعد ایٹمی جنگ کے خدشات کے پیشِ نظر پاکستان– بھارت پیپلز فورم برائے امن و جمہوریت کے ساتھ ایک اجلاس۔
- 10 اپریل، اسلام آباد: 'انسانی حقوق اور جمہوری شمولیت' پر قومی کانفرنس۔
- 15 اپریل، اسلام آباد: 2018 میں انسانی حقوق کی صورت حال کا اجراء۔
- 15 اپریل، کراچی: محنت کشوں کے عالمی دن سے قبل محنت کشوں کے مسائل جاننے کے لیے پرل کانٹی نینٹل ہوٹل کی یونین کے اراکین کے ساتھ ایک اجلاس۔

- 23 اپریل، لاہور: مذہبی اقلیتوں کے حقوق پر عدالتِ عظمیٰ کے 19 جون 2014 کے فیصلے پر گفتگو کے لیے مشاورت۔
- 7 مئی، ملتان: ایچ آر سی پی کے کوآرڈینیٹر راشد رحمان کی یاد میں تقریب۔
- 14 مئی، کراچی: سامراج مخالف کارکن شہید اللہ بخش سومرو کو خراجِ تحسین۔
- 21 مئی، حیدرآباد: کسان رہنما حیدر بخش جتوئی کی وفات کی سالگرہ کی تقریب میں شمولیت۔
- 28 مئی، کراچی: کراچی میں انسانی حقوق کی صورتحال جاننے کے لیے، ایچ آر سی پی کے سیکرٹری جنرل کی ایچ آر سی پی کے عملے، اراکین اور کونسل اراکین کے ساتھ ملاقات۔
- 10 جون، ملتان: جنوبی پنجاب میں انسانی حقوق کی صورتحال پر آئی اے رحمان کے ساتھ گفتگو کا اہتمام۔
- 19 جون، اسلام آباد: عدالتِ عظمیٰ کے 19 جون، 2014 کے فیصلے کے تحت اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ پر قومی مشاورت۔
- 27 سے 28 جون، کوئٹہ: اقلیتوں کے حقوق اور عدالتِ عظمیٰ کے 19 جون 2014 کے فیصلے پر مشاورتی تقریب جس کے بعد ایچ آر سی پی کے بین القائد ورکنگ گروپ کا علاقائی اجلاس منعقد ہوا۔
- 30 جون، لاہور: تنظیمی امور و قواعد پر ایچ آر سی پی کے عملے کی تربیتی ورکشاپ۔
- 4 جولائی، اسلام آباد: انسانی حقوق کے حوالے سے پاکستان کے عالمی فرائض پر صحافیوں کی تربیتی ورکشاپ۔
- 16 جولائی، لاہور: انسانی حقوق کے حوالے سے پاکستان کے عالمی فرائض پر مشاورت۔
- 17 جولائی، لاہور: انسانی حقوق کے حوالے سے پاکستان کے عالمی فرائض پر صحافیوں کی تربیتی ورکشاپ۔
- 16 سے 17 جولائی، کراچی: اقلیتوں کے حقوق اور عدالتِ عظمیٰ کے 19 جون 2014 کے فیصلے پر مشاورتی تقریب جس کے بعد ایچ آر سی پی کے بین العقائد ورکنگ گروپ کا علاقائی اجلاس منعقد ہوا۔
- 18 جولائی، ملتان: بھٹہ مزدوروں سے ان کے کام کے حالات جاننے کے لیے ایک فوکس گروپ بحث۔
- 19 جولائی ملتان: گروی مشقت کا (خاتمہ) ایکٹ 1992 کے نفاذ کے لیے متعلقہ فریقین کے ساتھ ایک اجلاس۔
- 19 جولائی، سکھر: کسان برادری سے محنت کشوں کے حقوق پر ایک فوکس گروپ بحث۔
- 20 جولائی، پشاور: ایچ آر سی پی کے کارکنوں نے سابقہ وفاق کے زیرِ انتظام علاقہ جات میں انتخابات کا مشاہدہ کیا۔
- 22 جولائی، اسلام آباد: انسانی حقوق اور سماجی شہریت کے تعلق پر ایک فوکس گروپ بحث۔

- 26 جولائی، ننگر پارکر: پانی بھرنے والی عورتوں کے ساتھ محنت کش عورتوں کے حقوق پر گفتگو۔
- 26 جولائی، اسلام آباد: تعلیم اور عدم مساوات: شہریت کی بنیادوں پر ایک نظر (انسٹی ٹیوٹ آف ڈیولپمنٹ ریسرچ وکوریسپونڈنگ کیپابیلیٹیز کے ساتھ مشترکہ اشاعت) کا اجراء۔
- 26 جولائی، ڈیرہ اسماعیل خان: کوئلے کی کانوں کے مزدوروں کے کام کے حالات جاننے کے لیے ان کے ساتھ فوکس گروپ بحث۔
- 30 جولائی، فیصل آباد: گروی مشقّت (خاتمہ) ایکٹ 1992 کے نفاذ کے لیے متعلقہ فریقین کے ساتھ ایک اجلاس۔ بعدازاں، گھریلو مزدوروں کے کام کے حالات جاننے کے لیے ان کے ساتھ فوکس گروپ بحث۔
- 31 جولائی، لاہور: گروی مشقّت (خاتمہ) ایکٹ 1992 کے نفاذ کے لیے متعلقہ فریقین کے ساتھ ایک اجلاس۔ بعدازاں، گروی مزدوروں کے کام کے حالات جاننے کے لیے ان کے ساتھ فوکس گروپ بحث کی گئی۔
- 3 اگست، کوئٹہ: انسانی حقوق کے حوالے سے پاکستان کی ذمہ داریوں پر مشاورت۔
- 4 اگست، کوئٹہ: انسانی حقوق کے حوالے سے پاکستان کی ذمہ داریوں کے موضوع پر صحافیوں کی تربیتی ورکشاپ۔
- 6 اگست، لاہور: سول سوسائٹی کے اراکین کے ساتھ شہریت اور انسانی حقوق کے موضوع پر فوکس گروپ بحث۔
- 8 اگست، لاہور: طالبعلموں کے ساتھ شہریت اور انسانی حقوق کے موضوع پر فوکس گروپ بحث۔
- 19 اگست، کراچی: انسانی حقوق کے حوالے سے پاکستان کی ذمہ داریوں کے موضوع پر مشاورت۔
- 20 اگست، حیدرآباد: گروی مشقّت (خاتمہ) ایکٹ 1992 کے نفاذ کے لیے متعلقہ فریقین کے ساتھ ایک اجلاس۔
- 21 اگست، کراچی: گروی مشقّت (خاتمہ) ایکٹ 1992 کے نفاذ کے لیے متعلقہ فریقین کے ساتھ ایک اجلاس۔
- 22 اگست، کوئٹہ: صوبائی سطح پر 2018 میں انسانی حقوق کی صورتحال کا اجراء اور بلوچستان کے فیکٹ فائنڈنگ مشن کے بنیادی نتائج پر پریس کانفرنس۔
- 22 اگست، اسلام آباد: انسانی حقوق اور سماجی شہریت کے تعلق پر فوکس گروپ بحث (گلگت بلتستان کے شرکاء کے لیے)۔
- 27 اگست، لاہور: ٹریڈ یونین رہنماء سیاسی کارکن بی ایم کٹی کے لیے تعزیتی ریفرنس۔

- 28 اگست، پشاور: تیسرے عالمگیر سلسلہ وار جائزے میں پاکستان کی کارکردگی پر آئی اے رحمان کے لیکچر کا اہتمام۔
- 28 اگست، کراچی: انسانی حقوق کے حوالے سے پاکستان کی ذمہ داریوں کے موضوع پر صحافیوں کی تربیتی ورکشاپ۔
- 30 اگست، اسلام آباد: جسٹس علی نواز چوہان (چیئر پرسن قومی کمیشن برائے انسانی حقوق) کا لیکچر۔
- 30 اگست، پشاور: جبری گمشدگیوں کے متاثرین کے عالمی دن پر اجلاس۔
- 30 اگست، ملتان: جبری گمشدگیوں کے متاثرین کے عالمی دن پر اجلاس۔
- 31 اگست، اسلام آباد: پروگرام کی مانیٹرنگ اور جائزے پر ایچ آر سی پی کے عملے کی تربیتی ورکشاپ۔
- 3 ستمبر، کراچی: ایچ آر سی پی کے قومی بین العقائد ورکنگ گروپ کا اجلاس۔
- 4 ستمبر، لاہور: ایچ آر سی پی کے بانی رکن نثار عثمانی کی پچیسویں برسی پر میموریل۔
- 5 ستمبر، لاہور: اقلیتوں کے حقوق اور عدالتِ عظمیٰ کا 2014 کے فیصلے پر مشاورت جس کے بعد ایچ آر سی پی کے قومی بین العقائد گروپ کا علاقائی اجلاس منعقد ہوا۔
- 6 ستمبر، حیدر آباد: پروفیسر انعام بھٹی کے اغوا اور گرفتاری کے تناظر میں جبری گمشدگیوں کے خلاف انسانی حقوق اتحاد تشکیل دینے کے لیے سول سوسائٹی کے اراکین کے ساتھ اجلاس۔
- 7 ستمبر، حیدر آباد: سندھ میں جبری گمشدگیوں پر قائم انسانی حقوق اتحاد کے ساتھ مشترکہ پریس کانفرنس۔
- 12 ستمبر، چنیوٹ: گروی مشقّت (خاتمہ) ایکٹ 1992 کے نفاذ کے لیے متعلقہ فریقین کے ساتھ ایک اجلاس اور گروی مزدوروں کے کام کے حالات پر غور و فکر کے لیے ایک فوکس گروپ بحث۔
- 12 ستمبر، حیدر آباد: طالبعلم رہنما دادو متاری دھاری کی برسی کے موقع پر طلبا یونینوں کی اہمیت پر سیمینار۔
- 19 ستمبر، اسلام آباد: انسانی حقوق کے حوالے سے پاکستان کی عالمی ذمہ داریوں پر مشاورت۔
- 20 ستمبر، پشاور: انسانی حقوق کے حوالے سے پاکستان کی عالمی ذمہ داریوں پر مشاورت۔
- 21 ستمبر، کراچی: کراچی سرکلر ریلوے پراجیکٹ اور تجاوزات مخالف مہم کے انسانی حقوق پر اثرات پر بحث کے لیے جوائنٹ ایکشن کمیٹی کے ساتھ اجلاس۔
- 25 ستمبر، کراچی: انسانی حقوق کے عالمی منشور پر طالبعلموں کی ورکشاپ۔
- 6 اکتوبر، لاہور: پاکستان کے عوامی مقامات کی واگزاری کے لیے ایک عوامی سیمینار۔
- 10 اکتوبر، اسلام آباد/ پیرس: پسماندہ ہونے کی سزا: پاکستان سماج کے غریب ترین اور پسماندہ ترین لوگوں کو کس

طرح پھانسی پہ لٹکا تا ہے۔

- 10 اکتوبر، کوئٹہ اور تربت: سزائے موت کے خلاف عالمی دن کے موقع پر مشاورتی تقاریب
- 21 اکتوبر، کوئٹہ: جامعہ بلوچستان میں ہراسانی اور کڑی نگرانی کے الزمات پر بحث کے لیے طالبعلموں اور سول سوسائٹی کے ساتھ مشاورت۔
- 24 اکتوبر، اسلام آباد: پاکستان کے عوامی مقامات کی واگزاری کے لیے عوامی سیمینار
- 27 اکتوبر، ملتان: بھٹہ مزدوروں کے مسائل پر گفتگو کے لیے ان کے ساتھ ملاقات۔
- 28 اکتوبر، ملتان: مذہب یا عقیدے کی آزادی سے متعلق مسائل پر گفتگو کے لیے احمدی برادری کے ساتھ اجلاس
- 8 نومبر، اسلام آباد: پاکستان میں ایذارسانی کے خاتمے کی غرض سے قانون سازی کے لیے ایذارسانی کے خلاف عالمی تنظیم کے نمائندوں کے ساتھ ملاقات۔
- 12 نومبر، لاہور: پاکستان میں ایذارسانی کے خلاف قانون سازی اور ایذارسانی کے خلاف عالمی میثاق کے نفاذ کے جائزے کے لیے ورکشاپ۔
- 20 نومبر، کوئٹہ: بچوں کے عالمی دن پر بچوں کے حقوق کے بارے میں شعور اجاگر کرنے کے لیے ایک اجلاس
- 26 نومبر، کراچی: انسانی حقوق کے دفاع کار ادریس خٹک کی جبری گمشدگی کے متعلق شعور اجاگر کرنے کے لیے اجلاس۔
- 28 نومبر، حیدرآباد: مزارعین کے حقوق پر عدالتِ عالیہ سندھ کے فیصلے کا جائزہ لینے کے لیے، محنت کشوں کے حقوق پر کام کرنے والے اداروں کے تعاون سے ایک مشاورت۔
- 10 دسمبر، ملتان: انسانی کے عالمی دن کے موقع پر سول سوسائٹی کے کارکنان کے ساتھ مذاکرہ۔
- 15 دسمبر، کراچی: خواجہ سراء وراثتی بل پر خواجہ سراء برادری کے ساتھ ایک اجلاس۔
- 18 سے 20 دسمبر تک، اسلام آباد: ایچ آر سی پی کے منصوبوں پر پیش رفت کے حوالے سے ایچ آر سی پی کے عملے کا اجلاس۔
- 27 28 دسمبر تک، کوئٹہ: اقلیتوں کے لیے قومی کمیشن کی تشکیل کی آواز اجاگر کرنے کے لیے وکلاء اور وزارت برائے انسانی حقوق کے عہدیداروں کے ساتھ اجلاس۔
- 30 دسمبر، لاہور: ایچ آر سی پی کے بانی رکن، ائیر مارشل (ریٹائرڈ) ظفر چوہدری کے لیے تعزیتی ریفرنس۔
- 30 دسمبر، پشاور: اقلیتوں کے لیے قومی کمیشن کی تسکیل کے لیے حکمتِ عملیاں اپنانے کی غرض سے سول سوسائٹی کے ساتھ اجلاس۔

فیکٹ فائنڈنگ مشن

- یکم جنوری، کراچی: کراچی سرکلر ریلوے پراجیکٹ کے انسانی حقوق پر اثرات کے جائزے کے لیے فیکٹ فائنڈنگ۔
- 22 جنوری، ساہیوال: ایک پولیس 'مقابلے' میں ایک خاندان کے ماورائے عدالت قتل کی چھان بین کے لیے فیکٹ فائنڈنگ۔
- 18 مارچ، نارووال: کرتارپور راہداری کی تعمیر کے نتیجے میں مقامی رہائشیوں کے انسانی حقوق کی پامالی، بشمول انہیں بیدخلی کے عوض معاوضے کی چھان بین کے لیے فیکٹ فائنڈنگ۔
- 2 سے 3 مئی، گھوٹکی: دو ہندو لڑکیوں کے مذہب کی مبینہ جبری تبدیلی کے واقعے کی چھان بین کے لیے فیکٹ فائنڈنگ۔
- 18 مئی، ملتان: ایک نوجوان استانی کی ہلاکت کی تحقیقات۔ متوفیہ کے اہل خانہ کا کہنا تھا کہ سکول نے اس کے لیے ابتدائی طبی امداد کا بندوبست نہ ہونے کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوئی۔
- 13 جون، فیصل آباد: ایک مسیحی بچے کے قتل کی چھان بین کے لیے فیکٹ فائنڈنگ۔
- 22 سے 24 جون، ڈیرہ اسماعیل خان: خیبر پختونخوا میں انسانی حقوق کی صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے فیکٹ فائنڈنگ۔ سول سوسائٹی کے کارکنوں، وکیلوں، صحافیوں، اندرون ملک نقل مکانی کرنے والے افراد، سیاسی جماعتوں اور سرکاری اہلکاروں کے ساتھ ملاقاتیں کی گئیں (پہلا مرحلہ)
- 8 سے 15 جولائی، سوات، پشاور اور خیبر: خیبر پختونخوا میں انسانی حقوق کی صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے فیکٹ فائنڈنگ (دوسرا مرحلہ)
- 20 جولائی، کراچی: الغازی جنرل ٹریکٹرز پر ہراسانی کے الزامات کی چھان بین کے لیے فیکٹ فائنڈنگ۔
- 24 جولائی، ملتان: ملتان، خانیوال، بہاولپور اور رحیم یار خان میں مذہبی اقلیتوں کے تحفظات کی نشاندہی کے لیے فیکٹ فائنڈنگ مشن۔
- 20 جولائی سے 2 اگست تک، گلگت: گلگت بلتستان میں انسانی حقوق کی صورتحال کے جائزے کے لیے فیکٹ فائنڈنگ۔ سول سوسائٹی، کارکنان، مزدوروں، قوم پرستوں، وکیلوں، صحافیوں، اندرون ملک نقل مکانی کرنے والوں، سیاسی جماعتوں اور سرکاری اہلکاروں کے ساتھ ملاقاتیں کی گئیں۔
- 17 سے 18 اگست تک، کراچی: سندھ میں انسانی حقوق کی صورتحال کے جائزے کے لیے فیکٹ فائنڈنگ۔ لاپتہ افراد کے اہل خانہ، مذہبی اقلیتوں، صحافیوں، طالبعلموں، سول سوسائٹی کے کارکنوں اور چھوٹی سطح کے ایسے

دکانداروں کے ساتھ ملاقات کی گئی جو شہر میں تجاوزات کے خلاف مہم سے متاثر ہوئے تھے۔

- 17 سے 22 اگست، حیدرآباد: سندھ میں انسانی حقوق کے جائزے کے لیے فیکٹ فائنڈنگ۔ جام شورو اور کوٹری میں کسان برادری اور مزدوروں، لاڑکانہ میں جبری گمشدہ افراد کے اہلِ خانہ، مُٹھی میں صحت کے کارکنان، حیدرآباد میں صحافیوں کے ساتھ ملاقاتیں کی گئیں، نیز، میرپورخاص میں دو ہندو لڑکوں کی زیرِحراست ہلاکت کی تحقیقات کی گئیں۔
- 19 سے 24 اگست، کوئٹہ اور تربت: بلوچستان میں انسانی حقوق کی صورتحال کے جائزے کے لیے فیکٹ فائنڈنگ۔ سیاسی جماعتوں، مذہبی اقلیتوں، طلباء، کان کنوں، ٹریڈ یونینوں کے نمائندوں، کسانوں، اور سرکاری اہلکاروں کے ساتھ ملاقاتیں کی گئیں۔
- 30 اگست سے 10 ستمبر، کراچی: مذہبی اقلیتوں کی عبادت گاہوں کی بندش کی چھان بین کے لیے فیکٹ فائنڈنگ۔
- 4 ستمبر، لاہور: احمدی برادری کی عبادت گاہ کی بندش کی چھان بین کے لیے فیکٹ فائنڈنگ۔
- 7 ستمبر، ٹوبہ ٹیک سنگھ: ایک گرجا گھر کی بندش کی چھان بین کے لیے فیکٹ فائنڈنگ۔
- 23 ستمبر، قصور: چونیاں میں چار بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی اور ان کے قتل کی چھان بین کے لیے فیکٹ فائنڈنگ۔
- 22 اکتوبر، کوئٹہ: ایک ہندو مندر کی سکول لائبریری میں تبدیلی کے واقعے کی چھان بین کے لیے فیکٹ فائنڈنگ۔

احتجاجی مظاہرے، ریلیاں اور اظہارِ یکجہتی کے لیے دورے

- 13 جنوری، کراچی: تجاوزات کے خلاف مہم سے متاثرہ افراد کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کے لیے، جوائنٹ ایکشن کمیٹی کے ساتھ مشترکہ بھوک ہڑتال۔
- 25 جنوری، کوئٹہ: کوئٹہ پریس کلب میں جبری گمشدہ افراد کے کیمپ کا دورہ۔
- 8 مارچ، کوئٹہ: عورتوں کے عالمی دن کے موقع پر مقامی سول سوسائٹی تنظیموں کے ساتھ یکجہتی مارچ۔
- 20 مارچ، کوئٹہ: اظہارِ یکجہتی کے لیے جبری گمشدہ افراد کے کیمپ کا دورہ۔
- 1 مئی، کراچی: کراچی آرٹس کونسل سے کراچی پریس کلب تک مزدور عورتوں کا مارچ۔
- 17 مئی، حیدرآباد: 12 سالہ لڑکی کی مبینہ جبری شادی کے خلاف مظاہرہ۔
- 5 جولائی، کراچی: ایک لاپتہ بچی، ودیا کے خاندان کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کے لیے مظاہرہ۔

- 10 جولائی، کراچی: شیعہ برادری کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کے لیے اور لاپتہ صحافیوں کی بازیابی کے لیے مظاہرہ۔
- 10 جولائی، کوئٹہ: تیزاب گردی کے متاثرہ فرد سے ملنے کے لیے بی ایم سی ہسپتال کا دورہ۔
- 15 جولائی، کوئٹہ: دواسازوں سے اظہارِ یکجہتی کے لیے ان کے ہڑتالی کیمپ کا دورہ۔
- 26 اگست، کوئٹہ: تیزاب گردی کے متاثرین سے ملنے کے لیے بی ایم سی ہسپتال کا دورہ۔
- 30 اگست، کوئٹہ اور تربت: جبری گمشدہ افراد کے متاثرین کے عالمی دن کے موقع پر احتجاجی مظاہرے۔
- 30 اگست، لاہور: جبری گمشدہ افراد کے متاثرین کے عالمی دن کے موقع پر لاہور پریس کلب کے سامنے احتجاجی کیمپ۔
- 30 اگست، کراچی: جبری گمشدہ افراد کے متاثرین کے عالمی دن کے موقع پر جبری گمشدہ افراد کے اہل خان کے ساتھ احتجاجی دھرنا۔
- 30 اگست، حیدرآباد: جبری گمشدہ افراد کے متاثرین کے عالمی دن کے موقع پر ریلی۔
- 6 ستمبر، کراچی: پروفیسر انعام بھٹی، جنہیں جبری اغوا کر لیا گیا تھا، کے اہلِ خانہ کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کے لیے احتجاجی مظاہرہ۔
- 29 نومبر، لاہور، اسلام آباد، اور ملتان: طلباء یکجہتی مارچ میں شرکت۔
- 10 دسمبر، کوئٹہ: انسانی حقوق کا عالمی دن منانے کے لیے کوئٹہ پریس کلب میں احتجاجی مظاہرہ۔
- 17 دسمبر، پشاور اور اسلام آباد: روزنامہ ڈان پر بڑھتے ہوئے دباؤ کے خلاف احتجاج کے لیے پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کے لیے ہونے والی ریلی میں شمولیت۔

مرکز شکایات

ایچ آر سی پی کے مرکز شکایات کو یکم جنوری سے 31 دسمبر کے دوران کل 564 شکایات موصول ہوئیں۔ ان میں سے زیادہ تر عورتوں کے خلاف تشدد اور انسانی حقوق کی دیگر پامالیوں کے بارے میں تھیں۔

انٹرن شپ پروگرام

2019 کے دوران، اندرون و بیرون ملک کی جامعات سے 13 طالبعلم ایچ آر سی پی کے انٹرن شپ پروگرام کا حصہ بنے:

- محترم امین شفیع (17 جون سے 12 جولائی تک) نے کراچی میں افغان پناہ گزینوں اور تجاوزات کے خلاف مہم کے پسماندہ طبقوں پر اثرات پر تحقیق کی۔

- محترم مشیل حیات (24 جون سے 5 اگست تک) نے 2019 کے دوران پاکستان میں عورتوں کے حقوق سے متعلق کوائف اکٹھا کرنے میں معاونت کی۔
- محترمہ زوحا عتیق (8 جولائی سے 2 اگست تک) نے 2019 کے دوران پاکستان میں اظہار کی آزادی سے متعلق کوائف اکٹھا کرنے میں معاونت کی۔
- محترم حمزہ رضا (8 جولائی سے 2 اگست تک) نے 2019 کے دوران پاکستان میں ماحولیاتی مسائل سے متعلق کوائف اکٹھا کرنے میں معاونت کی۔
- محترم حسن احمد (8 جولائی سے 2 اگست) نے انسانی حقوق کے کوائف کو ڈیجیٹل کرنے میں شعبہ آرکائیو کی مدد کی۔
- محترم ذکریا جعفر (8 جولائی سے 9 اگست تک) نے سابق فاٹا میں مزدوروں کے حقوق اور انسانی حقوق کی پیش رفتوں پر تحقیق کی۔
- محترمہ ہانیہ فہیم (8 جولائی سے 2 اگست تک) نے 2019 کے دوران پاکستان میں بچوں کے حقوق سے متعلق کوائف اکٹھا کرنے میں معاونت کی۔
- محترمہ ماہ نور لطیف (29 جولائی سے 23 اگست تک) نے 2019 کے دوران وفاقی وصوبائی سطح پر ہونے والی قانون سازی اور سزائے موت کے موضوع پر تحقیق کی۔
- محترمہ افشاں احمد (29 جولائی سے 23 اگست تک) نے انسانی حقوق کے کوائف کو ڈیجیٹل صورت میں لانے کے لیے شعبہ آرکائیو کی مدد کی۔
- محترمہ ماہین رشید (18 ستمبر سے 30 اکتوبر تک) شکایات کی چھان بین کے کام میں مرکز شکایات کی جبکہ رپورٹس کی پروف ریڈنگ اور ان کی ڈیزائننگ کے کام میں مطبوعاتی ٹیم کی مدد کی ہے۔
- محترم محمد ہاشم (4 نومبر سے 06 دسمبر تک) کوائف کو اکٹھا کرنے اور انہیں ڈیجیٹل صورت میں لانے کے کام میں شعبہ آرکائیو کی مدد کی۔
- محترمہ محرین عثمان (16 سے 27 دسمبر) نے سندھ میں 'عزت' کے نام پر قتل کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ کی تدوین میں مدد کی اور مرکز شکایات کو متعلقہ دستاویزات کی منتقلی کے کام میں معاونت کی۔

مطبوعات

ایچ آرسی پی نے 2019 میں درج ذیل رپورٹس شائع کیں:

- 2018 میں انسانی حقوق کی صورت حال (سالانہ رپورٹ)

- ٹوٹے ہوئے سماجی معاہدے کو دوبارہ جوڑنے کی ضرورت ہے: پاکستان میں مذہب یا عقیدے کی آزادی (پراجیکٹ کی رپورٹ)
- پاکستان کے عالمی قانونی فرائض (پراجیکٹ رپورٹ)
- پاکستان میں ایذارسانی کی روک تھام کا قانونی ڈھانچہ: ایک رہنماء کتابچہ (پراجیکٹ رپورٹ)
- کے پی کا از سرِ نو جنم: فاٹا کا خیبر پختونخوا میں ادغام جس کا طویل عرصہ سے انتظار تھا۔
- بلوچستان: ابھی تک نظرانداز ہے (فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ)۔
- سندھ: کیا دراڑیں گرا رہی ہیں؟ (فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ)
- جنوبی پنجاب میں عقیدے کی بنیاد پر امتیاز: جیتے جاگتے تجربات (فیکٹ فائنڈنگ)
- درماندہ ہونے کی سزا: پاکستان سماج کے غریب ترین اور درماندہ ترین لوگوں کو کس طرح پھانسی پہ لٹکا رہا ہے (عالمی وفاق برائے انسانی حقوق کے ساتھ مشترکہ اشاعت)
- تعلیم اور عدم مساوات: شہریت کی بنیادوں پر غور و فکر (مشاورت پر مبنی رپورٹ۔ انسٹی ٹیوٹ آف ڈیویلپمنٹ ریسرچ و کوریسپونڈنگ کیپ ایبلیٹیز کی شراکت سے شائع ہوئی)۔
- روزگار میں امتیاز اور عدم مساوات (مشاورت پر مبنی رپورٹ۔ چائلڈ و لیبر رائٹس ویلفیئر آرگنائزیشن کی شراکت سے شائع ہوئی)۔
- پاکستان کے عالمی قانونی فرائض: انسانی حقوق کے تناظر میں (مشاورت پر مبنی رپورٹ)۔
- گروی مشقت کے نظام کا (خاتمہ) ایکٹ 1992 پر نظرِ ثانی: عوام کا تجزیہ (مشاورت پر مبنی رپورٹ)۔
- ایذارسانی کے خلاف میثاق کا اطلاق: پاکستان کو کیا کرنے کی ضرورت ہے (مشاورت پر مبنی رپورٹ)۔

ایچ آرسی پی کے بیانات

عاصمہ جہانگیر کا ورثہ

11 فروری 2019: عاصمہ جہانگیر کی موت کی پہلی سالگرہ کے موقع پر پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے کہا کہ عاصمہ جہانگیر کے انتقال کی صورت میں پہنچنے والا نقصان ایک برس بعد بھی کم نہیں ہوا۔ تاہم پاکستان ایچ آرسی پی کے لیے، جس کی انہوں نے اپنے چند دیگر ساتھیوں کے ساتھ بنیاد رکھی، یہ خسارہ ان کے ورثے کو آگے لے جانے کے لیے ایک نئے عزم کا باعث ثابت ہوا ہے۔

انسانی حقوق کے محافظین کی وفات کی صورت میں پہنچنے والا خسارہ

27 اگست 2019: ایچ آرسی پی کو عظیم ٹریڈ یونین رہنما، سیاسی کارکن اور مصنف بیاتھل محی الدین کٹی کی موت کا شدید دُکھ ہے۔ ان کا 25 اگست کو کراچی میں انتقال ہوا۔

ایچ آرسی پی کے سیکریٹری جنرل حارث خلیق نے کہا کہ محترم کٹی کو زندگی کے مختلف شعبوں میں جتنی زیادہ دلچسپی تھی اتنی ہی گہری دلچسپی انہیں انسانیت اور انسانی حالت میں تھی۔

18 دسمبر 2019: ایچ آرسی پی نے اپنے بانیوں میں سے ایک، ایئر مارشل (ریٹائرڈ) ظفر چودھری کی وفات پر گہرے افسوس کا اظہار کیا ہے۔ ایئر مارشل ظفر چودھری انسانی حقوق کے ایک سرگرم کارکن تھے۔ انہوں نے 1980 کی دہائی میں، جب پاکستان میں ایسا کوئی ادارہ موجود نہیں تھا، انسانی حقوق کے ایک آزاد ادارے ایچ آرسی پی کی داغ بیل ڈالنے میں اہم کردار ادا کیا۔ بعدازاں، انہوں نے ادارے کی ایگزیکٹیو کونسل کے رکن کے طور پر بھی خدمات سرانجام دیں اور ناساز صحت کے باوجود ایچ آرسی پی کے دفتری فرائض انجام دیتے رہے۔ ایچ آرسی پی لاہور میں سیکریٹریٹ کے قیام میں بھرپور مدد کرنے پر ان کا ہمیشہ ممنون رہے گا۔

جنوبی ایشیا میں امن اور انسانی حقوق

26 فروری **2019**: بھارت کی جانب سے پاکستان کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کی خبروں پر، ایچ آرسی پی نے دونوں ممالک کے درمیاں کشیدگی میں اضافے پر تشویش ظاہر کی ہے۔ ایچ آرسی پی نے بھارتی چڑھائی کو ایک اشتعال انگیز قدم قرار دیا اور کہا ہے 'باوجود اس کے کہ پاکستان میں عوام اس وقت بہت جذباتی حالت میں ہیں، ہم دونوں

اطراف کوتحمل برتنے کی پرزور اپیل کرتے ہیں۔ بھارتی اور پاکستانی نمائندوں کی زبانی لڑائی ختم ہونی چاہیے اور اس کے بجائے معقول و دانشمندانہ سفارت کاری کا راستہ اپنایا جائے۔فوجی کارروائی سے کسی بھی ملک کو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

6 مارچ **2019**: جنوبی ایشیا میں سول سوسائٹی کی دیگر تنظیموں کے ہمراہ، ایچ آر سی پی کو پاکستان اور بھارت کے درمیان کشیدگی پر پریشانی لاحق ہے۔ایک مشترکہ بیان میں، سول سوسائٹی کی تنظیموں نے دونوں ممالک کی حکومتوں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ کشیدگی کو کم کرنے، امن مذاکرات کے لیے سازگار ماحول پیدا کرنے، اور کشمیر میں انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے فوری اقدامات کریں۔ بیان میں مزید کہا گیا ہے: 'اگرچہ ہم (پلوامہ میں) میں حملے کی پرزور اور واضح مذمت کرتے ہیں، مگر ہندوستانی حکام کا ردعمل کشمیر تنازعے کے پائیدار حل میں مددگار ثابت نہیں ہوگا۔ بداعتمادی، سیاسی جدوجہد اور حقِ خود اختیاریت کے معاملات کو جبر اور فوجی طاقت کے بجائے سیاسی گفت وشنید سے حل کرنے کی ضرورت ہے۔'

05 اگست **2019**: ایچ آرسی پی کو جموں وکشمیر کی خصوصی آئینی حیثیت ختم کرنے کے ہندوستانی حکومت کے فیصلے پر شدید تشویش ہے۔فوجی دستوں کی بڑھتی ہوئی تعیناتی اور شہریوں پر کرفیو سے ملتی جلتی پابندیوں کا نفاذ خطرات کی علامت ہے۔

اگر کشیدگی مسلح تصادم میں بدل گئی تو اس کے لائن آف کنٹرول (ایل او سی) کے دونوں طرف بسنے والے کشمیری شہریوں پر نہایت برے اثرات مرتب ہوں گے۔ ایل او سی کے دونوں طرف سے فائرنگ کے تبادلے میں حالیہ اضافہ اور ہلاکتوں میں بڑھوتری، خاص طور پر کلسٹر بموں کے استعمال سے، جس کے متاثرین میں اطلاعات کے مطابق بچے بھی شامل ہیں، انتہائی تشویشناک امر ہے۔

05 اکتوبر **2019**: ایچ آرسی پی کو لگ بھگ ایک کروڑ کشمیریوں جنہیں ریاست کے ہاتھوں انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں کا سامنا ہے، پر مسلط لاک ڈاؤن ختم کرنے میں ہندوستانی حکومت کی ناکامی پر شدید تشویش لاحق ہے۔

ایک بیان میں کمیشن نے کہا: 'بھارتی حکومت کی طرف سے کشمیر کی خصوصی حیثیت کو ختم ہوئے اور علاقے میں کرفیو کے نفاذ کو دو ماہ گزر چکے ہیں۔ایچ آرسی پی کو تشویش ہے کہ ہزاروں کشمیری بشمول بچے بے جا حراست میں ہیں، مظاہروں کو طاقت کے زور پر دبایا جارہا ہے اور لوگوں کو خوراک اور ادویات تک رسائی میں مشکلات کا سامنا ہے۔'

قانون کی حکمرانی

12 جنوری **2019**: ایچ آرسی پی کو فوجی عدالتوں جن کی جنوری 2019 میں مدت ختم ہونی ہے، کو توسیع دینے کے لیے پارلیمان میں مسودہ قانون لانے کے حکومتی فیصلے پر تشویش ہے۔ ایچ آرسی پی نے برملا کہا ہے کہ بنیادی حقوق اور آزادیوں کی علمبرداری کا دعویٰ کرنے والے جمہوری نظام میں فوجی عدالتوں کا قیام بلا جواز ہے۔

23 جنوری 2019: ایچ آر سی پی نے صدر مملکت سے مطالبہ کیا ہے کہ گلگت بلتستان کے عوام کے ساتھ ضروری مشاورتوں تک حکومت جی بی آرڈر 2018 کا نفاذ ملتوی کیا جائے۔

صدر ڈاکٹر علوی کو بھیجے گئے اپنے خط میں ایچ آر سی پی نے کہا ہے کہ: حکومت گلگت بلتستان آرڈر 2018 کو آپ کی منظوری کے لیے سپریم کورٹ کی طے شدہ مدت کو مدنظر رکھتے ہوئے، ایچ آر سی پی آپ سے مطالبہ کرتا ہے کہ آپ گلگت بلتستان کیعوام کے جذبات کو مناسب اہمیت دیں اور متعلقہ لوگوں کے ساتھ ضروری مشاورتوں تک اس متنازعہ آرڈر کا نفاذ مؤخر کریں۔

22 مارچ 2019: گھوٹکی میں دو کمسن ہندولڑکیوں کے مبینہ اغواء اور انہیں جبری مسلمان بنائے جانے کے واقعے کے بعد، ایچ آر سی پی نے سندھ اسمبلی سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ مذہب کی جبری تبدیلی کو جرم قرار دینے والے مسودہ قانون میں نئی روح پھونکے اور اس کی منظوری کے لیے فوری اور سنجیدہ اقدامات کرے۔ ایچ آر سی پی نے کہا ہے کہ اس بل کی منظوری اور نفاذ اشد ضروری ہے۔

اس وقت، مذہب کی جبری تبدیلی بہت آسان اور بہت عام ہے۔۔۔ مذہب کی رضا کارانہ تبدیلی کے بھیس میں۔ اور کمسن بچیاں اس کا خاص نشانہ بنتی ہیں۔ جبری تبدیلی مذہب کے حوالے سے بھیانک حقیقت یہ ہے کہ اسے جرم نہیں سمجھا جاتا بلکہ ایسا مسئلہ بھی نہیں جانا جاتا جس کے بارے میں قومی دھارے کے (مسلمان) پاکستان کو کوئی فکر لاحق ہو۔

11 جون 2019: ایچ آر سی پی نے قابل احترام جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کے خلاف آئین کے آرٹیکل 209 کے تحت اعلیٰ عدالتی کونسل (ایس جے سی) میں صدارتی ریفرنس کے وقت اور اس کے پیچھے چھپی نیت پر فکرمندی کا اظہار کیا ہے۔

ایچ آر سی پی کا خیال ہے کہ حکومت کو اس چیز کا مکمل ادراک نہیں کہ ریفرنس سے اعلیٰ عدلیہ کا وقار بری طرح متاثر ہوگا اور اس کے سیاست پر بھی شدید منفی اثرات مرتب ہوں گے۔ ہمارے خیال میں حکومت کا بدنیتی پر مبنی کوئی بھی اقدام ریاست کے آئینی اداروں کو مزید کمزور کرے گا۔

18 ستمبر 2019: ایچ آر سی پی کو یہ جان کر بہت تشویش ہوئی ہے کہ خیبر پختونخوا (کے پی) کی حکومت نے ایک حکم نامہ جاری کیا ہے جس نے مسلح افواج کے بعض ایسے اختیارات کو پورے صوبے تک توسیع دے دی ہے جو پہلے سول انتظامیہ کی معاونت کے لیے 2011 ریگولیشنز کے تحت سابق فاٹا اور پاٹا تک محدود تھے۔

کے پی میں امن وامان برقرار رکھنے کی بنیادی ذمہ داری کے پی حکومت پر عائد ہے اور یہ ذمہ داری اس انداز سے کسی اور ادارے کو منتقل نہیں ہونی چاہیے۔ ایچ آر سی پی کا کے پی کی حکومت سے پرزور مطالبہ ہے کہ وہ کے پی کے عوام کی اُمنگوں کا احترام کرے اور صوبے میں سویلین اداروں کی اتھارٹی اور استعداد بڑھانے پر توجہ دے۔

06 اکتوبر 2019: ایچ آر سی پی کی کونسل نے اپنے ششماہی اجلاس کے اختتام پر کہا کہ اسے سیاسی اختلاف رائے کو دبانے کی حالیہ حکومتی کوششوں پر سخت تشویش ہے۔ اس بات کے پریشان کن اشارے موجود ہیں کہ پارلیمنٹ کا کردار کم ہوتا جا رہا ہے، جس کا ثبوت یہ ہے کہ حکومت آرڈیننس کے ذریعے نظام حکومت چلانے کی کوشش کر رہی ہے۔

کونسل نے ریاستی عناصر کی جانب سے جبری گمشدگیوں کو جبر کے ذرائع کے طور پر استعمال کرنے کے عمل کی مذمت کی اور بچوں کے ساتھ زیادتی کے واقعات میں حالیہ اضافے پر تشویش ظاہر کی اور کہا کہ ریاست اور معاشرے دونوں کو ہی ان کے تحفظ کی ذمہ داری لینا ہوگی۔

8 اکتوبر: ایف آئی ڈی ایچ اور اس کی رکن تنظیم ایچ آر سی پی نے آج جاری ہونے والی اپنی ایک رپورٹ میں بتایا ہے کہ پاکستان میں سزائے موت کے حوالے سے غریب اور پسے ہوئے طبقے کے لوگوں کو انتہائی منظم تعصب کا سامنا ہے۔ سزائے موت کے خلاف عالمی دن (10 اکتوبر) سے قبل شائع ہونیوالی رپورٹ میں پاکستانی حکومت سے فوجداری نظامِ انصاف میں اصلاحات لانے کا مطالبہ کیا گیا ہے تاکہ قواعد وضوابط اور پالیسی سے متعلقہ ان مسائل کو ختم کیا جا سکے جن کی وجہ سے معاشرے کے پسے ہوئے لوگ موت کی سزا اور پھانسیوں کا نشانہ بن رہے ہیں۔

20 دسمبر 2019: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کو ریاست کے دو کلیدی اداروں کے درمیان کشیدگی پر شدید فکر ہے اور عدلیہ پر ہونے والے رواں حملے پر تشویش لاحق ہے۔ عدالت کے فیصلے جس نے جنرل مشرف کو غداری کا مرتکب قرار دے کر ایک اہم نظیر قائم کی ہے، کے پیراگراف 66 پر اعتراضات، اور نتیجے میں پیدا ہونے والے طوفان کے باعث فیصلے کے مرکزی حصے کی قدر کم نہیں ہونی چاہیے۔

21 دسمبر 2019: ایچ آر سی پی کو توہینِ رسالت کے الزامات پر معلم جنید حفیظ کو ڈسٹرکٹ وسیشنز کورٹ ملتان کی طرف سے سنائے جانے والے فیصلے پر مایوسی ہوئی ہے۔ ایچ آر سی پی کے خیال میں مذہب کی تضحیک کے قوانین کا بہت زیادہ غلط استعمال ہوتا ہے۔ نچلی عدالتوں کی سطح پر تاخیری حربوں اور دباؤ کے حامل ٹرائل کے عمل نے اسے اور زیادہ سنگین بنا دیا ہے۔

جرم بذات خود پہلے ہی خود ساختہ چوکیداری کی روایت اور سزا سے استثنیٰ کے ساتھ منسلک ہے جس کی نشاندہی 2014 میں محترم حفیظ کے وکیل راشد رحمان کے قتل سے بھی ہوئی تھی۔ نچلی عدالتوں پر نتیجے میں پڑنے والا دباؤ اس وقت بے نقاب ہو جاتا ہے جب ایسے فیصلے عدالتِ عالیہ یا عدالتِ عظمیٰ کی طرف سے کالعدم قرار دیے جاتے ہیں۔

قانون کا نفاذ

21 جنوری 2019: ایچ آر سی پی نے کہا ہے کہ یہ ایک حالیہ واقعے پر دہشت زدہ ہے جس میں پنجاب پولیس کی ایک خصوصی فورس نے مبینہ طور پر انسداد دہشت گردی کے ایک آپریشن میں چار افراد کو ہلاک کر دیا ہے۔

جاری ہونے والے ایک بیان میں ایچ آر سی پی نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جسے ابتدائی طور پر دہشت گردوں کے

ساتھ مقابلہ قرار دیا گیا تھا وہ ایک غیر ضروری اور پرتشدد کارروائی تھی جس میں ایک نوعمر لڑکی اور اس کے والدین جاں بحق ہوئے۔

05 فروری **2019**: گذشتہ چند دنوں میں پیش آنے والے واقعات کے پیش نظر، جن میں بظاہر نظر آ رہا ہے کہ قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کو ہر قسم کی قانونی کارروائی سے استثنیٰ دیا جا رہا ہے، ایچ آر سی پی نے شمالی وزیرستان کے گاؤں خیسور میں ایک پشتون خاتون کی مبینہ ہراسانی پر شدید تشویش ظاہر کی ہے۔

ایچ آر سی پی نے یہ کہہ کر واقعے کی پُر زور مذمت کی ہے کہ ریاستی ایجنسی کے اہلکاروں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کے گھر میں داخل ہوں اور کسی خاتون کو ریپ کی دھمکیاں دیں جس کے خاوند اور بڑے بیٹے کو، اطلاعات کے مطابق، اس سے پہلے ہونے والے ایک سیکیورٹی آپریشن میں گرفتار کر لیا گیا تھا۔

8 مارچ **2019**: ایچ آر سی پی نے افضل کوہستانی کے قتل کی شدید مذمت کی ہے، جنہیں 6 مارچ کو ایبٹ آباد میں گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا تھا۔

ایچ آر سی پی نے کہا: اس بات کا قوی امکان ہے کہ افضل کوہستانی کو اس وجہ سے قتل کیا گیا کہ انہوں نے 2011 میں 'عزت' کے نام پر مبینہ قتل کے سلسلے کو منظر عام پر لانے میں کردار ادا کیا تھا، ایک وڈیو جس میں شمالی کوہستان میں نوجوان مردوں اور عورتوں کے ایک اجتماع کو گاتے ہوئے اور شادی کے ایک سنگیت پر تالیاں بجاتے ہوئے دیکھا گیا کے آن لائن ہونے کے بعد۔ محترم کوہستانی کا قتل گذشتہ اگست میں درج ہونے والی ایف آئی آر کے سات ماہ ہوا ہے جو عدالت عظمیٰ میں اس کی پٹیشن دائر ہونے کے بعد درج ہوئی تھی اور جس کے اندراج نے سات برس لیے۔

12 اپریل **2019**: ایچ آر سی پی نے آج کوئٹہ میں ہونے والے حملے کی شدید مذمت کی ہے جس میں کم از کم 20 افراد ہلاک اور 48 زخمی ہوئے ہیں۔ ایچ آر سی پی نے کہا: اس واقعے کا ایک سبزی منڈی میں پیش آیا جہاں شیعہ ہزارہ لوگ اکثر آتے ہیں، ظاہر کرتا ہے کہ وہ بدستور غیر محفوظ ہیں باوجود ان کوششوں کے جو ان کی زندگی و سلامتی کے حق کو یقینی بنانے کے لیے کی گئیں۔ یہ صورتحال ایک گھمبیر فرقہ ورانہ مسئلے کی نشاندہی کرتی ہے جو اس وقت تک حل نہیں ہو گا جب تک ریاست شدت پسندی اور مذہبی انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے منظّم کوشش نہیں کرتی۔

19 اپریل **2019**: ایچ آر سی پی نے اوڑمارہ، بلوچستان کے قریب 11 سیکیورٹی اہلکاروں سمیت کم از کم چودہ افراد کے قتل کی شدید مذمت کی ہے۔ انہیں بعض مسلح افراد نے اس وقت گولیاں مار کر قتل کیا جب وہ کراچی سے گوادر آ رہے تھے۔ جس طریقے سے ان مسافروں کے باقاعدہ شناختی کارڈز دیکھ کر ان کی شناخت کی گئی، سیکیورٹی اہلکاروں کے بھیس میں مسلح افراد نے انہیں زبردستی بسوں سے اتارا اور بے حسی کے ساتھ قتل کر دیا، اس ساری کارروائی نے ایچ آر سی پی کو بہت زیادہ تکلیف دی ہے۔

10 مئی **2019**: ایچ آر سی پی نے کہا کہ کہ شیعہ لاپتہ افراد کے رشتہ داروں کی کمیٹی نے اپنے پیاروں کی بازیابی کے

لیے حال ہی میں جو دھرنا دیا ہے اس پر ریاست نے مثبت ردعمل کا مظاہرہ نہیں کیا۔ ایچ آر سی پی نے کراچی کی شیعہ برادری کے لاپتہ افراد کے اہل خانہ کی حمایت کا اظہار کیا اور کہا کہ، 'باضابطہ قانونی کاروائی بنیادی حق ہے۔ اگرچہ پولیس نے دعوی کیا ہے کہ لاپتہ افراد میں سے پانچ کو "ریاست مخالف سرگرمیوں' کے شبے پر گرفتار کیا گیا تھا، کمیٹی اس جوابی ردعمل کی شفاف تحقیقات ہونی چاہییں کہ یہ لوگ بےقصور ہیں۔

21 مئی **2019**: ایچ آر سی پی کو یہ جان کر سخت صدمہ پہنچا ہے کہ دَس سالہ فرشتہ جو 15 مئی کو اسلام آباد میں اپنے گھر سے لاپتہ ہوئی تھی، کی آج نعش ملی ہے جسے مبینہ طور پر ریپ کا نشانہ بنا کر قتل کر دیا گیا۔

حالیہ واقعہ اور قصور کی سات سالہ زینب کے واقعے میں ڈرا دینے والی مماثلت ہے جو معاشرے میں بڑھتی ہوئی بے رحمی کی طرف اشارہ کرتی ہے جہاں بچوں کا جب چاہے استحصال اور قتل کر دیا جاتا ہے۔

27 مئی: ایچ آر سی پی کو وزیرستان میں فوجی طاقت کے استعمال جس کے نتیجے میں پی ٹی ایم کے کم از کم تین کارکن ہلاک ہوئے ہیں، پر تشویش ہے۔

ایچ آر سی پی کے خیال میں یہ واقعہ پی ٹی ایم کے حامیوں اور سکیورٹی اداروں کے درمیان پہلے سے موجود تناؤ میں اور زیادہ شدت پیدا کرے گا اور قبائلی اضلاع کے عوام اور ریاست کے مابین مستقل خلیج کا سبب بنے گا جو کہ ملک اور عوام کے مفاد کے لیے نقصان دہ ہے۔

04 جون **2019**: ایچ آر سی پی نے عید الفطر کے موقع پر کہا ہے: انہیں لاپتہ افراد کے خاندانوں کے کرب کو بھولنا نہیں چاہیے۔ ایچ آر سی پی نے کہا ہے کہ سندھ میں خادم حسین آریجو اور ہدایت لوہار کی رہائی درست سمت میں اٹھایا گیا قدم ہے، مگر یہ بھی ضروری ہے کہ تمام لاپتہ افراد کو عید الفطر سے پہلے سامنے لایا جائے اور ان تمام افراد کو رہا کیا جائے جو سیاسی بنیادوں پر حراست میں ہیں۔

16 جولائی **2019**: ایچ آر سی پی نے کہا ہے کہ اسے جیل میں رانا ثناءاللہ کے ساتھ ہونے والے سلوک سے متعلق موصول ہونے والی شکایات پر شدید تشویش ہے۔ کمیشن نے ریاست کو یاد دہانی کروائی ہے کہ 'تمام قیدیوں کو خوراک اور ادویات تک رسائی یقینی بنانا' اس کا فریضہ ہے۔ کسی بھی قیدی کو نگہداشت کے اس بنیادی معیار سے محروم کرنا ظالمانہ، غیر انسانی اور تضحیک آمیز سلوک کے زمرے میں آتا ہے۔' ایچ آر سی پی نے حکومت سے پرزور مطالبہ کیا ہے کہ اگر وہ سیاسی انتقام کے دعووں کی تردید کرنا چاہتی ہے تو اسے رانا ثناءاللہ کے معاملے میں فوری اقدام کرنا ہوگا۔

30 اگست **2019**: جبری گمشدگیوں کے متاثرین کے عالمی دن کے موقع پر، ایچ آر سی پی نے دنیا بھر میں جبری گمشدگی کے متاثرین کے ساتھ یک جہتی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ 'ہم ان کشمیریوں کے ساتھ بھی کھڑے ہیں جنہیں بھارتی مقبوضہ کشمیر میں ریاستی جبر کے تحت جبری لاپتہ کیا جا رہا ہے۔'

25 ستمبر **2019**: ایچ آر سی پی کو اس امر پر شدید تشویش ہے کہ سرائیکی نیشنل پارٹی کے ترجمان احمد مصطفیٰ کا نجو کو ابھی

تک بازیاب نہیں کیا جا سکا۔

ایچ آر سی پی نے کہا کہ اگر کسی فرد پر جرم کا الزام عائد ہے تو اس کے ٹرائل کے لیے قانونی ڈھانچہ پہلے سے موجود ہے۔ جبری گمشدگیوں کی اس نظام میں کوئی جگہ نہیں اور ان سے صرف خوف کی فضا میں ہی اضافہ ہو رہا ہے جو پاکستانی معاشرے کے لیے شدید نقصان کا باعث ہے۔

11 اکتوبر 2019: لکھاری، شاعر اور صحافی مدثر نارو کی جبری گمشدگی کا معاملہ شدید تشویش کا باعث بنا ہوا ہے، نہ صرف ان کے اہلِ خانہ کے لیے بلکہ سول سوسائٹی اور مجموعی طور پر پورے ادبی حلقے کے لیے۔

ایچ آر سی پی مدثر نارو کی بحفاظت واپسی کے لیے مکمل تحقیقات کا حامی ہے۔ ایچ آر سی پی نے بارہا کہا ہے کہ پاکستان میں لاپتہ افراد کے حوالے سے حالات میں شدید قسم کا بدلاؤ آنا چاہیے۔ لوگوں کو اٹھا کر غائب کرنا غیر قانونی اور غیر انسانی فعل ہے، اور اِس جرم میں ملوث مجرموں کا محاسبہ کرنا بہت ضروری ہے۔

8 نومبر 2019: ایذا رسانی کے خلاف عالمی اتحاد (اوایم سی ٹی) کے تعاون سے ہونے والی قومی مشاورت کے اختتام پر، ایچ آر سی پی نے کہا کہ ایذا رسانی یا ہر قسم کے ظالمانہ، غیر انسانی اور توہین آمیز سلوک کے خاتمے کے لیے جامع قانون سازی طویل عرصہ سے التوا کا شکار ہے۔ پاکستانی ریاست کو نہ صرف ایذا رسانی کی تعریف کرنے اور اسے جرم قرار دینے کی ضرورت ہے بلکہ اس میں ملوث ریاستی عناصر کو قانونی کاروائی سے جو تحفظ حاصل ہے، اسے بھی ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے پولیس اور جیلوں کے نظام کے درمیان مؤثر رابطہ سازی اور مشاورت، نیز تربیت اور وسائل درکار رہیں۔

20 نومبر 2019: ایچ آر سی پی کے پاس یہ یقین کرنے کی ٹھوس وجہ ہے کہ یہ اغواء جبری گمشدگی کا واقعہ معلوم ہوتا ہے خاص طور پر جب ان کے اہلِ خانہ کا کہنا ہے کہ اغواء برائے تاوان کے شواہد نہیں ملے۔

اِس واقعے پر ریاست کی خاموشی لمحہ فکریہ ہے کیونکہ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جبری گمشدگیوں اور من مانی حراستوں کے سنگین مسئلے سے ریاست لاتعلق ہے اور اسے باضابطہ قانونی کارروائی کا کچھ لحاظ نہیں۔

3 دسمبر 2019: لاہور میں بے سہارا لڑکیوں کی پناہ گاہ کاشانہ ہوم میں نوجوان لڑکیوں اور عورتوں کو بظاہر شادی کی غرض سے، پنجاب میں بعض سینیئر سرکاری اہلکاروں کو 'فراہم کرنے' کرنے کے الزامات سامنے آنے پر ایچ آر سی پی نے معاملے کی چھان بین کی ہے۔ الزامات پناہ گاہ کی سابق سپرنٹنڈنٹ افشاں لطیف نے عائد کیے تھے۔ ایچ آر سی پی نے کہا ہے کہ اسے اس معاملے کے ضمن میں شفافیت کے فقدان پر تشویش ہے اور اس خدشے پر بھی کہ سماجی بہبود کے اداروں میں مقیم افراد اختیارات کی حامل شخصیات کے استحصال کا نشانہ بن سکتے ہیں۔

جمہوری عمل میں شمولیت

07 اپریل 2019: تینتیسویں سالانہ عمومی اجلاس کے اختتام پر، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے درج ذیل

بیان جاری کیا ہے: ایچ آر سی پی کو شراکتی جمہوریت کے بنیادی اصولوں میں ردوبدل کرنے اور اکثریت کو فوقیت دینے والے ریاستی طریقہ کار کی طرف لوٹنے کی کوششوں پر تشویش لاحق ہے۔

اس رجحان پر قابو پایا جائے کیونکہ یہ تنوع کے تقاضوں کے منافی ہے۔ ایچ آر سی پی کو اٹھارہویں ترمیم میں سوچے گئے منصوبے میں بہتری لانے پر کوئی اعتراض نہیں مگر وفاقی اکائیوں کے حقوق اور مفادات کو ٹھیس پہنچانے والی کوئی بھی کوشش ریاست کی بقا کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگی۔

ایچ آر سی پی پاکستان میں سول سوسائٹی تنظیموں کے لیے پیدا کی جانے والی تنگی، صحافیوں کی ملازمتوں سے برطرفی اور ان کی ہراسانی میں اضافہ کی صورت میں ذرائع ابلاغ پر دباؤ، پاکستان میں بھر میں بچوں کے استحصال، خاص طور پر بلوچستان میں کان کنی کے شعبے میں اور کان کنی کے شعبے کی حالت پر بھی فکر مند ہے۔ یہ شعبہ کام کے خطرناک حالات اور کانوں کے پیشہ ورانہ صحت اور تحفظ کی اہمیت نہ ہونے جیسے مسائل کا شکار ہے۔

10 اپریل **2019**: اسلام آباد میں انسانی حقوق اور شراکتی جمہوریت پر اپنی قومی کانفرنس کے اختتام پر، ایچ آر سی پی نے کہا ہے کہ ایسے حالات میں جبکہ انسانی حقوق کی تحریک سیاسی دھڑے بندیوں سے شدید متاثر ہو رہی ہے، انسانی حقوق کی بحث میں نئی جان ڈالنے کی اشد ضرورت ہے۔

ایچ آر سی پی کے اعزازی ترجمان، مسٹر آئی اے رحمان نے کہا کہ عوام کا حق ہے کہ ان پر جمہوری طریقے سے حکومت کی جائے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ سیاسی جماعتوں کو ایک نئے میثاق جمہوریت کے لیے مل بیٹھنے کی ضرورت ہے۔ کانفرنس نے اظہار، اجتماع اور انجمن پسندی کی آزادی، وفاقیت، مذہب یا عقیدے کی آزادی اور قانون کی حکمرانی اور دستور سازی جیسے اہم معاملات پر بھی غور کیا۔

ایچ آر سی پی نے اس امید کا اظہار کیا ہے کہ یہ کانفرنس پاکستان میں انسانی حقوق کے معاملات کو اور زیادہ اجاگر کرے گی، اور آبادی کے زیادہ پسے ہوئے طبقوں کو بااختیار بنانے اور ان کے مسائل کو حکومت ترجیحات میں شامل کرنے کے لیے جدوجہد کی بھی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

15 اپریل **2019**: اپنی انتہائی اہم سالانہ رپورٹ 2018 میں انسانی حقوق کی صورتحال کے اجراء پر، ایچ آر سی پی نے کہا ہے کہ عام انتخابات کے سال میں اگر انسانی حقوق کے معاملات پر پیش رفت اور ان کے تحفظ کو مکمل طور پر پس پشت نہیں بھی ڈالا گیا تو ان سے توجہ ضرور ہٹائی گئی۔

انتخابات بذات خود قبل از انتخاب ہونے والی ساز باز اور ووٹوں کی دھاندلی جیسے الزامات، جن کا مکمل ازالہ نہیں کیا گیا، اور تشدد کے بعض خوفناک واقعات، کی لپیٹ میں رہے۔ اس کے باوجود، عام نشستوں پر خواتین امیدواروں کی تعداد پچھلے انتخاب سے زیادہ تھی اور ملک کی تاریخ میں پہلی دفعہ خواجہ سراء امیدواروں نے انتخابات میں حصہ لیا۔

ایچ آر سی پی نے کہا ہے کہ اظہار رائے کی آزادی کے بنیادی حق کی جس طرح کھلم کھلا پامالی کی گئی، خاص طور پر پولنگ

سے پہلے کے دنوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی، اور مزید یہ کہ قومی سلامتی کے خدشات کے نام پر ذرائع ابلاغ کی کوریج پر پابندیاں لگائی گئیں، صحافیوں نے بڑی حد تک سیلف سنسرشپ اختیار کی، ایک قومی اخبار کی ترسیل بہت زیادہ گھٹا دی گئی اور ذرائع ابلاغ میں بعض واقعات کی کوریج پر مکمل پابندی عائد کی گئی۔

22 جولائی **2019**: ایچ آر سی پی نے ماضی میں وفاق کے ذریعے کنٹرول ہونے والے قبائلی علاقہ جات (فاٹا) میں صوبائی انتخابات کے انعقاد پر عمومی طور پر اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ اگر چہ انتخابات کا انعقاد مختصر مدت کے لیے تاخیر کا شکار بھی ہوا مگر اس کے باوجود ان کا منعقد ہونا مغربی خیبر پختونخواہ (کے پی) کے لوگوں کے لیے ایک بڑا سنگ میل ہے۔

اس چیز کا سہرا بھی ای سی پی کو جاتا ہے کہ کہ پولنگ مجموعی طور پر پرامن رہی اور انتخابات ایکٹ 2017 کی مطابقت میں انجام پائی۔

بنیادی آزادیاں

14 فروری 2019: سوشل میڈیا پر پابندیوں کے بڑھتے ہوئے خدشات کے پیشِ نظر، خاص طور پر سوشل میڈیا کے کارکنوں اور صحافیوں پر پابندیاں جو ایسے امور پر آواز اٹھاتے ہیں جنہیں مرکزی میڈیا کی انتہائی کم توجہ ملتی ہے، ایچ آر سی پی یہ ضروری سمجھتا ہے کہ انسانی حقوق کے محافظین (ایچ آر ڈیز) کو ضروری تربیت سے لیس کیا جائے تا کہ وہ سوشل میڈیا ایپس کو محفوظ اور مفید طریقے سے استعمال کر سکیں۔

4 مارچ **2019**: ایچ آر سی پی نے لاہور میں یونیورسٹی آف انجینیر نگ اینڈ ٹیکنالوجی (یو ای ٹی) کے جاری کردہ نوٹیفکیشن کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے جس میں مذکورہ یونیورسٹی کے طالب علموں کے لیے ضابطہ لباس متعارف کیا گیا ہے جس کی رو سے دیگر چیزوں کے علاوہ، عورتوں کے لیے دوپٹہ پہننا لازمی ہے اور ان طالبعلموں کو جماعت میں شریک ہونے کی اجازت نہیں ہے جو ضابطہ لباس کی پاسداری نہیں کرتے۔

ایچ آر سی پی نے کہا انتخاب کا حق بنیادی حقوق کی روح ہے۔ ایک ایسے ضابطہ لباس کا نفاذ غیر ضروری اور مضحکہ خیز ہے جو گھر سے باہر عورتوں کے لباس کے حوالے سے رجعتی سوچ کی حمایت کرتا ہے۔

13 اپریل **2019**: ماہرِ تعلیم ڈاکٹر عرفانہ ملاح کو بدنام کرنے کی کوششوں اور صحافی شاہ زیب جیلانی کے خلاف ایف آئی آر کے اندراج کے بعد، ایچ آر سی پی نے انسانی حقوق کے محافظین اور صحافیوں کے خلاف تشدد پر اکسانے والے پراپیگنڈہ پر تشویش ظاہر کی ہے۔ ایک غیر مصدقہ خبر کی وجہ سے ڈاکٹر عرفانہ ملاح کو 'ریاست مخالف' سرگرمیوں میں ملوث قرار دے دینا افسوسناک امر ہے۔ اس کے علاوہ، الیکٹرانک جرائم کی روک تھام کے ایکٹ 2016 کے تحت، مسٹر جیلانی پر ریاستی اداروں کے خلاف بولنے کے الزام میں مقدمے کا اندراج بے بنیاد اور مضحکہ خیز ہے۔

25 مئی **2019**: حکومتِ پنجاب نے پنجاب کمیشن برائے حقوقِ نسواں (پی سی ایس ڈبلیو) کی چیئر پرسن فوزیہ وقار

کو قواعد وضوابط کے برخلاف ایک دم سے برطرف کر دیا ہے جس پر ایچ آر سی پی کو شدید تشویش ہے۔

ایچ آر سی پی نے نوٹیفکیشن کی فوری واپسی اور محترمہ وقار کی بحالی کا مطالبہ کیا ہے۔ان کا شمار عورتوں کے حقوق کے پرعزم دفاع کاروں میں ہوتا ہے اور ان کی کارکردگی ہمیشہ سے لائقِ تحسین رہی ہے۔انسانی حقوق کے اداروں کے کام کا دائرہ کار پہلے ہی بہت محدود ہے لہذا انہیں سیاسی مصلحت کی نذر نہ کیا جائے۔ بلکہ اگر ان کو بامعنی بنانا مقصود ہے تو پھر انہیں آزادی کے ساتھ کرنے دیا جائے۔

03 جون **2019**: عدالت عظمٰی کے 2014 کے تاریخی فیصلے کی پانچویں برسی کے موقع پر انسانی حقوق کے کارکنوں نے ایچ آر سی پی کے دفتر میں ایک اجلاس منعقد کیا۔

سول سوسائٹی کے کارکنوں نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ پانچ سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود اس عدالتی فیصلے پر عملدرآمد کے حوالے سے کسی قسم کی حقیقی پیش رفت نہیں ہو سکی۔اس حوالے سے ہونے والی واحد پیش رفت یک رکنی سنگل کمیشن کا قیام ہے تاہم اس کی رپورٹ بھی ابھی تک سامنے نہیں آسکی۔

19 جون **2019**: ایچ آر سی پی نے سول سوسائٹی کی دیگر تنظیموں کے تعاون سے مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ پر عدالتِ عظمٰی کے تاریخی فیصلے کی پانچویں برسی کی مناسبت سے ایک کانفرنس کا انعقاد کیا ہے۔کانفرنس کا مقصد عدالتی فیصلے کے اطلاق کی اہمیت کو ایک بار پھر اجاگر کرنا تھا۔

ایچ آر سی پی کے اعزازی ترجمان، مسٹر آئی اے رحمان نے کہا کہ جیلانی فیصلے کا نفاذ صرف اقلیتوں کے لیے ہی نہیں بلکہ تمام پاکستانیوں کے لیے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

ایچ آر سی پی کے سیکرٹری جنرل حارث خلیق کا کہنا تھا کہ پاکستان کے آئین میں مساوی شہریت کے تصور پر نظرثانی کی ضرورت ہے تاکہ تمام شہریوں کو ایک جیسے حقوق میسر ہوسکیں قطع نظر اس کے کہ ان کا عقیدہ کیا ہے۔

5 جولائی **2019**: ایچ آر سی پی کو ان اطلاعات پر شدید تشویش لاحق ہے کہ انسانی حقوق کی کارکن گلالئی کے اہلِ خانہ کو ریاستی ایجنسیاں دھمکیوں کا نشانہ بنا رہی ہیں صرف اس وجہ سے کہ وہ انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے سرگرم عمل ہیں۔

انسانی حقوق کی ممتاز کارکن کے طور پر، انہوں نے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو مستقل مزاجی سے اجاگر کیا ہے، خاص طور پر کے پی میں۔اُن کے اِس کام کی وجہ سے اُن کے خاندان کو ڈھال بنا کر اُنہیں دھونس و دھمکیوں کا نشانہ بنانا ناقابلِ قبول عمل ہے۔ریاست کو سول سوسائٹی کے اختلاف رائے کے حق کا تحفظ کرنا ہوگا اور اس مقصد کے لیے اس وقوعے کی شفاف تحقیقات کی جائیں اور اس میں ملوث لوگوں کو جوابدہ ٹھہرایا جائے۔

30 جولائی **2019**: یہ جن کر کہ سوسائٹی کی تنظیموں جیسے کہ وائس فار بلوچ مسنگ پرسنز کو لاپتہ افراد کے کیمپ لگانے کے لیے عدم اعتراض سرٹیفکیٹ (این او سی) کی ضرورت ہے، ایچ آر سی پی نے حکومت پر یہ شرط ختم کرنے اور اختلاف رائے کو دبانے کے لیے نئے طریقے اختیار کرنے کی بجائے جبری گمشدگی کے مسئلے کے حل پر زور دیا ہے۔

02 اکتوبر **2019**: ایچ آر سی پی نے اپنے فیکٹ فائنڈنگ مشن کے دورہ بلوچستان کے بعد بلوچستان: تاحال نظرانداز کے عنوان سے جاری ہونے والی رپورٹ میں کہا ہے کہ سیاسی اعتبار سے، بلوچستان کے ساتھ اب بھی غیر منصفانہ سلوک برتا جا رہا ہے۔ لوگوں کو اٹھا کر غائب کرنے کا سلسلہ جاری ہے: متاثرین کے اہلِ خانہ کے بقول، وہ عام طور پر حکام کو اپنے پیاروں کی جبری گمشدگی کے بارے میں بتانے سے ڈرتے ہیں۔

ایچ آر سی پی کی تحقیقات سے یہ انکشاف بھی ہوا ہے کہ کوئٹے کی سینکڑوں کانیں ایسے لوگ چلا رہے ہیں جن کے پاس کانوں میں حفاظتی اقدامات کرنے یا ہنگامی صورتحال سے نبٹنے کے لیے نہ تو مالیاتی وسائل ہیں اور نہ ہی ٹیکنیکل صلاحیت ہے۔

ایچ آر سی پی سمجھتا ہے کہ فرنٹیئر کور کی بہت بڑی تعداد کی بلوچستان میں موجودگی اور صوبے کے معاملات پر بہت زیادہ کنٹرول صوبائی حکومت اور سویلین انتظامیہ کے لیے شدید نقصان کا سبب ہے۔

16 اکتوبر **2019**: ایچ آر سی پی کو ان الزامات پر شدید تشویش ہے کہ بلوچستان یونیورسٹی کی انتظامیہ سے منسلک عناصر یونیورسٹی کی نگرانی کے لیے بنائی گئی ویڈیوز کو طالبعلموں کو ہراساں اور بلیک میل کرنے کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ ان میں خفیہ کیمروں سے بنائی گئی ویڈیوز بھی شامل ہیں۔

ایچ آر سی پی اُن طالبعلموں کی حمایت کا اظہار کرتا ہے جن کا کہنا ہے کہ یہ عمل اُن کی نجی زندگی میں مداخلت اور جبر کا ذریعہ ہے۔ ایچ آر سی پی کے خیال میں بلوچستان ہائی کورٹ کی طرف سے اس معاملے کا ازخود نوٹس لینا قابلِ تحسین اقدام ہے۔

24 اکتوبر **2019**: اسلام آباد میں ایچ آر سی پی کے عوامی آزادیوں کی واگزاری کے موضوع پر ہونے والے ایک سیمینار میں، اعزازی ترجمان آئی اے رحمان کا کہنا تھا کہ حکومت فیصلہ سازی اور ملکی نظم و نسق میں شفافیت برتنے کے بجائے تقریباً تمام سرکاری معاملات خفیہ انداز سے انجام دیتی نظر آ رہی ہے۔ ایک طرف ذرائع ابلاغ پر غیر معمولی سنسرشپ لاگو کی جا رہی ہے اور دوسری طرف عدلیہ، بار اور ٹریڈ یونینیں پھوٹ کا شکار نظر آ رہی ہیں جس سے بنیادی حقوق کی اجتماعی جدوجہد کمزور پڑ رہی ہے۔ شہریوں کو پارلیمان میں متعارف کروائے گئے قانونی مسودوں اور اپنی زندگیوں پر اثرانداز ہونے والی حکومتی پالیسیوں اور فیصلوں کے بارے میں جاننے کا مکمل حق ہے۔

25 اکتوبر **2019**: ایچ آر سی پی نے 23 اکتوبر کو ڈی چوک اسلام آباد میں اساتذہ کے پرامن احتجاج کو منتشر کرنے کے لیے پولیس کی جانب سے طاقت کے استعمال کی شدید مذمت کی ہے۔

ایچ آر سی پی کا حکومت سے مطالبہ ہے کہ عوام کے پرامن اجتماع اور مناسب معاوضے کے حق کا احترام کیا جائے، اور انہیں مستقل روزگار کی فراہمی کے لیے فی الفور اقدامات کیے جائیں۔ ایک ایسی ریاست جو اساتذہ کے مہذب روزگار کے حق کو قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتی اپنے عوام کی مایوسی کا سبب بنتی ہے۔

25 نومبر 2019: ایچ آر سی پی کو یہ جان کر بہت تکلیف پہنچی ہے کہ نیشنل پریس کلب کی انتظامیہ نے سینئر صحافیوں کو پریس کلب میں داخل نہیں ہونے دیا جو ملک کے معاشی و سیاسی مسائل پر بات چیت کرنے کے لیے پریس کلب میں ایک اجلاس کرنا چاہتے تھے۔ کمیشن نے اس حقیقت کی نشاندہی کی ہے کہ ایسی بحثوں کا اہتمام کرنا صحافیوں، کالم نگاروں اور ذرائع ابلاغ سے وابستہ لوگوں کا فرض اور حق ہے۔

27 نومبر 2019: ایچ آر سی پی کا کہنا ہے کہ حکومتِ پاکستان ملک کے مختلف شہروں اور قصبوں میں بروز جمعہ 29 نومبر کو ہونے والے طلبہ یک جہتی مارچ پر افسوسناک ردِعمل کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ ایچ آر سی پی کو ایسی اطلاعات پر تشویش ہے کہ مارچ کی حمایت کرنے والے طالبعلموں کو ہراساں کیا جا رہا ہے، یونیورسٹی سے یا ان کے ہوسٹلوں سے نکالا جا رہا ہے تاکہ انہیں مارچ میں شامل ہونے سے روکا جا سکے۔

یہ ان کے حقِ اجتماع کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ اس کے علاوہ، مارچ کے حامیوں کی کردار سازی کے لیے سوشل میڈیا پر ہونے والا پراپیگنڈہ نہ صرف گھناؤنا ہے بلکہ یہ انہیں نقصان سے بھی دوچار کر سکتا ہے۔

13 دسمبر 2019: عالمی وفاق برائے انسانی حقوق (ایف آئی ڈی ایچ) کے اراکین کے ہمراہ ایک مشترکہ پریس ریلیز میں، ایچ آر سی پی نے پاکستان میں خودمختار ذرائع ابلاغ پر حالیہ حملوں پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ بیان پر دستخط کرنے والی تنظیموں کا کہنا ہے کہ پاکستان میں ذرائع ابلاغ، خاص طور پر ڈان پر دباؤ تیزی سے خطرناک موڑ لے رہا ہے۔ بیان میں یہ بھی کہا گیا ہے: "ہم فکرمند ہیں کہ حکومت نے اشارتاً ایسے کیسز میں ذرائع ابلاغ کو ڈرانے دھمکانے اور ہراساں کرنے کا ماحول پیدا کیا ہے جن میں ذرائع ابلاغ کی اطلاعات "قومی مفاد کے خلاف" تصور کی جاتی ہیں۔ پاکستان میں نفرت انگیز تقریر اور تشدد کی ترغیب کے خلاف قوانین کے باوجود (بشمول ان کے جو انسدادِ دہشت گردی کے قوانین کے تحت بنائے گئے) حکام صحافیوں کو دھمکیوں، خوف و ہراس اور ہراسانی کے واقعات کے خلاف ٹھوس کارروائی کرنے اور اور ذرائع ابلاغ کے پر حملوں کی واضح مذمت کرنے میں بارہا ناکام رہے ہیں۔

13 دسمبر 2019: مذہب یا عقیدے کی آزادی پر اپنے رواں کام کے ایک حصے کے طور پر، ایچ آر سی پی نے قومی بین العقائد ورکنگ گروپ کا ایک اجلاس منعقد کیا جس میں مسیحی، ہندو، احمدیہ، سکھ، اسماعیلی، شیعہ ہزارہ اور بہائی برادریوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ شرکاء نے مطالبہ کیا کہ عدالتِ عظمٰی کے 2014 کے فیصلے (جسٹس جیلانی فیصلے) کی روح کے عین مطابق، مذہبی اقلیتوں کے لیے ایک قومی کمیشن قائم کیا جائے۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ اقلیتوں سے متعلق مردم شماری کے کوائف جلد از جلد جاری کیے جائیں۔

پسے ہوئے طبقوں کے حقوق

14 جون 2019: ایچ آر سی پی کی رٹ پٹیشن کے نتیجے میں ملتان کے نزدیک بستی پیر اسماعیل میں واقع اینٹوں کے ایک بھٹے سے 63 گروی مزدوروں کی بازیابی عمل میں آئی ہے۔ ایچ آر سی پی کا صوبائی حکومتوں سے پرزور مطالبہ ہے

کہ وہ اس امر کو یقینی بنائیں کہ 1992 کے قانون کے نفاذ کے لیے قائم ہونے والی ضلعی نگران کمیٹیاں فعال ہوں اور تندہی اور باقاعدگی کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں اپنی انجام دیں۔

13 ستمبر **2019**: فیکٹریوں میں لیبر انسپکشن پر پابندی کے پنجاب حکومت کے فیصلے کو افسوسناک قرار دیتے ہوئے ایچ آر سی پی نے کہا ہے کہ یہ اقدام انتہائی بے رحم اور غیر دانشمندانہ ہے۔

ایک ایسے وقت میں جب ضرورت اس بات کی ہے کہ لیبر انسپکشن کا نظام زیادہ مضبوط کیا جائے اور معیشت کے تمام شعبوں پر لاگو کیا جائے، حکومت نے مزدوروں کی بہبود کو عملی لحاظ سے مسترد کر دیا ہے۔ ملک کے آئین کا آرٹیکل 37 (ہ) کہتا ہے کہ ریاست کام کار کے مناسب اور انسان دوست حالات بنانے کے لیے انتظامات کرے گی جبکہ حکومت نے ایسے حالات پیدا کر دیے ہیں کہ آجر اب اپنی صنعتوں میں صحت و سلامتی کو یقینی بنانے کے پابند نہیں رہے۔

15 اکتوبر **2019**: ایچ آر سی پی کمزور بینائی کے حامل افراد کے احتجاج کی حمایت کرتا ہے جنھوں نے چیئرنگ کراس لاہور پر احتجاجی دھرنا دیا ہوا ہے۔ صوبائی حکومت کے ملازمین پر مشتمل مظاہرین کا کہنا ہے کہ وہ گذشتہ پانچ برسوں سے دیہاڑی دار مزدور کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں جس سے ان کی ضروریاتِ زندگی پوری نہیں ہو سکتیں۔

یہ صورت حال ناقابلِ قبول ہے: ایچ آر سی پی کا پنجاب حکومت سے مطالبہ ہے کہ وہ معذوری کا شکار لوگوں (پی ایل ڈبلیو ڈیز) کے حقِ روزگار کا احترام کرے۔ ان کا معاوضہ کم از کم اتنا ضرور ہونا چاہیے جس سے وہ زندہ رہ سکیں، خاص کر اِس قسم کے حالات میں جب تیزی سے بڑھتی ہوئی مہنگائی دیگر لوگوں کی نسبت انہیں زیادہ متاثر کر سکتی ہے۔

سماجی و معاشی حقوق

20 مارچ 2019: ایچ آر سی پی نے کرتار پور راہداری کی تعمیر کے لیے مقامی لوگوں سے اراضی لینے کے عمل پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ علاقے میں ایک فیکٹ فائنڈنگ مشن بھیجنے کے بعد، ایچ آر سی پی نے کہا ہے کہ کرتار پور راہداری ہندوستان کے ساتھ پاکستان کے تعلقات بہتر کرنے میں مددگار ثابت ہوگی مگر اس کے لیے لوگوں سے ان کے گھر اور ذرائع روزگار نہیں چھننے چاہئیں۔

ایچ آر سی پی حکوت پر زور دیتا ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ جب تک اس منصوبے سے متاثرہ رہائشیوں کی تسلی کے مطابق ان کی منظّم مردم شماری اور تمام ضروری کوائف کی تیاری کا عمل مکمل نہیں ہو جاتا اس وقت تک کسی بھی قسم کی غیر رضا کارانہ آبادکاری عمل میں نہ لائی جائے۔ معلومات کی کمی کے پیشِ نظر، جیسا کہ بہت سے لوگوں نے شکایت کی ہے، لوگوں کے معاشی، سماجی یا ثقافتی حقوق کی کسی بھی پامالی کا ازالہ کرنے کے لیے شکایات کے ازالے کا شفاف اور مؤثر طریقہ کار تشکیل دینے کی ضرورت ہے۔

26 جون **2019**: ایچ آر سی پی نے اعلیٰ تعلیمی کمیشن (ایچ ای سی) کے ذریعے اعلیٰ تعلیم پر ہونے والے اخراجات میں کٹوتی کی حکومتی کوشش پر پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے زیرِ تعلیم طلباء اور مستقبل میں اعلیٰ تعلیم حاصل

کرنے والے طالبعلم شدید متاثر ہوں گے، خاص طور پر ایسے طالب علم جو غریب اور پسے ہوئے طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

ایچ آر سی پی کا حکومت سے مطالبہ ہے کہ وہ اعلیٰ تعلیم کے شعبے کے وسائل کم کرنے سے گریز کرے اور تعلیمی بجٹ میں کٹوتی کے خلاف احتجاج کرنے والوں۔۔۔طالبعلموں، ماہرینِ تعلیم اور یونیورسٹیوں کی انتظامیہ کو بجٹ کی منظوری سے پہلے حکام کے سامنے اپنا موقف پیش کرنے کا موقع دیا جائے۔

06 اکتوبر **2019**: ایچ آر سی پی نے اپنے ششماہی اجلاس کے اختتام پر کہا ہے کہ اپنے شہریوں کو تعلیم تک رسائی دینا ریاست کا آئینی فریضہ ہے اور ملک بھر میں صحت کے معیاری نظام کے اطلاق کو یقینی بنانا اس کی اخلاقی ذمہ داری ہے۔

کونسل نے یہ بھی کہا کہ وہ موسمی تبدیلی پر قابو پانے والی ملکی و عالمی تحریک کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کرتی ہے اور ریاست سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اس تنبیہ پر توجہ دے کہ اگر اس نے ماحول کو پہنچنے والے ناقابلِ تلافی نقصان سے بچنے کے لیے اقدامات نہ کیے تو ایسا ہی کہ وہ مستقبل کی نسلوں کو زندگی کے حق سے محروم کر رہی ہے۔

تصاویر کے ذرائع

آزاد جموں وکشمیر

https://mediareviewnet.com/2019/08/kashmirs-agony-fuelled-by-modis-right-wingregime-echoes-across-the-world/
https://nation.com.pk/23-Oct-2019/one-killed-dozen-injured-in-police-mob-clash
https://www.dawn.com/news/1512053
https://tribune.com.pk/story/2157044/1-indian-shelling-injures-girl-ajk/

بلوچستان

https://blogs.tribune.com.pk/story/16259/for-the-baloch-who-are-missing-andothers-who-will-be-too/
https://monitor.civicus.org/updates/2019/03/01/civil-society-groups-deniedregistration-while-journalists-and-activists-are-being-silenced/
https://www.dawn.com/news/1014183/one-killed-after-militant-attack-on-leviescheckpost-in-balochistan
https://www.bexpress.com.pk/2019/07/journalists-observes-black-day-inbalochistan/
https://www.dawn.com/news/1476049
https://www.pakistantoday.com.pk/2019/07/15/11-miners-trapped-in-quetta-coalmine-as-rescue-efforts-continue/
https://www.thebalochnews.com/2018/01/13/lack-sanitation-system-govt-girlshigh-school-turbat/
https://www.dawn.com/news/1130450
https://dunyanews.tv/en/Pakistan/376598-Probe-initiated-after-Afghan-refugeesfound-with-C

دارالحکومت اسلام آباد

https://www.dawn.com/news/710440/d-chowk-closed-to-protest-demonstrations-in-islamabad/pakistan
https://www.dawn.com/news/1458038
https://tribune.com.pk/story/1885265/1-asghar-khans-heirs-snub-fiarecommendations-urge-court-decide-case/
https://thenewstoday.com.pk/aseefa-bhutto-zardari-barred-from-meeting-father-atpims-hospital/#
https://blogs.tribune.com.pk/story/78129/imran-khan-or-ayub-khan-is-pmra-thenew-tool-to-curb-freedom-of-press-and-control-media/
https://www.dawn.com/news/1523077/sanitation-workers-protest-continues
https://tribune.com.pk/story/1968009/1-cjp-5-annual-increase-school-fees/
https://www.dawn.com/news/624004/mukhtar-mai-gang-rape-accused-freed
https://www.dawn.com/news/1508091

خیبر پختونخوا

https://www.dawn.com/news/1519161
https://www.dawn.com/news/1507834/26-doctors-booked-in-peshawar-followingviolent-

clashes-at-lady-reading-hospital
https://tribune.com.pk/story/2087149/1-gulalai-ismails-father-arrested-fiaspreading-hate-state/
https://www.dawn.com/news/1495492
https://www.pakistantoday.com.pk/2019/04/15/hws-hold-protest-for-allowanceproper-service-structure-in-peshawar/
https://tribune.com.pk/story/2087325/1-tenacity-pays-off-dont-stop-believing-saysswats-first-female-fc-officer/
https://www.dawn.com/news/1522752/sacked-workers-seek-reinstatement

گلگت۔ بلتستان

https://www.suchtv.pk/pakistan/gilgit-baltistan/item/86080-arshad-shah-takesoath-as-chief-judge-of-supreme-appellate-court-gb.html
https://www.dawn.com/news/1450776
https://www.thenews.com.pk/latest/126846-Gilgit-Baltistan-court-upholds-lifesentence-Baba-Jan
https://www.dawn.com/news/1391347

پنجاب

https://www.dawn.com/news/1521675
https://www.dawn.com/news/1175464
https://www.dawn.com/news/1519531
https://www.dawn.com/news/1505906
https://www.dawn.com/news/1502942
https://www.dawn.com/news/1520608
https://herald.dawn.com/news/1153868
https://www.pakistantoday.com.pk/2019/06/13/faisalabad-hospital-sees-influx-of-2800-hiv-positive-patients/
https://tribune.com.pk/story/1570725/1-pakistan-much-blame-smog-india/
https://tribune.com.pk/story/1690196/1-unpaid-salaries-protesting-lhws-get-tokenmoney/

سندھ

https://tribune.com.pk/story/835216/political-victimisation-dha-clifton-residentsprotest-water-shortage/
https://www.pakistantoday.com.pk/2019/05/27/muslims-resort-to-violence-inmirpurkhas-after-hindu-doctor-accused-of-blasphemy/
https://www.dawn.com/news/1481436/4-missing-persons-return-after-more-thantwo-years-committee
https://www.dawn.com/news/1473003
https://tribune.com.pk/story/327396/special-report-despite-issues-transgenderscelebrate-voting-rights/
https://news.parhlo.com/man-bought-girl-in-sindh/
https://tribune.com.pk/story/1900044/1-young-doctors-strike-enters-third-daysindh/
https://www.dawn.com/news/1486673

https://www.thenews.com.pk/tns/detail/564365-old-age-matters

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

1986 میں تشکیل پانے اور 1987 میں رجسٹر ہونے والا ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) ملک میں انسانی حقوق کا نامور خودمختار ادارہ ہے۔ رکنیت کے اصول پر مبنی ادارہ، ایچ آر سی پی ملک کے تمام شہریوں اور باشندوں کے ہر قسم کے حقوق ...... شہری، سیاسی، معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق کے تحفظ کے لیے کوشاں ہے۔ ایچ آر سی پی دستورِ پاکستان میں دی گئی بنیادی آزادیوں اور انسانی حقوق کے عالمی معاہدات جن میں سے بعض کا پاکستان فریق ہے، میں دیا گیا طریقہ کار بروئے کار لاتا ہے۔

2017-2020 کے عرصہ کے لیے ایچ آر سی پی کے درج ذیل عہدیداران ہیں: ڈاکٹر مہدی حسن (چیئرپرسن)، عظمیٰ نورانی (شریک چیئرپرسن)، نازش عطاالله (خزانچی)، حبیب طاہر (وائس چیئر، بلوچستان)، کامران عارف (وائس چیئر، خیبر پختونخوا)، سلیمہ ہاشمی (وائس چیئر، پنجاب)، اور اسد اقبال بٹ (وائس چیئر سندھ)۔ آئی اے رحمان ادارے کے اعزازی ترجمان ہیں۔

ایچ آر سی پی کی نمائندگی سیکرٹری جنرل حارث خلیق کرتے ہیں۔ ادارے کے روزمرہ کے امور کی نگرانی لاہور سیکرٹریٹ سے ڈائریکٹر فرح ضیاء کرتی ہیں۔ ملک بھر میں انسانی حقوق کے دفاع کار ایچ آر سی پی کے کام کی اعانت کرتے ہیں۔ ادارے کی ویب سائٹ www.hrcp-web.org ہے۔

ہیڈ آفس / پنجاب چیپٹر

ایوان جمہور۔ 107 ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور 54600
فون: +924235864994,35838341,35865969
فیکس: +92 42 3588 3582
ای میل: hrcp@hrcp-web.org
ویب سائیٹ: www.hrcp-web.org
شکایات سیل: +92 333 200 6800
موبائل: + 333 200 6800
ای میل: complaints@hrcp-web.org

اسلام آباد آفس / مرکز برائے فروغ جمہوریت

بیسمنٹ نمبر 7، بلڈنگ نمبر 30- ویسٹ، اے ٹی ایس سنٹر،
بلاک اے، اے، کے فضل الحق روڈ، بلیو ایریا، اسلام آباد
فون: +92 51 835 1127
موبائل: +92 333 561 6190
ای میل: islamabad@hrcp-web.org

گلگت۔ بلتستان ریجنل آفس

موبائل: +92 344 547 5553
ای میل: gilgit@hrcp-web.org

حیدر آباد ریجنل آفس

آفس نمبر 3، فلور۔ 3، اقبال مینشن، حیدر چوک، حیدر آباد
فون: +92 22 278 3688, 2720 770
فیکس: +92 22 278 4645
موبائل: +92 301 559 6241
ای میل: hyderabad@hrcp-web.org

کراچی ریجنل آفس

یونٹ نمبر 08، فلور 1، سٹیٹ لائف بلڈنگ نمبر 5 (الاکو ہاؤس)
عبداللہ ہارون روڈ، صدر، کراچی۔ 74400
فون: +92 21 3563 7131, 3563 7132
فیکس: +92 21 3563 7133
ای میل: karachi@hrcp-web.org

ملتان ریجنل آفس

مکان نمبر A-24، ابدالی کالونی
گلی مسجد ٹیناوالی، ڈیرہ اڈا، ملتان
فون: +92 91 451 7217
موبائل: +92 300 632 5401
ای میل: multan@hrcp-web.org

پشاور ریجنل آفس

اعظم چشتی روڈ شیرزئی کالونی، گلی - 1
پیپل سٹاپ، ریلوے لائن، پواکا، پشاور
فون: +92 91 584 4253
فیکس: +92 91 585 3318
موبائل: +92 314 916 0661
ای میل: peshawar@hrcp-web.org

کوئٹہ ریجنل آفس

آفس نمبر 18، رحیم کالونی، نزد پی اینڈ ٹی کالونی، سرکلر روڈ، کوئٹہ
فون: +92 81 282 7869
فیکس: +92 81 282 0117
ای میل: quetta@hrcp-web.org

تربت / مکران ریجنل آفس

پرواز ہاؤس، بالمقابل علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،
پسنی روڈ، تربت، کیچ
فون: +92 852 413 365
موبائل: +92 323 234 2406
ای میل: turbat@hrcp-web.org